سوانح حیات نواب صدیق حسن خاں صاحب علیہ الرحمۃ

مآثرِ صدیقی

مکمل چار حصوں میں

تالیف

نواب سید علی حسن خان فرزند صاحب سوانح

ناشر

جمعیۃ اھل السنۃ لاھور

سوانح حیات نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

مآثرِ صدیقی

مکمل چار حصوں میں

تالیف

جناب سید علی حسن خان فرزندِ صاحبِ سوانح

ناشر

جمعیۃ اہل سنۃ لاہور

سوانح حیات نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

مآثرِ صدیقی

مکمل چار حصّوں میں

تالیف

جناب سیّد علی حسن خان فرزند صاحب سوانح

ناشر

جمعیّۃ اہل سُنّۃ لاہور

[redacted]

سلسلہ مطبوعات، ۲۱ تا ۲۳

نام کتاب .... مآثر صدیقی (کامل)

مصنف .... سید علی حسن خان

کل صفحات ۴۸۳

تاریخ طباعت .... رجب المرجب ۱۴۱۱ھ/فروری ۱۹۹۱ء

پریس ....

ناشر .... جمعیت اہل سنت، لاہور

تعداد ....

قیمت ....

ملنے کے پتے

مکتبہ مدنیہ ——— ۱۷ اردو بازار لاہور

مکتبہ قاسمیہ ——— ۱۷ اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید ——— الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ ——— مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَتَذْكِرَةً لِمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا

مآثرِ صدیقی

موسوم بہ

سیرتِ والاجاہی

حصہ اول

یعنی

سوانح وحالات خاندانی امام المحدثین، وزبدۃ المفسرین آبی ومولائی امیر الملک والاجاہ نواب سید صدیق حسن خان، حسینی البخاری، قنوجی شوہر رئیسہ خلد مکان علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ۔ جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے ریاست بھوپال تغمدہ اللہ بالرحمۃ والرضوان

تالیف

ابو النصر سید محمد علی حسن خان المخاطب بہ صفی الدولہ حسام الملک صانہ اللہ تعالیٰ عن شرور الزمان

باہتمام تام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ مطبع

مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں چھپی

اشاعتِ نو ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء جمعیۃ أھل سنۃ لاہور

صحت نامہ آثار صدیقی حصہ اول

صفحہ	سطر	خطا	صواب	صفحہ	سطر	خطا	صواب
دیباچہ ۲	۱۳	بِسَبَبِہٖ	بسببۃ	۱۸	۱۶	نُهْلِكَ	نُهْلِكَ
۳	۴	الدِّينَ	الدِّينُ	۱۸	۱۶	أَمَّرْنَا	آمَرْنَا
۱۲	۴	إِجْتَمِعَا	إِجْتَمَعَا	۱۸	۱۶	أَذْ	إِذَا
۱۲	۴	اللّٰهَ	اللّٰهُ	۱۹	۱۳	أَسْئَلَ	أَسْئَلُ
۱۳	۱۰	اللّٰهُ	اللّٰهَ	۱۹	۱۳	اللّٰهُ	اللّٰهَ
۱۳	۱۰	يُحَدِّثُ	يُحَدِّثُ	۲۱	۱	بن ذليد	بن وليد
۱۵	۶	الأُنْثَانَ	الإنسانُ	۲۰	۴	احثاك	اخثاك
حصہ اول ۳	۴	يغنى	يُغْنِى	۲۲	۱۱	بِنعمتِہٖ	بِنِعْمَتِہٖ
۹	۶	الاقترمين	الاقربين	۲۹	۱۵	هذا الاخ	هذا الاخ
۹	۱۲	سائرُ اليوم	سائرِ اليوم	۲۹	۱۶	إِن لا يتردد	أَن لا يتردد
۱۳	۵	بارِك	بارَك	۲۹	۱۶	إِن لا يحض	أَن لا يحضر
۱۳	۶	يَاأيُّهَا الذين	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	۳۰	۱	إِن يَتوجہ	أَن يَتَوَجَّہ
۱۳	۱۲	صلم	صلعم	۴۵	۸	مى	بھى
۱۵	۷	سہ شبہ	سہ شنبہ	۵۱	۱۳	ظرح	طرح
۱۶	۴	إِمرءۃ	اُمْرَءۃ	۵۵	۱۵	وظرئف	وظائف
۱۶	۳	بالسيف	بِالسَّيْفِ	۵۵	۱۵	عبدالقاد	عبدالقادر

صفحہ	سطر	خطا	صواب	صفحہ	سطر	خطا	صواب
۵۵	۱۷	اہلِ ست	اہلسنت	۸۰	۹	تغاکی	تحاکی
۵۶	۷	رسولہٖ	رسولہٗ	۸۰	۹	راقصیا	راقصًا
۷۷	۹	رحمتہ	رحمتہ	۸۰	۱۳	بقلبک	لقلبک
۷۷	۱۲	للاجازۃ	الاجازۃ	۸۳	۴	دود	ذرو
۸۰	۷	انفاس	انفاس	۸۴	۱۶	لاغحصی	لاتحصی
۸۰	۷	نعیتہا	نعینہا	۸۸	۱۱	فذلک	فذالک
۸۰	۷	لوینل	لوینیل	۱۰۷	۸	البیع	السبع

فہرست مضامین مآثر صدیقی حصہ اول

(دیباجہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

دلالتِ حمد و نعت اولیٰ است بر خاکِ ادب خفتن و سجودِ بے عنوان کردن درودِ بے عنوان گفتن

الولد الحر یقتدی بآبائہ الغر

(شریف آزادہ لڑکا اپنے سلف صالحین کی پیروی کیا کرتا ہے)

اسلاف کرام کے حالات اور تاریخی واقعات عالم انسانی کے وہ مخصوص عناصر ہیں جنکی ترکیب امتزاجی سے ہر ایک قوم کی حیات ملی و تمدنی کا قوام تیار ہوتا ہے غالباً اسی نکتہ کو ملحوظ رکھ کر کتب آسمانی میں اقوام عالم کے حالات اور حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہ کے تذکروں کو تاسیس قومیت اور تعمیر ملت کا سنگ بنیاد قرار دیا گیا ہے اور اسی اساس محکم پر تمام بنی نوع انسان کی ترقی سعادت دنیوی و اُخروی کی عالیشان عمارت قائم کی گئی ہے جہاں کہیں بھی کوئی انسانی نسل یا قوم آباد ہے وہاں اُس کے ساتھ کچھ نہ کچھ قومی تاریخ اور اسلاف کے تذکرے بھی موجود پائے جاتے ہیں خواہ وہ زبانی روایات فخریہ نظم اور جنگی رجز کی شکل میں ہوں یا نقوش و تصاویر و الواح اور

حروف وکتابت کی صورت مین آج دنیا کی بڑی بڑی نسلین اور قومین مثلاً یونانی - کلدانی - مصری - فارسی - عجمی - ہندی عربی - سب اسی قومی تاریخ اور اسلاف کے تذکرون کی بدولت زندہ ہین -

تمام اقوام عالم مین اہل عرب کو چونکہ قدیم الایام سے تحفظ انساب اور شاعری کیطرف خاص انہماک و اعتنا رہا ہے یہان تک کہ وہ اپنے گھوڑون اور اونٹون تک کے نسب نامون کو ازبر یاد رکھا کرتے تھے - اور اپنی قومی روایات اور ایّام العرب کے معرکون کو رزمیہ اشعار کے سانچون مین ڈھال کر بڑے بڑے مواقع جنگ مین بطور رجز پڑھا کرتے تھے - اسلئے انکو قومی تاریخ اور تذکرہ اسلاف مین ہمیشہ ایک مخصوص و ممتاز خصوصیت حاصل رہی ہے - لیکن اسلام سے قبل تاریخی واقعات مین کوئی تسلسل نہین پایا جاتا تھا - کسی نے خوب کہا ہے کہ ان کی مثال ایسی تھی جیسے کوئی شاہراہ مختلف سیلابون کی طغیانیون سے جابجا منہدرس ہو جاتی ہے -

جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا اور جمع و تدوین کتب کی جانب مسلمانون کی توجہ مبذول ہوئی تو سب سے پہلے اسکی تابناک شعاعون نے فن تاریخ پر اپنی روشنی ڈالی یہ فخر اولیت مسلمانون ہی کو حاصل ہے کہ اُنھون نے کھنڈرون کتبون اور آثار قدیمہ کے ذریعہ سے اصول تاریخ کو منضبط اور مسلسل کیا - اور اپنی قوت حافظہ اور ذہانت سے ایک عام شاہراہ بنادی - اسی بنا پر ایک حکیم نے تاریخ کی تعریف یہ کی ہے کہ تاریخ

اُن حالات و واقعات کے پتہ لگانے کا نام ہے جن سے یہ دریافت ہو - کہ موجودہ نتائج گذشتہ زمانہ سے کیونکر بطور نتیجہ پیدا ہوا -

جس شخص نے کتب اسماء الرجال اور سیر سلف الصالحین اور طبقات مشاہیر کا مطالعہ کیا ہے - وہ اس حقیقت واضحہ کی تصدیق کرسکتا ہے کہ آغاز اسلام سے دو صدی کے اندر ہی اندر مورخین اسلام کی کوششون سے ایک ایسا عظیم الشان تاریخی سرمایہ فراہم ہوگیا - جو علوم - فنون - تمدن - معاشرت - مذہب - اخلاق - عادات - اوضاع رسوم - نظام حربیہ اور انتظام ملکی - ہر طرح کے معلومات و واقعات پر شامل تھا - البتہ ایک بڑی کمی یہ تھی کہ تاریخی واقعات مین کوئی سلسلہ علت و معلول کا قائم نہ تھا نہ انکی صحت و روایت کا بجز روایات نقلی کے کوئی معیار قرار دیا گیا تھا - حالانکہ تاریخ ایک ایسا فن ہے جسکی بنیاد سراسر واقعات پر مبنی ہے اسمین راے و قیاس و وہم کو مطلق دخل نہین اسی ضرورت پر نظر کرکے علامہ ابن خلدون نے آٹھوین صدی مین فلسفۂ تاریخ کی بنیاد ڈالی اور نہایت احتیاط و دور اندیشی کے ساتھ اصول درایت منضبط کئے اور تصحیح واقعات کے دو معیار قرار دیے - روایت و درایت -

(۱) روایت کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ راوی اول ایسا شخص ہو جو واقعہ کے وقت بذات خود موجود ہو اور اُس نے بچشم خود اُس کا مشاہدہ کیا ہو اور اصل واقعہ کی جزئی و کلی کمیت و کیفیت کا اعلم ہو اور جو رواۃ اس واقعہ کے ناقل ہون وہ ذی عقل ثقہ معتبر اور صاحب بصیرت ہون -

(۳) درایت کے اصول یہ ہین (۱) ماخذ کا تلاش کرنا (۲) بے تعصبی سے کام لینا (۳) عام اصول عادت سے واقعہ کی مطابقت کرنا۔ یا جس شخص سے وہ واقعہ متعلق ہو اُس کے عام عادات و اخلاق و مذہب کو پیش نظر رکھ کر حقیقت حال کا پتہ لگانا (۴) اصول عقل سے واقعہ کی تنقید کرنا (۵) واقعہ کے امکان کو جرح و تعدیل پر مقدم رکھنا۔ کیونکہ اگر واقعہ کا ہونا ممکن ہی نہو تو راوی کا عادل یا ثقہ ہونا بیکار ہے۔ امکان سے مراد امکان عقلی نہین ہے بلکہ اصول عادت اور قواعد تمدن کی رو سے ممکن ہونا مراد ہے۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون اپنی کتاب کے دیباچہ مین لکھتے ہین:۔

ان الاخبار اذا اعتمد فیہا علی مجرد النقل ولم تحکم اصول العادۃ و قواعد السیاستہ وطبیعۃ العمران والاحوال فی الاجتماع الانسانی ولا قیس الغائب منہا بالشاہد والحاضر بالذاہب فربما لم یومن فیہا من العثور۔

یعنے خبرون مین اگر صرف نقل روایت پر اعتماد کر لیا جائے اور اصول عادت اور قواعد سیاست اور انسانی جماعت کے اقتضا کا لحاظ اچھی طرح نہ رکھا جائے اور غائب کو حاضر پر اور حال کو ماضی پر قیاس نہ کیا جائے تو اکثر خطا اور لغزش ہوگی۔

اگرچہ یہ کچھ کم حیرت کی بات نہین ہے کہ علامہ ممدوح خود اپنی تاریخ مین اِن دونون اصول کو ملحوظ نہ رکھ سکے لیکن اِن اصول کی بنا پر فن تاریخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی اور لوگون مین تاریخی مذاق پیدا ہوگیا۔ اور فن تاریخ ترقی کرتا گیا۔ مورخین ہندوستان نے بھی مورخین عرب کے نقش قدم پر چل کر بہت سے۔ سلف صالحین۔ مشاہیر ملت

سلاطین و وزرا۔ علما و ربانی۔ اور عارفان باسد کے حالات مین کتابین لکھین۔ مگر یہ لوگ بھی اصول روایت و درایت کو اکثر نظر انداز کرتے رہے۔ اسکے علاوہ جو چیزین تاریخ و تذکرہ کی جان ہین مثلاً اخلاق و عادات۔ تمدن و معاشرت وہی اُنکی تاریخون اور تذکرون مین مفقود ہین۔ چنانچہ سلاطین ماضیہ کے حالات مین فتوحات اور خانہ جنگیون کے سوا ان چیزون کا بہت کم پتہ لگتا ہے۔ اسی طرح حضرت صوفیاے کرام اور علماے عظام کے حالات مین خوارق عادات اور کرامات کے علاوہ ان چیزون کا کہین پتا نہین لگتا۔

علامہ شبلیؒ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ "فن تاریخ ہمیشہ اُن لوگون کے ہاتھ مین رہا جو فلسفہ اور عقلیات سے آشنا تھے اسلئے فلسفۂ تاریخ کے اصول و نتائج پر اُن کی نظر نہین پڑ سکتی تھی۔" اسمین کچھ شبہہ نہین کہ ہندوستانین علامہ ممدوح پہلے شخص ہین جنھون نے فلسفۂ تاریخ کے اصول روایت و درایت پر اپنی تاریخی تصنیفات کی بنیاد رکھی۔ اور جس دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کے ساتھ مختلف عنوانون کے تحت مین اُنھون نے نہایت مفید جزئی و کلی حالات کا استقصا کیا وہ انھین کا حصہ تھا۔

علامہ ممدوح کی تالیف و تصنیف نے ارباب علم کے لئے ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا اور اہل ہند مین تاریخی مذاق پیدا کر کے گویا ایک صلاے عام دیدی اسلیے چند دنون مین بہت سی سوانح عمریان جمع و مرتب ہو کر مشتہر ہوگئین۔ اور تھوڑے عرصہ مین ایک عظیم الشان ذخیرہ تاریخی واقعات اور اسلاف کے حالات کا فراہم ہوگیا۔ مگر جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ بہت سے پرآب و تاب واقعات اور شخصی حالات ایسے ہوتے ہین جو منظر عام کی روشنی مین چمکتے ہین لیکن

جب چشم بصیرت سے انکی صحت اور قوت دلیل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک چمکدار چیز سونا نہین ہوا کرتی یہ ہی حال مصنفین اور مولفین کا ہے کوئی مصنف خواہ کیسا ہی ذی رتبہ اور صاحب عزت و وقار ہو مگر اُسکی تصنیف و تالیف اُس وقت تک قابل اعتماد نہین ہو سکتی جب تک کہ وہ اُصول روایت و درایت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیجائے تحقیق واقعات کے لئے بڑے غور و تتبع اور استقرا اور طلب مآخذ کی ضرورت ہے بقول ایک عالم کے "یہ اُنھین محققون کا کام ہے جو نفسیات اور مذہبی جذبات سے علٰحدہ ہو کر اور بصیرت کی شمع روشن کر کے خلوت کی تاریکیون مین اپنے خیالات کا تجلیہ کر چکے ہین" با این ہمہ پھر بھی کوئی کتاب خواہ کیسی ہی ادنی یا اعلیٰ ہو اور اسکا مُصنف و مؤلف خواہ کسی پایہ اور مرتبہ کا ہو مگر اُس کتاب کے مطالعہ سے انسان کو کچھ نہ کچھ بصیرت یا کم سے کم سبق عبرت تو ضرور حاصل ہو سکتا ہے۔ بہر حال اسلاف کرام کے حالات کا مطالعہ ایک نعمت عظمےٰ اور غنیمت بارِدہ ہے"

ایک دانشمند کا قول ہے کہ "جو صاحبان علم و کمال اور ارباب معرفت حقیقت ہوتے ہین انکی روح ایک ایسی آگے بڑھنے والی روح ہوتی ہے جو دوسرون کو بھی اپنے ساتھ بڑھائے لئے چلی جاتی ہے مبارک ہے وہ قوم اور وہ خاندان جس مین کوئی نہ کوئی ایسی مقدس روح موجود ہے" غالباً اسی امر پر نظر کر کے مُدّت دراز سے میرے اخلاف و اعزہ و احباب خصوصاً اور بعض اکابر دین عموماً مجھ سے میرے والد محترم والاجاہ مرحوم کی سوانح زندگی مرتب اور مدوّن کرنے پر اصرار کرتے تھے۔ اور میرا سکوت دیکھ کر نہایت تاسف و حسرت کے ساتھ

حیرت ظاہر کیا کرتے تھے کہ والاجاہ مرحوم جنکی ذات اس دور پسین اور بزم آخرین مین دینی فضل و کمال اور دنیاوی جاہ و جلال کے لحاظ سے مشہور روزگار رہے اور جو اپنے علوے مرتبت اور مشیر ریسہ و ریاست ہونے کے اعتبار سے بلا مبالغہ بعض اپنے ہم عصر مستقل فرمانروایان ملک پر بھی عظمت و شان مین تفوق لیگئے تھے جنکا لائحہ عمل سلف الصالحین کا اُسوۂ حسنہ۔ اور جنکا مقصد زندگی اعلائے کلمۃ اللہ۔ احیاء سنت۔ اور خدمت اسلام رہا ہے۔ اور جنکے کارنامہائے زندگی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دین و دنیا دو متضاد چیزین نہین ہین بلکہ دونون مین صاحب بصیرت و معرفت کے نزدیک خادم و مخدوم کی نسبت ہے

دنیا خادم ہے اور دین مخدوم ہے[۵]

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

افسوس ہے کہ ایسے جلیل القدر شخص کے بیش بہا عزیز الوجود زندگی کے قابل قدر واقعات اور نتیجہ خیز حالات یون گوشۂ گمنامی مین پڑے رہین اور انھین کی اولاد کے سامنے دست برد زمانہ کے ہاتھون تلف و برباد ہو جائین۔ حالانکہ ایسا گرانمایہ ورثہ نہایت حفظ و صیانت کے قابل ہے جس سے نسلاً بعد نسلٍ وقتاً دون وقتٍ فوائد کثیرہ حاصل ہو سکتے ہین۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلاف کے صحیح حالات و واقعات کو اُنکے اخلاف سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے۔ اور اُنکے خط و خال کا اُنکے جانشینون سے بڑھ کر کون آئینہ دار ہو سکتا ہے۔ اھل البیت ادری بما فیہ لیکن مین اس قسم کے سوالات

واعتراضات کا اُن کو ہمیشہ یہ جواب دیتا رہا کہ اولاً تو جس طرح علامہ عبد الغافر نے تاریخ نیشاپوری مین اور یاقوت حموی نے معجم الادبا مین اور ابوشامہ نے روضتین مین اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف مین اور شیخ عبد الحق دہلوی نے اخبار الاخیار مین اپنے حالات اور سوانح زندگی خود قلمبند کئے ہین اسیطرح والاجاہ مرحوم نے بھی ان علماء سلف کی تبعیت مین اپنے حالات اور سوانح زندگی خود اپنے قلم سے اپنے متعدد تالیفاتِ عربی و فارسی و اردو مثلاً اتحاف النبلا - حطہ بذکر الصحاح الستہ - ابجد العلوم - حظیرۃ القدس - ریاض المرتاض - مغنم البارد - تاج المکلل - تقصار - مقالۃ النصیحہ - القاء المنن - رحلت الصدیق - فرع النامی و وصیت نامہ ابو الوفا توفیق وغیرہ مین تحریر کئے ہین علاوہ ان کے تاج الاقبال تاریخ بھوپال اور تہذیب النسوان مین بھی رئیسہ عالیہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ مرحومہ خلد مکان نے انکے اکثر حالات ثبت کئے ہین - اسی طرح دیگر اکابر ملک و ملت نے مختلف تالیفات اور تذکرون مین اور احمد فارس آفندی صاحب مطبعۃ الجوائب قسطنطنیہ نے اپنی تالیفات مین اُن کے تراجم درج کئے ہین - اس لئے اب کسی جدید تالیف کی ضرورت معلوم نہین ہوتی -

(۲) دوسری وجہ مانع یہ ہے کہ والاجاہ مرحوم کی ذات مین علماً و عملاً مختلف الجنس اوصاف اور حیثیتین جمع تھین ان سب کا استقصا کرنا اور انکی شان اور درجہ کے موافق ہر ایک سے جدا جدا بحث کرنا اس شخص کا کام ہے کہ جو خود اُن کی طرح جامع الحیثیات ہو میری نا قابلیت اور بے بضاعتی کا یہ حال ہے کہ مین صفات متذکرہ بالا مین سے کسی ایک ادنیٰ صفت کا

شائبہ بھی اپنی ذات مین نہین پاتا پھر کس طرح ایسے اہم اور باعظمت کام پر مبادرت کرنیکی جرأت کرسکتا ہون -

باوجود میرے ان معقول عذرات کے میرے اخلاف واعزہ اور احباب اور معتقدین والاجاہ مرحوم کا اصرار کم نہ ہوا اور انھون نے متفق اللفظ ہو کر مجھ سے کہا کہ یہ عذرات خواہ کیسے ہی صحیح اور معقول ہون مگر چند وجوہ سے والاجاہ مرحوم کے حالات اور سوانح زندگی بتمامہ اردو زبان مین یکجا مرتب ہو جانا بہت ضروری ہین - ہم مانتے ہین کہ انھون نے اپنے حالات اپنی تالیفات عربی و فارسی و اردو مین لکھے ہین - مگر اولاً تو وہ متفرق اور منتشر ہین - دوسرے یہ کہ زمانۂ موجودہ کے عام مذاق کے لحاظ سے بالکل ناکافی ہین - کیونکہ انسان کی زندگی مین بہت سے ایسے واقعات پیش آیا کرتے ہین جنکو خود اپنے قلم سے لکھنا کوئی آدمی مناسب نہین سمجھتا اور بعض حالات مقتضائے وقت اور مصالح ذاتی کی بنا پر غیر ضروری سمجھکر ضبط تحریر مین نہین لائے جاتے لیکن پچھلی نسلون کو انھین حالات سے واقف ہونیکی ضرورت محسوس ہوتی اور ایک ایک جزئیہ کی تلاش و جستجو مین اُن کو برسون سرگردان رہنا پڑتا ہے - قطع نظر اسکے مغربی تعلیم اور نئی روشنی کے خیالات نے عربی فارسی کا مذاق قوم سے قریباً معدوم کر دیا ہے اور پُرانی انشا پردازی کا رنگ مرغوب طبائع نہین رہا اس لئے موجودہ اور آیندہ نسلون سے بمشکل یہ توقع کیجا سکتی ہے کہ وہ عربی فارسی تالیفات کو بغور مطالعہ کرکے اُن سے خود کوئی فائدہ اُٹھا سکینگے یا دوسرون کو کچھ فائدہ پہونچا سکینگے - باقی رہا یہ امر کہ ایسے جامع الحیثیات شخص کے حالات جمع کرنے اور ان سے بحث کرنے کے لئے ایک خاص قسم کی قابلیت درکار ہے تو اس کی نسبت

اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ پر اُس کو کیون نظر انداز کردیا جائے۔

چونکہ یہ دلائل ایک خاص قوت رکھتے تھے اور خاندانی حیثیت سے اسکی ضرورت کو مین بھی مدت سے محسوس کر رہا تھا اسلئے مجکو مجبور ہونا پڑا اور مین نے چند سال کی محنت مین والاجاہ مرحوم کے تالیفات۔ دفتر ریاست کے کاغذات۔ سرکاری تحریرات۔ اور انکی قلمی بیاضون۔ اور مختلف تذکرون سے جہان تک ہوسکا تمام وکمال حالات و سوانح زندگی تلاش کرکے یکجا فراہم کردیے۔ مین نے اپنے علم ویقین مین کوئی بات ایسی نہین لکھی جس کی مستند شہادتین میرے پاس موجود نہ ہون جو شخص چاہے وہ انکو بچشم خود مطالعہ کرسکتا ہے ؎

ما بجا سیکہ زجم ماند قناعت کردیم بہ سکندر بہ ہند انچہ ز دارا ماند

یہان یہ ظاہر کردینا بھی ضروری ہے کہ والاجاہ مرحوم کے زمانۂ عروج واقتدار کی داستان اس قدر مختلف شئون اور موافق وناموافق حالات وواردات سے لبریز ہے جن سے نہ قطعاً چشم پوشی کیجا سکتی ہے اور نہ مقتضاے حال ومآل ونزاکت وقت کے لحاظ سے ہر ایک واقعہ کی تفصیل من وعن بیان کردینا مناسب ومفید ہے تاہم مین نے واقعات کو سلسلہ وار اسطرح پر ترتیب دیا ہے کہ اگر کوئی صاحب بصیرت نظر غور اور تعمق سے انکو پڑھیگا تو خود بخود اسپر وہ سب عقدہاے راز کھلتے چلے جائینگے جو بطور بنیادی اصول کے ہین اور واقعات کے باہم ربط پیدا کرنے مین کڑیون کا حکم رکھتے ہین غرض مین نے اپنی اخلاف اور ناظرین کے سامنے ایک ایسا آئینہ رکھدیا ہے کہ وہ والاجاہ مرحوم کو جس شان ورنگ مین دیکھنا چاہین دیکھ سکتے ہین۔

اب مین اس تمہید کو ختم کرتا ہون اور اپنے اخلاف اور اہل خاندان کو پیش نظر رکھکر یہ کہنا چاہتا ہون کہ سلسلۂ خاندانی اور نسبی اعتبار سے خداے قادر ذوالجلال کا شکر ہے کہ ہمارا خاندان اولاد بنی فاطمہ کے مبارک لقب سے ممتاز رہا ہے ؎

اَلَا اِنَّنَا مِنْ مَعْشَرٍ سَبَقَتْ لَھُمْ آیَادٍ مِنَ الْحُسْنٰی تَعَوَّفُوْا مِنَ الْجَہْلِ

آگاہ رہو ہم اُس قوم مین سے ہین جنکو بہترے بہتر نعمتین پہلے ملچکی ہین اور وہ جہل سے محفوظ ہین

وَنَعْلَمُ مَا کُنَّا عَلٰی مَرْکَزِ الثَّرٰی فَاَرْوَاحُنَا فِیْ عَالَمِ النُّوْرِ تَجْعَلُ

ہم جانتے ہین کہ ہم اگرچہ زمین کے مرکز پر ہین تاہم ہماری روحین عالم نور مین چمکتی ہین

اور یہ نسبت وشرف ہر طرح قابل فخر ہے ؎

گرچہ خوردیم نسبتے است بزرگ ذرۂ آفتاب تابانیم

فخر سے اس جگہ مراد نسبی غرور وتکبر ومباہات نہین ہے۔ جو اولاد سلاطین اور جہلۂ سادات اور سجادہ نشینان صوفیاے کرام مین کثیر الوقوع اور عموم البلوی ہے اور سفہو کا شیوہ ہے بلکہ فخر سے میری مراد فضائل دینی وملی کا تحفظ ہے جو ورثۂ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ۔

اِنَّ اَنْسَابَکُمْ ھٰذِہٖ لَیْسَتْ بِمَسَبَّۃٍ عَلٰی اَحَدٍ کُلُّکُمْ بَنِیْ اٰدَمَ طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَؤُہٗ لَیْسَ لِاَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِیْنٍ وَتَقْوٰی	انساب کا فخر تمہارے لئے کچھ مفید نہین ہے تم سب بنی آدم ہو ۔ کوئی فخر دین وتقویٰ سے زیادہ نہین ہوسکتا۔

ان اوصاف جلیلہ کا قائم رکھنا ہی سچا اور جائز فخر ہوسکتا ہے اور یہی اصلی عزت

۷۔ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

اِس کے اسوا جسقدر مراتب و مناصب دنیوی ہین وہ درحقیقت عزت نہین بلکہ عزت کا ملمع ہین ؎

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا اِذَا اجْتَمَعَا　　لَا بَارَکَ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا بِلَا دِیْنٖ

سبا دا دل آن فرومایہ شاد　　کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

محض نسب کوئی چیز نہین جب تک صاحبِ نسب مین کوئی خاص فضیلت و منزلت نہو جسکو حسب کہتے ہین ع

بندگی باید پیمبر زادگی منظور نیست

ہمارے جدِّ اعلیٰ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین ؎

اَلنَّاسُ مِنْ جِھَۃِ التِّمْثَالِ اَکْفَاءٌ　　اَبُوْھُمْ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ

انسان جسم و شکل کے لحاظ سے سب یکسان ہین　　اُن کا باپ آدم اور مان حوا ہے

پس نہ عرب کو کچھ عجم پر فخر ہے اور نہ عجم کو کچھ عرب پر ترجیح جو کچھ فضیلت و عظمت ہے وہ محض عمل صالح اور تقویٰ اور حسب پر موقوف ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

اسی سبب سے ہمارے اسلاف ابًا عن جد جس طرح حفظ نسب مین کوشش کرتے چلے آئے ہین۔ اُسی طرح بلکہ اُس سے زائد اُنھون نے حسب برقرار رکھنے مین اور اسکی حفاظت مین اہتمام بلیغ رکھنا ہمیشہ اپنا فرض سمجھا۔

حسب کا اطلاق اُس بزرگی اور عزت پر ہوتا ہے جو کسی شخص کے علم و معرفت یا نبوت یا کمالات ذاتی کے سبب سے یا دولتمندی کے باعث یا کسی اور فضیلت کے سبب سے اُس کے خاندان مین مُدت دراز تک یا دو چار پشتون تک باقی رہتی ہے۔

عہد قدیم مین جب سلطنت اسلامیہ قائم تھی۔ اور علوم و فنون ترقی پر تھے اور شعار اسلامی عملاً اُنکے لائحہ زندگی مین داخل تھے اُس زمانہ مین جو خاندان دینی یا دنیاوی اعتبار سے کوئی خاص فضیلت و عزت یا نام و نمود پیدا کرتا تھا تو چند پشتون تک اسکی اور اُس کے خاندان کی دھاک بندھی رہتی تھی اور اُسکا اور اُسکے خاندان کا احترام کیا جاتا تھا ؎

ملک شُد و نوبت شاہی زدہ　　تکیہ در ایوان اعلےٰ زدہ

اور خود سلطنت اُسکی پشت پناہ اور کفیل ہوا کرتی تھی عوام خواص اپنے حسن ارادت و عقیدت کی وجہ سے پشتہا پشت تک اُس خاندان کا ادب ملحوظ رکھا کرتے تھے۔ اور خود اہل خاندان بھی اپنے فضائل دینی و ملی اور خاندانی خصائص و عزت کے برقرار رکھنے مین ہمیشہ ساعی و مستعد رہا کرتے تھے۔ با این ہمہ بقول علامہ ابن خلدون یہ حالت اکثر تین چار پشتون تک باقی رہتی تھی۔ بعض خاندان ایک دو پشت ہی کے بعد مٹ جایا کرتے تھے۔

جب اُس زمانہ کا یہ حال تھا جو اسلام کے عروج اور مسلمانون کے معراج ترقی کا زمانہ تھا۔ تو ہمارے اس زمانہ کا کیا ذکر۔ جو مسلمانون کے دینی و ملی اور قومی تنزل و تسفل کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ مین اول تو کسی شخص کا صاحب علم و معرفت ہونا۔ اور کسی خاندان کا دینی یا دنیاوی اعتبار سے کوئی نام و نمود پیدا کرنا ایسا عجیب معلوم

ہوتا ہے جیسا بے فصل کسی درخت میں پھل آنا۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص اپنی ذات سے کسی قدر اوصاف علم و عمل سے بہرہ مند بھی ہوتا ہے۔ تو اس علم و عمل و عزت و عظمت کا اسی کی ذات پر خاتمہ ہو جاتا ہے۔

یہ بھی خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ باوجود انقلاب دہور و مرور حوادث و تغیر حالات و اختلاف امزجہ۔ و اختلاط اجانب۔ و طغیان فتن۔ و شیوع الحاد و زندقہ و تواتر شرک و بدعات۔ و فسق و فجور و ہجوم طواغیت لا انتہاء اس نے ہمارے خاندان کی کچھ نہ کچھ عزت اور کسی نہ کسی قدر صلاحیت علم و عمل کو دست برد زمانہ سے محفوظ و مصئون رکھا ہے۔ اسوقت تک جو کچھ بھی خاندانی حالت نسباً و حسباً باقی ہے وہ بھی بہت غنیمت ہے۔ آیندہ کا حال خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس دور جدید پُر شور و فتن میں کیا واقعہ پیش آئیگا۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۝

ندانم تا قلم چون رفت در رد و قبول ما ‏ ‏ ‏ ‏ ہمہ از انتہا ترسند و من از ابتدا ترسم

اسی انقلاب روزگار و گردش لیل و نہار پر نظر کر کے جو زمانہ کا خاصہ طبعی ہے مین نے اسلاف کرام کے مختصر حالات عموماً اور اپنے والد محترم والا جاہ مرحوم کے تمام و کمال سوانح زندگی اور خاندانی واقعات خصوصاً نہایت شرح و بسط سے لکھکر اپنے اہل خاندان و اخلاف کیلیے ایک نایاب بیش بہا خزینۂ علم و عمل جمع کر دیا ہے اگر یہ لوگ اس کو جان سے زیادہ عزیز رکھکر اسپر عمل کرتے رہینگے تو وہ انکے اصلاح حال و مآل و حصول دنیا و ترقی مراتب دنیا اور نور و فلاح آخرت سب کے لئے کافی و وافی ہوگا۔ پھر ان کو اپنے اعمال زندگی مین کسی

مقتدائے وقت اور پیشوائے ملت کی ضرورت ہی باقی نرہیگی۔

یہ میرے اخلاف کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وقت نہایت تاریک اور راہ باریک ہے اور شامت اعمال قوم پر ہر طرف سے محیط ہے اور فقدان علم و عمل و تہیدستی صلاح و تقویٰ اور جہالت و فلاکت کا میدان ہر سمت کھلا ہوا ہے جب مین اپنے حال زار پر اور اپنے اخلاف کی حالت موجودہ پر نظر کرتا ہون تو مجکو اس موقع پر نصیحت کی خاص طور پر ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک تو مین خلقتاً نحیف و ضعیف۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ کا مصداق واقع ہوا ہون۔ ثانیاً اب میری عمر پچپن سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اور خدا نے مجکو صاحب اولاد اور صاحب نصاب کیا ہے اور ان سب کے حقوق و تربیت و پرداخت کا مجکو کفیل ٹھہرایا ہے خصوصاً۔ فلذ کبد و فواد و قلب عزیزی سید امیر حسن خان و عزیزی سید شمس الحسن خان۔ و عزیزی سید انور حسن خان اَطَالَ اللّٰہُ عُمْرَہُمْ دَعَا فَاہُمْ وَ فَقَّہَہُمُ اللّٰہُ لِمَا یُحِبُّ وَ یَرْضَاہ۔ کی تعلیم و تربیت اور صلاح و فلاح کا لحاظ مجھ پر اُنکے حقوق مفروضہ سے بھی زیادہ ضروری اور مقدم ہے پس مین سلف کے اس کارنامۂ جلیلہ کو تمام اولاد و خویش و اعزہ و اخوان ملت کے لئے بالعموم اور عزیزان موصوف کے استفادہ کے لئے بالخصوص انکے سپرد تفویض کرتا ہون اگر عزیزان موصوف اس کو اپنا نصب العین بنائینگے اور اسکو ہم پیش نظر رکھینگے اور عَلَیْكَ بِخَاصَّةِ النَّفْسِ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَام ؎ پر عمل کرینگے تو انشاء اللّٰہ تعالےٰ وہ کبھی سبیل رشد۔ اور صراط مستقیم۔ اور سلامت روی

؎ عوام کی عادات و اطوار کو ترک کرو۔ اور خواص کی عادات اختیار کرو۔

راہ سے منحرف اور گمراہ نہ ہونگے اور حریم عزت خاندانی کے پاک دامن پر روسیاہی کا دھبہ نہ آنے دینگے۔ میرے فرزندان سعید کو خلیفۂ منصور عباسی کا وہ قول یاد رکھنا چاہیے جو اس نے یحییٰ بن خالد بن برمکی کے جبین سعادت پر آثار ارجمندی و بلندی دیکھکر کہا تھا۔ ولد الآباء ابناء و ولد خالد بن برمک آباء یعنی اور لوگون کی اولاد تو بیٹے کہے جانے کی مستحق ہے لیکن خالد بن برمک کا لڑکا باپ کہے جانے کا مستحق ہے ؎

درین کتاب نظر کن بچشم عبرت بین — کہ رشک لعبت مانی و صورت چین است
کتاب چیست غلط می کنم کہ دریاے است — کہ دست عقل ز اطراف او گہر چین است
زپاے تا بسر او یک بیک تامل کن — ببین چہ گونہ ہمہ نغز و خوب و آئین است
ببین کہ عنبر و مشک است تودہ بر تودہ — دماغ دانش و اندیشہ عطر آگین است
نگر حی است ز بہر روان غمزدگان — کہ مدح و ہزلش معجون تلخ و شیرین است
مگیر خردہ کہ مدح و ہجاے او بہم است — کہ در کتاب خدا آفرین و نفرین است
دقیقہ ہاے معانیش در لباس حروف — کہ در سیاہی شب روشنی پروین است
سفینہا اگر در بحر دیدہ اند بسے — سفینۂ کہ در و بحر ہا بود این است

ز گونہ گونہ سخنہاے نغز و تازۂ او
بدست فضل و ہنر دستہ ریاحین است

العبد الضعیف

علی حسن طاہر

۹ دسمبر ۱۹۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصۂ اول

نام و نسب۔ صدیق حسن نام۔ ابو الطیب۔ ابو الطاہر۔ ابو الوفا کنیت۔ زوجی و نواب نے توفیق۔ **تخلص**۔ خورشید حسن۔ **تاریخی نام** نواب امیر الملک والاجاہ بہادر خطاب

سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے۔ صدیق حسن بن اولاد حسن بن سید اولاد علی بن سید لطف اللہ بن سید عزیز اللہ بن سید لطف علی بن سید علی اصغر بن سید کبیر بن سید تاج الدین بن سید جلال رابع بن سید راجو شہید بن سید جلال ثالث بن سید رکن الدین ابو الفتح بن سید حامد کبیر بن سید ناصر الدین محمود بن سید جلال الدین قطب عالم معروف بہ مخدوم جہانیان جہان گشت[۱] بن سید احمد کبیر بن سید جلال اعظم معروف بہ گل سرخ بن سید[۲]

ـلـہ مخدوم کے سلسلۂ نسب مین مورخین اور نسابین مین باہم کثیر اختلاف ہے منبع الانساب نے چار پشتین لکھی ہین انوار العارفین مین دو پشتون کا ذکر ہے۔ رسالۂ زبدیہ مین ایک جگہ دو پشت اور دوسری جگہ چار پشتین شمار کی ہین اور تاریخ فرشتہ مین چار پشتین تحریر کی ہین۔ یہ بعینہ ایسا اختلاف ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کے کرسی نامہ مین عدنان کے بعد کے ناموں مین اختلاف ہوا ہے۔ ۱۲

علی سوید بن سید جعفر بن سید محمد بن سید احمد بن سید محمد بن سید عبد اللہ بن سید علی اشقر بن سید جعفر زکی بن سید علی نقی بن سید محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسی کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین سبط شہید کربلا بن فاطمۃ الزہرا بنت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ خاندان جیسا کہ ظاہر ہے سادات حسینی میں سے ہے۔ اور سادات بخاری کے نام سے مشہور ہے جو تیس واسطون سے جناب رسالت مآب صلعم تک منتہی ہوتا ہے۔ منجملہ اکابر شجرۂ نسب کے آٹھ ائمۂ اہلبیت ہیں جو زمرۂ اثنا عشر آل اطہار میں داخل ہیں۔ باقی اسلاف جعفر زکی سے لیکر جناب مخدوم۔ بلکہ جلال رابع تک غالباً صلحا اور اخیار قوم تھے۔ اور سید تاج الدین سے لیکر علی بن لطف اللہ تک اہل دولت و ثروت ہوے۔

سادات عموماً حسنی ہیں یا حسینی پھر ان دونون کا سلسلۂ نسب حضرت فاطمہ کے واسطہ سے جناب سرور کائنات صلعم پر جاکر ختم ہوتا ہے۔ اور خاندان نبوت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے برخلاف دوسرے خاندانون کے جنکا سلسلۂ نسب اُنکے (آبا) یعنی باپ دادا کے جانب سے شروع ہوتا ہے نہ (امہات) یعنی ماؤن کی جانب سے یہ بات خصائص نبوی میں سے ہے اور تمام علماء اسلام کا اسپر اتفاق ہے۔

ایک مرتبہ خلیفۂ عباسی ہارون الرشید اور امام موسی کاظم سے اسی سلسلۂ نسب کے بابت جو دلچسپ گفتگو ہوئی وہ حسب ذیل ہے :-

له فرع النامی صفحہ ۴۱

رشید۔ تم تو علی بن ابی طالب کے اولاد ہو پھر کس وجہ سے اپنے آپکو رسول خدا صلعم کی اولاد کہتے ہو ؟ -

امام۔ خدا فرماتا ہے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ

ترجمہ اور اُنھین کی (یعنی حضرت ابراہیم کی) نسل مین سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور موسیٰ اور ہارون سب کو ہمنے راہ راست دکھائی اور ہم مخلص نیک لوگون کو ایسے ہی صلے عطا فرمایا کرتے ہین۔ اسی طرح زکریا اور یحیی اور عیسی اور الیاس کو یہ سب نیک بندون مین سے ہین۔

دیکھو حضرت عیسیٰ کے باپ نہ تھے مگر خدا نے اُن کو نسل ابراہیم مین شمار کیا ہے امام فخر الدین رازی رح لکھتے ہین کہ یہ نسبت حضرت عیسیٰ کی حضرت ابراہیم کی طرف بواسطۂ حضرت مریم کے ہے نہ باپ کی طرف سے اسی طرح حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی نسبت رسول خدا صلعم کی طرف بواسطۂ حضرت فاطمہؓ ہے نہ بواسطۂ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ۔

امام موسیٰ کاظم سے ایکبار خلیفہ ہارون الرشید نے اسی قسم کا ایک سوال اور کیا تھا اس کے جواب مین اُنھون نے فرمایا۔

امام۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر آنحضرت صلعم تمھارے گھر مین نسبت کا پیام دین تو تم قبول

له فرع النامی صفحہ ۲۹۔

کروگے یا نہین۔

رشید۔ سبحان اللہ و بحمدہ یہ تو اعلیٰ درجہ کا شرف ہے۔ اور عرب و عجم پر میرے لئے افتخار کا باعث ہے۔

امام۔ مگر آنحضرت صلعم ہمارے گھر مین تو نسبت کا پیام نہین دے سکتے۔ نہ ہم اپنی لڑکیان اُن کو بیاہ سکتے ہین۔ کیونکہ وہ ہمارے باپ ہین۔ رسول خدا صلعم تمھارے حرم مین داخل نہین ہو سکتے۔ مگر ہمارے حرم مین وہ داخل ہو سکتے ہین۔ رشید یہ سنکر خاموش رہ گیا۔

حکایت۔ ایکبار ہارون الرشید بڑے جاہ و جلال کے ساتھ مدینۂ منورہ مین فراغ حج کے بعد داخل ہوا اکابر قریش کی ایک عظیم الشان جماعت اُس کے ساتھ تھی۔ امام موسیٰ کاظمؑ بھی ہمرکاب تھے۔ ہارون الرشید جماعت قریش کے ساتھ امام کو اپنے ہمراہ لئے ہوے باب المدینہ سے سیدھا حرم محترم نبوی مین داخل ہوا اور مزار شریف کی طرف مُنھ کرکے فخریہ لہجہ مین باآواز بلند کہا السلام علیک یارسول اللہ یا ابن عم یعنی۔ اے رسول خدا اور ابن عم آپ پر سلام یہ سُنکر امام آگے بڑھے اور جذبات محبت سے بےخود ہوکر بے اختیار پکار اُٹھے۔ السلام علیک یا اَبتِ یعنی میرے باپ آپ پر سلام۔ یہ سنکر رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اُسنے مُڑکر آپ کو دیکھا اور کہا ہٰذا ہوالفخر یا اباالحسن حقاً اے ابوالحسن یہ تمھارا فخر بالکل درست اور سچا ہے ابوالحسن امام موسیٰ کاظمؑ کی کنیت ہے۔

علامۂ زمخشری نے **آیت** نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ

لہ فرع النامی صفحہ ۴۔

کی تفسیر مین لکھا ہے کہ اصحاب الکسا یعنی حضرت علی مرتضیٰؑ اور حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے خاندانی فضیلت کی یہ آیت ایک روشن دلیل ہے۔

غرضکہ سادات کا نسبی سلسلہ حضرت فاطمہؑ پر منتہی ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی پہلی کڑی آنحضرت صلعم کی ذات اقدس ہے۔ لہذا ہم بھی اُسی کو اپنے عنوان کا سرنامہ اور تاج قرار دیتے ہین۔

ذکر آباءِ کرام

جناب سرور کائنات کی ولادت باسعادت کا حال اور واقعات زندگی کا مختصر تذکرہ

سلطنت نوشیروان کی شوکت و اقبال کا ستارہ چمکتے ہوئے ہنوز سترہ سال گذرے تھے کہ مشہور عام کے مطابق ۱۲۔ ربیع الاول اور بقول صحیح ۸۔ ربیع الاول عام الفیل ۱ھ مین عرب کے اُفق سے سرور کائنات صلعم کی ولادت باسعادت کا آفتاب طلوع ہوا اور دعاے خلیل اللہ اور بشارت مسیحؑ نے حضرت آمنہ بنت وہب کے دامان مادری مین پناہ لی جب یہ خوشخبری آپکے دادا عبدالمطلب کو پہونچی تو وہ خوش خوش تیز قدم بڑھائے ہوئے حضرت آمنہؑ کے حجرہ مین پہونچے اور اپنے لخت جگر نور دیدہ کونین کو گود مین اُٹھا لیا اور اُسکے دیدار پر انوار سے اپنی آنکھین ٹھنڈی کین۔ پھر اُس جلیل القدر امانت الٰہی کو اپنے ہاتھوں پر لئے ہوئے کعبہ مین داخل ہوئے اور خداے قادر و توانا کی حمد و تقدیس کی۔

سات روز تک آپکی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؑ نے آپکو دودھ پلایا۔ پھر ثویبہ جو آنحضرتؐ کے

بچا ابولہب کی آزاد کی ہوئی کنیز تھین) آپکے دُودھ پلانے پر مامور ہوئین ولادت کے ساتوین روز عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور تمام اکابر قریش کو دعوت دی عبدالمطلب نے آپکا نام محمدؐ اور حضرت آمنہؓ نے آپکا نام احمدؐ رکھا۔ کچھ روز کے بعد آپکے دودھ پلانے کی خدمت حلیمۂ سعدیہ کو بخشی گئی۔ تھوڑے دنون کے بعد آپکے والد ماجد عبداللہ نے جبکہ وہ بغرض تجارت یثرب یعنی مدینۂ منورہ گئے ہوئے تھے وفات پائی اور بنی نجار کے دار نابغہ مین مدفون ہوئے جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپکی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؓ نے بھی انتقال کیا۔ اب آپ کو آپکے دادا عبدالمطلب نے اپنے کنارِ شفقت مین لیا۔ اس انقلاب حالت کو ابھی دُو سال دُو ماہ اور دس روز ہی گذرے تھے کہ عبدالمطلب نے سفر آخرت اختیار کیا۔

آخر کار آپکی تربیت وکفالت کا شرف آپ کے چچا ابوطالب کے حصہ مین آیا جو آپکے والد کے برادر اعیانی تھے۔ آپ انھین کے آغوشِ محبت مین پرورش پاکر سنِ رُشد کو پہونچے قریش مین بہ لفظ امین اور تمام عرب مین صدیق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہان تک کہ آپکا سب سے بڑا دشمن نضر بن حارث بھی آپکو امین کے نام سے پکارتا تھا۔

اُسی زمانہ مین حجرِ اسود نصب کرنیکے متعلق قبائل قریش مین ایک نزاع عظیم برپا ہوئی جسکا خاتمہ اس طرح پر ہوا کہ تمام قبائل قریش نے آپکو بالاتفاق امین تسلیم کرکے حجرِ اسود کے نصب کرنے کے لئے انتخاب کیا اور آپنے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اُس کے اصلی مقام پر نصب کردیا۔ بظاہر یہ ایک محض معمولی اور ملکی واقعہ تھا مگر جیسا کہ زمانۂ آئندہ نے ثابت کر دیا

درحقیقت عمارتِ اسلام کا سنگِ بنیاد تھا جس کو مشیتِ ازلی نے آپکے مبارک ہاتھ سے نصب کرایا۔

آپکی بے نظیر امانت ودیانت کا شہرہ جب حضرت خدیجہؓ کے کان تک پہونچا (یہ ایک اونچے گھرانے کی دولتمند خاتون تھین) تو اُنھون نے آپ کو اپنے تجارتی کاروبار کا معتمد بنانا چاہا۔ چونکہ آپ موروثی طور پر تجارتی مذاق رکھتے تھے آپ نے انکی یہ درخواست منظور کرلی اور چار مرتبہ آپکو مال تجارت لیکر سفر کرنیکا اتفاق ہوا۔ اور ہر سفر مین منافع کثیر حاصل ہوئے حضرت خدیجہؓ کو جب آپکی غیر معمولی امانت ودیانت کا پورا تجربہ ہوگیا تو اُنھون نے بکمال رغبت اپنا نکاح آپ کے ساتھ کرنا چاہا اور ابوطالب کو (جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے) درمیان مین ڈالا۔ آخر کار جب اُنکے ذریعہ سے سب امور ابتدائی طے ہوگئے تو مجلس نکاح مرتب ہوئی اور تمام قبیلۂ قریش اور قبیلۂ مضر کے صنادید وروسا اکابر جمع ہوئے۔ ورقہ بن نوفل ولی نکاح قرار پائے۔ ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا چارسو درہم مہر باندھا گیا۔

آپکی وجہ معاش اولاً ذاتی کاروبار اور منافع تجارت ومضاربت پر موقوف تھی پھر جب خدا نے اپنے فضل سے اسلام کو وسعت تامہ بخشی اور فتوحات کا سلسلہ جاری ہوا لوگ فوج فوج آکر

ط۱ یہ بیوہ تھین۔ زمانۂ جاہلیت مین انکا نام طاہرہ تھا۔ پہلا نکاح انکا ابوہالہ تمیمی سے ہوا تھا اور اُس کے صلب سے دو لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ جب وہ مرگیا تو دوسرا نکاح انکا عتیق بن عائذ کے ساتھ ہوا۔ اور اُس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اُسکے انتقال ہوجانیکے بعد انکا نکاح آنحضرت صلعم کے ساتھ ہوا۔

حضرت خدیجہؓ کی عمر اُسوقت چالیس سال کی۔ اور رسول خدا صلعم کی عمر شریف پچیس سال کی تھی۔ ۱۲

اعلاء کلمۃ اللہ کے علم کے نیچے جمع ہونے لگے تو بعد فتح خیبر نخلستان املاک بلا مدد غیرے آپکے ہاتھ آئی۔ وہ ہی آپکی اور آپکے خاندان کی وجہ معاش قرار پائی۔ تاہم آپ اُسمین سے بھی ایک بڑا حصہ فقرا و مساکین و ذی الارحام اور محتاجون پر تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔

یہ عامیانہ خیال کہ آپکی بسر اوقات آپکی بیوی کی آمدنی پر موقوف تھی محض غلط ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اہل مکہ آپکے ساتھ نہایت کراہت و نفرت سے پیش آتے۔ اسلئے کہ وہ اس امر کے کبھی خوگر نہ تھے اور ایسے شخص کو سب سے زیادہ ذلیل خیال کرتے تھے۔

نکاح کے بعد چالیس سال کی عمر تک آپ اکثر اوقات غار حرا مین قیام فرماتے اور ذکر و فکر مین مشغول رہا کرتے تھے اسی اثنا مین دوشنبہ ۱۲۔ ربیع الاول کو روح القدس یعنی حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو رسالت کبریٰ کی بشارت دی اور خداے قادر ذوالجلال نے آپکو رحمۃ للعالمین کا عالیشان منصب دیکر اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے انتخاب فرمایا اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ خدا بہتر جانتا ہے کہ کس جگہ اپنی پیغمبری کی امانت سپرد کرے۔

یہ پہلا موقع تھا اور ہیبت و خشیت الٰہی کا آپکے دل پر ہجوم تھا اور عظیم الشان فرض سرداری کا فکر دامنگیر خاطر تھا۔ اسی اضطراب و بیچینی کی حالت مین آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس پہونچے اور فرمایا زملونی زملونی یعنی مجھکو کمل اُوڑھا دو۔ پھر جب ذرا اندرونی اضطراب کم ہوا تو آپ نے اُن سے نزول روح القدس کی کیفیت اور اپنے دلکی بیچینی کا حال بیان کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو ان الفاظ مین تسلی دی۔ "خوف نہ کیجئے"، "آپ تو خوشخبری دینے والے ہین" مین آپکی رسالت پر ایمان لاتی ہون "اللہ آپکو کبھی رسوا نہ کریگا، کیا آپ عزیزون سے اُلفت کے ساتھ پیش نہین آتے

ہمسایون کے ساتھ سلوک اور محتاجون کے ساتھ فیاضی نہین کرتے کیا سچائی آپکے کلام اور آپکی عادت مین داخل نہین ہے۔؟"

جسروز حضرت خدیجہؓ ایمان لائین اُسی دن کے اخیر وقت مین حضرت علی مرتضےٰؑ بھی ایمان لائے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ زید بن حارثہؓ اور بلالؓ ایمان لائے۔

سب سے پہلے خداے عزوجل نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے اہل خاندان کو اسلام کی دعوت دو اور یہ آیت نازل فرمائی "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" اپنے قریب کے رشتہ دارون کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔

نزول آیت کے بعد آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور قبیلۂ قریش کو ایک نذیر عریان[1] کے لہجہ مین آواز دی۔ تمام لوگ اپنے گھرون سے نکل نکل کر ایک جگہ جمع ہونا شروع ہوے جب سب لوگ آچکے تو آپ نے فرمایا مین اس وقت ایک بڑے حادثہ کی خبر سُنانے کو کھڑا ہوا ہون۔ کیا آپ لوگ میرے کہنے پر یقین کرینگے؟ سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ "ہم آپکو بے شک امین سمجھتے ہین" آپ فرمائین۔ تب آپ نے فرمایا مین تمکو آنے والے وقت سے یعنی قہر الٰہی اور عذاب آخرت سے ڈراتا ہون، یہ سُنکر ابولہب نے جھنجھلا کر کہا تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا "تیرا برا ہو

[1] عرب مین ایک عام دستور تھا کہ جب کوئی سخت حادثہ پیش آتا اور لوگون کے کانون تک اس حادثہ کی خبر کو پہونچانا منظور ہوتا تو خبر دینے والا سخت اضطراب اور پریشانی کی حالت مین اونچے مقام پر چڑھ جاتا اور اپنے کپڑے اُتار کر اور ہاتھ مین لیکر بلند کرتا۔ تاکہ لوگ دیکھین اور سمجھین کہ کوئی ایسی سخت مصیبت پیش آئی ہے کہ جس نے تن بدن کا ہوش باقی نہین رکھا۔ ۱۲

کیا یہی کہنے کو تونے ہم سب کو دن بھر جمع رکھا۔ پھر سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے اس کے بعد آپ نے ایک روز اپنے اعزہ کی دعوت کی۔ بکری کا بچہ بھنا ہوا اور دودھ سے بھرے ہوئے پیالے اُنکے سامنے پیش کیے جب لوگ کھانے پینے سے فراغت پا چکے تو آپ کھڑے ہوئے اور دعوتِ اسلام کا وعظ شروع کیا اور دیر تک دوام آگہی اُن کے نقش دل کرتے رہے۔

جب آپ تمام احکام الٰہی اُس کے بندوں کو پہونچا چکے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ "تم میں سے اب کون اس اہم ذمہ داری یعنی دین الفطرت کی مدد کو قبول کرنے پر آمادہ اور میری قائمقامی کے فرض ادا کرنے پر کمربستہ ہے، جس طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسٰیؑ کی رفاقت پر ہر وقت تیار رہا کرتے تھے" یہ سن کر تمام اہل مجلس ہیبت حق سے دم بخود سر جھکائے ہوئے اپنے اپنے خیالات میں مستغرق تھے۔ اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ لب کشائی کرے کہ دفعتاً آپکے چچازاد بھائی حضرت علی مرتضٰیؑ جو اُس وقت ایک کمسن جوان تھے کھڑے ہوگئے اور باآواز بلند کہا "اے رسولِ خداؐ اگرچہ میں حاضرین مجلس میں سب سے چھوٹا اور خرد سال ہوں میری آنکھوں میں نزلہ کی خلش رہا کرتی ہے۔ میرا پیٹ بڑا اور میری ٹانگیں دبلی ہیں مگر میں اس اہم ذمہ داری کی خدمت ادا کرنے کو تیار ہوں" آنحضرت صلعم یہ سنکر مسکرائے اور اُن کو اپنے سینۂ مبارک سے لگا کر فرمایا کہ "یہ میرا بھائی اور قائمقام ہے۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی"

غرض جو لوگ فطرت سلیم رکھتے تھے وہ رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے خلوص دل کے ساتھ اسلام قبول کرنے لگے۔ جب مسلمانوں کی تعداد معقول ہوگئی اور حضرت فاروق اعظم یعنی عمر بن الخطاب جیسا

نامور جلیل القدر شخص ایمان لے آیا۔ تو بارگاہ خداوندی سے دوسرا حکم صادر ہوا "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ" پس تمکو جو حکم دیا گیا ہے اُس کو کھول کر سناؤ" اب تک دعوت اسلام جو پوشیدہ طور پر دیجاتی تھی وہ اب علانیہ علیٰ رؤس الاشہاد دی جانے لگی۔

اخیر عمر میں جب آپ نے حج وداع کیا ہے تو اُس وقت خدا کے فضل سے ایک لاکھ چالیس ہزار آدمی کے قریب اسلام سے مشرف ہو چکے تھے۔ اس طرح جب حجت خدا کی اُس کے بندوں پر تمام ہو چکی۔ تو روز دوشنبہ ۱۲- ربیع الاول ۱۱ھ میں آپ نے جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ کل عمر شریف تریسٹھ ۶۳ سال ہوئی۔

اولاد میں تین صاحبزادے تھے قاسمؑ عبداللہ ابراہیمؑ۔ انکا لقب عبداللہ طیب اور طاہر تھا۔ یہ سب بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ اور چار صاحبزادیاں تھیں زینبؑ رقیہؑ ام کلثومؑ فاطمۃ الزہراؑ یہ تمام اولاد حضرت خدیجہؑ کے بطن سے تھی۔ صرف ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

حضرت خاتونِ جنتؑ کے حالات

حضرت فاطمۃ الزہراؑ اپنی سب بہنوں سے چھوٹی تھیں۔ آپکی کنیت ام محمد اور مبارکہ طاہرہ زاکیہ راضیہ مرضیہ تھی بتول لقب تھا۔ واقعۂ فیل کے پینتیسویں ۳۵ سال قبل نبوت پیدا ہوئیں۔

حسن وجمال ظاہری کے ساتھ تہذیب اخلاق محمدؐی صفات فصاحت بیان موزونی طبیعت اور سلیقۂ انشاو شعر کے اوصاف وغیرہ سے مزین تھین۔ سب پر طرہ یہ کہ تجلی ایمانی کی نورانی شعاعون نے آپکی جبین مبارک کو مہبط انوار ربّانی بنا دیا تھا۔ اور قدرت کے زبردست ہاتھ نے لوحِ روزگار پر نقش کردیا تھا ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کہ یہی معدنِ نبوت کا جوہر خوش آب ابد الآباد تک تمام سادات کے نسبی سلسلون کا دُرّۂ التاج بنکر دنیا کے مختلف حصّون کو روشن کرتا رہیگا۔

جناب رسالتمآب صلعم کو بھی آپ سب اولاد سے زیادہ عزیز تھین۔ جب کبھی سرورکائنات آمادۂ سفر ہوتے تو پہلے تمام ازواج مطہرات اور بنات عالیات سے رخصت ہوتے پھر چلتے وقت سب کے اخیر مین خاتون جنت کے پاس تشریف لاتے اور دیدہ بوسی کر کے خدا حافظ کہتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے خاتون جنت ہی کے دیدار فرحت بار سے آنکھین ٹھنڈی فرماتے۔ آپ ازراہِ کمال شفقت فرمایا کرتے تھے "اَلَا تَرضِینَ اَن تَکُونِیَ سَیِّدَۃَ نِسَاءِ المُؤمِنِینَ" اے فاطمہؓ کیا تم اسپر راضی نہین ہو کہ تمام مسلمانون کی عورتون کی سردار کہلاؤ۔ دوسری روایت مین آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو تمام زنان اہل جنت کی سردار فرمایا ہے۔

خدا نے اس نونہال نبوت کو اپنے سایۂ رحمت مین پروان چڑھایا۔ جب وہ چہاردہ سالہ عمر کو پہونچین اور وہ وقت قریب آگیا کہ یہ شجر بار آور پھولے اور پھلے تو رسول خدا صلعم نے حضرت انسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِی اَن اُزَوِّجَ فَاطِمَۃَ بِعَلِیٍّ" مین خدا کی طرف سے مامور

کیا گیا ہون کہ فاطمہؓ کو علیؓ کے ساتھ بیاہ دون"

یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب آپ غزوۂ بدر سے پلٹ کر مدینۂ منورہ مین واپس تشریف لائے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ۔ روز جمعہ ۱۳ رجب تیسوین سال بعد واقعۂ فیل کے خاص خانۂ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے تھے۔ آپ خاندان ہاشمی کے ثمرۂ اولین تھے۔ ابو تراب آپ کی کنیت تھی معاملہ فہمی مین آپ کا جواب نہ تھا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "مین مدینۃ العلم ہون اور علیؓ باب العلم ہین" آغوش نبوت مین آپ نے تربیت پائی۔ ماہ رمضان ۲ھ ہجری مین آپ کا نکاح حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ساتھ ہوا۔ ؎

فرزند بخانۂ خدا شد — با بنت رسول کد خدا شد

جن لوگون کی آنکھون مین والیان ملک اور رؤسا ہند کی پُرشان وشوکت دربار راگ ورنگ کی محفلین شادی کی دھوم دھامی جلوس لاکھون روپیہ کا طلائی ونقرۂ جہیز برا تیو ہنگامہ ہجوم اور انکا شور وغل سمایا ہو لے اُن لوگونکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ کوئی قیصر وکسریٰ کی دختر کی شادی کی محفل نہ تھی جسکو دنیاے فانی کے ساز وسامان سے رونق دی گئی ہو۔ یہ اُس رسول پاک کی صاحبزادی کی تقریب تھی جس کا خدا مہمان ہے۔ ملائکہ مقربین سربراہ کار ہین جو یاایّہا المزمّل اور یاایّہا المدثر کے خداوندی خطاب پر نازان ہے۔ جس کی شان قیصر وکسریٰ کے تکلفات لایعنی سے دور، مادی فناپذیر اسباب سے مبرا لا حاصل رسوم اور فضول خرچیون سے محفوظ ومصئون اور تمام مخلوق الٰہی سے کہین اعلیٰ اور ارفع ہے۔ بجاے سوالاکہ یا لاکھ درود وکرو

کے صرف چار سو مثقال چاندی مہر باندھا گیا تھا جہیز میں ایک ٹاٹ کا کمبل اور چمڑے کا تکیہ تھا جس میں بجائے روئی کے پوست خرما بھرا ہوا تھا۔ ایک چکی[1] ایک مشک اور دو سبوئے گلی تھے۔ بجائے براتیوں کے ہجوم کے مخصوص صحابۂ کرام حاضر خدمت تھے اور بجائے ڈھول تاشہ بینڈ اور نفیری کے زبان رسالت ترجمان پر "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْھِمَا وَعَلَیْھِمَا وَبَارِکْ فِیْ نَسْلِھِمَا[2] اور بروایت دیگر جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَکُمَا وَاَسْعَدَ جَدَّکُمَا وَبَارَکَ عَلَیْکُمَا وَاَخْرَجَ مِنْکُمَا کَثِیْرًا طَیِّبًا" جاری تھا۔" اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"

حضرت فاطمہؓ کے بطن سے دو صاحبزادے اور تین[3] صاحبزادیاں پیدا ہوئیں حسنؓ حسینؓ رقیہؓ زینبؓ اُم کلثومؓ ۔ سنہ ۱۷ھ میں اُم کلثومؓ کا نکاح حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ ہوا۔ نسل کا سلسلہ صرف حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ سے جاری ہوا۔

سبل الہدیٰ میں ایک اور صاحبزادے کا نام محسن زیادہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ محسن اور رقیہ نے کمسنی میں انتقال کیا۔ علماء امامیہ کے نزدیک محسن کا پیدا ہونا ثابت نہیں البتہ حمل ساقط ہوا تھا۔

فاطمۃ الزہراؓ نے آنحضرت صلعم کی وفات کے پورے چھ مہینے کے بعد شب شنبہ تیسری رمضان

[1] جہیز میں چکی کا دیا جانا روایت صحیح کے رو سے ثابت نہیں ہے۔ ۱۲

[2] اللہ تمہاری پریشانیوں کو دور کرے۔ اور خیریت سے رکھے۔ اور اقبال مند کرے۔ اور تم دونوں کو برکت دے اور تم سے کثرت سے نیک اولاد ہو۔ ۱۲

[3] دیکھو صحیح بخاری باب الجہاد اور معارف ابن قتیبہ ذکر اولاد عمرؓ ۱۲

سنہ ۱۱ہجری میں وفات پائی۔

آپکی وفات کے چوبیس برس بعد سنہ ۳۵ھ میں حضرت علی مرتضیٰؓ مسند آرائے خلافت ہوئے اور پانچ برس جانشینی رسولخدا صلعم کے فرائض ادا کرکے اکیسویں رمضان شب جمعہ سنہ ۴۰ھ میں ابن ملجم شقی کے ہاتھ سے شہادت کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے۔ کرم اللہ وجہہٗ۔ اسوقت حضرت امام حسینؓ صاحب نسب کی عمر تقریباً سات سال کی تھی۔

حضرت امام حسینؓ کے حالات

آپکی ولادت مدینۂ منورہ میں سہ شنبہ پانچویں شعبان سنہ ۴ھ میں واقع ہوئی جسوقت یہ خبر فرحت اثر جناب رسالتمآب صلعم کے سمع مبارک میں پہونچی تو آپ حجرۂ بتول میں تشریف لائے اور امام کو اپنی آغوش محبت میں لیا۔ داہنے کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت کہی۔ یہ شعار شعائر اسلام میں سے ایک بہترین رسم ہے۔

آنحضرتؐ نے آپکا نام حسینؓ رکھا ابو عبداللہ کنیت رشید طیب ذکی سید مبارک ولی سبط تابع لمرضاۃ اللہ لقب تھا جس طرح امام حسنؓ سر سے سینہ تک رسولخدا صلعم سے مشابہ تھے اسی طرح آپ سینہ سے پاؤں تک جناب رسالتمآب صلعم سے مشابہت تام رکھتے تھے۔ اور آپکی بیاض جبین اور پرنور رخساروں سے مشکوٰۃ نبوت کے انوار درخشان تھے۔ آپ علوم کتاب و سنت کے خزینہ دار خوش بیانی اور سخن طرازی کے جوہر قابل اور فنون سپہ گری کے ماہر کامل اور سر عسکر تھے آپکے مجاہدانہ جوش اور غیرت و حمیت اسلامی اور موزونی طبیعت کے ثبوت میں نمونے کے طور پر

ہم دو شعر آپکے نقل کرتے ہیں ؎

فَاِنْ تَكُنِ الدُّنْيَا تُعَدُّ نَفِيْسَةً — فَاِنَّ ثَوَابَ اللّٰهِ اَعْلٰى وَاَنْبَلُ

ترجمہ۔ اگر دنیا کو نفائس اشیاء میں شمار کیا جائے — تو رضائے الٰہی اس سے کہیں بڑھکر اعلیٰ اور اشرف ہے

وَاِنْ يَكُ لَا بُدَّ مِنَ الْمَوْتِ لِلْفَتٰى — فَقَتْلُ امْرِءٍ فِي اللّٰهِ بِالسَّيْفِ اَجْمَلُ

ترجمہ۔ اور اگر موت کا آنا انسان کیلئے لازمی ہے — تو خدا کی راہ میں سرفروشی کرنا زینتِ زندگی ہے

[۱] اسقدر حدیثیں خاص آپکی زبانِ مبارک سے اہل روایت نے نقل کی ہیں آپ کے واقعاتِ زندگی جسقدر نتیجہ خیز ہیں اُسی قدر بلکہ اُس سے زیادہ عبرت انگیز بھی ہیں انکی تفصیلی بیان کیلئے ایک عظیم الشان دفتر درکار ہے۔

زمانۂ یزید میں خلافت کے متعلق نزاع واقع ہونے پر جگر گوشۂ شیرِ خدا کا اہلبیت کو لیکر مدینۂ منورہ سے نکلنا۔ اور کوفیوں کا بدعہدی سرد مہری اور روباہ بازی سے پیش آنا۔ آپ کا مردانہ وار میدان جنگ کی طرف رُخ کرنا۔ اور زمین کربلا میں خیمہ زن ہو کر عزت و حرمتِ اسلام قائم رکھنے میں سرفروشی استقلال اور بے نظیر صبر و شکیبائی کا جوہر آبائی دکھانا۔ اور کمال شجاعت و دلیری کے ساتھ بحالت تشنگی جرعۂ شہادت سے اپنی پیاس بجھانا۔ ایسا دردناک منظر ہے جسکا سین کھینچنے کے لئے فولاد کا قلب اور پتھر کی زبان بھی کافی نہیں۔

آپکا تخیلہ دماغ اُس وقت بازیچۂ روزگار کی جن شاطرانہ چالوں کا تماشا اور جن اصول

---

۱ تقصار جیود الاحرار صفحہ ۱۲

ارتقاء اور انحطاط و تنزلِ اقوام اور قوانین فنا و بقاءِ امم کا مطالعہ کر رہا تھا افسوس ہے کہ حریفوں کا کم ور دل و دماغ اُن کے مشاہدہ سے قاصر اور اُن کی فہم و ادراک سے عاری و عاجز تھا۔

آپ اپنی آنکھوں سے ایک طرف نخوت و غرور اور عصیان و طغیان اور فساد و ضلالت کا استیلا دیکھ رہے تھے (جو ازمنۂ مظلمہ کے آثار عظیمہ اور امم ضالۂ مضلۂ مقہورہ کے باقیات میں سے ہیں) اور دوسری طرف آپ خیر و برکت اسلامی سعادت و اصلاحِ ملی ورو فلاحِ قومی۔ اور اعمال صالحہ دینی کے روبزوال آفتاب کا نظارہ کر رہے تھے جس نے اپنی نورانی شعاعوں سے جہالت و نادانی نفاق و شقاق اور خسارت و خذلان کی تاریکیوں سے دنیا کو نجات دینے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔

غرض اسلامی نظامات علم و عمل میں جو تصادم اُس وقت جاری تھا اور فرشتۂ نور اور عفریت ظلمت میں جو ہنگامہ کارزار اُس وقت برپا تھا اُسکے مقابل میں آپکی مخلصانہ حمیت شجاعانہ ہمت اور اسلامی غیرت معرکۂ کربلا کی کیا پروا کر سکتی تھی۔

آپ رسول اللہ (روحی فداہ) کے خیر الخلف اُسوۂ حسنہ اور سچے مردِ خدا تھے۔ آپ نے دُنیائے اسلام کو حمایت و حمیتِ اسلام کا عملی نمونہ دکھا دیا اور خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کا غیر متزلزل و غیر متبدل وعدہ انکو یاد دلا دیا جو لوحِ روزگار پر منقوش اور قرآن حکیم کے مبارک صفحات پر زریں حرفوں سے۔ ’’وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا‘‘

یہ واقعۂ قیامت انگیز روز جمعہ دسوین محرم سنہ ۶۱ھ مین پیش آیا۔ بعد شہادت کے آپ کے جسم اقدس پر تینتیس ۳۳ زخم شمار کیے گئے۔ قاتل شقی کا نام سنان بن انس نخعی ہے۔

حضرت امامؑ کے اس واقعۂ شہادت مین انکی اولاد یعنی سادات بنی فاطمہ اور محبان اہلبیت کے لئے بالعموم بہت سی عبرتین اور بصیرتین قابل غور وخوض اور بہت سے اعلیٰ اخلاقی صفات لائق عمل و اتباع ہین۔ — تفصیل بین مذکور ہے۔

امامؑ کی پانچ بیویان تھین۔ شہربانو دختر یزدگرد شاہ فارس۔ یہ معرکۂ کربلا سے پہلے وفات پاچکی تھین۔ انکا مدفن طہران مین کوہ سمران پر واقع ہے۔ لیلیٰ ابی مرہ ثقفی۔ رباب دختر امرؤالقیس۔ ام اسحاق دختر طلحہ بن عبداللہ تیمی۔ قضاعیہ۔

اولادؑ مین چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیان تھین۔ علیؑ اکبر یہ امام کے ساتھ میدان کربلا مین شہید ہوگئے۔ علی اصغرؑ زین العابدین یہ حضرت شہربانو دختر یزدگرد کے بطن سے تھے واقعۂ کربلا کے دن بیمار صاحب فراش تھے۔ اسی لئے معرکۂ جنگ مین شریک نہو سکے۔ سادات حسینی کی نسل صرف انھین سے قائم رہی۔ اور عبداللہؑ۔ یہ بھی واقعۂ کربلا کے روز شہید ہوگئے۔ جعفرؑ انھون نے امامؑ کی زندگی مین وفات پائی۔ لڑکیون مین سکینہؑ اور فاطمہؑ تھین۔

حضرت امام زین العابدین کے حالات

یہ حضرت علی مرتضیٰؑ کی وفات کے دو سال پہلے مدینۂ منورہ مین بتاریخ پنجشنبہ پانچوین شعبان

۱؎ یہ تعداد حافظ عبدالعزیز جنابذی کے بیان کے مطابق لکھی گئی ہے اور شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی پر اتفاق کیا ہے۔ (زہر الثانی صفحہ ۲)

سنہ ۳۸ھ مین پیدا ہوئے سجادؑ اور ذوالثفنات لقب تھا معرکۂ کربلا کے زمانہ مین آپ کی عمر تیئیس ۲۳ برس کی تھی۔ علوم کتاب و سنت کے جواہر زواہر اور لآلی آبدار سے آپکا سینہ مالامال تھا۔ خصوصاً فقہ حدیث مین اپنے وقت کے فرزانۂ روزگار اور وحید العصر تھے۔ ورع و تقویٰ مین بڑا عالی مرتبہ رکھتے تھے۔ زہری کا قول ہے کہ مین نے اعاظم قریش مین آپسے زیادہ فاضل اور جلیل القدر آدمی نہین دیکھا۔ روایت حدیث کثرت سے کیا کرتے تھے۔ ثقہ راویون کے طبقہ مین آپکا درجہ بہت بلند تھا۔

آپ نے اپنی آنکھ سے خلافت بنی امیہ کے تین تاجدارون کا زمانہ دیکھا تھا۔ خلیفہ مروان عبدالملک اور ولیدؔ بن عبدالملک یہ وہ زمانہ تھا کہ بنی فاطمہ کی ادنیٰ نقل و حرکت اور معمولی سے معمولی افعال و اعمال پر بھی تجسسانہ نظر رکھی جاتی تھی۔ اکثر شبہات وارد کیے جاتے تھے۔ اور ایک ادنیٰ شبہہ کے ورود پر سخت گیری، قید اور جلاوطنی سے بھی دریغ نہین کیا جاتا تھا مگر باینہمہ جس متانت و وقار کے ساتھ دربار خلافت کے تعلقات کو آپ نے نبایا اور جو عزت و احترام آپ نے بارگاہ خلافت مین قائم رکھا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔

ایکبار آپ کو کسی بدگو آدمی کی سعایت کا حال معلوم ہوا۔ تو آپ خود اُس کے گھر پر تشریف لے گئے اور فرمایا "اِنْ کَانَ مَا قُلْتَہٗ فِیَّ حَقًّا فَاَنَا اَسْئَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ وَاِنْ کَانَتْ مَا قُلْتَ بَاطِلًا فَاللّٰہُ یَغْفِرُ لَکَ" یعنی "اے شخص جو کچھ تو نے میری نسبت بیان کیا اگر وہ سچ ہے تو خدا میری خطا کو معاف کرے اور اگر غلط ہے تو مین دعا کرتا ہون کہ خدا تیرے قصور کو بخش دے۔"

آپ ؑ کی شان مین عرب کے مشہور شاعر فرزدق کا قصیدہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے مقابلہ مین زبان زد روزگار ہے۔ مولانا جامی نے بھی اُسکا ترجمہ نظم فارسی مین کیا ہے۔

وفات آپ کی دسوین محرم ۹۴ھ مین ہوئی اور بقیع مین مدفون ہوئے۔ آپکے چھ ۶ لڑکے تھے امام محمد باقرؑ عبداللہ باہر عمرؑ اشرف زیدؑ شہید حسینؑ اصغر۔

حضرت امام محمد باقرؑ کے حالات

آپکی ولادت مدینہ منورہ مین روز جمعہ تیسری صفر ۵۷ھ مین ہوئی۔ آپ کی والدہ اُم عبداللہ حضرت امام حسنؑ کی صاحبزادی تھین۔ اسی زمانہ مین ولید بن عبدالملک مسند آرائے خلافت تھا۔ آپکو فنون ادب سے خاص مناسبت اور دلچسپی تھی۔ علوم قرآن، انواع سنن اور سیرت سلف کی معرفت مین بحر مَوّاج تھے۔ طبقۂ تابعین مین رفیع المنزلت تھے۔ فقہائے مدینہ مین خاص عظمت و امتیاز کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ابن مسیب ابن حنفیہ اور تابعین کی ایک جماعت کبار نے آپ سے روایت حدیث کی ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے ذات پاک کی "ایک عالم کی موت شیطان کو ستر عابدون کی موت سے زیادہ عزیز ہے"۔

۵۱ تلخیص از جیوۃ الاسرار صفحہ ۴۳۔

۵۲ صاحب سالک زینبیہ نے لکھا ہے کہ آپکے پندرہ لڑکے تھے جنین سے آٹھ لڑکون کی کوئی اولاد نہین ہوئی سادات واسطی بلگرامی و بارہہ وغیرہ کا سلسلۂ نسب زید شہید سے ملتا ہے۔ اور سادات بخاری قنوج اُچھ و ملتان اور بعض سادات حوالی عظیم آباد و احمد آباد و گجرات و خورجہ و ننگامہ پور کا سلسلۂ نسب امام زین العابدین تک پہونچتا ہے۔

آپکی وفات ابراہیم بن ولید کے عہد خلافت مین ۱۱۴ھ مین ہوئی اور بقیع مین ابن عباس کے اندر مدفون ہوئے۔ آپکے پانچ لڑکے اور دو لڑکیان تھین۔ جعفر صادقؑ عبداللہ ابراہیم عبیداللہ علیؑ۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کے حالات

آپ ستر ربیع الاول ۸۳ھ مین پیدا ہوئے۔ آپکی والدہ اُم فروہ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھین۔ اور قاسم کی والدہ بھی عبدالرحمن بن ابی بکر کی بیٹی تھین اسی وجہ سے آپ فرمایا کرتے تھے "ولدنی الصدیق مرتین مین دو مرتبہ صدیق سے پیدا ہوا"۔

چمنستان نبوت کا یہ تازہ نخل جس طرح علوم کتاب و سنت کے اثمار بہشتی سے بار آور تھا اسی طرح فن کیمیا یعنی کیمسٹری کا ایک رسا نونہال تھا جو بطور ایک نئی قلم کے سرزمین عرب کے ریگستانی ملک مین پہلے پہل لگایا گیا اور وہین پھولا اور پھیلا۔ اوسنے گل و بوٹا و شگوفہ اس نے کھلائے۔ اس وقت تک خاندان نبوت کو علوم فلسفہ و سائنس کی کسی شاخ مین کوئی خاص شہرت حاصل نہین ہوئی تھی۔ آپ ہی سے تاریخ اسلام مین ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ گویا آپ کی ذات اقدس ایک سحاب نیسان اور ابر گوہر بار تھی۔ جو سرزمین عجم کو سیراب و شاداب کرتی ہوئی اور تاریخ اسلام کی جیب و دامن کو موتیون سے بھرتی ہوئی

۵۳ تلخیص از جیوۃ الاسرار صفحہ ۴۳۔

گذر گئی۔

علماء کیمیا کے سرنامۂ تراجم پر آپ کا اسم گرامی روشن حرفون مین چمکتا نظر آتا ہے۔ جسطرح یحییٰ بن سعیدؒ ابن جریجؒ مالک بن انسؒ ثوریؒ ابن عیینہؒ ابو یزید بسطامی اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ اعیان ملت و مجتہدین اعظم کو آپ سے روایت حدیث اور علوم کتاب و سنت کے اخذ کرنیکا فخر حاصل ہے۔ اُسی طرح ابو موسیٰؒ جابر بن حیان الطوسی جو صنعتِ کیمیا کے ماہرین فن مین خاص شہرت و امتیاز رکھتا ہے۔ آپ سے فن مذکور کے اصول و فروع حاصل کرنے اور آپ کے کمالات علمی کے خوان کرم کے زلہ رُبائی کرنے پر نازر ہے۔

اُس نے امامؑ کے نام نامی سے ایکہزار اوراق مین پانسو رسالے فن کیمیا مین جمع اور مرتب کئے۔ اُنمین سے بعض رسالے چھپکر یورپ اور ایشیا مین شائع ہو چکے ہین۔ کتاب جفر و جامعہ بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہین۔

ایک روز امامؑ اور انکے شاگرد رشید امام ابو حنیفہؒ سے ایک عجیب مکالمہ ہوا۔

امامؑ۔ تمھارے نزدیک عقلمند آدمی کی کیا پہچان ہے؟۔

ابو حنیفہؒ۔ جسکو خیر و شر کی تمیز ہو۔

امامؑ۔ یہ صفت تو بہائم مین بھی موجود ہے۔ جو اُن کو مارتا ہے اُس سے خائف ہوتے ہین اور جو انکو دانہ گھاس دیتا ہے اُس کے پاس دوڑتے ہین۔

۵۱۔ ابن خلکان و فرع النامی صفحہ ۲۔ ۵۲۔ تقصار جیود الاحرار صفحہ ۱۵۔

ابو حنیفہؒ۔ آپ ارشاد فرمائین۔

امامؑ۔ جو دو خیر اور دو شر مین تمیز کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو۔ تاکہ اُنمین سے خیر الخیرین اور شر الشرین کو چُن لے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ "خدا نے دنیا مین بھی بہشت اور دوزخ پیدا کی ہے، دنیا کی جنت عافیت نفس ہے، اور دنیا کی دوزخ بلائے نفس ہے۔ عافیت نفس اسکا نام ہے کہ تو اپنے تمام کامون کو خدا پر چھوڑ دے، اور بلائے نفس یہ ہے کہ خدا کے کامون کو تو اپنے نفس پر چھوڑ دے۔"

حکایت۔ ایکروز خلیفہ منصور کے مُنھ پر مکھی بیٹھ گئی اُس نے بے پروائی سے اُس کو اُڑا دیا وہ پھر مُنھ پر آ بیٹھی تو منصور نے منغض ہو کر امامؑ سے پوچھا کہ "مکھی پیدا کرنے مین خدا کی کیا حکمت ہے؟" امامؑ نے بلا تامل جواب دیا "لِیُذِلَّ بِہَا الجَبَابِرَۃ اس لئے کہ متکبر اور مغرور لوگون کو ذلیل کرے۔"

آپ نے عہد خلافت منصور مین شوال ۱۴۸ھ مین ۶۵ برس کی عمر مین وفات پائی۔ اور اپنے اسلاف کے پاس بقیع مین مدفون ہوئے۔

آپکے تیرہ لڑکے اور چار لڑکیان تھین۔ عبد اللہؑ حسنؑ محمد اکبرؑ محمد اصغرؑ عباسؑ عبید اللہؑ محسنؑ عیسیٰؑ موسیٰؑ کاظم اسمٰعیلؑ محمد دیباجؑ لقب مامون اسحاقؑ مومن علی عریضؑ۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے حالات

آپکی ولادت سہ شنبہ ۱۲۸ھ مین ہوئی۔ صابر صالح امین کاظم لقب ابو الحسن کنیت

اہل عراق آپکو باب الحوائج کہا کرتے تھے۔ اس لئے کہ آپ حاجتمندوں کی دستگیری میں سرگرم رہا کرتے تھے۔

آپکی گفتگو جو خلیفہ ہارون الرشید سے سیادت کے باب میں ہوئی تھی ہم اُس کو آغاز کتاب میں لکھ چکے ہیں۔

آپ نہایت حاضر جواب آزاد طبع حلیم مزاج اور فیاض تھے۔ آپکا قیام مدینۂ منورہ میں رہتا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ مہدی کے سر پر چتر خلافت سایہ افگن تھا۔ بنی فاطمہ اور آل عباس میں جو رقابت قدیم سے خلافت کے متعلق چلی آتی تھی اُس کا اقتضا ہی یہ تھا کہ کسی وقت سکون اور اطمینان سے خاندان نبوت کو بیٹھنا نصیب نہو چنانچہ ایک مرتبہ مہدی نے بغداد سے مدینہ کی جانب نزول اجلال فرمایا۔ پھر کیا تھا خود غرضان واقعہ طلب کو ایک شغل ہاتھ آگیا اور امامؑ کے جانب سے خلیفہ مہدی کے خوب کان بھرے گئے۔ یہانتک کہ خلیفہ نے وقت مراجعت امامؑ کو ہمراہ رکاب رہنے کا حکم دیا۔ اور بغداد پہونچکر اُن کو زندان میں قید کردیا۔

اسی اثنا میں ایک روز مہدی نے خواب[1] میں حضرت علی مرتضیٰؑ کو دیکھا کہ وہ فرمارہے ہیں

یا محمد! فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ

اے محمد تم سے کیا یہ بعید ہے کہ اگر تم پھر بیٹھو تو اس صورت میں بھی ملک میں فساد کرنے لگو اور رشتے ناتے قطع کرنے لگو"

جب صبح کو سو کر اُٹھا تو اُس نے امامؑ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اُس وقت وہ حسن اتفاق سے

[1] فرع اثنا عشری صفحہ ۲-۱۲

تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے۔ اور یہی آیت اُنکے ورد زبان تھی۔

جب یہ بارگاہ خلافت میں پہونچے تو خلیفہ نے تعظیماً اُن سے معانقہ کیا اور اُنکو تخت پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور ساری کیفیت خواب کی بیان کی پھر اُن سے تجدید عہد کرنا چاہی کہ کسی وقت وہ اُسکے یا اُسکی اولاد کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرینگے۔ امامؑ نے فرمایا کہ "کبھی کوئی امر نہ مجھسے آجتک ایسا سرزد ہوا اور نہ یہ میرے حال کے شایاں ہے"۔ مہدی نے کہا "آپنے سچ فرمایا" پھر تین ہزار دینار عطا کرکے عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ آپ وہاں سے روانہ ہوکر مدینۂ منورہ تشریف لے آئے اور مہدی کے عہد خلافت تک باسائش تمام وہاں رہے۔

جب ہارون الرشید نے تخت خلافت کو زینت دی تو اُس نے کچھ دنوں کے بعد مدینۂ منورہ کا بھی سفر کیا اور وہاں داخل ہوکر امامؑ کو اپنے ہمراہ بغداد چلنے کی تکلیف دی اور بغداد پہونچکر پھر اُن کو بدستور سابق زندان میں قید کردیا۔ امامؑ کے بقیہ ایام زندگی زندان ہی میں بسر ہوئے۔

ماہ رجب ۱۸۳ھ ہجری میں آپنے وفات پائی اور مقبرۂ شونیزیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد میں بیس صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں۔ احمد جعفر اکبر داؤد محمد سلیمان یحییٰ فضل علی عبدالرحمن قاسم ابراہیم اکبر حسین زید ہارون علی رضا ابراہیم اصغر عباس اسمٰعیل عبداللہ حسن اسحاق حمزہ محمد جعفر۔

امام علی رضاؑ کے حالات

آپ مدینہ منورہ میں روز جمعہ سنہ ۱۴۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ابوالحسن کنیت رضی صابر زکی لقب۔ والدہ کے نام مختلف بیان کیے گئے ہیں امّ البنین[1] اروی سمانہ شقراء النوبیہ طاہرہ۔ ائمہ اثنا عشر میں آپ آٹھویں امام ہیں علم و فضل اور کمالات سلف کے آپ ایک گلِ سرسبد تھے۔

خلافتِ عباسیہ کے دو تاجدار یعنی امین اور خلیفہ مامون الرشید کا عہد خلافت آپ نے دیکھا۔ امین اگرچہ نہایت ذکی الطبع فصیح التقریر اور پاکیزہ شکل اور جمیل الشیم تھا نحو ادب تاریخ اور فقہ میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ باایں ہمہ عیش طلب اور آرام پسند تھا۔ امین کے تمام اوصاف مامون کے اوصافِ علم و فضل اور ذاتی خوبیوں کے مقابلہ میں اُس کے زمانۂ خلافت کی طرح سریع الزوال تھے مامون جس قدر خود قابل اور فرزانۂ روزگار تھا اُسی قدر منصف مزاج اور اہل کمال کا قدرشناس بھی تھا۔ اُس کا باپ ہارون کہا کرتا تھا کہ میں مامون میں منصور کا حزم مہدی کی متانت اور ہادی کی شان پاتا ہوں۔ اور اگر اپنے سے بھی اُسے نسبت دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔

مامون کی منصف مزاجی اور قدرشناسی کا یہ ہی ایک واقعہ روشن ثبوت ہے کہ ایک مرتبہ جسوقت وہ دورہ کرتا ہوا شہر مرو میں ورود فرما ہوا تو اُس نے آل عباس کو ایک جگہ مجتمع ہونیکا

[1] رسالہ دیدیہ میں لکھا ہے کہ انکی ماں امّ البنین امّ ولد تھیں۔

حکم دیا۔ چنانچہ تمام عورت و مرد ملا کر تقریباً تینتیس ہزار آدمی جمع ہوئے پھر امام علی رضاؑ کو بلایا اور عزت اور احترام کے ساتھ انکو ایک شاندار مقام پر بٹھایا اُس کے بعد [illegible] کے مجمع کے سامنے تختِ خلافت کی جانب سے حسبِ ذیل تقریر کی۔

اے صاحبو!! میں نے آل عباس اور آل علی بن ابی طالب دونوں پر یکساں نظر ڈالی مگر میں نے اپنے اہل عصر میں علی رضاؑ سے بڑھکر نہ کسی کو علم و فضل کا گرانمایہ جوہر پایا نہ مجھکو اُن سے بڑھکر کوئی شایانِ شانِ خلافت نظر آیا اسلیئے میں اُن کو اپنا ولیعہد مقرر کرتا ہوں یہ اعلان شاہنشاہی تمام خلافت عظمیٰ میں مشتہر کر دیا جائے۔" یہ کہکر تخت سے اتر پڑا۔

اس واقعہ کے بعد مامون نے اپنی شاہزادی اُمّ حبیب کا عقد امام علی رضاؑ کے ساتھ ۲۰۲ سنہ ہجری میں کر دیا۔ اور بطور علامتِ ولیعہدی دینار و درم پر اُنکے نام کا سکہ نقش کرایا مگر امام علی رضاؑ نے عواقبِ اُمور پر نظر کرکے ولیعہدی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

خاندانِ عباس کے سربرآوردہ لوگوں نے بھی یہ دیکھ کر کہ عنانِ خلافت دوسرے خاندان میں منتقل ہوئی جاتی ہے مامون سے خلع خلافت کرکے ابراہیم بن مہدی عم مامون الرشید کی بیعت پر اجماع کیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے۔ جسکے بیان کا یہ موقع نہیں۔

ایک مرتبہ امام علی رضا نیشاپور تشریف لیگئے تو وہاں کے ائمہ اور حفّاظ ابوذرعہ اور ابومسلم طوسی وغیرہ نے آپکا بڑے طمطراق کے ساتھ استقبال کیا۔ اور ادب کے ساتھ یہ خواہش کی کہ آپ کوئی حدیث اپنے آباؤ کرام کی سند سے بیان فرمائیں آپنے اُن کی استدعا منظور فرمائی اور ذیل کی روایت بیان کی۔

قال حدثنی ابو موسیٰ کاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر عن ابیہ علی زین العابدین عن ابیہ شہید کربلا عن ابیہ علی المرتضیٰ قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال حدثنی جبریل علیہ السلام قال حدثنی رب العزۃ سبحانہ تعالیٰ کلمۃ لا الہ الا اللہ حصنی فمن قالہا دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی	ترجمہ۔ مجھ سے بیان کیا موسیٰ کاظمؑ نے اُن سے اُن کے باپ جعفر صادقؑ نے پھر اُن سے اُن کے باپ محمد باقرؑ نے پھر اُن سے اُن کے باپ علی زین العابدینؑ نے پھر اُن سے انکے باپ شہید کربلا یعنی امام حسینؑ نے پھر اُنسے انکے باپ علی مرتضیٰؑ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے حبیب میری آنکھون کی ٹھنڈک رسول خدا صلعم نے بیان کیا کہ جبریل نے مجھے خبر دی کہ مجھے رب العزت سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے اور جس نے یہ کلمہ کہا اُسنے میرے قلعہ مین پناہ لی اور جس نے میرے قلعہ مین پناہ لی اُس نے میرے عذاب سے نجات پائی۔

جب آپ یہ روایت ختم کر چکے تو حاضرین جلسہ کا شمار کیا گیا اُس وقت بیس ہزار آدمی سے زیادہ موجود پائے گئے۔

تھوڑے دنون مین اس روایت کا (جسکو اصطلاح محدثین مین سلسلۃ الذہب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے) عام شہرہ ہوگیا۔

جب یہ حدیث بعض شاہان آل سامان کو پہونچی تو اُنھون نے اُس کو آب زر سے لکھوا کر وصیت کی کہ بعد وفات یہ ہمارے کفن کے اندر رکھدی جائے۔ اور اسی پر عمل کیا گیا اسکے بعد بعض صلحانے اپنی رویا صالحہ کے ذریعہ سے اس حدیث کے موجب مغفرت ہونیکی مزید تائید

اور توثیق کردی۔

آپ نے آخر صفر ۲۰۳ھ کو پچپن برس کی عمر مین وفات پائی۔ خلیفہ مامون نے آپکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ شہر طوس[۱] مین جواب مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے آپ مدفون ہوئے۔ آپکی اولاد مین پانچ[۲] لڑکے اور ایک صاحبزادی یعنی محمد تقیؑ حسنؑ ابو محمدؑ علیؑ حسین موسیٰؑ۔ لیکن بجز محمد تقی کے اور کسی سے اولاد باقی نہین رہی۔

حضرت امام محمد تقیؑ کے حالات

یہ مدینہ منورہ مین روز جمعہ ۱۹۔ رمضان ۱۹۵ھ مین پیدا ہوئے۔ جواد قانع مرتضیٰ لقب۔ والدہ کا نام خیزران تھا بعض نے سکینہ مریسیہ نام لکھا ہے۔

آپ تقریباً نو برس کے تھے کہ ایک روز خلیفہ مامون الرشید نے شکار کی تیاری کی اور سواری بڑے تزک و احتشام کے ساتھ شہر بغداد مین ہوکر گذری۔ کچھ لڑکے راہ مین کھیل رہے تھے اور اتفاق سے یہ بھی وہان کھڑے ہوئے تھے یکایک ہٹو اور بچو کی آواز آنا شروع ہوئی اور شاہی جلوس سامنے سے آتا ہوا نظر پڑا۔ شہر کے لڑکے بھاگ کر اِدھر اُدھر کی گلیون مین جا چھپے۔ یہ بدستور اپنی جگہ پر مؤدب کھڑے رہے۔ یہانتک کہ شاہی سواری قریب آگئی۔ مامون الرشید (جو لڑکون کا بھاگنا اور امام کا اپنی جگہ سے نہ ہٹنا دیکھ چکا تھا) انکی جرأت اور بے ساختگی سے متعجب ہوکر بولا صاحبزادے

[۱] یہ شہر صوبہ خراسان کے شہرون مین سب سے قدیم رہا ہے۔ طوس بن نوذر نے اسکی بنیاد رکھی ۲۹ھ مین جبکہ حضرت عثمانؓ تخت خلافت پر متمکن تھے یہ فتح ہوا اُس وقت سے آج تک اُسکو زیر سایۂ اسلام ہونیکا فخر ہے۔ اسکا طول البلد ۸۰ درجہ اور عرض البلد ۳۰ درجہ ہے۔ [۲] تحفۃ الابرار صفحہ ۱۹۔

سب لڑکے تو بھاگ گئے تم نہیں نہ بھاگے؟" انہوں نے نہایت سادگی سے گرمتانت کے لہجہ میں فوراً جواب دیا۔

"یا امیرالمومنین لم یکن بالطریق ضیق فاوسعہ لک ولیس لی جرم فاخشاک والظن بک حسن انک لا تضر من لا ذنب لہ"

ترجمہ اے امیرالمومنین راستہ تنگ نہ تھا ورنہ میں ایک کنارہ ہو جاتا۔ نہ میں مجرم سرکاری تھا جو مجکو خوف طاری ہوتا۔ میں امیرالمومنین کی ذات کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہوں۔ مجکو یہ اطمینان ہے کہ آپ بلا قصور کسی کو سزا نہیں دیتے"

مامون نے اس دانشمندانہ جواب سے متحیر ہو کر باپ کا نام پوچھا اور یہ سن کر کہ آپ محمد بن علی رضاؑ کے صاحبزادے ہیں آپ کے ساتھ بہت کچھ شفقت و مہربانی کا برتاؤ کیا اور روانہ ہو گیا۔

جب آپ کی عمر ابتدائی مرحلے طے کر کے سن رشد کو پہونچی۔ تو مامون نے اپنی شاہزادی ام الفضل سے آپکا نکاح کر دیا۔ دوسری بیوی آپکی عمار بن یاسر کی صاحبزادی تھیں۔ آپ نے دو تاجداران خلافت یعنی مامون اور معتصم کا زمانہ دیکھا۔

عہد خلافت معتصم میں ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ معتصم باللہ نے بہ نفس نفیس امامؑ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ بغداد[1] میں مدفون ہوئے تین لڑکے اور دو لڑکیاں باقی چھوڑیں علی نقیؑ

[1] یہ شہر دنیا کے اعظم ترین ممالک میں ہے۔ اسکا سنگ بنیاد خلیفہ ثانی المنصور باللہ عباسی نے ۱۴۵ھ میں رکھا۔ اسکا نام ام الدنیا۔ سیدۃ البلاد مدینۃ السلام جنۃ الارض قبۃ الاسلام۔ مجمع الرافدین عین العراق اور دارالخلافہ ہے ۱۲ ۔۔۔۔۔

موسیٰؑ مبرقعؑ یحیٰیؑ۔

حضرت امام علی نقیؑ کے حالات

آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۳ رجب ۲۱۴ھ میں ہوئی۔ ابوالحسن کنیت عسکریؑ متوکلؑ ناصحؑ متقیؑ۔ مرتضیٰؑ۔ فقیہؑ۔ امینؑ۔ طیبؑ۔ خالصؑ۔ ہادیؑ۔ نقیؑ۔ والدہ کا نام سمانہ تھا۔

جیسا کہ آپ کے القاب مشہورہ سے ظاہر ہے درحقیقت آپ جامع علوم و اوصاف تھے اور اپنے بزرگان سلف کی طرح آزاد طبعی نکتہ سنجی کمالات باطنی شجاعت بلند حوصلگی اور اخلاق اسلامی سے (جو خاندان نبوت کا خاص ترکہ ہے) متصف تھے۔ آپ نے متواتر واثق باللہ متوکل علی اللہ۔ منتصر باللہ۔ اور مستعین باللہ۔ چار خلفاء عباسیہ کا عہد خلافت بچشم خود دیکھا تھا اور زمانہ کے گرم و سرد اور نشیب و فراز کو بہ نگاہ عبرت ملاحظہ کیا تھا۔

بعض بداندیش لوگوں نے متوکل سے مخبری کی کہ آپکے گھر میں اسلحہ جنگ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھپا ہوا ہے اور باغیان خلافت کا آپ کے یہاں مجمع رہا کرتا ہے چنانچہ اس وقت بھی دشمنان خلافت کی ایک خفیہ کمیٹی آپ کے یہاں جمع ہے۔ اور سیاسی مباحث میں مشغول ہے خلیفہ نے حکم دیا کہ ایک پولیس کا گارڈ فوراً آپ کے مکان پر روانہ کیا جائے اور اس کو ہدایت کی جائے کہ وہ جس حال میں ہوں اسی طرح اُن کو گرفتار کر کے بارگاہ خلافت میں حاضر کرے۔

جب یہ پولیس کی دوڑ آپ کے مکان پر پہونچی تو اس نے دیکھا کہ آپ تیلی زمین پر بیٹھے ہوئے رو بہ قبلہ تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہیں انھوں نے آپ کو اسی حال میں گرفتار کر کے

متوکل کی حضور میں پیش کیا۔

متوکل کے یہاں اُس وقت مجلسِ شراب گرم تھی اور بادۂ ارغوانی کے دور پر دور چل رہے تھے۔ خلیفہ نے آپ کو نہایت تعظیم و احترام کے ساتھ بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے ساغرِ شراب پیش کیا۔ آپ نے فرمایا یا امیر المومنین ماخامر لحمی ودمی قط فاعفنی منہ "

"اے امیر المومنین میرا گوشت اور میرا خون کبھی شراب سے آلودہ نہیں ہوا مجکو معاف فرمائیے" یہ سُن کر اُس نے آپ سے مناسبِ وقت دلاویز اشعار پڑھنے کی فرمایش کی آپ نے جواب دیا کہ امیر المومنین مجکو تو اشعار سے کچھ مناسبت و دلچسپی نہیں ہے۔

خلیفہ نے کہا خیر کیا مضائقہ ہے دو چار شعر جو کچھ بھی یاد ہوں اِس وقت سُنانا چاہیے۔ آپ نے اول دردانگیز لہجہ مین قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی۔

کَمْ تَرَکُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ وَّنَعْمَۃٍ کَانُوْا فِیْہَا فٰکِہِیْنَ کَذٰلِکَ وَاَوْرَثْنٰہَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ فَمَا بَکَتْ عَلَیْہِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا کَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ؁	ترجمہ۔ یہ لوگ کتنے ہی باغ اور نہریں اور کھیتیاں اور کتنے ہی عمدہ عمدہ مکانات اور کتنے ہی عیش و آرام کے ساز و سامان چھوڑ کر مر گئے جنمیں جب اترایا کرتے تھے۔ واقع مین ایسا ہی ہوا اور ہمنے دوسری قوم کو ان تمام ساز و سامان کا وارث بنا دیا۔ تو ان لوگون پر نہ زمین و آسمان کسی کو بھی رقت نہین آئی اور نہ انکو توبہ و ندامت کی مہلت ہی ملی ؏

پھر آپنے چند اشعار عربی پڑھکر سُنائے جنمین دنیاوی نعمتون کا فانی اور زوال پذیر ہونا انسان کا مر کر ظلمت کدۂ قبر کو آباد کرنا اور آخر کار طعمۂ مور و کرم زمین بننا نہایت عبرت انگیز طریقے سے بیان کیا گیا تھا۔ چونکہ اکثر پڑھنے والونکو زمانہ کی خیرہ مذاقی کی وجہ سے عربی اشعار مین شاید زیادہ مزہ نہ آئیگا

اس لئے ہم اُن اشعار مین سے صرف ایک شعر نقل کرتے ہین ؎

فَاَصْبَحُوْا بَعْدَ ذَالِکَ الْاَکْلِ قَدْ اُکِلُوْا ... یَا طَالَمَا اَکَلُوْا یَوْمًا وَّمَا شَرِبُوْا

متوکل یہ پُر عبرت اشعار سُن کر بے اختیار دیر تک زار زار روتا رہا یہانتک کہ اُسکی ڈاڑھی آنسوؤن سے تر ہو گئی اور ساری محفل پر ایک گریہ و بکا کا عالم طاری ہو گیا۔ خلیفہ کے اشارہ سے تمام شراب و کباب کا سامان جلد جلد سمیٹ کر دور کیا گیا۔ پھر آپ کی طرف متوکل نے مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ کیا آپ پر کچھ قرضہ ہے؟ آپ نے چار ہزار دینار کا قرض بتایا۔ متوکل نے اُسی وقت خزانۂ شاہی سے چار ہزار دینار عطا کرنیکا حکم صادر کیا اور عزت و تکریم کے ساتھ آپکو رخصت کیا۔ دُشمنانِ خاندانِ نبوت کو یہ بات کب پسند آ سکتی تھی۔ اِس واقعہ کے بعد طرح طرح کی مُخبری کا بازار گرم ہوا۔ یہان تک کہ آخر کار متوکل نے آپ کو آپ کے وطن مدینہ منورہ سے جلاوطن کر کے مقام سُرّ من رائے مین لاکر (جو اُس وقت بہت بڑا فوجی کیمپ تھا اور عسکر کے نام سے مشہور تھا) قید کر دیا۔ اُسی زمانہ سے آپ امام عسکری کے لقب سے ملقب ہوے۔ بیس برس نو مہینے آپ نے قید مین گذارے اور آخر جمادی الثانی ۲۵۴ھ مین وفات پائی اور اپنے ہی گھر مین مدفون ہوئے آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔ حسن عسکری۔ جعفر زکی۔ حسین۔ موسیٰ۔ محمد۔ علی سوائے حسن عسکری اور جعفر زکی کے اور کسی اولاد سے نسل باقی نہین رہی۔

جعفر زکی کا حال

افسوس ہے کہ انکے متعلق ہماری معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے۔ ہمکو انکی سنہ پیدایش وفات۔ تعلیم و تربیت اور واقعات زندگانی کا باوجود تلاش کے پتہ نہ لگا۔

شیخ شرف الدین نسابہ نے صرف اسقدر لکھا ہے کہ وہ کذاب کے لقب سے مشہور تھے اس شہرت کا باعث یہ ہوا کہ وہ مہدی بن حسن عسکری کی امامت پر طعن کیا کرتے تھے۔ اس لئے امامیہ نے انکو کذاب کہنا شروع کیا۔ حالانکہ مہدی کے دعوئے مہدیت کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اس باب مین وہ بالکل صادق تھے۔ اور کذب کی نسبت اُنکے ساتھ سراسر کذب ہے۔

انکی اولاد کو علماء نسب نے تین طرح پر تقسیم کیا ہے ایک وہ جن کے عقب مین اختلاف ہے ان کے نام یہ ہین عبداللہ عبیداللہ عبدالعزیز ابراہیم حسن محسن محمد احمد موسیٰ دوسری وہ اولاد جسکی نسل باتفاق نسابین باقی نہین رہی وہ یہ ہین عباس عیسیٰ احمد اسحاق تیسری وہ اولاد جس سے سلسلہ انساب بتک جاری ہے اور وہ چھ بیٹے ہین علی اشقر اسمٰعیل یحییٰ طاہر ہارون اور ادریس۔

سید السادات علی اشقر کا حال

یہ نقبائے بغداد کے سردار تھے انکے تین بیٹے تھے عبداللہ جعفر اسمٰعیل جعفر کے عقب مین اختلاف ہے۔ انکا لقب علی مختار تھا۔

سید عبداللہ کا حال

انکی اولاد مین صرف ایک صاحبزادہ تھے جنکا اسم گرامی سید محمد ہے انھین سے سلسلہ نسب جاری ہوا۔ مشہد کاظمین کے نقابت کا منصب انھین سید محمد کو حاصل تھا اور انکا خاندان بغداد میں

اکابر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

سید محمد کا حال

انکے البتہ پانچ بیٹے تھے ابوالقاسم سید احمد یحییٰ علی عیسیٰ خود قدرت نے سید عبداللہ کی اولاد مین کسی مصلحت کی بنا پر جو کمی کی تھی اسکی تلافی فیاض ازل نے انکے صاحبزادہ سید محمد کے پانچ بیٹون سے کردی۔ ان پانچون سے مختلف خاندانون کی بنیاد پڑی۔ یہ لوگ شہر بغداد کے مقابر قریش مین مدفون ہین۔

سید احمد کا حال

یہ بھی اپنے والد کے ساتھ بغداد مین رہے اور وہین مدفون ہوے انکی نسل مین صرف ایک صاحبزادہ سید محمد تھے۔

سید محمد کا حال

یہ اپنے خاندان مین پہلے شخص ہین جنھون نے اقامت بغداد کو خیرباد کہکر بخارا[1] کو

[1] یہ شہر ممالک ماوراء النہر کے بزرگ ترین شہرون مین ہے۔ بقول بطلیموس طول بلد اسکا ۱۰۰ درجہ اور عرض بلد ۴۱ درجہ ہے۔ اور مطابق زیج ابو عون عرض اسکا ۳۶ درجہ پانچ دقیقہ ہے۔ صاحب معجم البلدان نے لکھا ہے کہ مین نے اسکی وجہ تسمیہ دریافت کرنیکی کوشش کی مگر کامیاب نہوسکا صاحب کتاب الشو نے لکھا ہے کہ لعلم ہو کلا بلغتی فی الاسلام مجلد ۱۱ حسن خاص جا، بخارا معجم البلدان ۱۲۰

مستقل سکونت کے لئے انتخاب کیا۔ اِن کی چار پشتین وہین گذرین۔

اِنکی اولاد مین صرف ایک صاحبزادے سید جعفر بخاری تھے۔

سید جعفر کا حال

اِنکی اولاد مین بھی سوائے سید علی موید کے کوئی اور پسر نہ تھا۔

سید علی موید کا حال

اُنکی اولاد مین بھی صرف ایک صاحبزادے تھے جنکا نام سید جلال اعظم تھا۔

سید جلال اعظم کا حال

ان کا نام حسین، ابو عبداللہ کنیت گلسرخ لقب تھا۔ اپنے عصر مین سر آمد اولیاء کبار مین سے تھے۔ کمالات باطنی اور قوت روحانی کے تابندہ جوہر اور وحید عصر تھے ۶۵۶ھ کو ترک وطن کرکے بخارا سے ملتان مین وارد ہوئے۔ اور خانقاہ شیخ فریدالدین شکر گنج مین آکر ٹھہرے۔ وہان آرام لیکر بھکر آئے۔

یہان اُنھون نے ایک بشارت کی بنا پر جو خواب مین ہوئی تھی۔ سید بدرالدین بن سید صدرالدین خطیب بھکری کی دختر نیک اختر زہرہ خاتون سے اپنا عقد کیا۔

شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے مرید باختصاص تھے۔ شیخ الاسلام نے اُنکو

خرقہ خلافت عطا فرماکر شہر اُچہ پر مامور کیا یہان آکر وہ اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق اخیر عمر تک رُشد و ہدایت کے اہم اور نازک فرض کو بڑی سرگرمی اور حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ اور یہین وفات پائی۔

آپ کی اولاد مین چار صاحبزادے تھے۔ علی جعفر سید محمدؒ غوث سید احمد کبیرؒ

سید احمدؒ کبیر کا حال

یہ وہی سید احمد کبیر ہین جنکے نام پر ہندوستان کے جاہل نادان لوگ گائے ذبح کیا کرتے ہین اور جنکے نام نامی سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔

سید صاحب موصوف کے دو صاحبزادے تھے سید جلال الدین قطب عالم اور سید صدرالدین محمد راجو قتال جنکی موجودہ نسل شہر ہند مین آباد ہے۔

سید جلال الدین قطب عالم کا حال

آپکی ولادت باسعادت شب برات ۷۰۷ھ مین ہوئی ابو عبداللہ کنیت قطب عالم مخدوم جہانیان جہان گشت لقب والدہ کا نام مریم ہے یہ سید مجدالدین کی صاحبزادی تھین۔ اور بقول دیگر آپ کی والدہ کا نام اخوند خاتون ہے یہ سید مرتضیٰ کی بیٹی تھین

آپ علوم کتاب و سنت کے جوہر فرد اور کمالات باطنی کے معدن تہذیب اخلاق اور ملکات روحانی کے سہیل یمن تھے۔

مخدوم نے ابھی گہوارۂ طفولیت سے قدم باہر نکالکر رکھا ہی تھا کہ اُنکے والد ماجد نے اُنکو اپنے ساتھ لیجاکر بطور نیک فال حضرت شیخ جمال خنداں کی بیعت دست بوسی کا شرف بخشا

اُس وقت اُن کی عمر سات برس کی تھی مگر سعادت و رشادت کے انوار ابھی سے اُن کی جبین مبارک سے طالع اور نمایاں تھے۔ چنانچہ شیخ نے اُنکے معصوم چہرہ پر نظر ڈالتے ہی فرمایا کہ "تو آن پسری کہ خاندان خود را تا قیامت منوّر داری"۔

جب وہ سن بلوغ کو پہونچے تو اُنھوں نے ایک عظیم الشان سیاحت کا عزم مصمم کیا اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ مصر شام بیت المقدس روم عراق خراسان بلخ اور بخارا کیطرف چل کھڑے ہوئے اِس دوران سفر مین متعدد حج بھی کئے منجملہ اُنکے چھ حج اکبر تھے۔

مخدوم اِس امر کے سخت مخالف تھے کہ آدمی کسی ایک شیخ کے حلقۂ ارادت مین داخل ہو کر اُسی کا ہو رہے۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ فیاض ازل کی بخششین کسی ایک ملک یا ایک خاندان یا ایک قوم مین محدود و محصور نہین ہین۔

درحقیقت آپ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "جمیع مشائخ و فضلا را باید دید۔ و از ہر کدام نصیبے و فیضے باید ربود" یعنی آدمی کو تمام باکمال مشائخ و فضلا کا فیض صحبت حاصل کرنا چاہیے۔ اور ہر ایک سے بقدر مقدور تمتع حاصل کرنا چاہیے۔ بقول سعدی ؎

"تمتع ز ہر گوشۂ یافتم
ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم"

مخدوم نے اثنائے سیاحت مین تین ہزار چالیس سے زائد صاحبدلان ذی کمال کا فیض صحبت حاصل کیا دو سال تک مدینہ منورہ مین استاذ المحدثین شیخ عفیف الدین مطری شافعی یمنیؒ کی خدمت مین رہے۔ نسخۂ عوارف کا درس لیا۔ شیخ موصوف شیخ رشید الدین ابوالقاسم محمد صوفیؒ کے خلیفہ تھے اور اُن کو خرقۂ خلافت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے عطا کیا تھا۔ جو شیخ سعدیؒ کے پیر طریقت ہین مگر تعلیم و تربیت زیادہ مخدوم نے شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردیؒ اور شیخ نصیر الدین محمود چشتی چراغ دہلی سے حاصل کی۔

خرقۂ خلافت اول اُن کو اُن کے والد اور چچا شیخ صدر الدین بخاریؒ نے عطا فرمایا بعد اُس کے شیخ الاسلام عفیف الدین مطریؒ نے حرم شریف نبوی مین اُنکو خرقۂ خلافت پہنایا وَ هٰلُمَّ جَرًّا اِسی طرح اُن کو چودہ خانوادون کے خلیفہ ہونیکا خاص شرف حاصل تھا۔

مخدوم کسی کو اپنا مرید نہین کرتے تھے کیونکہ آپ کے نزدیک عرفی و رسمی مریدی پر شرعی رسم مواخات کو ہر طرح ترجیح تھی۔ یہ طریقۂ مواخات رسول اللہ صلعم نے۔ بروقت نزول مدینہ منورہ جاری فرمایا تھا اور مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی ٹھہرایا تھا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی نسبت جو اجراء مواخات کے وقت موجود نہ تھے آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ وہ میرا بھائی ہے۔

جب کوئی شخص مخدوم جہانیانؒ کے پاس مرید ہونے کے قصد سے آتا تو آپ فرماتے کہ مین کسی کو مرید کرنا پسند نہین کرتا۔ البتہ عہد اُخوت کو تازہ اور مستحکم کرنے کے لئے تیار ہون۔

جب آپ کسی کو سند خلافت عطا کرتے تو یہ لکھتے "

اَوْصَيْنَا هٰذَا الْاَخِ بِالْاِتِّبَاعِ الدَّائِمِ الْمُسْتَقِيْمِ بِشَرِيْعَتِهٖ نَبِيِّنَا صلعم وَالْاِنْقِيَادِ لِاَحْكَامِهَا وَاَنْ لَّا يَتَرَدَّدَ اِلٰى اَرْبَابِ الدُّنْيَا وَاَصْحَابِهَا وَاَنْ لَّا يَحْضُرَ فِيْ مَجَالِسِهِمْ اَبَدًا

لہ تفصار جود الابرار صفحہ ۱۵۲ لہ تفصار جود الابرار صفحہ ۱۵۱۔

وَاِنْ يَتَوَجَّہَ اِلَى اللّٰہِ بِالْكُلِّيَّةِ فَاِنْ كَانَ هٰكَذَا اَخِيْ كَانَ الْعَزِيْزَةُ نَائِبَةٌ عَنْ يَدِنَا وَهُوَ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ خَلِيْفَتُنَا فَرَحِمَ اللّٰہُ مَنْ اَكْرَمَہٗ وَاَهَانَ مَنْ اَهَانَہٗ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْهَادِيْ وَالْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْہِ التُّكْلَانُ۔

یعنی مین اپنے بھائی کو وصیت کرتا ہون کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کی شریعت بیضا پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور احکام شریعت کو اپنا دستور العمل بنائے اور ارباب دنیا اور ان کے ہمصحبتون سے دور رہے اور انکی مجالس مین کبھی قدم نہ رکھے اور کلیۃً سب طرف سے منھ پھیر کر خدا ہی کی طرف رجوع کرے جب اس رنگ مین وہ اپنے کو رنگ لے تو بلا شبہہ اسکا دست مبارک میرے ہاتھ کا قائم مقام ہے اور وہ مخلوق خدا کے سامنے میرا جانشین ہے جو شخص اس کا احترام واکرام کرے خدا اس پر رحم کرے۔ اور جو شخص ایسے شخص کی اہانت کرے خدا اس کو ذلیل کرے۔ خدا ہی توفیق بخشنے والا راہ راست دکھانے والا اور مددگار ہے۔ اور اسی پر کامل بھروسہ ہے"

سلطان محمد تغلق نے شیخ الاسلام کا جلیل القدر منصب آپ کو عطا فرمایا تھا۔ اور سیوستان کی خانقاہ محمدی کی اور اسکے مضافات کی سند آپ کو مرحمت کی تھی۔

فیروز شاہ کے عہد سلطنت مین آپ چند مرتبہ دار الخلافت دہلی مین تشریف لائے اور ہر مرتبہ سلطان کی جانب سے مراسم اعتقاد واخلاص حسب قاعدہ معینہ ادا کیے گئے۔

آپ نے عید الاضحی کے روز بعد نماز ۷۸۵ھ مین وفات پائی۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔

سید ناصر الدین محمود یہ دختر سید محمد غوث کے بطن سے تھے۔ ان کی اولاد سندھ و ہند مین

آباد ہے۔ سید عبد اللہ یہ دختر سادات دہلی کے بطن سے تھے۔ سید محمد اکبر یہ شہنشاہ بیگم سلطان ترکی کے بطن سے تھے۔ انکی اولاد قسطنطنیہ مین آباد ہے۔

سید ناصر الدین محمود کا حال

افسوس ہے کہ انکے واقعات زندگی کا ہمکو صرف اسی قدر علم ہو سکا کہ انکی تین بیویان تھین ان سے اٹھارہ بیٹے اور تین بیٹیان پیدا ہوئین۔ پانچ صاحبزادے قطب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ سید حامد کبیر۔ سید علم الدین سید شہاب الدین سید اسمٰعیل سید فضل اللہ باقی جو اولاد رہی اس کے نام یہ ہین سید برہان الدین انکی اولاد گجرات مین آباد ہے شیخ الاسلام سید علاء الدین عرف بندگی (انکا مزار قنوج مین محلہ راجگیر کے اندر واقع ہے) ان کی مان سعادت خاتون سادات دہلی مین سے تھین۔ سید شرف الدین انکی اولاد نواح اُچہ مین آباد ہے۔ سید نظام الدین یہ لاولد تھے انکی مان ایک بقال کی دختر تھین پادشاہ دہلی نے ان کو چند کنیزین بھی اپنے قصر شاہی سے عنایت کی تھین ان سے جو اولاد ہوئی۔ یہ نسل سادات کوشکی نام سے مشہور ہے۔

سید ناصر الدین محمود کی دو صاحبزادیان تھین تاج الملک سعادت خاتون یہ دونون تنکی خاتون دختر سلطان حسین لنگاہ کے بطن سے تھین اور سید معز الدین بن سید علاء الدین رسول دار سے بیاہی گئین۔

سید حامد کبیر کا حال

یہ سید ناصر الدین محمود کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے انکے ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے

مریم بیگم اور سید بہاؤالدین انھوں نے لاولد انتقال کیا صرف سید رکن الدین باقی رہے۔

سید رکن الدین ابوالفتح کا حال

یہ اپنے باپ کی وفات کے بعد مسند آرائے ہدایت وارشاد ہوئے انکے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ سید جلال ثالث سید محمود سید ابوالقاسم ان کی ماں بمنی خاتون بادشاہ ٹھٹھہ کی دختر نیک اختر تھیں سید محمد یہ کیمیا ونظر کے لقب سے مشہور تھا ان کی والدہ مراد خاتون ملک داؤد خان بن میر علی لنگاہ کی بیٹی تھیں بوبو جیو یہ میمونہ بیگم کے بطن سے تھیں جو سادات دہلی کے خاندان سے تھیں تاج الملک یہ سید دولت بن سید شمس الدین بن سید محمد غوث کی بیٹی بیوی دوائی کے بطن سے تھیں تیسری بیٹی جنت خاتون تھیں۔

سید جلال ثالث کا حال

یہ بعد وفات پدر قصبہ اچھ ضلع ملتان کی سکونت ترک کرکے دہلی چلے آئے۔ اس نقل مکان کی وجہ کچھ تو اخوان کی باہمی مخالفت اور زیادہ تر بہلول شاہ لودھی بادشاہ دہلی کی حسن ارادت تھی وہ آپ کے خاص مریدوں میں تھا۔ آپ کو ملتان سے اپنے ہمراہ دہلی لایا اور مزید عظمت واحترام کی نظر سے سرکار قنوج کی سند جاگیر آپ کو عطا فرمائی۔ اُس وقت سے اُنکی موجودہ اور آیندہ نسل کا مستقر قنوج رہا[1]۔

[1] قریبا تین سو سال تک قنوج انکی اولاد واحفاد کا وطن رہا ۱۲۔

انکے چار بیٹے تھے۔ سید علی سید راجو سید شعیب سید جعفر۔

سید راجو کا حال

سید راجو بعد وفات پدر سجادہ نشین ہوئے انکے گیارہ بیٹے تھے سید جلال رابع سید تاج الدین سید علاءالدین سید تھیں سید کھوان سید احمد سید برہان سید محمد سید علی سید درویش سید بلاقی۔

سید جلال رابع کا حال

ان کو بعد وفات پدر سجادہ نشینی کا منصب حاصل ہوا اور تبرکات مخدوم جہانیاں جہان گشت کے وارث بالاستحقاق قرار پائے۔ لیکن ان کے بھائی سید علاءالدین کو یہ امر ناگوار گذرا آخر کار وہ تبرکات مخدوم پر قبضہ کرکے منصب سجادہ نشینی پر فائز ہوگئے سید جلال رابع نے اپنی بلند ہمتی اور آزادمنشی سے اس آثار پرستی کو دور سے سلام کرکے عزلت نشینی اور حق پرستی اختیار کی۔

پہلے یہ قنوج کے محلہ شیخانہ میں رہتے تھے۔ پھر وہاں سے اُٹھکر محلہ شیخپورہ میں چلے آئے۔

انکے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں سید تاج الدین سید مبارک سید کمال الدین سید جمال الدین۔ فاطمہ چندر مکھ۔

سید تاج الدین کا حال

انکے صرف چار بیٹے تھے۔ سید کبیرؒ سید فیض اللہؒ سید راجوؒ سید حامدؒ۔

سید کبیر کا حال

انکے بھی چار بیٹے تھے۔ سید علی اصغر عرف اچھےؒ سید اسمٰعیلؒ سید علی اکبرؒ سید عبداللہؒ

سید علی اصغر کا حال

انکی ولادت ایسے زمانہ مین ہوئی جبکہ مسلمانون کے سطوت واقبال کے آفتاب کو گہن لگنا شروع ہو گیا تھا دُنیائے اسلام اور سلطنت ھندوستان اُن پُر آشوب ایام مین ایک زلزلہ انگیز انقلابِ نکبت کے خطرناک دورسے گذر رہی تھی۔ مسلمانون کی دینی وعلمی اجتماعی وتمدنی اور معاشرتی اعمال حیات مین ایک عام جزر ومد برپا تھا۔ نظامات سلطنت اور عزل ونصبِ ارکانِ حکومت کی جلد جلد تغیرات نے "كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ" کے چہرہ سے نقاب اُلٹ دی تھی عقائد صحیحہ واعمال صالحہ کی کساد بازاری اور جنسِ علم وعمل کی کمیابی اور تلون طبائع نے "ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ" کا اعلان عام بلند آہنگی کے ساتھ مشتہر کر دیا تھا دارالخلافہ دہلی کے فرامین شاہی طوائف الملوکی کے توقیعات کی شکل مین پُرپارہ ہوکر قوم وملک کی آیندہ قسمت کی پیشین گوئی کر رہے تھے بقصۂ مختصر خصائص قومی اور

نظام جامع اسلامیہ کے اجزا کا شیرازہ درہم برہم ہو چکا تھا ؎

اینک آن دفترِ اقبال پراگندہ بہبین　　　　اینک آن نسخۂ اسلام مجزا بنگر

سرکار قنوج کا تعلق کلیۃً پائے تخت خلافت سے منقطع ہو کر دار الحکومت اودھ کے قبضہ وتصرف مین منتقل ہو گیا تھا۔

چونکہ نوابان اودھ کا سرکاری مذہب امامیہ تھا اور بحکم "اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ" اسکا اثر عام رعایا پر حسب استعداد کچھ نہ کچھ پڑنا ناگزیر تھا۔ سادات بخاری بھی اس کلیہ سے مستثنٰی نہ رہے اور نہ رہ سکتے تھے۔ غالباً اسی قسم کے وجوہ سے سید علی اصغر کے مذہبی خیالات مین ایک عام انقلاب واقع ہوا ہو گا۔ بہرحال ان کے زمانہ سے لیکر نواب سید اولاد علی خان انور جنگ بہادر کے زمانہ تک یعنی پانچ پشتون تک اس خاندان کا مذہب امامیہ رہا۔

سید علی اصغر کی اولاد مین بھی چار ہی بیٹے تھے۔ سید سلطانؒ سید کرم علیؒ سید محمد علیؒ سید لطف علیؒ۔

سید لطف علی کا حال

سید لطف علی کے صاحب سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ سید عزیز اللہؒ سید غلام علیؒ سید بچھاریؒ۔

سید عزیز اللہ کا حال

سید عزیز اللہ سلطنت کی بربادی اور مسلمانون کی پریشان حالی اور تباہی سے

بغیر متاثر ہوئے کیونکر رہ سکتے تھے آخر کار قنوج کی سکونت ترک کر کے اور تعلقات خاندانی نظر کر کے۔ حیدرآباد دکن چلے گئے۔ یہ امیر کبیر نواب ابوالفتح خان شمس الامراء بہادر غفران مآب سرآمد امراء دولت آصفیہ کے عزاد بھائی تھے ان کا انتقال ۱۲۰۹ھ میں ۔۔۔ خان کے خطاب سے سرفراز تھے۔

سید عزیز اللہ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی سید لطف اللہ خان سید ہدایت علی خان اور لیا بیگم۔ یہ بیگم سید جعفر احمد پوری کی دختر نیک اختر کے بطن سے تھیں۔ ان کا عقد سید برکت اللہ بن سید کمال بن سید بہار بخاری کے ساتھ ہوا۔ سید ہدایت علی خان کی ماں خواتین حیدرآباد دکن سے تھیں۔ سرکار نظام کی جانب سے ان کو دلیر جنگ بہادر کا خطاب عطا ہوا تھا۔

سید لطف اللہ خان کا حال

یہ اپنے بھائی کے ساتھ حیدرآباد دکن ہی میں رہے اور وہیں مدفون ہوئے انکی اولاد میں صرف ایک بیٹا تھا اور ایک بیٹی سید اولاد علی خان۔ اور بشارت خاتون۔ یہ بیگم بیوی فرخ بنت سید بہادر علی بھوری کے بطن سے تھیں انکا نکاح سید شیر علی بن سید کرم علی بن سید علی اصغر کے ساتھ ہوا تھا۔

سید اولاد علی خان انور جنگ بہادر کا حال

یہ امیر کبیر نواب ابوالفتح خان شمس الامراء بہادر کی سرکار میں تھے۔ جنکو نواب

نظام علی خان بہادر کی خویشی کا شرف حاصل تھا بسبب قرابت کے اقتدار تام رکھتے تھے یہی نواب والاجاہ کے دادا ہیں۔

نواب شمس الامراء بہادر کا اصلی وطن شکوہ آباد تھا۔ یہ ابوالخیر خان تیغ جنگ کے بیٹے تھے۔ جب نواب شمس الامراء بہادر کا عقد نواب نظام علی خان کی خواہر کے ساتھ ہوا تو امجد الملک کی وساطت سے تنخواہ کے عوض میں باون لاکھ روپیہ کی جاگیر انکو عطا ہوئی۔ بھوجی صاحبہ جو نواب ممدوح کی پہلی بیگم تھیں اور انکے اقارب وطن میں سے تھیں سید اولاد علی خان انکے رشتہ دار تھے۔ ان کا عقد بھوجی صاحبہ کے خاندان میں ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت نظام الملک فرمانروائے حیدرآباد دکن نے بھوجی صاحبہ کی عزیزداری کی وجہ سے نواب شمس الامراء بہادر کی سفارش پر سید اولاد علی خان کو نواب انور جنگ بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا تھا۔ اور قلعداری گولکنڈہ کے اعلیٰ منصب سے انکو سرفرازی بخشی تھی۔ پانچ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کی جاگیر انکے خالصہ میں تھی۔ موضع سن بھیلی مشل کھیڑا اور قلعہ گھن پورہ وغیرہ مواضعات ان کی جاگیر میں شامل تھے ایکہزار سوار و پیادہ کی جمعیت انکے زیر نگین تھی۔

۱۶ رجب ۱۳۰۲ھ مطابق ۲ مئی ۱۸۸۵ء میں جبکہ نواب شمس الامراء خورشید جاہ بہادر امیر کبیر دکن اپنے دوران سیاحت ہندوستان میں ورود فرمائے ریاست بھوپال ہوئے

اس وقت ہر ہائینس عُلیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا

تختِ حکومت بھوپال پر جلوہ افروز تھین۔ اور نواب والاجاہ انکے ہمدم و ہمراز اور
مشیر خاص ہونیکی وجہ سے نظام حکومت کے جزو کل پر حاوی اور متصرف تھے۔ ان
ورود مسعود کی خبر سنتے ہی ہر ہائنس اور نواب والاجاہ نے فوجی تزک و احتشام
جاہ و جلال کے ساتھ انکا خیر مقدم کیا۔ جہانگیر آباد کی کوٹھی مین فروکش کیے گئے۔
دو روز انھون نے ریاست بھوپال مین قیام فرمایا۔ اس قلیل مدت مین ہر ہائنس
سے دوبار اور نواب والاجاہ سے چار بار انکو اتفاق ملاقات ہوا۔
اول مرتبہ نواب شمس الامرا بہادر کوٹھی جہانگیر آباد سے شوکت محل پر رونق افروز
ہوئے۔ ریاست کی جانب سے گارڈ آف آنر دورویہ صف بستہ سلامی کو موجود تھا جب نواب
ممدوح کی سواری کا جلوس نمودار ہوا۔ فوج نے بینڈ کے ساتھ باقاعدہ سلامی ادا کی جس وقت
نواب ممدوح کی سواری شوکت محل پر پہونچی اخوان ریاست نے زینہ تک اور نواب والاجاہ
نے دربار کے لب فرش تک اپنے محترم مہمان کا استقبال کیا اور ہر ہائنس نے اہلاً و سہلاً
یعنی خوش آمدید کہا۔ دونون جانب سے مراسم اتحاد و اخلاص عمل مین آئے کچھ دیر تک مجلس
گرم رہی بعدازان نواب ممدوح نے جہانگیر آباد کی کوٹھی کی طرف مراجعت فرمائی اور
دربار برخاست ہوا۔
دوسرے روز ہر ہائنس بیگم صاحبہ عالیہ ملاقات بازدید کی غرض سے جہانگیر آباد
کی کوٹھی پر رونق افروز ہوئین اور اپنے معزز و محترم مہمان سے ملکر شوکت محل پر واپس
تشریف لائین اسی شب کو نواب شمس الامرا بہادر کے اعزاز مین ہر ہائنس کی جانب سے

[ضیافت] شان و شوکت کے ساتھ تاج محل پر جو اس وقت نو تعمیر تھا ایک پرتکلف عالیشان ضیافت
[دی] گئی جسمین والاجاہ بہادر اور تمام معززا خوان و ارکان ریاست شریک تھے۔
بعدازان جب نواب ممدوح کی مراجعت حیدرآباد کا دن آیا۔ تو نواب والاجاہ بہادر
ہر ہائنس کے ہمرکاب اپنے محترم عزیز مہمان کے رخصت کرنے کو جہانگیر آباد کی کوٹھی پر تشریف
لے گئے۔ مین بھی ہمراہ تھا والاجاہ نے دلی تاسف کے ساتھ نواب ممدوح کو بغلگیر ہو کر
خدا حافظ کہا۔
نواب شمس الامرا بہادر نے اثناء سفر مین ہوشنگ آباد سے ایک پرائیوٹ محبت نامہ
مرقومہ ۱۵۔ مئی ۱۸۸۰ء مطابق ۲۰۔ رجب ۱۳۰۱ھ ہجری ادائے شکریۂ مہمان نوازی کے متعلق
نواب والاجاہ بہادر کو روانہ کیا۔ اُس مین خاص طور پر نواب والاجاہ کے ساتھ اپنی
قرابت قدیمہ کا تذکرہ تجدیداً دوہرایا اور جو مراسم عزیزداری بُعدِ مقام اور استداد زمانہ
کے سبب سے معرض التوا مین پڑ گئے تھے اُن کو ازسرِنو تازہ اور مستحکم کیا۔ اور اس تجدید تعلق
کو اپنے لیے نہایت مسرت کا باعث تصور کیا۔ مین اُس محبت نامہ کو بجنسہ انھین کے الفاظ
مین نقل کرتا ہون۔
"میرے مہربان نواب صاحب! دربارۂ مہمان نوازی اور عنایت جو میرے ساتھ
بھوپال مین ہوئی۔ مین بہت بہت شکر گذار ہون۔ راستہ بھوج پور وغیرہ کا بندوبست
نہایت عمدہ طور سے ہوا۔ ان تمام باتون کی بابت مین تہ دل سے آپکا شکریہ ادا کرتا ہون
مجکو ہمارا اور آپ کا حیدرآباد کا قدیم میل یاد آتا ہے۔ جس قابلیت و خوبی سے انتظام

ریاست برہنمائی آپ کے ہو رہا ہے اُسنے آپکے بزرگون کے نام کو جنکے معزز القاب شامل ہیں حیدر آباد مین سب سے زیادہ تر روشن کر دیا۔ اور مین اس بات سے بہت خوش ہوا۔

زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ منتظم اس ریاست کے وہ صاحب ہین جنکو حسب مرقومہ حیدر آباد سے نسبت ہے فقط"

نواب انور جنگ بہادر کا محل نواب شمس الامراء بہادر مرحوم کی محل سرا سے متصل اور مغل خان کوتوال کی مسجد سے ملحق تھا۔ انکی وفات کے بعد مدت تک وہ محل فیل خانہ رہا۔ بعد مین منہدم ہو کر باغ اور جلوخانۂ نواب رشید الدین خان مرحوم مین شامل ہوگیا۔

نواب انور جنگ بہادر کی وفات تقریباً نواب میر اکبر علی خان بہادر سکندر جاہ کے عہد مین سنہ ۱۲[illegible] ہجری مین ہوئی۔ حیدر آباد مین اُنھون نے لاولد انتقال کیا۔ اور دائرہ میر مومن اولیا مین مدفون ہوے البتہ اپنے اصلی وطن یعنی قنوج مین اُنھون نے اپنے عقب مین ایک پسر اور ایک دختر چھوڑی۔ مولانا اولاد حسن بخاری اور بیوی منون ان بیوی کا نکاح سید پناہ علی بن سید امام بخش بن سید ابو زید علی کے ساتھ ہوا اور انکے بطن سے دو لڑکیان اور ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام سید حسین علی تھا۔

یہ دونون لڑکیان سادات موہان اور علی پور چورہ کے ساتھ (جو شہر کالپی کے متصل ہے) بیاہی گئین۔

مولانا اولاد حسن بخاری کی نسبت سید پیر علی بن سید قطب الدین بخاری کی

صاحبزادی سے قرار پائی تھی مگر اُنھون نے بسبب تخالف مذہبی یعنی شیعی ہونے کے منظور نہین کی۔ ان دونون بھائی بہنون کی ماں کا نام بیوی وزیرن تھا۔ یہ سید الطاف علی عرف بیچے میان بھکری صفی پوری کی بیٹی تھین۔

بعد وفات نواب انور جنگ بہادر مرحوم حیدر آباد سے مولانا اولاد حسن کو اطلاع دی گئی اور بحیثیت وارث اصلی وہ طلب کیے گئے مگر تخالف مذہب اور غلبۂ زہد و اتقا کی وجہ سے اُنھون نے حیدر آباد جانا گوارا نہین کیا۔

اسکی وجہ بظاہر یہ تھی کہ چونکہ علامۂ ممدوح نے بچپن سے آزاد آب و ہوا مین پرورش و تعلیم پائی تھی۔ مشاہیر ہندوستان اور اکابر علماء سنت کے فیض صحبت سے اُن کو اپنے آبائی مذہب شیعہ امامیہ اور مذہب اہلسنت دونون کے اُصول و فروع پر کافی اطلاع ہو چکی تھی۔ اور دونون کا علمی تجربہ پہلے سے حاصل تھا۔ پس اُن کی فطرت سلیمہ اور طبیعت صافی نے کسی طرح آبائی مذہب کو گوارا نہین کیا۔ اور طریقۂ سلف صالحین کی اتباع کو ترجیح دی۔

اس کے علاوہ وہ سلطنت اسلامیۂ ہندوستان کے مختلف حالات کا (جو اس زمانہ مین گوناگون اور بوقلمون انقلابون کا مرکز بنی ہوئی تھی) بچشم عبرت ملاحظہ کر چکے تھے اور روز افزون شرک و بدعت و فسق و فجور نے جس طرح عام و خاص باشندگان ہندوستان کے معتقدات و خیالات کو مجمع اوہام و اباطیل بنا رکھا تھا وہ اسکا بخوبی مطالعہ کر چکے تھے۔ ان واقعات نامرضیہ نے انکی طبیعت مین ایثار نفس حفظ حرمت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے ذوق ناپیدا کنار کا ایک ایسا جذبۂ روحانی پیدا کر دیا تھا جس نے ذاتی ترفع اکتساب مال و دولت۔ اور

حصول منصب و عزت کے تمام تخیلات اُن کے صفحۂ خاطر سے یک قلم محو کردیے تھے۔ اِسی لیے اُنھون نے ترکۂ پدری سے دست بردار ہو کر مسند امامت پر بوریا نشینی اور خاک نشینی کو ترجیح دی ؎

مرا بر مسند جم می نشانند ۔۔۔ اگی بر سر آن کو نشینم

چنانچہ میر عظیم الدین حیدر آبادی اپنے خط مورخہ ۱۴۔ محرم ۱۳۰۱ھ مین (جو اُنھون نے میر اسد علی صاحب معتمد نواب خورشید جاہ بہادر کے استفسار کے جواب مین لکھا تھا اور میر اسد علی صاحب نے وہ خط والا جاہ مرحوم کے پاس بھیجدیا تھا) ایک موقع پر تحریر کرتے ہین۔

"از انتقال نواب صاحب موصوف در عہد سکندر جاہ شدہ بندہ دران وقت نوجوان بود ہفتدہ و ہیجدہ سال عمر داشت با والد بندہ و قبلہ گاہ آن جناب کہ ہمہ نکوکار یک رنگ و دوستدار بودند۔ بعد انتقال نواب انور جنگ بہادر خانہ و جملہ سامان شان ضبط شد و درین جا لا والد مردند مگر در وطن اصلی خود کہ شہر قنوج است از برادر بے خود اہل و عیال داشتند لیکن کسے از آن جا درین جا نیامد و مکان نواب انور جنگ بہادر بایک مدت فیل خانہ ماند سپس منہدم گردیدہ در باغ و جلوخانہ رشید الدین خان مغفور شامل گشت دریافت حال مواضع جاگیر انور جنگ بہادر از دفتر کہنہ امیر کبیر ممکن است این دفتر در علاقہ نواب بشیر الدولہ بہادر ہست از آن جا این حال بالتفصیل دریافت باید فرمود"

مولانا اولاد حسن

مرحوم کا حال

سید علامہ کی ولادت با سعادت ۱۲۰۰ھ مین قنوج مین ہوئی۔ فیاض ازل نے جسطرح انکو حسن و جمال صوری اور شمائل زیبا سے متحلی کیا تھا اُسی طرح متانت عقل و رزانت رائے فصاحت بیان و جسارت قلب و دماغ سے بھی مزین کیا تھا۔

باوجود اس کے کہ اُن کو بچپن سے باپ کے سایۂ عاطفت مین رہنا نصیب نہین ہوا اور سن تمیز تک بیگانہ وار زندگی بسر کرنا پڑی۔ خاندان مین کوئی ایسا بزرگ بھی موجود نہ تھا جو انکی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کا فرض ادا کرتا با اینہمہ چونکہ قدرت نے انکو ایک خاص ملکہ اصلاحیت و استعداد ودیعت کیا تھا اس لیے خود بخود محض اپنے ذوق طبعی اور شوق فطری سے دانشمندان کی رہنمائی مین اکتساب علم کی طرف اُن کی عنان توجہ معطوف ہوئی۔

اولاً اُنھون لغت فارسیہ کی تحصیل اپنے وطن اور نواح وطن کے اساتذہ سے کی اُس وقت تک تمام دفترون اور عدالتون مین بالعموم فارسی زبان رائج تھی اور ملکی و شاہی زبان ہونے کا تاج اُس کے سر پہ تھا۔ کسی قدر اس مین قدرت کلام حاصل ہوگئی تو بقیۃ السلف خیر الخلف شیخ عبد الباسط قنوجی قدس سرہ کے حلقۂ درس مین داخل ہو کر (جو بلدۂ مذکور کے نامور فضلا اور مشائخ مین شمار کیے جاتے تھے) اوائل کتب شرعیہ کو پڑھا

لسعدی درمتن قال ؎

ہر کہ خود تربیت خود نکند حیوان است | آدم آن است کہ او را پدر و مادر نیست

مولوی نعیم الدین صاحب مرحوم اور مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم پھوری انکے ہمدرس تھے
جب علامہ مغفور سن رشد کو پہونچے اور انھون نے آنکھ کھول کر اس خاکدان ہستی پر
نظر ڈالی تو ان کو دنیا کا رنگ بدلا ہوا نظر آیا۔ ضعف اسلام و زوال سلطنت اسلامیہ کی
ہر طرف نوحہ خوانی ہو رہی تھی آفتاب اقبال افق عروج سے ڈھل کر لب بام آ پہونچا تھا۔
اور اسکا رنگ زرد پڑ گیا تھا غسق لیل کے آثار بشدت نمایان ہو رہے تھے۔ وہ زبردست
اور طاقتور دست و بازو جو حرمت ملت بیضا کی حفاظت کے ضامن تھے اور ان کی آن مین
بڑے بڑے جبال شامخۂ طغیان و ضلالت کے پرخچے اڑا دیا کرتے تھے خستہ اور شل ہو چکے تھے
جذبات روحانی اوامر و نواہی کتاب سنت اور شعائر اسلامی کے زر و جواہر کی آب و تاب مین
فرق آ چلا تھا۔ زخارف دنیا کی جنس ناروا اور شہوات و امیال نفسانی کی نقد ناسرہ کی
ہر طرف مانگ ہو رہی تھی۔ یہ بھی پولیٹیکل اکانمی کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ جس شئے کی ڈمانڈ ہوتی
ہے اسی کی سپلائی کی جاتی ہے۔ مساجد مسلمانون کے دلون کی طرح تذکیر و یاد الٰہی اور نمازیون
کے ہجوم سے خالی ہوتی جاتی تھین بجائے انکے خرابات اور میکدون کی چہل پہل و آبادی مین
اضافہ ہو رہا تھا اور پیہم یہ صدائے مستانہ چلی آتی تھی ؎

از قفس رنگ آمدہ در شہر فراوان شدہ ہست | بادہ را دین عوض آید کہ ارزان شدہ ہست

ان حالات نے انکی فطرت سلیمہ پر تیر و نشتر اور تیغ و خنجر کا کام دیا اور انکے نقش دل کر دیا

کہ بغیر ایثار و قربانی اور احیاء کتاب و سنت اور اماتت فسوق و بدعات مسلمانون کی بقا اور اصلاح
دشوار اور سخت دشوار ہے ؎

قدر وسعت مشرب ہر کس جرعہ دادند | تو در پیمانہ میداری و من خون در جگر دارم

ان خیالات کا دل مین گزرنا تھا کہ انھون نے مصمم قصد کر لیا کہ مین اپنی ذات کو
نشر علوم شرعیہ اور احیاء ملت کیلئے وقف کر دون۔
اس غرض کی تکمیل اور علوم شرعیہ کی تحصیل کے لیے وہ بعض مشرقی ممالک کی طرف
عازم سفر ہوئے ؎

سرمہ از فیض سفر مایۂ بینش گردد | صیقل تیرگی بخت جلائے وطن است

قنوج سے روانہ ہو کر لکھنؤ پہونچے اور جناب مولوی محمد نور صاحب مرحوم اور
جناب مرزا حسن علی صاحب محدثؒ کے حلقۂ درس مین داخل ہوئے جو طبقۂ اہل علم و فضل
مین اس وقت سرآمد روزگار تھے۔ کچھ زمانہ تک ان سے اکتساب علم کرتے رہے۔ اسی اثنا مین
علوم کتاب و سنت کا ذوق طبعی غالب آیا اور ۱۲۳۳ھ ہجری مین لکھنؤ سے روانہ ہو کر دار الخلافت
دہلی مین پہونچے مولانا شاہ رفیع الدین صاحب بن مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدثؒ
دہلوی سے کتب حدیث و فقہ و تفسیر کو ترتیب متداولہ کے ساتھ پڑھا اور مولانا شاہ عبدالعزیز
صاحبؒ سے تبرکاً بعض کتب حدیث و رسائل و ادعیۂ ماثورہ کی سند لی اور مولانا شاہ عبدالقادر
صاحبؒ مؤلف موضح القرآن سے بارہا انکو اتفاق صحبت ہوا یہی فیض صحبت و تعلیم
علامۂ مغفور کے لئے مذہب شیعۂ امامیہ کے ترک کرنے کا باعث اور مذہب اہلسنت کے

اختیار کرنے کا سبب ہوا۔ باوجود عنفوان شباب جس وقت اُن کو مذہب اہل سُنّت کے اعتدال وصداقت اور مذہب تشیع کے غلو اور شناعت پر کافی اطلاع ہوئی تو اُنھون نے بلا لحاظ اعزہ واقارب اور بغیر کسی پس وپیش کے مذہب اہل سنت اختیار کر لیا اور تمام اہل خاندان سے جو ارباب تشیع مین سے تھے اپنے تعلقات منقطع کر لیے اور رسم شادی وغمی کو یک قلم اُٹھا دیا۔ انکا عمل اس آیت پر تھا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ ترجمہ اے محمد جو لوگ اللہ اور روز آخرت کو یقین رکھتے ہیں
الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ان کو تم نہ دیکھو گے کہ خدا اور اس کے رسول کے مخالفون
وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ کے ساتھ دوستی پیدا کرین گو وہ اُن کے باپ یا انکے
اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ بھائی یا انکے کنبے ہی کے کیون نہ ہون

اس وقت سے آخر زندگی تک فراغ خاطر کے ساتھ وہ نشر علوم اور خدمت قوم وملت مین لگے رہے۔ اُنھون نے طالب علمی کے زمانہ مین اساتذہ کی مؤلفات کثیرہ کو اپنے قلم سے نقل کیا۔ سُرعت تحریر وکتابت مین اُن کو ایک خاص سلیقہ تھا بہت سی کتابین اور ضخیم مجلدات انکے قلم خاص کی لکھی ہوئی اب بھی موجود ہین جو اُن کی باقیات صالحات مین معدود اور اُنکی صدق نیت اور خلوص وللہیت کی شاہد مشہود ہین خط اُن کا اگرچہ باریک تھا مگر اسقدر صاف اور واضح ہوتا تھا کہ ایک ضعیف البصر آدمی بھی اُن کے خط دقیق کو خط جلی سے بھی زیادہ سہولت کے ساتھ پڑھ سکتا تھا۔ اُن کے قلم کے لکھے ہوے ایک جزو کو دوسرے لوگ تین جزو مین مشکل لکھ سکتے تھے۔ یہ صفت آجتک کم وبیش اس خاندان مین موجود ہے۔

بعد فراغت تحصیل علم سید علامہ کو جب حضرت مجدد مائۃ الف ثالث مولانا سید احمد صاحب بریلوی کے حالات پر کافی عبور ہوا تو بیتابانہ اُنکی خدمت اقدس مین حاضر ہو کر ہر طرح کے ایثار وقربانی اور خدمت قوم وملت کے لیے اپنے کو پیش کیا اور اُنکے دست شریف طریقت پناہ پر سُنّت سنیہ مصطفویہ کے مطابق بیعت کی۔ اور جس وقت جناب مولانا موصوف کو سکھون کی تنبیہ کے لئے بطور غزا صوبہ سرحدی وشمالی کی جانب سفر پیش آیا تو سید علامہ انکے ہمرکاب سعادت انتساب رہے اور مجاہدہ فی سبیل اللہ کو غایت اقصیٰ تک پہونچا کر بعد خلعت اجازت وسند خلافت اُنھون نے اپنے وطن مالوفہ کی طرف مراجعت کی۔

پھر اُس وقت سے کامل بیس برس تک یعنی اپنی آخر حیات تک مسند رشد وہدایت پر متمکن رہکر وہ تبلیغ اسلام اور قوم کی اصلاح حال ومآل مین سرگرم اور ثابت قدم رہے مولوی اسمعیل صاحب شہید دہلوی مولوی عبد الحی صاحب مرحوم اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم مقیم ٹونک انکے زمرۂ احباب خاص مین سے تھے۔

حضرت مولانائے ممدوح براہ محبت وشفقت سید علامہ کو سید برادر کے لفظ سے ہمیشہ مخاطب کیا کرتے تھے۔ مین اس مقام پر حضرت مولانائے ممدوح کے خط مورخہ پندرہ ماہ ذالحجہ ۱۲۴۲ھ ہجری کا اقتباس جو سید علامہ کے خط کے جواب مین مقام پنجتار یوسف زئی سے روانہ کیا تھا نقل کرتا ہون۔ اس خط سے اِن دونون بزرگون کے محاسن ذاتی وصفاتی اور باہمی اختصاص پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مولانائے ممدوح تحریر فرماتے ہین:-

"از امیر المومنین سید احمد بمطالعۂ سیادت مآب نقابت انتساب سید اولاد حسن صاحب

سلمہ اللہ تعالےٰ! بعد از سلام مسنون اجابت مقرون واضح آنکہ رقیمۂ محبت ضمیرہ رسید کاشف حالات مندرجہ اش گردید ابخہ از مصروفیت خود در تبلیغ احکام رب العالمین تحریر فرموده اخلاص زنم نموده بودند ازین جہت فرحت بسیار گردید جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ بر یکے از مومنین مخاصین خصوصاً علماء اعلام و مشائخ ذوالاحترام لازم است کہ احکام حضرت جواد در بندگان وے شائع و ذائع گردانند و براہ مستقیم و موجب حصول رضامندی رب کریم مستعد و مضبوط گردانند وا ینجانب از دعوت اہل سوات و نیر وغیرہ اضلاع این طرف فارغ شدہ برائے پیش نمودن مقدمہ ازالۂ کفر و فساد کوچ نمودہ تا بہ پنجتار رسیدہ است انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ابواب نصرت فتح مفتوح خواہد شد خاطر جمع فرمایند والسلام۔"

چونکہ سید علامہ ہمیشہ جہال متبدین فقہائے متقشفین محدثین ظاہریہ غلاۃ ارباب عقول سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور سلف صالحین کی اقتدا اور اتباع مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا اسی لیئے جیسا کہ مولانائے ممدوح کے خط کے مضمون سے بھی ظاہر ہے خدائے عزوجل نے سید علامہ کی ہدایت و ارشاد مین ایسی نمایان و دلکش تاثیر عطا فرمائی تھی کہ دس ہزار آدمیون سے زیادہ قنوج اور اطراف قنوج کے لوگ اُنکے مرید ہو کر جادۂ مستقیم اسلام پر قائم ہوئے اُنہین اہل حرفہ بہت تھے! اتی سید مغل پٹھان تھے اور اسی طرح کئی ہزار ہنود اُنکے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ محض اُنکی حمیت اسلامی اور دینی جد وجہد کی وجہ سے مختلف مقامات مین بہت سے مساجد و مدارس کی بنیاد پڑی کلکتہ سے لاہور تک اور شمال سے دکن تک اکثر علماء امراء مین

خاص عظمت و تقدس کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس طرح اس خاندان کے آبا اور اجداد شجرۂ نسب کے اعتبار سے جلال الدین بخاری رحمہ اللہ سے منسوب ہین اسی طرح علم ظاہری کے اعتبار سے بھی انکا سلسلۂ علمی امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ تک منتہی ہوتا ہے اور طریقۂ باطنی کے لحاظ سے سلسلۂ طریقت بھی خواجہ بہاء الدین نقشبندی بخاری پر ختم ہوا ہے۔ سید علامہ سلوک طریقت مین طریقۂ نقشبندیہ رکھتے تھے اگرچہ اور طریقون کی بھی اُن کو اجازت تھی مگر اُن کے مزاج پر تشرع اور اتباع سنت سنیہ مصطفوی کا ذوق اس قدر حاوی و غالب تھا کہ وہ سر مو صراط مستقیم شریعت سے تجاوز کرنا روا نہین رکھتے تھے عادات و رسوم اہل عجم اور اقسام شرک و بدعات و محدثات دین سے سخت متنفر تھے۔

اکثر اوقات حالت وجد و رقت انپر طاری رہا کرتی تھی اسی قسم کے ایک خاص موقع پر وہ لکھتے ہین "در آب دنیا بر دو قسم است یکے از چشمہ ہا و دیگر از چشمہا آب چشمہ ہا از برائے شستن جامہا است و آب چشمہا از برائے شستن نامہا۔ از چشمہ ہا برائے جامہا شکی باید و از چشمہا برائے نامہا اشکی"

سید علامہ نے ہمیشہ اپنی زندگی نہایت آزادانہ طریق پر بسر کی اور کبھی جستجوئے معاش مین اہل دنیا اور امراء اور حکام کی آستانہ بوسی نہین کی نواب انور جنگ بہادر مرحوم کے انتقال کے بعد گورنمنٹ نظام نے باضابطہ طلبی کا فرمان سید علامہ کے نام صادر کیا اور انکے احباب خاص نے بھی بہت کچھ اصرار کیا کہ اعلیحضرت نظام فرمانروائے حیدر آباد دکن اس خاندان کے ولی نعمت قدیم ہین اور سُنّی المذہب ہین فی الحال وہ بطور خود طلب فرماتے ہیں

ہین اس لیے حیدرآباد دکن جانا اور ترکۂ آبائی کا حاصل کرنا اس نظر سے بھی ضروری ہے
کہ خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ ۔ یہ سن کر احباب کی نمایش و اصرار پر روانگی
حیدرآباد کے لیے تیار ہوئے ساز و سامان سفر درست کیا گیا۔ قنوج سے روانہ ہوکر کالپی
پہونچے یہان آکر دفعتًا یہ خبر مسموع ہوئی کہ بندیلکھنڈ اور مالوہ مین قحط عظیم پڑا ہوا ہے اور
باشندگان ملک مصائب و مہالک کے شکار ہو رہے ہین اس موقع نے اُنکے دل پر برق خاطف
کا کام کیا اور اُنکی نگاہ کے سامنے ایک عبرتناک منظر پیش کر دیا وہ پہلے سے بھی اپنے والد کی
شیعیت کی وجہ سے ترکۂ پدری سے برداشتہ خاطر ہو رہے تھے یہ خبر فسخ عزیمت کے لیے ایک حیلہ
ہوگئی اور وہ قنوج واپس چلے آئے اور فرمایا ؎

دران دیار کہ شاہی بہر گدا بخشند ۔ غنیمت است کہ ما را ہمین بما بخشند

ایک مرتبہ اُنکے مرشد ہادی مولانا سید احمد بریلوی رح نے اُنسے پوچھا "کہ سید برادر شما
اموال کثیر والدِ خود کہ حسابش بہ لکوک میرسد چرا گذاشتید امروز آن زر بسیار
اگر بدست شما می بود بکار مسلمانان می آمد" یعنی اے سید برادر تمنے اپنے والد کی دولت
جسکا شمار لاکھون تک پہونچتا ہے کیون چھوڑ دی اگر آج وہ تمھارے قبضہ و تصرف مین ہوتی
تو مسلمانون کو تبلیغ اسلام اور جہاد مین اُس سے مدد ملتی"

علامۂ ممدوح نے جواب دیا "کہ مخدوم گذاشتم پدر من شیعی بود و مال بسیار فراہم آوردہ
و عمارات بسیار برای نام آوری بنیاد نہادہ ندانم کہ از وجہ حلال است یا حرام
اگر حرام است خود گرفتنی نیست و اگر حلال است حق تعالی مرا عوض آن دولت علم

بخشیدہ از ان مستغنی فرمودہ است۔

وَاِنَّ الْمَالَ یَفْنیٰ عَنْ قَرِیْبٍ ۔ وَاِنَّ الْعِلْمَ یَبْقیٰ لَا یَزَالُ

بلکہ گمان کراہت و حرمت قوی است زیرا کہ ہر کہ در دین خود امین و ناقد
باشد در امر دنیا از وجہ امانت خیزد" یعنی ان مخدوم مین نے سب چھوڑ دیا ہے باپ
شیعہ مذہب تھے اُنھون نے مال وافر جمع کیا تھا اور نام آوری کے لیے بہت سی عمارتین
بنوائی تھین مجکو علم نہین ہے کہ وہ مال وجہ حلال سے حاصل ہوا تھا یا وجہ حرام سے۔ اگر
وجہ حرام سے تھا تو وہ خود لینے کے قابل نہین ہے اور اگر حلال سے تھا تو اللہ تعالے نے
مجکو اُس کے معاوضہ مین علم کی دولت عطا فرمائی ہے اور مجکو متاع دنیا سے مستغنی فرما دیا ہے
مال ایک سریع الزوال چیز ہے اور دولتِ علم پائدار اور لازوال ہے" بلکہ اُس مال مین
گمان کراہت و حرمت کا کسی قدر قوی ہے اسلیے کہ جو شخص اپنے دین کا امانتدار اور
حقیقت شناس ہو اُس سے دُنیاوی کاروبار مین حق امانت کیا ادا ہو سکتا ہے۔ ؎

بے نیازی ہمتے دارد کہ شاہان تحفہ اند ۔ ما ہم از دست زر خود چیز بخشیدہ ایم

اس واقعہ سے بھی بڑھکر یہ قصہ ہے کہ "ایک روز تمام اسناد و مسکات اور کاغذات جائداد کے جو شہر قنوج
مین واقع تھی آگ مین جلا دئے ہر چند احباب نے روکا اور کہا کہ آخر اِس مین کونسی قباحت ہے مگر آپنے ایک کی
بات نہ سُنی اور فرمایا "محتاج چند قطعات زمین و چند باغ برای معاش نیستم وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ" ؎

شاہ ما را دہ دہ و منت نہد ۔ رازق ما رزق بے منت دہد

یعنی مین اپنی معاش مین زمین کے چند قطعات و باغات کا محتاج نہین ہون خدا نے

رزق آسمانی کا وعدہ فرمایا ہے۔ پادشاہ تو کاؤن دیکر احسان رکھتا ہے۔ مگر میرا پروردگار بلا احسان کے مجکو روزی دیتا ہے۔"

اسی طرح ایک مرتبہ ضلع فرخ آباد کے صاحب کلکٹر نے سید علامہ کے بعض یاران با اختصاص کے ذریعہ سے عہدۂ صدر الصدوری اور عہدۂ افتا و قضا کے قبول کرنے کا پیغام کہلا بھیجا آپ سُن کر بہت برافروختہ ہوئے اور جو لوگ اس امر کے محرک ہوئے تھے اُن سے رنجیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ "ما ایشان را بآخرت میخوانیم و ایشان ما را بدام طمع دُنیا می کشند نعوذ باللہ منہ" ؎

کرا دماغ کہ از کوئے یار برخیزد
نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد

آخر کار عہدۂ صدر الصدوری پر کوئی دوسرا شخص مقرر ہو گیا اور ضلع کے عہدۂ افتا پر مولوی ولی اللہ صاحب فرخ آبادی کا تقرر ہوا مولوی صاحب نے اپنے عہدۂ افتا کے زمانہ مین ایک مدرسہ قائم کیا تھا اُس مدرسہ پر اپنے پاس سے بہت کچھ زر خطیر ماہوار صرف کیا کرتے تھے۔

مدرسہ قائم ہونے کے بعد جب کبھی سید علامہ کو فرخ آباد جانے کا اتفاق ہوتا تھا تو اُس مدرسہ مین نہین جاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "مال مشتبہ پر اسکی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس پر رشوت و معاوضۂ خدمت نصاریٰ کا روپیہ صرف ہوا ہے۔ مسلمانون کو زیبا نہین ہے کہ اس قسم کے مدارس مین داخل ہون اور دین مین مداہنت اختیار کرین"

اُنکے اس فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ مولوی صاحب موصوف رشوت ستانی اور حکام پرستی

کے الزام سے متہم اور مشہور تھے۔ علاوہ اس کے اُنھون نے اپنی تفسیر مین بعض آیات قرآنی کی توضیح مین حکایات ہزل و فحش نقل کی تھین جنکی بنا پر مولوی اوحد الدین احمد بلگرامی اور مرزا حسن علی محدث وغیرہ نے کفر کا فتوے صادر کیا تھا۔

الغرض سید علامہ نہایت استغنا اور قناعت کے ساتھ آزادانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے اور انکے اوقات عزیز کا بیشتر حصہ خدمت اسلام و مسلمین و عبادات و مجاہدات و تالیفات اور اساتذۂ دین کی نقل کتب مین بسر ہوتا تھا۔ باانیہمہ یہ بات اُنکے خصوصیات مین سے تھی کہ کبھی اُنھون نے عامۂ مشائخ و فقرا کی طرح نہ کسی خانقاہ کی بنیاد ڈالی نہ کوئی اپنا حلقہ و دائرہ بنایا نہ کسی مسجد کو عام مُلاؤن کی طرح اپنے بود و باش کی جگہ قرار دی نہ کبھی نذر و نیاز کے نام سے ایک پیسہ لینا جائز رکھا۔ بلکہ اس قسم کی بدعات و منکرات اور مراسم قبیحہ کو اپنے گھرانے اور اپنے معتقدین و متبعین کے گھرانون سے یک قلم نیست و نابود کر دیا۔ یہ اثر و برکت کسی قدر اسوقت تک اکثر باشندگان قنوج کے گھرون پر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔

علاوہ ان خصائل و مکارم کے جنکی ایک قسط عظیم اُن کو قدرت سے عطا ہوئی تھی نازکی مزاج نفاست طبع بھی اُنکی طینت کی مایۂ خمیر تھی ؎

جوہر جام جم از طینت کان دگر است
تو توقع ز گل کوزہ گران می داری

خوش خوراکی اور خوش پوشاکی مین وہ اپنے علماء عصر مین ممتاز تھے اکثر اُنکا لباس ایسے عمدہ بیش بہا کپڑے کا ہوتا تھا جسکو امرا بھی کمتر استعمال کرتے ہین عطریات سے اُنکو خاص مذاق تھا۔

اِس معاملہ مین وہ حضرت امام مالک بن انسؒ کے ہم خیال اور ہم مشرب تھے امام صاحب نہایت بیش قیمت لباس فاخرہ پہنا کرتے تھے جو عدن سے طیار ہو کر آتا تھا اور مصر و خراسان کے بُنے ہوئے اعلیٰ درجہ کے کپڑے زیب تن کیا کرتے تھے امام صاحب کا قول ہے کہ مین اُس شخص کو دوست نہین رکھتا جس کو خدا کوئی نعمت دے مگر اُس نعمت کا کوئی اثر اُسپر ظاہر نہو کتمان نعمت بھی ایک قسم کا کفران نعمت ہے۔

صبح و شام ورزش کرنا اُنکا معمول تھا سُنت مرتضوی کے مطابق حلق رہی کرتے تھے اور سپاہیانہ وضع مین ہمیشہ رہا کرتے تھے شمشیر و عصا و کمان و تفنگ سے مسلح رہتے تھے۔ بعد ورزش تلاوت قرآن مجید اور اوراد ماثورہ کے پابند تھے ہر جمعہ کو وعظ کہا کرتے تھے کتاب دلائل الخیرات اُن کے قلم کی لکھی ہوئی اور تصحیح کی ہوئی کتب خانہ والاجاہی مین موجود ہے اُسپر اُنکے حواشی ہین۔

ماہ رمضان شریف مین نماز تراویح اور سماعت فرقان حمید کیلئے فرخ آباد و کانپور چلے جاتے تھے اسلیے کہ قنوج مین اُس وقت حافظ نہ تھے ہان اگر اتفاق سے کوئی حافظ وہان پہونچ جاتا تو پھر باہر جانیکی ضرورت اُنکو نہین پڑتی تھی تھوڑی مُدت کے بعد اُنکے انفاس متبرکہ کی وجہ سے بہت سے اطفال شہر مین حافظ قرآن ہو گئے۔

قلیان کشی سے اُنکو بالطبع نفرت تھی اور وہ صاحب مجالس الابرار اور علماء بخارا کے ہم صفیر تھے ایک مرتبہ کسی نے اُنسے قلیان کشی کے بارہ مین سوال کیا اُنھون نے کہا کہ "نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ" اُن کی مجلس مین کسی کو

جراءت نہ ہوتی تھی کہ وہ حقہ پئیے اور جب وہ کسی مجلس دعوت ولیمہ یا عقیقہ وغیرہ مین جاتے تو اُن کے سامنے حقہ نہین لایا جاتا تھا۔

والاجاہ مرحوم کی رائے اِس مسئلہ مین اُن سے مختلف ہے وہ لکھتے ہین کہ "درین باب نزد بندہ بقاعدۂ اصول فقہ عدم حُرمت اوست"

ایک بار کسی نے سید علامہ سے دریافت کیا کہ "نماز قبول ہونیکی کوئی خاص علامت بھی ہے؟" اُنھون نے جواب دیا کہ "ہان اور یہ آیت پڑھی اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" پس جس کی نماز اُس کو فحش اور منکر سے باز نہ رکھے وہ ہرگز قبول نہین ہوتی"

تقوے و طہارت کا خیال بدرجۂ غایت تھا۔ تمام عمر اُنھون نے بازار کی مذبوح بکری کا گوشت نہین کھایا۔ اپنے خاص خادم کو جو پابند صوم و صلوٰۃ ہوتا تھا اُس کے ہاتھ سے بکری ذبح کراتے تھے اور جس قدر گوشت کی ضرورت ہوتی اُسمین سے لے لیتے تھے یہ خدمت زیادہ تر حسینی خادم کے سپرد تھی جو اُن کا مرید بھی تھا اور خود اُنھون نے اُس کو دینیات کے ابتدائی رسائل پڑھائے تھے۔ اخیر عمر مین خدا نے اُس کو علوم دین پر فائز کر دیا۔ یہ شخص عابد زاہد خدا ترس اور متبع سُنت تھا اُس نے محض دینی حمیت کی وجہ سے تمام یگانہ و آشنا اور وطن و خانمان پر سید علامہ کے آستانہ کے اعتکاف کو ترجیح دی اور عمر بھر وہین رہا۔ مین نے اُس کو زمانہ صغر سنی مین دیکھا تھا۔ اُس نے مجھکو اپنی گود مین کھلایا اور پرورش کیا غفر اللہ لہ

لطیفہ۔ علامہ منغور باوجود جلالت علم و فضل ظریف بھی بہت تھے اور کسی قدر تنگ مزاج بھی واقع ہوئے تھے ایک بار ایک امیر کبیر اور رئیس اعظم کی سواری اُن کے مکان کے سامنے سے گذری

اتفاقاً وہ اُس وقت اپنے مکان کے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہوئے تھے جب رئیس کا ہا
انکے قریب پہونچا تو اُس نے بقاعدہ اہل ہند ہاتھ اُٹھاکر اور پیشانی پر رکھ کر حسب معمول
سلام کیا۔ چونکہ یہ ادا خلاف طریقہ سنت تھی۔ علامۂ مغفور کے دل پر بہت گران گذری آ
اُس کے جواب مین انگوٹھا دکھا دیا حاضرین مین سے ایک شخص نے متعجب ہو کر پوچھا ک
حضرت یہ کیا؟ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ ”وہ بتاتا ہے کہ میری قسمت پھوٹ گئی اس پر
مین نے اُس کو انگوٹھا دکھا دیا یعنی میرے ٹھینگے سے“ یہ برجستہ فقرہ سُن کر سب لوگ بے اختیا
ہنس پڑے۔

جس زمانہ مین کہ سید علامہ لکھنؤ مین مشغول تعلیم تھے نواب معتمد الدولہ آغا میر وزیر
شاہ اودھ اور حکیم واجد علی خان مو ہانی نے جو آغا میر کے مصاحب خاص اور امرا عظیم
لکھنؤ مین سے تھے چاہا کہ وہ اُن کی صاحبزادی سے اپنا عقد نکاح منظور کر لین چونکہ یہ لوگ
شیعی مذہب تھے اس سبب اُنھون نے منظور نہین کیا۔ حکیم واجد علی خان نے یہ بھی کہا ک
بعد نکاح اگر لڑکی مذہب اہلسنت قبول کرلے تو ہمکو کوئی عذر نہ ہوگا۔ مگر وہ راضی نہین ہوئے
اور اُنھون نے اپنا عقد شرعی کفو مفتی محمد عوض صاحب ساکن بانس بریلی کی صاحبزادی
نجب النسا بیگم کے ساتھ پسند کیا۔
مفتی صاحب نسباً قریشی حضرت عثمان خلیفہ سوم کی اولاد سے تھے اُن کا شجرۂ نسب
جداگانہ محفوظ ہے۔

اس خاندان مین کبھی کوئی بیوی غیر کفو کی حضرت مخدوم کے زمانہ سے نہین آئی مگر

…لدین بیویان اول یہی نجب النسا بیگم والدۂ والاجاہ مرحوم جو اولاد حضرت
…اللہ سے تھین دوسری زوجہ اولی والاجاہ مرحوم ذکیہ بیگم صاحبہ مرحومہ دختر قریشی
…ال الدین خان مدار المہام جو صدیقی النسب تھین تیسری زوجہ ثانی رئیسۂ عالیہ نواب
…جہان بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا یہ قوم افاغنہ مین سے تھین۔ باقی جملہ ازواج بنی ظلم
…ری مین۔ یہ نکاح بعد وفات مفتی صاحب مرحوم عمل مین آیا تھا۔

حالات مفتی محمد عوض صاحب مرحوم

مفتی صاحب اپنے زمانہ مین علم و فضل و زہد و توکل مین بلند درجہ رکھتے تھے اُن کو
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین بڑا انہماک رہا کرتا تھا۔
وہ در اصل رہنے والے بدایون کے تھے مگر بانس بریلی مین وطن اختیار کرلیا تھا اور
وہ بریلی کے مفتی اسلام مشہور تھے۔
حدیث و فقہ خصوصاً علم قرآن مجید اور ضبط قرات سبعہ کے ماہر کامل تھے۔
چند رسائل قرات وغیرہ جنکو اُنھون نے ۱۱۸۸ھ مین اپنے قلم خاص سے لکھا تھا۔
وہ سید علامہ مغفور کے کتب خانہ مین موجود تھے۔
باعتبار حسن و جمال ظاہری کے لوگ اُنکو یوسف ثانی کہا کرتے تھے۔
ایک بار نواب آصف الدولہ بہادر والی ملک اودھ بریلی وارد فرما ہوئے اور آپ
کی زیارت کے لیئے تشریف لائے اور زر نقد و جواہر گرانبہا مع سند دستِ جاگیر نذر گزرانی

مگر مفتی صاحب نے معذرت کی اور قبول نہیں کیا۔

اُن کے وقت میں انگریزی عملداری کا ابتدائی زمانہ تھا اور انگریزی حکومت کے اصول و قوانین سے بہت کم آدمی واقف تھے۔ اُس زمانہ میں حکام بریلی نے شہر کے تمام مکانوں پر چوکیداری کا حق عائد کرکے باشندگان شہر پر ٹیکس جاری کیا تھا جو ہر مہینہ وصول کیا جاتا تھا۔ مفتی صاحب اور انکے ساتھ عام رعایا نے جنمیں زیادہ تر افغانان بریلی تھے اُس ٹیکس کو جزیہ کے مرادف سمجھکر اور ہتک حرمت اسلام جانکر اُسکے ادا کرنے سے انکار کیا۔ حکام کو یہ حرکت سخت ناگوار گزری اور اُنھوں نے تشدد کرنا شروع کیا۔ یہ دیکھکر تمام مسلمانان بریلی برہم ہوکر آمادۂ فساد ہو گئے۔

حکام نے بلوہ کے خوف سے چاہا کہ مصالحانہ طریقے سے فیصلہ ہو جاوے اور مفتی صاحب سے گفتگو کی۔ مفتی صاحب نے بھی ٹیکس کی حقیقت سے واقف ہوکر اور الصلح خیر کہکر حکام کی رائے سے اتفاق کیا اور رفع فتنہ میں پوری کوشش کی۔ مگر افسوس ہے کہ افغانان رامپور و بریلی نے جو مجسم تودۂ جہالت تھے ایک نہ سُنی اور آمادۂ بغاوت ہوکر جنگ شروع کردی مفتی صاحب نے اس طوفان بے تمیزی کو دیکھکر اہل بریلی کو سخت ملامت کی اور سمجھایا کہ "شما بادے محاربہ شوید و ظالم نہ میرید و مظلوم میرید" مگر ایک بات بھی پیش نہیں گئی بلکہ برخلاف اس کے تمام رعایا شہر نے مجبور کرکے مفتی صاحب کو اپنے حلقۂ جماعت میں لے لیا اور ہر طرف ایک عظیم جنگ برپا ہوگئی جسمیں دونوں طرف کے بہت سے آدمی کام آئے آخرکار کچھ دنوں کے بعد اُنکی ہمتوں میں ضعف آنا شروع ہوا اور مصلحت وقت اور طمع دنیا اُن پر غالب آئی اُس وقت اُنھوں نے مجبور ہوکر اپنے ہتھیار ڈالدیے اسطرح اس فساد کا خاتمہ ہوا

چونکہ مفتی صاحب اس کشمکش میں انکے ہاتھ پڑ چکے تھے بعض مفسدوں نے حکام وقت سے ان کو امیر لشکر اور بانی فساد قرار دیا ہر طرف اُن کی جستجو اور تلاش ہونے لگی ناچار مفتی صاحب کو مفسدوں کے شر سے بچنے کے لیے بریلی چھوڑکر خفیہ طور پر رامپور جانا پڑا خدا کا فضل شامل حال تھا کسی مفسد کو اُن کا پتہ نہ لگا اور نہ کسی نے اُن کو پہچانا کچھ روز رامپور میں ٹھہر کر وہ ٹونک چلے گئے نواب امیر خان والی ٹونک نے اُن کا باقاعدہ استقبال کیا اور اچھے طور پر لوازم مہمانداری و قدرشناسی ادا کیے ہنوز ٹونک آئے ہوئے اُن کو زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ اجل موعود کا وقت آپہونچا اور اُنھوں نے داعی اجل کو لبیک کہکر سفر آخرت اختیار کیا۔

مفتی صاحب کی صاحبزادی صاحبہ جو علامۂ مرحوم سے بیاہی تھیں اُن کے بطن سے دو صاحبزادے مولانا سید احمد حسن عرشی (جو والاجاہ مرحوم کے برادر کلان تھے) اور نواب محمد صدیق حسن خان بہادر والاجاہ غفرانمآب پیدا ہوئے اور تین لڑکیاں تھیں فاطمہ بیگم مرحوم بیگم محمدی بیگم۔ مولانا عرشی مرحوم لاولد تھے۔

فاطمہ بیگم کا نکاح عزیز حسین بن شریف حسین مرحوم مفتی فرخ آباد سے ہوا تھا یہ سادات ...وہ بن سے تھے ان کا انتقال ۲۶ ربیع الاول [illegible] ہجری کو بھوپال میں ہوا ان کے بطن سے صرف ایک صاحبزادی امۃ الصمد بیگم نام انکے بعد باقی رہیں۔

ان کا عقد نکاح شیخ محمد عمر صاحب مرحوم قلعدار بن شیخ خیر الدین انصاری مرحوم ساکن رامپور منہیاران نواسۂ خرد مدار المہام محمد جمال الدین خان بہادر مرحوم نائب اول ریاست

بھوپال کے ساتھ ہوا تھا۔

مریم بیگم نے یکم شوال ۱۳۰۲ھ کو بھوپال میں لاولد انتقال کیا۔ ان کا نکاح سید م
بن سید واصلی ساکن بلگرام کے ساتھ ہوا یہ لاولد فوت ہوئیں۔ محمدی بیگم کا نکاح شیخ م
صاحب مرحوم بن محمد حسن بن مفتی محمد عوض صاحب مرحوم بریلوی کے ساتھ ہوا
ان سے تین لڑکیاں ہوئیں اسما بیگم عائشہ بیگم ہاجرہ بیگم سید علامہ کی عمر غالباً
سال کی ہوئی۔ ایک روز عبد اللہ شاہ تنجر فی نزیل بنارس جو جماعت احرار
ایک دیندار آدمی تھے علامۂ مرحوم کے مہمان ہوئے اُنھون نے انکے لیئے پرتکلف
بکری کا بھنا ہوا گوشت تیار کرایا اور کرامۃً للضیف واتباعاً للسنۃ ان کے ساتھ
کھانا تناول کیا۔ کھانے مین جغرات بھی تھا۔ صبح کو شاہ صاحب تو رخصت ہوگئے
علامۂ مرحوم کو درد شکم لاحق ہوا حقیقتاً یہ مرض تخمہ تھا مگر اطبا نے اُس کو درد
قرار دیکر خلاف مرض علاج شروع کیا جس کی وجہ سے مرض اور ترقی کر گیا ع

چون اجل آید طبیب ابلہ شود

ایک ہفتہ اسی اضطراب و قلق مین گذرا مگر اس درمیان مین وہ نمازین برابر
کے ساتھ اوقات معینہ پر ادا کرتے رہے۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ نوافل مین بیٹھ جایا کرتے
جب اُن کو اپنی زندگی کی جانب سے قطعاً مایوسی ہوگئی تو اُنھون نے حاضرین کو مخاط
کرکے کہا کہ آپ لوگ گواہ ہین کہ مجھ پر تبلیغ احکام دین کے باب مین جو واجب تھا اُس
مین نے اگرچہ حتی الامکان بغیر افراط یا تفریط کے پورا کیا اور اپنی تمام تر کوشش اس کام مین

اتباعاً للسنۃ سید المختار صرف کی لیکن اب وہ وقت سر پر آپہونچا کہ مین اپنے خدائے
غفور و رحمان و رحیم کی بارگاہ مین حاضر کیا جاؤن اور مجھکو افسوس اور انفعال اس بات
کا ہے کہ کوئی کام میرے ہاتھ سے لایق قبول عمل مین نہین آیا مین کسی طرح سزاوار عدل
نہین ہون محض اُس کے فضل پر بھروسہ ہے ہنوز یہ تقریر ختم نہین ہوئی تھی کہ اُن پر
بیہوشی طاری ہوگئی بعد ایک ساعت کے کسی قدر ہوش آیا اور علامہ مرحوم نے اشارہ
سے قلم دوات و کاغذ طلب کیا مگر لوگون نے اُس کو عدم ثبات عقل اور حالت احتضار پر
محمول کیا اور خاموش ہو رہے۔ اُنھون نے زبان سے بھی کچھ کہنا چاہا مگر بول نہ سکے
پھر اشارہ سے نماز کا وقت دریافت کیا اور جب معلوم ہوا کہ نماز ظہر کے وقت مین ابھی کسی قدر
دیر ہے تو آہستہ سے کہا کہ نماز کا وقت نہ آئیگا کہ ہم روانہ ہوجائینگے

چنانچہ ایسا ہی ہوا نماز ظہر کا وقت نہین آنے پایا کہ اُنھون نے جوار رحمت الٰہی مین
جگہ لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ حادثہ روز پنجشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۱۰ ہجری کو پیش آیا۔ محلہ
شیخ پورہ قنوج مین اپنے دولت خانہ کی جانب مشرق قدیم موروثی باغ مین مدفون ہوئے
مزار علامۂ مرحوم کا بالکل سادہ اور خام ہے اور بدعات معمولۂ اہل ہند یعنی تعمیر روضہ
تجصیص قبر احداث احاطہ اور پختگی منصہ وغیرہ سے پاک و مبرا ہے۔ رحمہ اللہ تعالے
رحمۃ واسعۃ ولنعم ما قیل ؎

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا
کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس است

منجملہ اُن کی باقیات صالحات کے کچھ تو وہ کتابین ہین جو اُنھون نے بصرف زر کثیر

جمع کین اور کچھ وہ تالیفات ہین جو اُنھون نے عربی وفارسی اور اُردو مین بغرض اشاعت دین و اصلاح قوم شائع کین ۔

اسماء کتب کے لغات یہ ہین ۔ اختصاص ببیان الحدود و القصاص یہ عربی زبان مین ہے ۔ تقویۃ الیقین برد المشرکین ۔ یہ فارسی زبان مین ہے ۔ نور الانوار من مراۃ الصفا ۔ یہ فقہ حنفی مین ہے ۔ راہ جنت شرح چہل حدیث ۔ یہ نظم فارسی مین ہے رسالہ معنی کلمہ توحید مین استغنا فی رد التنزیہ ۔ رسالہ ما اہل بہ لغیر اللہ کے بیان مین ترجمہ اُردو حبل المتین نقوال المستبین فی حقوق الخلق اجمعین راہ سنت منظوم رسالہ منع چراغان بر قبور ۔ رسالہ آداب وعظ و تذکیر ۔ رسالہ در بیان بیعت ۔ انیس حقائق قرآن ۔ ہدایت المومنین ۔ انشائے محسن ۔ علاوہ اِنکے اور بہت رسائل تھے جو تلف ہو گئے اُن سے صرف تالیفات باقی رہ گئی ہین سچ ہے

مَوتُ التَّقِیِّ حَیَاۃٌ لَا انْقِطَاعَ لَہَا   قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَھُمْ فِی النَّاسِ أَحْیَاءٌ

مال متروکہ مین ایک مختصر کتب خانہ دو تین باغ ایک مکان اور کسی قدر زمین چھوڑی دگر ہیچ ؎

تو رہ از کثرتِ اسباب بر خود تنگ میسازی   سبکروحان چو بوئے گل سفر و بستند محملہا

مولوی امین الدین مرحوم جالیسری نے علامہ مرحوم کی تاریخ وفات کا مادہ ایک حدیث مشکوٰۃ کے جملہ سے یہ نکالا "مات بخیر" اور ایک قطعہ وفات لکھا ؎

برلست پئے سیر جنان چون کرد خود   آن مرشدِ من فخرِ زمن مسندِ وقت
اظہر پئے تاریخ وفاتش رقمی زد   آن سید اولاد حسن مجتہدِ وقت

مولوی تفضل الرحمن قنوجی نے علامہ مرحوم کی مدح مین کچھ ابیات نظم کیے تھے اُن مین سے ذیل منتخب اشعار بطور یادگار باقی رہ گئے ہین وہ یہ ہین ؎

بگوشم میخورد جنت از غیب   بہار صد گلم می روید از جیب
مہ نو بر فلک ہر لحظہ ہر دم   بہ تعظیم قدر خود می کند خم
سعادت می شود پہلو نشینم   چو ماہِ نو ہمی مالد جبینم
شہامت می زند سکہ بنامم   ہمائے بخت می افتد بدامم
ندانم تا چہ گل روید ز کلکم   چہ مروارید ہا ریزد ز سلکم
بخاطر در نمی آرم چمن را   مگر دارم سرِ مدح حسن را
سیہ مستِ شرابِ خوشدلی ام   کہ مداحِ حسن ابن علی ام
بلب دارم مدیحِ آل حیدر   زبان تر می کنم از آب کوثر
بود لطفِ جہان میراث خاصم   برحمتہائے یزدان اختصاصم
ز تحریرِ مدیحِ روح پرور   شد انگشتم چو ماہِ نو منور
زہے شہبازِ اوجِ ارجمندی   مہین سالار فوجِ ارجمندی
نشنوی ہیچگہ زان ذات اطہر   بجز قال اللہ و قال پیمبر
کلامش آمدہ جانِ ہدایت   لبش تفسیرِ قرآنِ ہدایت
گرامی گوہرِ کانِ سیادت   وجودش عیدِ رمضانِ سیادت
وجودش دُرۃ التاجِ امامت   نہادش بحرِ مواجِ امامت

ہمہ آثار بدعاتِ پُرآشوب ز فیض ذات پاکش در لگدکوب

مدامش امر بالمعروف پیشہ ز نہی منکرش رغبت ہمیشہ

نہادش بادم غوغائے زندیق بہ تقوی حجت تقوائے صدیق

ز روئے شوکت حیدرؓ در اظہار ز بشرہ صورت عمرؓی پدیدار

حیا چون با نہادش آمدہ جفت بلاشک ثانی عثمانؓ توان گفت

مزاجش کو گل آزادگی چید بحُسنِ خُلقش آخر بندہ گردید

نہ تنہا من شکر کامم ازین قند کزین شیرہ لب آفاق شد بند

ز ذات مصطفیٰؐ شد خلق ظاہر ہمان از ذات او گردیدہ باہر

درست آمد کہ می گویند عالم کہ بر سر پدر آید پسر ہم

وجود خُلقہائے این نکو نام بخُلق احمدے شد حُجت تام

بہ او ہر کس کہ آمد از کجی پیش نبودہ راستی با وے ز حد بیش

سراپا مہر بل کان مروت غلط کردم ہمہ جان مروت

بعشق مصطفیٰؐ بے صبر و بیتاب چو فرزند ابو حفصؓ بن خطاب

مولانا احمد حسن عرشی مرحوم کے حالات

یہ والاجاہ مرحوم سے دو برس بڑے تھے اُن کی ولادت نوزدہم (۱۹) رمضان المبارک روز شنبہ قریب یکپاس روز ۱۲۳۶ھ (۱۸۲۱ع) کو ہوئی۔

اِن کو قوت و جسارتِ قلب جراءت و شجاعت جودتِ قریحہ حضورِ ادراک ذکاوتِ ذہن حدتِ فہم وراثۃً ملی تھی اُن کا حافظہ گویا لوح محفوظ تھا اور تمام گوشت کے پوست اُن کا علم و فضل بنا تھا گندم گون نحیف الجثہ تھے۔ مین نے اپنی چھوٹی پھوپی سے سُنا کہ میری جسمانی حالت اور اعضا اور شکل بالکل میرے چچا مرحوم کے جسم و اعضا اور شکل کے مشابہ ہے۔

آغاز شعور کے وقت موافق رسم جمہور اُنھون نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن قنوج مین حاصل کی پھر اسپر اکتفا نہ کرکے بغرض اکتساب علم کانپور فرخ آباد بریلی علیگڈھ اور دہلی کا سفر اختیار کیا اور اساتذۂ وقت کے حلقۂ درس مین شامل اور اُن کے شریک صحبت رہے بارہا اُن کو مجالس مباحثہ و مناظرہ اور مشاعرہ مین شرکت کا اتفاق ہوا۔

مدت قلیل مین اُنھون نے علوم عقلی و نقلی اور فنون نظم و نثر مین ایسی ترقی کی کہ مدرس زمانہ کے طلباء کو برسون کی ممارست علمی سے بھی کم حاصل ہوا کرتی ہے کثرتِ نظر و مزاولتِ ادبیات کے سبب سے فارسی و عربی فنون ادب مین اُن کو ملکۂ راسخہ حاصل تھا اور یہ اُن کا اصلی ذوق تھا۔ اصناف نظم مین طول و طویل قصائد بر داشتہ قلم لکھدیا کرتے تھے جس علم و فن پر اُنھون نے قلم اُٹھایا اُس کو غایت و منتہا تک پہونچادیا جس استاد فن سے وہ چند اوراق پڑھ لیتے وہ اُن کے ادراکِ معانی اور رسائی ذہن سے متحیر ہو جاتا۔

علوم کتاب و سنت کی تعلیم اُنھون نے شیخ صالح عبدالغنی بن ابی سعید فاروقی مجددی نزیل مدینہ منورہ قدس سرہ کے حلقۂ درس مین حاصل کی اور فقہ کے مختلف ابواب اُن سے پڑھے۔

مولانائے مرحوم کی ایک خاص عبارت سے (جو اُن کے قلم کی لکھی ہوئی مجلّد دستیاب ہوئی ہے) معلوم ہوا کہ اُنھوں نے کتب حدیث اور صحیح بخاری کی سند ۱۲۷۲ھ میں حاصل کی۔ عبارت مذکور یہ ہے:۔

"یقول الفقیر احمد بن حسن القنوجی عفا اللہ عنہ اروی صحیح البخاری عن مولانا الشیخ الزاھد المتقی عبد الغنی دامت برکاتہ وھو عن الشیخ محمد عابد السندی وھو یروی عن امام المحدثین وخاتم المجتہدین الشیخ صالح بن محمد العمری الموفق الشہیر بالفلانی عن شیخہ المعمر المحقق محمد بن محمد سنۃ العمری الفلانی عن الشیخ احمد بن العجل عن قطب الدین محمد بن احمد النہروانی مفتی مکۃ عن ابی الفتوح نور الدین احمد بن عبد اللہ بن ابی الفتوح الحافظ الطاؤسی عن بابا یوسف الھروی المشہور بہ سی صد سالہ ای المعمر ثلث مائۃ سنۃ عن محمد بن شاد بخت الفرغانی المکنی بابی عبد الرحمن عن ابی لقمان یحیی بن عمار بن مقبل بن شاھان الختلانی وکان عمرہ مائۃ وثلثا واربعین سنۃ وھو احد الابدال بمرقند وقد سمع صحیح البخاری جمیعہ علی الامام محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری المکنی بابی عبد اللہ عن مؤلفہا امام المحدثین الحافظ الحجۃ ابی عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری قال الشیخ محمد عابد فیکون بینی وبین الحافظ البخاری تسعۃ انفس فیقع لی ثلاثیاتہ بثلاثۃ عشر نفسا وھذہ الطریقۃ لم تصل الی الحرمین الا مع اشیاخ اشیاخ مشائخنا کالشیخ المعمر عبد اللہ بن سعد اللاھوری وھذہ الطریقۃ لم تبلغ ابن حجر ولا السیوطی لانہما کانا بمصر والحافظ ابو الفتوح من رجال الختلانی کان بابرقوہ مدینۃ بخراسان العجم وکان موصوفاً بالصلاح ویروی الختلانی المذکور عن ابی اسحاق ابراھیم بن عبد الصمد الہاشمی عن ابی مصعب عن مالک الامام المشہور ... والشیخ محمد سنۃ یروی عن مولائی الشریف محمد بن عبد اللہ الودلاتی المکنی بابی عبد اللہ عن الشیخ محمد بن محمد بن خلیل عرف بابن ارکماش الحنفی عن الحافظ ابن حجر العسقلانی مؤلف فتح الباری شرح البخاری وغیرہ انتہی"

دیگر سند تخطی ومہری شاہ مولانا عبد الغنی صاحب نزیل مدینہ طیبہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حمدا دائما والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ قاعدا وقائما وعلی آلہ واصحابہ غانما سالما۔ اما بعد فیقول الملتجی الی رحمۃ ربہ الحمید عبد الغنی بن ابی سعید المجددی ان الفاضل الفطن المولوی احمد حسن اسبغہ اللہ تعالی باللطائف والمنن قد قرء علی صحیح البخاری من اولہ الی باب جزاء الصید واسمعتہ الحدیث المسلسل بالاولیۃ وطلب منی الاجازۃ لذلک الکتاب وغیرہ من الامہات الست وموطا امام دار الہجرۃ مالک بن انس الاصبحی وغیرہا مما تیسرت لی الاجازۃ من والدی المرشد والشیخ المہاجر الی سلیمان محمد اسحاق سبط الشیخ عبد العزیز الدہلوی ومحدث المدینۃ الشیخ عابد السندی وغیرہم فاسعفت مرامہ واجزت لہ بشرطہ المعتبر عند اہل الحدیث من ملازمۃ التقوی ومجانبۃ اہل البدع والاہواء والرجوع الی ارباب الحدیث ما یتعلق بسندہ وغریب الفاظہ کالنہایۃ ومجمع البحار والتقریب والتہذیب والاصابۃ وغیرہا واللازم علیہ ان یسلک

بسیرۃ عباد اللہ الصالحین من الصوفیۃ السادۃ والفقہاء القادۃ والمحدثین المستقیم
علی الجادۃ لاکابن حزم وابن تیمیہ نجاہ اللہ تعالیٰ وجمیع المسلمین من اتباع الھوی
وصلی اللہ علی سید الوری ما اشرق النہار وو قب الدجی کتبہ بقلمہ عبد الغنی بن
ابی سعید المجددی الدہلوی سامحہما اللہ بلطفہ الخفی فی سنۃ الف ومائتین واحدی
وسبعین۔ انتہی۔

واللہ الغنی
وانتم الفقراء

مولانا عرشی علاوہ فضل و کمال کے فنون سپہ گری مین بھی یگانۂ عصر اور خاندان بنگش
اس ڈنگل کے تنہا پہلوان تھے حسب اقتضائے زمانہ اسپ تازی تفنگ بازی شمشیر زنی
اور صید افگنی کے ماہر کامل تھے گھوڑون کے اوصاف اور اسلحہ کی شناخت مین اُن کو بڑی
بصیرت تھی اور ان چیزون کے جمع کرنے کا خاص ذوق تھا۔ اوقات فرصت مین بھی اُن کا
مشغلہ رہا کرتا تھا بارہا اُنھون نے راہزنون اور نقب زنون کا تعاقب کیا اور اُن کو
گرفتار کیا۔ گھوڑے اُنکے دروازہ پر ہر وقت موجود رہتے تھے۔

ماکولات و مشروبات لذیذہ کی قدر و منزلت سے بھی اُن کے کام ودہان آشنا
تھے بازی شطرنج کے اُصول و قواعد مین بھی اُن کو خاص دستگاہ تھی۔ جس زمانہ مین
۱۸۵۷ء کے غدر کے جانسوز شعلے اطراف ہندوستان مین بلند ہو رہے تھے اور باغیون
کی فوجین ہندوستان کی تباہی اور غارت گری مین سرگرم کار تھین اُس وقت مولانا
مرحوم نے شہر قنوج کو مفسدون اور باغیون کے دست ستم دیغما سے بچایا اور جوانمردی

و جان بازی کی پوری داد دی مختلف لڑائیون اور حملون مین اُن کو بذات خاص
شریک ہونا پڑا یہ اُسی کا نتیجہ تھا کہ شہر قنوج کے ایک آدمی نے بھی سہواً یا عمداً زمانۂ غدر مین
خلاف مرضی حکام اپنی جگہ سے جنبش نہین کی۔ سارا شہر امن و سکون کے ساتھ گورنمنٹ
کی وفاداری اور اطاعت کیشی مین مستقل و ثابت قدم رہا حالانکہ اُسی کے قریب تر
شہر فرخ آباد مین علم بغاوت مفسدون نے بلند کر رکھا تھا۔

اس امر خاص مین شہر قنوج کو ممالک ہندوستان پر تفوق ہے۔

مولانا عرشی جس طرح ایک عمدہ اور کار آمد سپاہی تھے اُسی طرح وہ ایک عالم فاضل اور
شاعر شیرین سخن بھی تھے۔ اُن کا زیادہ وقت مطالعۂ کتب یا رسائل کی نقل و کتابت
اور تصنیف و تالیف مین گذرا کرتا تھا۔

منجملہ اُن کی تالیفات کے ایک کتاب "شہاب ثاقب" ہے یہ اپنے باب مین بے نظیر
ہے۔ مولانائے مرحوم کو عمل بالحدیث مین خاص شغف تھا اور مقلدین مذہب سے
(جنکو تحقیق و تدقیق سے کوئی حصہ نہین ملا تھا) طبعی نفرت تھی۔ چنانچہ اُنھون نے
تقلید کے ذمائم و مفاسد کے متعلق بہت سے رسائل مطول و مختصر تالیف کیے۔ خصوصاً
یہ کتاب گویا اس علم مین حکم فتاویٰ کا رکھتی ہے اور جامع ما فی الباب ہے جس مین
مختلف قسم کے حجج و دلائل کتاب و سنت کے شواہد مجتہدین و علماء سلف کے اقوال
متاخرین کی تحقیقات سب کچھ موجود ہے اور قابل دید ہے۔

مولانا عرشی کو نظم و نثر فارسی مین نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خان غالب

دہلوی مرحوم کا شرف تلمذ حاصل تھا۔ چنانچہ اُردو کے ایک قصیدہ مین لکھتے ہین

منسلوب ہین سب اہل جہان میرے سخن سے　　ہون رنگ رُبا غالب اعجاز رقم ہے

کلام نظم و نثر عربی و فارسی و اُردو جو والا جاہ مرحوم نے بعد وفات اُن کے جمع و مرتب کیا وہ بطور یادگار باقی ہے۔ ہم اس جگہ اُن کے کلام مین سے مختصراً نقل کرتے ہین

منظومات بزبان عرب

نسيم الصبا وافى سحيرا مطيبا　　فقلت له اهلا وسهلا ومرحبا

كانك أنفاس المسيح بعينها　　فأحييت صبا لم ينل قط مطلبا

فديتك يا نعم الصبا خير مقدم　　فكل حمام حين اقبلت رحبا

تحاكى لك الاغصان بالوجد رقصها　　تضاهى لك الاطيار بالسجع مطربا

تنفخ فى الاشجار روحا تميلها　　فيالك ما ازهاك صنعوا واعجبا

اهل جئت من تلك الربى برسالة　　فان الصبا نعم الرسول لمن صبا

دیگر

اما لقلبك نار العشق تلتهب　　فما ترى الماء من عينيك ينسكب

بلى ولكن تلظى النار فى خلدي　　فكل دمع الى الاضلاع ينجذب

دیگر

ان لسلمى لقد شط المزار بها　　والدهر بين اخلاء الحمى ضرب

…منى عذول القوم مجتهدا　　وانني من اهالى العشق منتخب

دیگر

…السيا كل قطر تعطر　　لنعم شميما نفحة منك تنشر

…اهلا وسهلا لا تزال ترجعنا　　اتحجب انفاسا بها طاب ذاكر

دیگر

در مدح بعض علمائے دہلی

…الى ادرانا الله مولاى دارها　　عوالم حسن ما ارى بينا دارها

…ان لها بدرا يسمى جبينها　　وان لها شمسا تسمى عذارها

اذا غطت الوجنات اقبل ليلها　　واذا كشفت عنها رأينا نهارها

…بثدييها فمرت فقلتها　　فما خير نخل قد منعنا ثمارها

…قالت اما الاكل سوداء تمرة　　تبسم عن در يصفى بحارها

دیگر

…اذا المطى اتاتى منه بالخبر　　كما يجئ الصبا بالريح من زهر

…اربع لسلمى يحاكى قلب صاحبها　　لما يفيض عليه الدمع كالمطر

دیگر

…طوبى لمن طاب محمد وحيا وصد احا　　فان مدائحه من سيد البشر

من قد علت فى كرام الناس عزته　　لحفظ عزة الاباء فى السير

اعنی بہ السید العرشی سلمہ   رب الوری عن شرور والجن

استوفر الحظ من علم و من عمل   من غیر دال وجحد ومؤتمن

کفالہ اللہ اغنت عن کفا التہم   فلم یقع لصغیر السن فی خطر

نہایۃ العز کانت فی بدایتہ   فجاء من صغرہ فی سیرۃ الکرم

وکم لہ من معان مانطقت بہا   من بین مستتر منہا ومشتہر

ھذی مناقب من مداحہ انتشرت   فکیف حمد وحمد یا صاح فاعتبر

تعال یا ایہا العرشی وادع لہ   کم فی دعائک من خیر ومن اثر

لا زال بحرا یحاکی من فضائلہ   تلالا البان بالاثمار والزھر

قصیدہ دیگر

الا یا نسیم الروض بلغ تحیتی   الی من حیاتی عندہ و منیتی

لقد عمت البلوی لی الیوم فی النوی   وماطاب حالی من عموم البلیۃ

تحل لی الاحزان فی کل ساعۃ   وما فزت منہا حیث جدت بلذۃ

تقول رجال للزمان تغیروا   وما فی بلیات النوی من تفاوت

قصیدہ دیگر

اغیم بدا من جانب النجد ہامع   ام انہملت منک العیون الدوامع

ونار تلظت فی فوادک اشرقت   ام البرق فی قلب السحائب یلمع

امنہم من ہذہ القصور لبلہا   ام انشقت الاحجار ان کنت تجزع

من کرب النوی وبلائہ   ام الرعد من فوق الغیوم یقعقع

قصیدہ دیگر

بعہدک یا سلمی وافینی   وان رعیت مواعید ی فراعینی

بنت کرام ہمو ذوو شرف   طول سواعدہم شم العرانین

قصیدہ دیگر

زاد من ذکر الحبیب توجع   لدیہ مقامات السرور مفازع

ک منی قلب صب متیم   حمام غدا من کامن الوجد یسجع

ت بصدری محل عشق موثق   فمازال تسقیہ العیون الدوامع

لبی غدا من بارق العشق والنوی   کوعد حبیب لازال یصیع

ازداد نار القلب فی کل ساعۃ   بانفاسی اللاتی حکتہا الصوامع

کیف لا ابکی لہجرا حبیبتی   لفرقتہا تبکی الجبال الہوامع

ن یکن الحب الشدید نتیجۃ   نمو لائی صدر الدین بالفضل مولع

طت ولا تعجب بلا لفضل مولع   ولکنہ فی نعمتہ منہ تجمع

فی بواد النشر زہر فوائح   لہ فی بحور الشعر در لوامع

من شموس عالیات مضیۃ   رسائلہ العلیا لہن مطالع

ازاب صدر الاصفیا تخصہ   فخرء وحوالیہ الکرام منابع

ب علوم الحق رشف قلامہ   ولا غرو فی ہذا الرشف انقع

لعمرك لاعيب تلده ولا اذى　　سوى انه حارت لديه المصا
وزون بوزن الشعر بالضبط عادلا　　جواهر ضاهتها الدرارى السوا
عفاف ولا ثم رياء مفجر　　وعلم ولا ثم جدال يشن
عجبت لمن يبغى بلوغ مقامه　　اذا الملاء الاعلى لسلك يخف
معانيه ابكار حسان سطوره　　غدا اثرها السو التى تستضو
يرى ان فضلا شاع منه طبيعة　　وان الذى ممن سواء تطبي
وما سكن الخلق الجنان لانه　　لمولاى عن تلك الفراديس قا
تتابع اوصاف الكمالات فذاته　　ولا شك فى ان الصفات توابع
لئن كان ياهذا فوادك صخرة　　فمهجة شمس بها الصخر يتلم
سخاء وحلم واقتصاد وحكمة　　وحزم وحكم من هدى وتور
معانيه غارت ان يراهن غيره　　اليست لها من ذى الطروس راق
لخير محمد لا ينادى وليده　　اليس له فضلا اعز وابدع
فبخ بخ المولانا الذى لا يصده　　عن الله هاد بنا حبيب سطو
وليس له كفو سوى المجد فاضل　　بل المجد مفضول ومولاى بار
وما صد عن محض العفاف لربه　　بعيد لها بين الجنان مرابع
ملاذى وا وستاذى وفخرى وعزتى　　لنا منه جدات كل حين منافع
هو المرء لا يحصى العقول كماله　　وعدت له عند العقول مواض

غناء غنت طيورها　　بلحن بطير الفراديس يسجع
ب ما بين غصون فيمها　　غصونا من الاوراق فيها تنوع
الهاتهتز حتى كانها　　غوانى عهودا وتقتها تضيع
من نادية اذ كان اهله　　يسبح تسبيحا الى العرش يرفع
اسفار التفاسير بينه　　فيحصل صوت تستطيب السامع
ب احزاب الملائك حوله　　لما طاب علما الجس منه تضيع
الله الا ان يتم علومه　　وما قد قضى الرحمن لابد واقع
شعر منه لا شك مقول　　ينادى هلموا رحمة الله واسع
الكرام الاصيبين هداية　　لانت لاعلام الهداية رافع
معصوم عن الجهل كله　　اديك عذارى العلم لا تتقنع
الاق بالاثبات عنك فى الهوى　　سوى ما له عند العقول موانع
مقاليد العلوم بكفه　　يفتح منها ما يشاء ويفع
افضال من ابنى سميرة　　لها فى جوار القدس طابت مواقع
ما تجلى فى العقول ارتقائه　　يزيد علوا كلما يتواضع
من تاثير الكتاب حدثه　　فكل بليغ عنده يتمتع
جعت يا صاح غولك ازمنة　　فيا هيك من نحوه الكل يرجع
من لا يراجعه اذا عن مشكل　　بحقى حنين لا محالة راجع

وقاه الہ الناس عن کل نقمة   ترى المرء اذ حامت حوالیہ
وابقاه فینا نائلا کل نائل   لاهلیہ اعناق الخلائق خُضَّ
الى ان یقم الله فینا نبیّنا   علیہ سلام الله ما ان ساجـ
واخر دعوانا ان الحمد کلہ   لرب الورى والرب للحمد سا

دیگر

لسلمة فى وادى العقیق مرابع   تراها کامثال العقائق تلمـ
وما لمعت من حیث عزت سلامها   ولکن لما اجرته منى المدا
کان بعینى ممطرا فهو واکف   وفى وجهها برق فمازال یلمـ
الا یا نسیم الشعر کلم عذارها؟   فقد طال ما جارت على المقا
ایاحسن شعر قد تغطى خدودها   فذ بیت من لیل بہ البدر ...

ولہ من قصیدہ طویلہ جدًا

یامن اذاب هواه القلب بالاسف   روحى فداک ام السعى فى تلـ
الروح فى قلق والجسم فى حرق   والجفن فى ارق والعین فى ...
یا نسمة نفست لا زلت ناعمة   قرت عیونک اصغى لحظة ...
یاهل تعود لیال بالحمى سلفت   اضاءها بدر وجه صین عن کلف
کیف السبیل الى سلمى وجارتها؟   والجسم یوشک ان یفنى من القصـ

دیگر

تذکرت ایام الصبا واللیالیا؟   نعم فارق الشوق منک القوا...

... العیش اشهى ما یکون من المنى   والطیب لذات تسوء الاعادیا
... الدهر ربع اخضر رحبة اهل   بعین کلام الفن له فیـانیا
... نضرة الاطراف رفاقة اللمى   رقاق الثنا یابهکنات غوانیا؟
... جارت بخلف الوعد بعد وفائه   وضنت بما یعرى الوشاة الاساعیا
... ان لم یکن بین الحبیب وبیننا   عهود ولم نرع العهود المواضیا
... التعامى فى العهود بصاحبى   وان لم یکن للعهد منہ مراعیا

دیگر

... ما ابقى بؤس الزمان وخفضہ   واو بنى حرب الزمان وسلمہ
وما المرء الا نهب یوم ولیلة   تلم بہ شهب الفناء وهمہ
... یسلہ برد الحیاة یمسہ   ویغتره روح النسیم یشمہ
الا ان خیر الزاد ما سد فاقة   وخیر بلادى الذى لا اجمہ
وان الطوى بالعز احسن یا فتى   اذا کان من کسب لمن لہ طعمہ
وان لانفى النفس عن کل لذة   اذا ما ارتقى منها الى العرض وصمہ
واعرض عن نیل الثریا اذا بدت   وفى نیلہ سوء المقام وذمہ

دیگر

رایت الزوایا الاتہوم وقودها   سوى دارنا تثنى الیها زمامها؟
... ان لم تجد فى عالم الصبر والرضا   سوانا کریما ظل یرعى زمامها؟
یشیر بها دمعا یقر عیونها   ویطعمها الخانقون عظامها
ویوثر ثمہ حبة القلب نقلة   صغائرها یقرى بها وعظامها

دیگر

الا یا جالسا فی کل نادی — هداک الله ربی خیر هادی
اتیت مجالس البدعات طرا — الست تخاف یوم المعاد
وما من محفل الاحداث الا — وکنت حضرته بل انت بادی
تجاوز عن صراط مستقیم — لغیر المحدثات وانت هادی
فویلک یوم یوخذ بالنواصی — تنا فخیر من حضر النوادی
لعلک لست تعرف بدعة ما — لذا القیت فی هذی البوادی
تعال تعال سلنی یا ابن عمی — وما انظما محیطا بالمراد
وما ابتدعوه فی الدین الحنیف — من النقصان او من ازدیاد
ولم یک رائجا بقرون خیر — بلا انکار اهل الاجتهاد
فذلک بدعة شر ضلال — فساد فی فساد فی فساد
فقم واترک رسوما احدثوها — وخف یوما اذا نادی المنادی
ومن یحدث بدین الله شیئا — فذلک خاسر لله عادی
واهمل محدثات الناس اهمل — ودع مالیس فی الشرع المراد
والزم سنت المختار الزم — وعاد عقائد الاشرار عادی

الی قوله

واسمی احمد الحسن الحسینی — وجدی سیدی خیر العباد

صلی الله فیاض العطایا — علی من حل فی خیر البلاد
ما رقصت غصون البان طرا — وتحیت الصبا والطیر شادی

کلام فارسی

[illegible] تا نام تو پر تو بر زبان انداخته — گوهر مقصود در جیب دهان انداخته
[illegible] بهار شرم از فیض سحاب حمد تو — در ریاض طبع فرش ارغوان انداخته
[illegible] یک روحان نه شوق تن پرستیها کنند — زاغ بر لحم و هما بر استخوان انداخته
[illegible] رنگ حسن را آورده بر روی بهار — سازد برگ عشق در جیب خزان انداخته
[illegible] در اگر گویا همی سازد به گلبانگ شگرف — خار را در معرض عقد اللسان انداخته
[illegible] به گلبانگ ستایش در تبسم می زند — بلبل از ذکرش چه آتش در فغان انداخته
[illegible] نظر جادو نگاهان نزهت ریحان کنند — حیرت نرگس چشم سپید الان انداخته
[illegible] گردون سیر در نشو و نمای سرو نخیت — در سرشت لاله داغ شعله سان انداخته
[illegible] عقده های غنچه بی امداد ناخن وا کنند — واز گره ها عقده بر آب روان انداخته
[illegible] بعشق ترا نازم که در یک دم زدن — عقل [illegible] انداخته
[illegible] ده عرشی را که بر غرقی تفوق داده — کرده دم جان بخش خرد و بیان در بیان انداخته

دیگر

یا ساقی بگردش آر جام دور صهبائی — که می خواهم دو فرسنگی بغوق [illegible] مینائی
[illegible] رون نا رفته آب که دل گم همی خیزد — بیا مرزد به تحسین نار سایم [illegible] پیمائی
[illegible] دیوانه من پند بیدردان همی خواهد — تماشا کن که دارد شیشه دل با سنگ گرانی

بیا عرشی بہ چشم گر حریف ہم نفس خواہی
منم مدحت طراز آنکہ بخشد تاج دارا را

ہمین فرمانروائے کشور دلہائے نورانی
ابوالقاسم محمدؐ ابن عبد اللہ البطحا را

صبا گر از گل تقریر او نکہت ربا گردد
پر و از روئے گل چون ہمچو بلبل رنگ رعنا را

حدیثش گر اثر آموز آو عندلیب آمد
فغانش می کند در گوش گل ایجاد شنوا را

ہر آنکو ہمچو یوسف بندۂ فرمان برش گردد
عروس جلوۂ مطلب کند با او زلیخا را

گدائے آستانش فیض خاص الخاص می خواہد
کہ نبود اہل ہمت را نظر بر خوان یغما را

شگفتی نیست گر خیزد ز کانم جوہر اول
کہ با مہر نبوت نسبتے داریم آبا را

شہا شرمندۂ تقصیر عصیان بر در خویشم
کہ دور افتادہ ام از درگہت با ہمچو شیدا را

نگاہے کن کہ از ہندوستان خواہم بدر جستن
بدانسان کز دل عاشق برون آید شکیبا را

ولہ

یارب چہ کنم جوہر شمشیر زبان را
کز معرکہ پرداختہ دیدیم جہان را

عرشی صفت اندازہ شناسی بہ میان نیست
تا ساز کنم زمزمۂ مرغ جنان را

ہر موج بنائے کہ ز دریائے دلم خاست
تا ساحل لب آمدہ برتافت عنان را

خون گشتہ ام از لب من نالہ سرا نیست
چون لالہ بدل سوختم آہنگ فغان را

تا چند شرارے بدل و سینہ توان داشت
یارب مددے دیدۂ خونابہ فشان را

از منطقۂ چرخ ستم پیشہ توان یافت
کو از پے ایجاد ستم بستہ میان را

چون شمع مرا روشنی طبع بلا شد
با سوختنم ہمت سرے کون و مکان را

گنجینہ نہان داشتنم خوش ننماید
ہمت نہ گزارد بلبم مُہر دہان را

...د کہ این کور دلانم نگزارند
تا سرمہ کنم خاک در پیر مغان را

این زمزمہ سازی کہ ز مدح طرازم
گویند کہ روح القدس آموخت فلان را

...ب ز دلم آنقدر انبوہ معانی است
کز دل نتوانم بلب آورد بیان را

...کتۂ باریک کہ در سینہ نہفتم
نشتر شدہ در دادو خراشی رگ جان را

...سوختم از دانش و فرہنگ الٰہی
می بخش بمن آنچہ تو دادی دگران را

...گردون ہمہ آشوب بلا بر سر ما ریخت
زین بازی خلق زند طبل امان را

...ناید کی خاطر من طبع گران است
برگیر الٰہی ز من این بار گران را

ولہ

باز چاکے در گریبان می زنم
لیک ہمچون غنچہ خندان می زنم

بس صبکر دم چو فکر خویشتن
بر فراز عرش جولان می زنم

چون لب زخم دل صد چاک خود
خندہ ہا در دبستان می زنم

سنگ در آتش رانمی دارم بزرگ
طعنہ بر گبر و مسلمان می زنم

چشم بے مژگان نہ باشد خوشنما
بر سر تبخالہ پیکان می زنم

بر دل دیوانہ سوزم داغ عشق
سکہ بر اقلیم ایمان می زنم

پاے کلکم راہ معنی می رود
دست جودم موج احسان می زنم

لہ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ یہ شعر جو ایک محض شاعرانہ خیال تھا مولوی مرحوم کے حق میں لفظ بلفظ مطابق واقع ہوا اُنھون نے عین حالت شباب میں وفات پائی جسکی مفصل کیفیت آگے آتی ہے ۱۲

…ت صاف فلان همدم عبرت باشد — گل شکر خنده بصد دخشم نمایان دارد

…ی بر شنشین چرخ وز حل بر هفتم — طالع اہل کمال این همه نقصان دارد

…بلبل جنت زند اکنون عرشی — که سر منقبت قدوهٔ پاکان دارد

ولہ

… پر گہر ز نام تو درج دہان ما — وصف خوش تو جوہر تیغ زبان ما

…ح ماشدی و نیا فروشان تو — مداح تو شدیم و بیا فروشان ما

…ادست راست دہد نامهٔ عمل — وصفت نوشت خامهٔ رنگین بیان ما

ولہ

…ن باد صبا از در گلزار بر آید — دانم که ز کوے تو بمن نامه بر آید

…کہ ازان لعل شکر خا بدر آری — غسلے زده از چشمهٔ کوثر بدر آید

…گریه تو بر آتش من زن دم آبی — تا کے نفس از سینهٔ ما چون شرر آید

…ے نتوانست بہ نظارہ در آورد — آن جلوه که مارا ز رخت در نظر آید

ولہ

…شم بزیر فلک آه شعله زن تا چند — برنگ شمع بفانوس سوختن تا چند

…بار باده که آتش زنم به کعبه و دیر — دماغ وسوسهٔ شیخ و برہمن تا چند

…یا که داغ جنون دگر بیاندازیم — قدم به پیروی قیس و کوهکن تا چند

…شتن بدر آ ہمچو بوے گل عرشی — برنگ بلبل شوریده در چمن تا چند

ملک فقر او رنگ تا بو تم خوش است — پشت پا بر تخت خاقان می ز…

ولہ

صبحدم چاک گریبان می زنم — بر چراغ مهر دامان می ز…

آه من گوید در بزم نشاط — خنده بر سرو چراغان می ز…

اشک گلگون چون همی آید چشم — فال گلگشت گلستان می ز…

چون بدست آورده ام مینائے عشق — ساغر گردون گردان می ز…

یاد مژگان ولاویزش چه کرد — نشتر غم را به شریان می ز…

بید مجنون نخل ماتم می شود — ناله چون در سایهٔ آن می ز…

تا نه بینم روے آن خورشید وش — چون سحر چاک گریبان می ز…

می روم بر باد در اقلیم عشق — پا بر اورنگ سلیمان می ز…

بحث سودا جم دم تحقیق علم — از معانی جوش طوفان می ز…

می طرازم نغمهٔ هر دو زبان — گه حجاز و گه صفاهان می ز…

از صریر خامهٔ طرار خود — نعرهٔ شیر نیستان می ز…

مرحبا پیر مغان حلقهٔ مستان دارد — ولہ — بزم از جوش قدح رشک گلستان دار…

دوست دارم شررے را که بجانم افتاد — کین همانست که رخسارهٔ جانان دار…

گر نه دلها همه وابستهٔ گیسوے تو اند — این دو صد عقده چرا کاکل پیچان دار…

فکر ایام طرب لازم روشن رای است — غنچه در موسم گل سر بگریبان دارد

ولہ

مژده اے دل کہ دگر سلسلۂ از پا افتد | کار دیوانگیم باز بصحرا افتا...
نوبتِ درد دلم چون بہ مداوا آمد | آخر از بام فلک طشت مسیحا افتا...
دلِ دیوانۂ من طاقتِ زنجیر نداشت | کار با سلسلۂ زلف چلیپا افتا...

ولہ

پیش ازین کین گنبدِ چرخ مدور ساختند | حسن را فرمانروائے ہفت کشور ساخ...
ہر شرارے کز دلِ پرشور من سر بر کشید | قدسیان بر آسمان مہرد زد اختر ساخ...
عرصۂ دل کم نبود از وسعتِ کون و مکان | داغ را ہم مطالعِ خورشید محشر ساخ...

ولہ

لب بستگی است عقدۂ کارِ تباہ ما | وشن دلی است اختر بختِ سیا...
زاہد ترا برحمتِ حق اعتماد نیست | دان بر تو ناگوار تر آید گنا...

ولہ

دلِ بردہ و در سینۂ من سوختہ داغے | افروختہ بر مشہدِ پروانہ چراغ...
از زلف تو کارِ من دیوانہ بر آید | کز مار توان برد بہ گنجینہ سراغ...
بلبل بہ قفس از غمِ گلشن بفغان است | در گوشۂ عزلت نتوان یافت فراغ...

منتی از خمِ تیغ تو بسر داشتہ‌ایم | ولہ کہ گہ قتل مرا طرز نیاز آموز...
کشتۂ چشمِ فسون سازِ ترا | ولہ کرد لعلت بہ مسیحا گستاخ

...ان بت نظرے می خواہد | شیشۂ ماست بخار اگستاخ
...ب شوخیِ دشنام تو کرد | بوسہ ہا بالب گویا گستاخ

ولہ

...ب چہ داشت آن گلِ رعنا در آستین | کز رشک می خزد یدِ بیضا در آستین
...اشتم ز کون و مکان دستِ خویشتن | دارم حریف شیوۂ عنقا در آستین

ولہ

...ادم بحسن سرمۂ دنبالہ دار تو | دود از نہاد نرگسِ شہلا بر آورد
زلف تو ہمچو سلسلۂ مینا الد از دلم | مجنونِ فغان ز خیمۂ لیلا بر آورد

ولہ

گرمئ عشق سوخت حاصل ما | آتشین شیشہ‌ایست یا دل ما
نتواند کشید تیغ نظر | چہ قدر نازک است قاتل ما

ولہ

...رچہ غنچہ نمی بود بے زبان نرگس | بوصفِ چشمِ تو می گفت داستان نرگس
...یدلان نزود حسرتِ نظارۂ تو | نمی دہد گر از خاکِ عاشقان نرگس
...عیب دیدہ وران از تو سرخروی نیست | کہ زرد رو بود از جورِ آسمان نرگس
...بلوۂ گلِ رویت کہ لامکان سیر است | نمودہ معنیِ مازاغ راعیان نرگس
...چشمِ خوب تو تا درسِ عشوہ می خواند | طلب نمودہ ز سوسن یکے زبان نرگس

ولہ

گریہ داد است صفائی بخانۂ ما | سیل جاروب کشے ہست بویرانۂ ما

ولہ

آتشے زد گرمیٔ ہنگامۂ رخت مرا | دود آہ من سیاہ کرد اختر بخت مرا

ولہ

در راہ اتحاد نہ بدی رویم ما | تو می روی زما و زخود می رویم ما

ولہ

چو عاشق می شود معشوق کار از چارہ می افتد | گریبان چاکیٔ گل را نباشد بخیہ گر با

ولہ

آبے نزند گریۂ من آتش دل را | فریاد کہ جانم ہمہ این چشم ترم سوخت

دردا کہ بسر منزل جانان نرسیدیم | سرگرمیٔ شوق این ہمہ در رہگذرم سوخت

عرشی چہ بلا سحر در افسانہ دمیدی | آہنگ سخن سنجی تو بے اثرم سوخت

ولہ

یارب آرامش دل را ز کجا می آرم | اندرین دشت کہ بانگ جرسے می آید

وائے بیرحمیٔ صیاد جفا کار کہ گفت | وہ چہ خوش نالہ ز کنج قفسے می آید

عرشی امروز کہ پیمانہ بکف می آئی | ہیچ ہیچے بدلت از عسسے می آید

ولہ

چشم تو با ما سخن عشق سراید | از ضعف اگر طاقت گفتار ندارد

ولہ

چون مشتری برفعت کیوان نبودہ ام | عرشی ز پا فگند ہا سہم السعادتم

ولہ

اے باد صبا از تو من آشفتہ دماغم | از سلسلۂ زلف پریشان کہ بودی

ولہ

نرگس دمیدہ است ز خاک مزار من | اے سرو نونہال ببین انتظار من

از لطمہای باد صبا گل نمی شود | سوزد گر بود چراغ مزار من

ولہ

گر اضطراب ندارم ز آرمیدن نیست | شہید عشق ترا فرصت تپیدن نیست

ولہ

دہ شیرین ادایان شکر خوان شماست | شور لبہائے بتان ہم از نمکدان شماست

دیگر از قصائد

از گریۂ ریائے تو تر دامنی فزود | الحق ز زہد خشک تو زاہد زیان رسید

زاہد برنگ بادہ بزاہد نمی دہند | آن فیض خاص را کہ بہ پیر مغان رسید

مژگان بچشم من رگ ابر بہار شد | تا کہ گل مراد درین بوستان رسید

شب زندہ داشت خضر و بعمر ابد رسید | تو معتقد کہ خضر چنین در جہان رسید

ولہ

خواندہ ام در علم حسن از عشق درس صد کتاب | کردہ ام یک مصرع آن سرو بالا انتخاب

بیت ابروے تو آمد مطلعِ دیوانِ حسن | گرچہ خوش باشد کتابِ حسن را

قصیدہ دیگر

ہمچین زباغِ فلک خوشہ ثریا را | بطاسِ مہر بدہ شوخ ماہ سیما را

فدائے شیوۂ عرشی کہ از کلیدِ زبان | کشود قفلِ دلِ شاعرانِ گویا را

ہنرورا بہ ثنائے تو لب کشود کسے | کہ ہیچگہ نہ ستودہ است اہلِ دنیا را

تراست ہمچو من آن معدنِ ہنر مداح | کہ ہست ہمچو تو ممدوح اہلِ تقویٰ را

منم کہ غلغلِ وصفِ صریرِ خامۂ من | بہ ہفت قلعۂ مینا فگند غوغا را

منم کہ کوکبِ تابانِ من بعلمِ نجوم | ز خاکدانِ کہن بردہ پور سینا را

منم کہ گر بفلک در دہند ہمتِ من | ز در بخود ندہد راہ باد پردا را

منم کہ ہمتِ والائے من بگنجِ جہان | بہ نیم جو نخرد قبہ ہائے علیا را

منم کہ خامہ بدستم زبان زند بعبیر | خجالت است ز اعجازِ من مسیحا را

منم کہ جانِ سخن سیدہم بہ ہر بیجان | خرامِ خامہ گواہی بس است بینا را

منم کہ تا بہ کلکم سزا نہ خوش زدہ | فلک ربود مسیح و زمین نکیسا را

سبو شکست و دوات و قلم علم انداخت | سپر فگند ورق حرفِ مانہ باتا را

ولہ

دلِ نگارِ من و شورشِ شباب درو | چہ شیشہ است کہ بشکستہ و شراب درو

خرابِ خالِ لبِ او سخن طرازانند | چہ نقطہ ایست کہ محو است صد کتاب درو

ولہ

دان اگر بہ لختِ کبابِ جگر زدی | ہر لذتے کہ ہست بعالم چشیدہ گیر

اے باد نوبہار خدا را ز بوئے یار | جائے دگر بقالبِ بیجان دمیدہ گیر

ی غزل سرائیِ رندانہ تا بکے | رو قصدِ نعت میکن و راہِ قصیدہ گیر

قصیدہ دیگر

اے بے پایان معانی در دو مرجانش | بیا ناخن موجۂ دریا و جوشِ وجد طوفانش

سوری است لازم صاحبانِ طبعِ موزون را | کہ باشد لالہ با داغِ جگر از بدو عنوانش

مراد از لطفِ تو یارب ناتوانی را | کہ باشد نسبتے با نرگس و بوئے جانانش

گلزار اکنون خامہ گلگشتے دگر دارد | کہ مدحِ مصطفےٰ باشد کنون فصلِ بہارانش

شاہے کہ دربانانِ قصرِ او ہمہ جنت | فلک را دادہ اندازان بجودِ طرفۂ ایوانش

آخر قصیدہ

ال القدا این گلشن چہ بلبل دلکشا دارد | کہ در گلزار آمد نغمۂ مرغِ سحر خوانش

اے تن غیب از صریرِ خامہ می شنوم | کہ این فردوسِ معنیٰ باشد و عرشی است خوشنویش

کلامِ اردو

مجھے خوشی ہو ترے عشوہ ہائے بیہم کی | رہے نہ کوئی ستم عذرِ امتحان کیلئے

ولہ

شعلۂ عشق وہ ہے جس سے زمانہ جل جائے | یوں تو پتھر کے بھی سینہ میں شرر ہوتا ہے

ولہ

جولان کہان یہ کیجیے گر لامکان ہو
ہمت کسے دکھایئے گر آسمان ہو

اے وضعِ احتیاط یہ فصلِ بہار ہے
گلبانگِ شوق زمزمہ سنجِ فغان ہو

اتنی ہی آرزو ہے مین تجھسے اے فلک
یہ اُنکی اک نہین بھی نہ ہووے جو ہان ہو

حاضر ہون آج مجمعِ دیوانِ عام مین
پھر کچھ کسی کو حوصلۂ امتحان ہو

ولہ

کیا اک بات مین جامہ سے باہر
شبِ وصل اُس نے جب مجھسے حیا کی

خود آرائی نہ چھوڑینگے یہ کافر
خدائی یونہی برحق ہے خدا کی

ولہ

سُنتا ہی نہین کوئی مرے دردِ نہان کو
قاتل نہین کہتا کبھی بیمار سے آگے

ولہ

سحر جو مین نے کہا ہو قصورِ شب کا معاف
تو ہنسکے بولے کہ چل دُور ہو ہوا سو ہوا

غزل ناتمام

اب تو ہم شایستۂ آغوشِ دلبر ہو گئے
ناتوانی مین جو گُل کھلائے تو مشتِ ہو گئے

جب سے ہم وابستۂ زلفِ معنبر ہو گئے
آہ کے شعلے شرارِ عودِ مجمر ہو گئے

عشق سے چمکا ستارہ ہر بتِ بے مہر کا
آتشِ خورشید سے یہ سنگ جوہر ہو گئے

غش ہوئے پوشاک پر اُس غم سے ضعف کی ہم
دیکھکر خورشید پر شبنم کو بیہوش ہو گئے

دوش کی مین نے جو وہ صلاح ہنوز آ لگے
اب رقیبِ روسیہ حجامِ اکثر ہو گئے

دل کو آئینہ بنایا ہے ہمنے عشق مین
ہم بھی اب شایانِ درِ زنگِ سکندر ہو گئے

قطعہ

اے صدر نشینِ کرم منت و احسان
اے زیب دہِ مسندِ انعام و عطایا

جسطرح نہین فہمِ معانی مین ترا مثل
میرا بھی نہین طرزِ سخن مین کوئی ہمتا

گر مملکتِ فہم ترا تختِ نگین ہے
اقلیمِ سخن مین ہے مرے نام کا سکہ

گر زینتِ ابکارِ معانی ہے ترا نطق
میرا بھی غبارِ روشِ کلک ہے سُرمہ

گر قدر شناسی ہے تری قوت کا جوہر
ہے نادرہ سنجی مری صورت کا ہیولا

گر کام تری فکر کا ہے عقدہ کشائی
ہے کام مری طبع کا اعجازِ مسیحا

گر نجمِ سعادت ہے ترے نور کا پرتو
ہے نیرِ اعظم مرے جوہر کا نمونا

گر شور ترے فیض کا ہے کون و مکان مین
آوازہ ہے عالم مین مرے نطق و رقم کا

گر فیض رسانی ہے تری طبع کو لازم
ہے شکر گذاری مری طینت کا تقاضا

ہے گردۂ خورشید تری بزم کا ساغر
ہے جوہرِ اول مرے خاتم کا نگینا

ہے منشاءِ صد بذل تری ہمتِ عالی
ہے مبدءِ صد نزل مری فکرتِ والا

ہے نکتہ نوازی تری تقریر سے توام
ہے نکتہ طرازی مری تحریر سے پیدا

دانش تری تعلیمِ فراستِ عبارت
وقعت مرے مضمونِ خیالی کا سُمی

جب تک کہ نہ دیکھا تھا ترے دستِ شفا کو
مین قائلِ اعجازِ مسیحا نہ ہوا تھا

گر داد تری ضامن انصاف نہ ہوتی | کھلتا نہ کسی پر حق و باطل کا معما
ہے رحم تری خوبیِ فطرت کا مقلد | ہے لطف کو وسعت تری ہیبت کا ارادا
از بہر کشاد گرہ کارِ دو عالم | کافی ہے تری جنبش ابرو کا اشارا
با اینہمہ خمخانۂ الطاف ہے تیرے | افسوس کہ میرا نہ بھرے جام تمنا
کس طرح سے مین نالۂ جانسوز نکالون | دشوار ہے اس آتش سوزان کا چھپانا
کب تک سرِ انبارِ دبی رنج نہ کھولون | گر ضبط کرون ضبط بھی کرنے نہین دیتا
اک عمر سے ہے درپئے تکلیف رسانی | مدت سے یہ ہوتا ہے مرے خون کا پیاسا
اک قطرۂ سودا ہے مری آنکھ کی پتلی | افسردگی پنجۂ غم سے ہے یہ نقشا
دریا مین اگر ہو مرے اشکون کی حرارت | پیدا ہو حبابون کی طرح موج سے شعلا
نیسان مرے مانند اگر گرم بکا ہو | ہو جائے گہر سینۂ دُر کا پھپھولا
اس درجہ مین اب فکر و تردد مین گھلا ہون | اک نقطۂ وہمی ہے مرا جسم سراپا
ہر شکل سے تحصیل مطالب مین نظر کی | لیکن کبھی حاصل نہوا کوئی نتیجا
از بہر تفنن جو کبھی شکل عروسی | کھینچون ہون تو بنجائے ہے لذت کا پتلا
دہشت کرون نقطۂ فرضی بھی اگر فرض | اور اسکے لیے اک خط وہمی کرون پیدا
تو بھی نہ ملے اُس کو جگہ سطح مین ملنے | یہ دائرۂ غم کا ہے اب دل لیے حاطا
بلکہ کہ اب حد سے زیادہ مری تکلیف | ہونے نہ تری فرد عنایت کو گوارا
بستر نہین تصریح پریشانی خاطر | کہتے ہین کہ تصریح سے ابلغ ہے کنایا

گر تو سخن عرشی دلخستہ دعا بر | ہے جملہ مطالب کے لیے نسب اولی
جب تک کہ ہے رنگین سخنی طبع روان سے | جب تک کہ ہے ابر بہاری چمن آرا
جب تک ہو سخن سنج کو قدرِ درِ معنی | جب تک درِ معنی کی رہے قدر معلا
عاشق کو ہے جب تک ہوس کوچۂ دلبر | بلبل کو ہے جب تک کہ گلستان سے علاقا
آزاد رہے سرو کے مانند خزان سے | جبتک ہے چمن عیش کا ہر گلبن رعنا
سیراب رہین ابر کرم سے ترے احباب | جلتے رہین برق غضب و قہر سے اعدا

مولانا عرشی مرحوم نے اپنے زمانۂ حیات مین دو تین بار حج بیت اللہ اور زیارت مدینۂ طیبہ کا تہیہ کیا لیکن اُن کی والدۂ ماجدہ یہ کہکر اُن کو روکتی رہین کہ انشاء اللہ تعالی ہم سب مل کر ساتھ چلینگے تھوڑے روز ٹھہر جاؤ تاکہ ذرا فتنۂ غدر کے اثرات بعد سے امن ہو جائے اور راہ اس اثنا مین سامان سفر بھی درست کر لیا جائے۔ چنانچہ کچھ زمانہ تک وہ منتظر رہے مگر سوء اتفاق سے جب کوئی صورت سب کی روانگی کی نہ بن پڑی اور زیارت حرمین کے ذوق و شوق کے استیلا نے اُنکے دل مین زیادہ شورش پیدا کی تو وہ بارادۂ حج سنہ ۱۲۶۳ ہجری مین قنوج سے بسم اللہ کہکر چل کھڑے ہوئے۔ ۵

درین دریائے بے پایان درین طوفان شور افزا | دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرساہا

منزل بمنزل براہ اندور بڑودہ مین پہونچے یہان مولانا غلام حسین قنوجی مقیم بڑودہ کے مکان پر بغرض رفع تکان قیام کیا راستہ ہی مین خارش وغیرہ کی شکایت پیدا ہوگئی تھی مگر یہان پہونچکر بخت و اتفاق سے دفعۃً مبتلائے تپ اسہالی ہو کر ۱۲ جمادی الاولی

۱۳۰۶ھ روز جمعہ کو انتقال کیا۔

مولانا غلام حسین نے اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع والا جاہ مرحوم کو بذریعہ
دی اُسوقت والا جاہ مرحوم بھوپال مین تھے مولانا کے خط کی عبارت یہ ہے
"آں مرحوم و مغفور رحمہم اللہ تعالےٰ بست و پنجم شعبان ۱۳۰۶ھ بسواری عجلہ
از مقام اندور کرایہ کردہ بودند در مقام بڑودہ نزد فقیر رسیدند موجب کمال مسرت
و سرور شدہ بود چہ از مدت سنی دو سال کہ در ملک گجرات ہمچنان عزیزی از قنوج نزد
نرسیدہ بود و بدریافت کمالات اوشان کہ درین مدت قلیل حاصل کردہ بودند نہا
محظوظ بودم لیکن اوشان بسبب عارضۂ خارش وغیرہ مکدر بودند درین اثنا در ماہ
ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ روزے تپ بشدت آمد و درین روزہا در بڑودہ کثرتِ تپ
باکثر مردم بود بعد یک دو روز معالجہ شروع کردہ شد و حکیم سید احمد کہ یکے از شاگردان
حکیم سید ہاشم علی خان صاحب بودند و ازان مرحوم کمال موانست می داشتند
معالج شدند یک ہفتہ علاج اوشان شد و یک مسہل ہم شد لیکن از تقدیر الٰہی ہیچ فائدہ
مرتب نشد بندہ را نہایت اضطرار شد آخر مولوی عماد الحسن صاحب موہانی کہ از قرابت
صفی پور از میر عزیز حسین قرابت قریبہ دارند و ہم از حکیم ہاشم علی خان صاحب
قرابت قریبہ دارند باعث شدند کہ اوشان را بمکان حکیم صاحب بردند بخیال اینکہ در شہر بودہ
از حکیم صاحب سوئے طبیبے دیگر کامل نزدیست لہذا این مشورہ را نسب دانستہ بمکان
حکیم صاحب بردند و بندہ ہم اکثر اوقات خبرگیران بود غرضکہ دہ دوازدہ روز آنجا بودند

احب بسیار متوجہ بودند کہ فرق آن متصور نباشد لیکن ہیچ فائدہ نشد ع
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت
ہلا یوسی از دوا اوشان را بمکان خود آوردم و بتاریخ ہشتم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ
بعد از نماز جمعہ کہ بر بالین اوشان رسیدم و بندہ مولوی مراد اللہ صاحب کہ خلف الصدق
لوی نعمت اللہ صاحب لکھنوی اند اوشان را در حالت احتضار یافتیم مولوی
للہ صاحب و بندہ اوشان را راست کردیم و بذکر کلمہ مشغول شدیم زیادہ از یک پاس
انی بود کہ برحمت حق پیوستند انا للہ و انا الیہ راجعون ؁
الی کہ ازین واقعۂ جانکاہ بحالم رسیدہ است از تحریر و تقریر آن عاجز و قاصرم او سبحانہ
ان برادر و والدۂ قدسیۂ اوشان را صبر عطا فرماید زیادہ درین باب نوشتن فضول است
و سہ روز قبل روز وفات ہر چند از اوشان اشارۃً و کنایۃً گفتہ شد کہ چیزے بفرمائید
بوالدہ صاحبہ و برادر صاحب شما بنویسیم ہیچ نہ فرمودند روز پنجشنبہ ہر چند گفتہ شد
چیزے بفرمائید بجز سکوت جواب ندادند و گاہے غافل می شدند اما غفلت چندان نبود در جمعہ
ح الصباح کہ بر بالین شان رسیدم و دیدہ آواز دادند و شناختند ہر چند گفتم کہ چیزے
بگوئید ہیچ جواب ندادند غرضکہ بعد تجہیز و تکفین بطریق مسنون نماز جنازہ خواندہ در تکیہ
تریہ کہ در آنجا مزار سید یحییٰ ترمذی کہ یکے از خلفاء مخدوم اخی جمشید راجگیری اند و قبور اکثر
مردم علاقہ نواب صاحب بڑودہ در آنجا است و متصل قبر شاہ عالم خان مرحوم قریب یک پاس
شب گذشتہ مدفون شدند۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ رحمۃ واسعۃ والسلام خیر الختام الحمد للہ اولا وا[خرا]

والاجاہ مرحوم لکھتے ہین کہ مولوی عماد الحسن نے لکھنؤ مین مجھسے بیان کیا کہ
جب انکو غفلت سے افاقہ ہوتا اور مین باتین کرنے لگتا تو وہ کہتے کہ خاموش رہو یہ [وقت]
اللہ اللہ کرنے کا ہے چنانچہ اسی کلمۂ طیبہ پر انکا خاتمہ ہوگیا۔

اس حادثۂ جانکاہ کا جو صدمہ والاجاہ مرحوم کے دل پر گذرا وہ لفظون مین ا[دا ہونا]
مشکل ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہین۔

چون این کتاب زیر دورۂ تردم بمقام بھوپال رسید صدمۂ عظیم بر دل و جان [رسید]
و زندگی چندروزہ وبال خاطر ناشاد گردید ؎

گر نقضا بود کہ باہم رویم — می رسد آنوقت کہ ما ہم رویم

ہر چند ہر نفس ذائقۃ الموت است و شاہراہ اجل مسمی برائے عبور ہر ذی روح [...]
لیکن مرگ اہل کمال خاصۃً برادر عینی کہ جزو بدن برادر باشد بالخصوص در عین شبا[ب]
واقعۂ عظیم و حادثۂ جانکاہ است ؎

مسافرے نرسید از عدم کز و پرسم — کہ پیر چرخ کجا برد نوجوان مرا

آخر کار چون بہ تقدیر الٰہی ستیزہ نتوان کرد شاد و ناشاد بصبر گرائیدہ شد و تاس[ی]
بہ سنت سلف صالحین نمودہ آمد۔

مولانا عرشی مرحوم کی عمر تئیس برس سات مہینے اور بیس روز کی ہوئی شیخ ادیب حسن [...]
نے انکے مرثیہ مین یہ چند اشعار عربی مین لکھکر والد مرحوم کے پاس بھیجے ؎

[...] القروفا دح قد اوجعا — بمصاب رکن الدین یوم تصدعا
[...] الاوان مصباح الدجی — من للفضائل والتقی قد جمعا
[...] الفضائل احمد من سعی — لمکارم الاخلاق ثم توسعا
[...] الفعال الصادق القول الذی — اوصافہ عظمت وجلت موقعا
[...] المعارف والعلوم اخا الندی — فی دھرہ بنظیرہ لم یسمعا
[...] المکارم قبل شد ازارہ — ونحوا اماما قبل ان یترعرعا
[...] بذ العلم قبل فطامہ — وعلی علی اقرانہ وترفعا
[...] وصنف فی العلوم ولم یکن — السبع والعشرین الا اربعا
[...] نقاوۃ عارف متصرف — بالنحو والتعبیر قد ملاء الوعا
[...] مباحث فی فنون جمۃ — لقواطع البرھان فیھا قطعا
[...] دروس العلم بعد وفاتہ — عصفت بھا ریح جنوب زعزعا
[...] اطلت اعلامھا وربوعھا — لما خلت منھا وراح وودعا
[...] اولوا الاھل لھذہ فلیبکوا دما — من بعد ان یبکوا ویفنوا الادمعا
[...] نجمھا بل بدرھا بل شمسھا — حقا وظنی مثلہ لم یطلعا
[...] اللہ یسقی تربۃ قد حلھا — بسحائب تھمی ولا تتقشعا
[...] امت علیہ من الالہ مراحم — ما شن وبل او ومیض لمعا
[...] ثم الصلوۃ علی النبی والہ — ما طائف بالبیت طاف ودعا

وعلی ائمۃ الکرام وصحبہ ماقام محتسب وماداع د...
والتابعین وتابعیھم دائما ما افتر زھر فی الربا وتفتـ...

ساتھ ہی اسکے ایک اور پُرسوز وگداز تعزیت نامہ لکھا جسکو ہم بجنسہ یہاں نقـ...
کرتے ہیں :-

اصبر لکل مصیبۃ وتجلد واعلم بان المرء غیر مخلد
واصبر کما صبر الکرام فانھا نوب تنوب الیوم تکشف فی غـ...
واذا ذکرت مصیبۃ تشجی بھا فاذکر مصابک بالنبی محمد

وما جعلنا من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون السیـ...
الاجل الاکمل والھمام النجیب الامثل مولانا ناصر یوحن کفاہ...
شر المحن اھدی الیہ سلاما کالنسیم لطفا وکالمسک عرفا ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ علی الدوام والصلوۃ والسلام ما تغنی الحمام وما طاف
الحجیج بالبیت الحرام صورت لمسنون التعزیۃ فیمن اختار اللہ لہ
الانتقال من دار الفناء الی دار البقاء اخیکم الامام الامجد صفی الدین
السید احمد رحمۃ اللہ تعالی رحمۃ الابرار واسکنہ جنات تجری من تحتھا
الانھار واللہ اسئل وبہ الیہ اتوسل ان یجعل ما نقلہ الیہ خیرا مما نقلہ عنہ واللہ
یعظم لکم الاجر ویعصم قلوبکم علی ھذا المصاب بالصبر ولا یسع
الا الرضا والتسلیم لما قضاہ السمیع العلیم انا للہ وانا الیہ راجعون

...ول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم عندنا الیک فانا لم نعلم
...من وصولنا الیکم وقد عرفنا التغیر فیکم فکنا نظن
...السام ولما اقتضانا الشیخ عبد الجبار اخبرنا بذلک وبین لنا
...الوفی ومالہ من المصنفات فی العالم فتمثلت بقول بعض الاعیان ؎

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد
ولکنہ بنیان قوم تھدما

...وما احراہ بقول القائل ؎

فیا وافیہ بالثری ان دفنتہ
محل الثریا فادفنوہ علی علم

واعلم یا اخی وفقنی اللہ وایاک ان ھذہ الدنیا دار ھم لادار
...ومنزل ترح لا منزل فرح ودار بلوی لا دار سلوی ؎

طبعت علی کدر وانت تریدھا
صفوا من الاکدار والاقدار
ومکلف الاشیاء ضد طباعھا
متطلب فی الماء جذوۃ نار

فاوصی اخی ونفسی بتقوی اللہ والصبر علی القضا فان فیہ رضا المولی
...جل جلالہ ھذا وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

مولانا محمد عباس رفعت مرحوم نے مولانا عرشی مرحوم کی وفات میں
فارسی قطعہ لکھا ہے

عرشی عالی گہر احمد حسن ۔۔۔ در طفیل مصطفٰے مغفور
رخت بربست ازجہان سوی بہشت ۔۔۔ زیر طوبیٰ ہمنشینِ حور
گفت رفعت ازپئے تاریخ او ۔۔۔ با امام المتقین محشور

سنہ ۱۲۷۷ھ

تمام شد

تالیفات مؤلف مآثر صدیقی

مشہور رسالہ درۃ العباسیہ کا اُردو
سلیس عام فہم ترجمہ جسکو مصر کے فاضل
سید محمد آفندی نے بحکم وزیر سررشتہ تعلیمات
مصر تالیف کیا اور اس کو خدیو معظم
عباس حلمی پاشا کے نام نامی پر معنون
کیا اس کتاب مین عقائد اسلام کی تعلیم
سوال وجواب کے پیرایہ مین دیگئی ہے
مصر اور ہندوستان کے مدارس مین
داخل نصاب ہے کاغذ لکھائی چھپائی
نہایت عمدہ قیمت ۸ر

خانہ داری کے ابتدائی اصول خانگی
مجلس، اسراف، بخل، کفایت شعاری،
حُسن سلوک، میان بیوی کے تعلقات،
حقوق زوجیت، بیجا رسوم وغیرہ وغیرہ
ضروری مضامین بیان کئے گئے ہین
قیمت ۳ر

یہ کتاب عنوانات ذیل پر مشتمل ہے ہندوستان
مین تقریب وزہ کشائی کے متعلق لوگون
کا خیال، عبادات اسلامی کے فوائد، قانون
قدرت سمجھنے مین لوگونکا غلطی کرنا، انسان
اور خدا سے روح کا تعلق، نماز کے فوائد،
احکام قومی ترقی دین کا راز وغیرہ وغیرہ قیمت ۱ر

اس کتاب مین تمام مہمات مسائل کو
آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور مستند
دلائل سے بڑی جامعیت کے ساتھ
سوال وجواب کے پیرایہ مین اس انداز
سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک معمولی سمجھ کا
آدمی بخوبی سمجھ لے اور اسکا دل مطمئن
ہو جاوے یہی وہ کتاب ہے جو اس قرن
کی انوکھی تصنیف کہی جاسکتی ہے جیسا کہ
وکیل اخبار مطبوعہ سنہ ۱۹۱۰ء وغیرہ نے
لکھا ہے یہی وہ کتاب ہے جسمین یہ ثابت
کر دیا گیا ہے کہ مذاہب موجودہ مین صرف
مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو
بالکل عقل وفطرت کے موافق ہے اور
ہر طرح کی مادی اور روحانی ترقیون کا
سرچشمہ ہے اسکا مطالعہ ہر شخص کے لئے
خصوصاً گریجویٹ اور طلباے مدارس
کے لئے نہایت ضروری ہے منشی رحمت اللہ
صاحب رعد کے نامی پریس مین نہایت
اہتمام سے یوری فنش کاغذ پر چھپی ہے
قیمت غیر مجلد عہ مجلد ۲ر

ضروری مسائل کی تعلیم طلباے مدارس
کے لئے بیحد مفید ہے قیمت ۱ر

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

مآثرِ صدیقی

موسوم بہ

سیرتِ والاجاہی

حصۂ دوم

یعنی

سوانح و حالات خاندانی امام المحدثین و زبدۃ المفسرین آبی و مولائی امیر الملک والاجاہ نواب سید صدیق حسن خان حسینی البخاری قنوجی شوہر رضیہ خلد مکان علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ۔ جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے ریاست بھوپال تغمدہ اللہ بالرحمۃ والرضوان

تالیف

ابو نصر سید محمد علی حسن خان المخاطب صفی الدولہ حسام الملک صانہ اللہ تعالیٰ عن شرور الزمان

باہتمام تام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ مطبع

مطبع منشی نول کشور لکھنؤ مین چھپی

اشاعتِ نو ١٤١١ھ / ١٩٩١ء: جمعیۃ اھل سنۃ لاہور

صحت نامہ مآثر صدیقی مرحوم حصۂ دوم

صفحہ	سطر	خطا	صواب	صفحہ	سطر	خطا	صواب
۱	۳	اولی	الاولی	۴۶	۱۰	مع	معًا
۱	۹	الزمانِ	الزمانُ	۶۷	۱۶	ال	اس
۱	۹	اولَ	اولُ	۷۱	۱	آرشاد	اِرشاد
[illegible]	۱۰	پڑ	پر	۷۱	۱۵	خور	خورد
[illegible]	۱۲	الکل	بالکل	۹۵	۲	آمر	امر
۲۰	۹	قی	فی	۱۰۳	۸	تبت	ثبت
[illegible]	۱۷	السلاسل	السلاسل	۱۱۷	۳	اوزر	اور
۳۱	۳	مدارلت	مدارات	۱۲۰	۲	سر	سہ
۳۲	۱۲	بغد	بعد	۱۲۰	۱۰	یان	پان
۳۲	۳	والاحاہ	والاجاہ	۱۲۹	۱۰	ئیصر	قیصر

فہرست مضامین حصۂ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصۂ دوم

امام السنۃ خاتم المحدثین نواب امیر الملک والاجاہ ابو الطیب صدیق بن حسن بن علی القنوجی تغمدہ اللہ بغفرانہ

یکشنبہ کے روز چاشت کے وقت نوزدہم جمادی اولیٰ ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۸۳۲ء کو بانس بریلی مین جہان انکی ننھیال تھی پیدا ہوئے۔ جس خاک پاک سے انکی طینت سرشت ور مخمر ہوئی تھی اس کو یاد کرکے وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۵

بلاد بها حل الزمان تمائمي	واول ارض مس جلدي ترابها

۵ حطہ فی ذکر الصحاح الستہ

کچھ دنوں کے بعد اُن کی والدۂ محترمہ اُنکو بریلی سے لیکر قنوج مین جو آبائی و...
چلی آئین۔

زمانۂ یتیمی ہنوز پانچ[ل] برس کی عمر تھی کہ شفیق باپ کا ظلِ عاطفت اُن کے سر... اُٹھ گیا اور پُرحسرت واندوہ یتیمانہ زندگی کا آغاز ہوا۔ اقربا مین بھی کوئی شخص ... موجود نہ تھا جو اُن کے سر پہ ہاتھ رکھتا۔ اور شفقت و محبت سے اُن کا نگران حال متکفل ہوتا کُل راس المال چند قطعات زمین و باغات تھے دوسری کوئی وجہ کفا... نہ تھی جب کبھی وہ اپنے اِس یتیمانہ حالت کو یاد کیا کرتے تھے تو یہ شعر پڑھا کرتے...

مرا باشد از حال طفلان خبر	کہ در طفلی از سر برفتم پدر

ایک جگہ وہ لکھتے ہین[ع] ہمارے حضرت صلعم بھی یتیم تھے باوجود اُمّی ہونے کے ا... نے اُن کو ناسخ جمیع ملل اور ختم جملہ رسل بنایا تھا۔ اُنکے ساتھ ادنی مناسبت بھی ایک... فضیلت ہے یہ آیۂ کریمہ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی مجھپر بھی صادق آتی...

مرا از زلف او موئے بسند است	فضولی میکنم بوئے بسند است

بہرحال والاجاہ نے اپنی والدۂ ماجدہ کے آغوش مین پرورش اور تربیت ... چنانچہ خود لکھتے ہین کہ[ع] مین سات برس کا تھا مکان کے دروازے پر مسجد تھی مجھے خوب ... ہے کہ جب صبح کی اذان ہوتی اور مین سوتا پڑا ہوتا تو والدۂ مرحومہ مجھے اُٹھا کر وضو... اور اپنے سامنے مجکو مسجد مین بھیجدیتی تھین کبھی گھر مین نماز پڑھنے نہین دیتی تھین...

ل ابقاء المنن صفحہ ۹ ، ع ابقاء المنن صفحہ ۸، ۹ ع ابقاء المنن صفحہ ۱۲

...ن کی وجہ سے میری آنکھ نہ کھلتی تو منھ پر پانی ڈالدیا کرتی تھین[۵]"

...ب سرزد از ان چاک گریبان	برخیز تو اے گوشہ نشین وقت نماز است

...ونکہ وہ مفتی محمد عوض صاحب جیسے دیندار مقدس شخص کی بیٹی تھین جنکے زہد و تقدس ...ار تمام شہر بریلی پر چھایا ہوا تھا۔ اور سید علامہ مولانا اولاد حسن صاحب کی بیوی ...تھین اِس لئے اُن مین وہ تمام اسلامی صفتین موجود تھین جو ایک پاک دیندار متبرک ...ون مین ہونی لازم ہین۔ یون بھی اُن مین معمولی عورتون سے کسی قدر قابلیت زیادہ ... اولاد کی تربیت کا اُنکو خاص ملکہ تھا۔

...ب نشینی اولاً اُنھون نے والاجاہ کو ایک معلم مقرر کرکے دو ایک پارے قرآن شریف ...پڑھوائے۔ بقیہ قرآن مجید اُنھون نے مراہق ہونے کے بعد پڑھا فارسی مین کریما ...نامہ اور چند اوراق بوستان کے اور دو ایک باب گلستان کے پڑھے تھے پھر خود ...ض انشاآت فارسی کا مطالعہ کیا۔ ایک موقع پر وہ لکھتے ہین کہ "جب[ل] شیخ حسینی (جو والد مرحوم ...خادم تھے) کتابون کو دھوپ دیا کرتے تھے تو ہمارا کھیل یہی تھا کہ ہم ایک ایک کتاب کو لیکر ...الٹ کے دیکھتے اور پڑھتے کوئی جگہ سمجھ مین آتی کوئی نہ آتی۔ بعض ورق گردانی کی برکت ...علم کا شوق دل مین پیدا ہوگیا" دوسرے مقام پر لکھتے ہین کہ "ہر کتاب کے دیکھنے اور سمجھنے ...شوق دامنگیر خاطر رہا کرتا تھا کوئی کتاب کوئی قصہ کوئی داستان خواہ نظم مین ہو یا نثر مین ...ن نہین بچی جسکا مطالعہ ایک بار اول سے آخر تک نہ کیا ہو یہانتک کہ فسانۂ عجائب

۵ ابقاء المنن صفحہ ۱۲

مثنوی میر تقی مثنوی غنیمت یوسف زلیخا سکندر نامہ ابوالفضل توقیعات سہ نثر
بہار جاج اور تمام دواوین فارسی اور اُردو جو مشہور و معروف ہین اُن مین سے ایک
بھی ایسی نہین جو نظر سے نہ گذری ہو سب کتابون سے بحکم خُذ مَا صَفَا وَدَعْ مَا کَدِر
اچھے اچھے فقرے اور جملے یاد رہ گئے تھے۔

اس طرح ابتدائی عمر ہی مین کافی استعداد تحصیل علوم کی پیدا ہو گئی۔

تعلیم خط تحریر اور خوشخطی کی تعلیم اُنھون نے کبھی بچون کی طرح کسی کاتب سے نہین لی اور نہ کبھی اصلاح کسی خوشنویس سے لی۔ انکا خط محض طبعی تھا ابتداءً وہ جلی قلم سے لکھا کرتے تھے اخیر زمانہ مین باریک خفی قلم سے لکھنا شروع کیا تھا۔ زود نویسی تو گویا انکو آبائی ترکہ ملی تھی۔ آٹھ ورق کا ایک جزو روزانہ لکھنا اُنکے علمی زندگی کا ایک ممتاز کارنامہ تھا۔ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ جس زمانہ مین وہ منصب حکومت پر فائز تھے۔ اُس زمانہ مین بھی یہ تھا بلکہ کثرتِ تالیفات نے گردشِ قلم کو اور بھی سریع السیر بنا دیا تھا۔

اوائل کتب کا درس

اوائل عمر مین مختصرات فنون کی تعلیم اپنے برادر اعیانی مولانا سید احمد حسن عرشی مرحوم سے حاصل کی تھی چنانچہ میزان الصرف منشعب تصریف زبدہ مختصر المعانی دو ستہ سبعہ تہذیب منطق شرح تہذیب ہدیۃ المیزان وغیرہ انھین سے پڑھی تھین۔

لہ بیاض فہمی [illegible]

سید احمد علی مرحوم ساکن فرخ آباد (جو اُنکے والد سید علامہ سے خاص ارادت رکھتے تھے) اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔ چند مہینے فرخ آباد مین اُن کے مکان پر قیام رہا مختلف اوقات کافیہ اور شرح جامی۔ مولوی محمد حسین مرحوم شاہجہانپوری سے۔ اور ہدایۃ النحو اور مولوی حکیم اصغر حسین مرحوم بن منشی غلام غوث صاحب مرحوم فرخ آبادی سے پڑھین میر زاہد افق المبین درمختار و مشکوٰۃ المصابیح کا درس دوسرے مشاہیر اہل علم سے لیا مگر جو کچھ بھی پڑھا وہ سب غفلت و بے نیازی کی حالت مین پڑھا۔

اسی اثنا مین مولوی مردان علی صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی اور بعض معتقدین علامہ اُن کو طلب علم کی غرض سے کانپور لے گئے یہان بھی تعلیم کا کچھ کچھ شغل جاری رہا فوائد الضیائیہ کا درس یہین کے علما سے لیا ملا محمد مراد صاحب ساکن بخارا نزیل شہر کانپور سے وہ ایک سبق قطبی کے اور مولوی محمد محب اللہ صاحب پانی پتی سے وہ ایک سبق شرح جامی کے پڑھے۔ فرخ آباد اور کانپور کے زمانہ تعلیم کی نسبت وہ متاسفانہ لکھتے ہین

سرمایۂ از شمۂ جوانی چنانکہ افتد و دانی در سوز و گداز و مہر و وفا و نادانی بسر آمد ۵

بما جز عشق بد خویان نیاموخت	خدا اجرے دہد استاد ما را

یہ زمانہ بھی فرخ آباد کی طرح کانپور مین زیادہ تر غفلت اور لہو و لعب مین گذرا ۵

چون کتابے را اگر آید فال بر برہم نہند	نسخۂ عالم کشودیم و بہم بگذاشتیم

تعلیم مین کوئی مزید ترقی نہین ہوئی تاہم ذوق علم جو اُن کے آب و گل مین سرایت

۵ [illegible] الاحرار صفحہ ۲۲۸

کر چکا تھا وہ بے اثر کیونکر رہ سکتا تھا۔ اور علماء عصر کی صحبت کا رنگ جو اُن پر
چڑھ چکا تھا وہ کہاں جا سکتا تھا یہ اُسی کی تاثیر تھی کہ باوجود کوئی علمی شغلہ ...
کانپور و فرخ آباد کی مجالس وعظ مین وہ برابر شریک ہوتے رہے کوئی علمی صحبت اور ...
کی مجلس ایسی نہین ہوتی تھی کہ وہ اُنسے خالی رہتی ہو۔

علمی صحبتین چند مجلسون اور علمی صحبتون کا ذکر خود اُنھون نے اپنی تالیفات مین کیا ہے
وہ لکھتے ہین کہ مین فرخ آباد مین مولوی مردانعلی صاحب بدایونی سے ملا کانپور مین ...
سلامت اللہ صاحب کشفی مولوی عبدالحلیم صاحب لکھنوی مولوی سخاوت علی صاحب
مولوی خرم علی صاحب بلہوری کی مجالس وعظ مین شریک رہا مولوی یحییٰ علی صاحب
مولوی فیاض علی صاحب عظیم آبادی مولوی فخر الدین صاحب اور شاہ غلام رسول ...
کانپوری وغیرہ اساتذۂ علم و فلسفہ و تصوف کی صحبتون سے مستفید ہونے کا اور اُن کے
علمی تذکرون اور باصفا مجلسون سے لُطف اندوز ہونے کا مجکو بارہا اتفاق ہوا شاہ صاحب
ہی کے دولت خانہ پر مولوی زین العابدین صاحب الہ آبادی سے بھی شرف ملاقات
حاصل ہوا بریلی مین مولوی محبوب علی صاحب مرادآبادی کا وعظ سُنا اور قنوج مین مولوی
محمد علی صاحب ٹونکی کی مجلس وعظ مین شریک ہوا یہ حضرت مجدد العصر مولانا سید احمد صاحب
بریلوی قدس اللہ سرہ کے خلیفہ اور مولوی حیدر علی صاحب ٹونکی کے چھوٹے بھائی
اور بہت خوش بیان واعظ تھے۔ مولوی ولایت علی صاحب اور مولوی عنایت علی صاحب

له ابقاء المنن صفحہ ١٢ و روض الخضیب صفحہ ١٤٢

... بڑے پایہ کے عالم تھے جب وہ قنوج مین آئے تو والا جاہ سے ملنے کو اُن
... پر تشریف لائے مستورات کو جو اُنکے ہمراہ تھین والاجاہ کی والدہ محترمہ نے
... کے گھر مین بھیجدیا مراجعت کے وقت وہ کہہ گئے کہ "سُنّو صاحبزادے تم کتاب بلوغ المرام
... پڑھنا" اُسوقت والاجاہ کی عمر بارہ تیرہ برس کی تھی۔ مولانا ئے ممدوح کا یہ ارشاد
مبارک اور موثر ثابت ہوا کہ اُنھون نے بعد فراغ علم جب کہ وہ ریاست بھوپال
... مدارس تھے بلوغ المرام کی ایک شرح بسیط لکھی جسکا نام مسک الختام ہے اُس
... کے چھپنے کی اجرت مین اُنھون نے اپنا سارا کتب خانۂ سابق فروخت کرکے اُس کا
... نیت صرف کردیا یہ فقہ حدیث کے سب سے زیادہ مستند اور مقبول عام کتاب ہے
... دو مرتبہ چھپ چکی ہے۔ شیخ سعد الدین بن الموید ہبۃ اللہ بن عبد الرحیم
سلطان بن ابراہیم انصاری یمنی کیخدمت مین (جن سے حدیدہ مین زمانۂ سفر حجاز
... ملاقات ہو چکی تھی) والاجاہ نے اپنے مولفات مین سے کتاب مسک الختام اور
... بطور ہدیہ جب ارسال کین تو شیخ موصوف اُن کو پڑھکر نہایت محظوظ ہوئے اور
... مسک الختام کی تعریف مین تراسی بیت کی ایک نظم عربی زبان مین تحریر کی اُسمین
والاجاہ کی لطف ملاقات کا دلآویز تذکرہ بھی کیا ہے اُس مین سے چند اشعار جو دستیاب
ہوئے یہان نقل کئے جاتے ہین ٥

قَدْ حَصَلْنَا عَلٰے بُلُوغِ الْمَرَام	اذ وصلنا الی بلیغ المرام

٥ ابقاء المنن صفحہ ١٢ و روض الخضیب صفحہ ١٤٢ سكه اتحاف النبلاء صفحہ ١٣٩

واتصلنا ولم يكن ثم فصل	لستالى ونغمة من مرام
وعشقنا على السماع قديماً	لحديث الحسام نجل الكرام
من غدا قاضيا بكل صحيح	مستجادٍ فى النقض والابرام
لم يكن بالضعيف فى ملكاته	بل هو الراس ثابت الاقدام
حسن النهج ما به من قبيح	راجح الهدى نحو سبيل السلام
كيف لا وهو نجل من جل قدراً	فى يمان الدنا وشرق وشام
ريثما قال رائد الصحب هذا	موضع الحب فادخلوا بسلام
قد خلنا فانجاب سجف حجاب	مستبلٍ فوق كعبة الاستلام
ورأينا وجها بنور المحيا	منه قد فاق ضوء بدر تمام
وجه شخص تكمل المعنى	قدسٍ سيدٍ جليل همام

الى قوله نظم

وسألنا عن سنه فاجابوا	هو فوق العشرين فى الافهام
فرأيناه غير بدع وحبذا الله	معطيه افهم الافهام
فهو من شاء او دع السر فيه	وحباه وجاهة فى الانام
مثل هذا المولى النبيل الجميل	المولوى المفخم الاعلام
صد لاهل الكمال من شرح	الصدر بشرح على بلوغ المرام

واتى فيه من بواطن علم	الظاهر المحكم البعيد المرام
موضحا غامضات ما قد حوى	مبرزا الاهمال بالاعجام
وعجيب اعرابه باللسان	الفارسى المفيد للاعجام
ان هذا من حسن صنع ابى الفتح	المسمى الصديق فى الاسام
ذاته هيكل لطيف مثال	صاغه الله قائم الهندام
كاد لطفا يسيل من حسن خلق	قد غدا فعله كفعل المدام
حفظ الله ذاته وحباه	علم شيبٍ مع حوزة عمر شام
وعلى جدكم صلوة الهى	مع سلام تترى بمر الدوام
وكذا الآل الكرام وصحب	ما تغنى الهزار فوق البشام

والا جاہ لکھتے ہیں کہ میں نے مولوی ولایت علی صاحب مرحوم کے وعظ و تقریر میں بہت انگیز و دلکش تاثیر دیکھی وہ بڑے بڑے واعظین و مذکرین کے وعظ و تقریر میں نہیں دیکھی نہ سنی اُن کی بزم صحبت میں بیٹھکر دل دنیا سے بالکل سرد ہو جاتا تھا اور حُبِّ نبی سنت اسلامی اور حق و صداقت کا ایک جذبۂ صادقہ عمق قلب سے جوش مارنے لگتا تھا قطب العارفین حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قدس سرہ بارہا قنوج میں تشریف لاتے اور جامع مسجد میں ٹھہرتے جب تک ان کا قیام وہاں رہتا وہ والا جاہ کے مکان پر برابر آتے جاتے رہتے اور اُن سے اور اُن کے برادر کلاں مولانا عرشی مرحوم سے بہت محبت کرتے تھے۔

مولانا ممدوح کی ذات اقدس اس دورپسین اور بزم آخرین مین زہد و قناعت
و تقدس اور اتباع سُنت اور علوم باطنی مین فرید عصر و وحید روزگار تھی والا جاہ
کانپور ہی مین مقیم تھے کہ قاضی کلو (جو چھپرا مئو کے رہنے والے تھے اور اُن سے تعارف
رکھتے تھے) وہ اُنکو ترغیب دیکر اپنے ہمراہ دہلی لے گئے یہ ۱۲۶۹ھ ہجری کا واقعہ ہے

سفرِ دہلی

دہلی کو نہ صرف مہاراجگان ہند کی راجدھانی اور سلاطین مغلیہ کی
دارالسلطنت ہونے کا فخر حاصل رہا ہے بلکہ وہ ہمیشہ اکتشافات علمی اور نشر علوم مذاہب کا
جامعۂ کلیہ صناعات و فنون کا بیت الحکمۃ اور معارف سلوک و طریقت اور ارشاد کا مرکز
عام رہا ہے اگرچہ پچھلے زمانہ مین طوائف الملوکی اور سلاطین کی جلد جلد تنزل پذیر حالت
اُس کو بجائے دارالسلطنت ہونے کے بازیچۂ روزگار اور بجائے سرچشمۂ علوم و فنون ہونے
کے ماتمکدۂ علم و عمل اور بجائے ادب گاہ صفا ہونے کے دارالفتن بنادیا تھا جسکو ایک
مختصر مگر جامع اور مانع الفاظ مین اُجڑا دیار کہہ سکتے ہین پھر بھی اُس کی خاک پاک مین
جابجا ایسے طلائی ذرے موجود تھے جو اُسکی مٹی کو اکسیر شفا اور اُس کے در کی جبین سائی
سرمایۂ سعادت کونین بنائے ہوئے تھے دور دور سے تشنگان علم اور طالبان سلوک
شدّ رحال کرکے وہان آتے تھے اور نعمت علم و سلوک سے متمتع اور سیراب ہوکر واپس جاتے
تھے والا جاہ جب دہلی پہونچے تو وہان مولوی بشیرالدین صاحب قنوجی بن ناظر کریم الدین
سے ملاقات ہوئی وہ بہت تپاک سے پیش آئے اور اُن کو اپنے گھر لیجا کر مہمان رکھا اسکے بعد
صدر الافاضل جلیل المفاخر مفتی محمد صدرالدین خان بہادر مرحوم صدر الصدور دہلی

اُن کو مولوی صاحب کے مکان سے اُٹھا کر اپنے گھر پر ہمراہ لے آئے پھر اُن کو نواب
مصطفےٰ خان بہادر مرحوم کے دولتخانہ پر ٹھہرایا نواب صاحب کا محل متصل چتلی قبر کے تھا
یہان دو برس تک وہ وہان مقیم رہے نواب صاحب ممدوح عالم فاضل ادیب ماہر اور
شاعر شیرین مقال تھے اُردو مین شیفتہ اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتے تھے انواع فضائل
و اخلاق سے متحلی اور مزین تھے باوجود امارت و مکنت کے صابر شاکر عابد قانع اور درویش
صافی مشرب بزرگ تھے غفر اللہ لہ و برّد اللہ مضجعہ۔

کتبِ زیرِ درس

جب قیام کی جانب سے اطمینان ہوا تو اُنھون نے مستقل طور پر
مفتی صاحب سے سلسلۂ درس و تدریس جاری کیا اور کتب آلیہ کو
ترتیب وار درساً درساً اُن سے پڑھا مفتی صاحب ہر یکشنبہ کو قطب صاحب جایا کرتے تھے
یہ اُن کے ہمرکاب رہا کرتے تھے اور راستہ مین پڑھتے جاتے تھے کتب مذکورہ کی تفصیل یہ ہے
مختصر المعانی آخر تک۔ شرح وقایہ عبادات تک۔ ہدایہ معاملات تک۔ توضیح اصول فقہ
اور تلویح مشہور درس تک سلم العلوم کامل مُلا حسن کامل حمد اللہ کامل قاضی مبارک تمام
میبذی تمام صدرہ الی یایھم الاجسام شمس بازغہ مقررہ درس تک میر زاہد ملا جلال الی بحث الدلالۃ
میر زاہد شرح مواقف الی بحث الوجود میر زاہد رسالہ الی المذہب المنصور بخاری کے چار پارے
قراۃً باقی سماعۃً۔

تفسیر بیضاوی مین سے سورۂ بقرہ دیوان متنبی قریب نصف مقالۂ اول تحریر اقلیدس تمام

ف ۱ بقاء المنن صفحہ ۱۳ ف ۲ بیاض قلمی صفحہ ۵

میر قطبی قطبی تمام قسرح عقائد نسفی تمام حاشیہ ملا عبد العلی بحر العلوم بر رسالۂ میر زاہد درس
مقامات حریری و مقامات ہندی چند مقالہ سماعۃ شرح مطالع سماعۃ دیوان حماسہ
سبعۂ معلقہ۔

دورانِ تعلیم ہی مین بعض کتابین اور حواشی اُنھون نے اپنے ہاتھ سے نقل کیے
ترجمۂ اُردو منبہات ابن حجر کی حدیث مین حبل المتین اور اربعین فی اصول الدین
امام غزالی کو اپنے قلم سے لکھا۔ مختصر المیزان کی ایک شرح مختصر عربی زبان مین خود
کی ساتھ ہی اس کے شرح تہذیب اور بعض دوسری کتابون کا درس بھی وہ طلبہ کو دیتے
رہتے تھے تالیف کا بھی کسی قدر شغل اُسی وقت سے شروع ہو گیا تھا جو علوم اُنھون نے
تعلیم مین حاصل کیے اُنکی اسناد متصل کا سلسلہ ایک واسطہ سے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب
دہلوی تک منتہی ہوتا ہے اور اُن سے لیکر یہ سلسلہ مولفین تک پہونچ جاتا ہے۔ یہ تمام علمی سلسلے
اور دیگر کل اسانید و حالات مشائخ وغیرہ کے اُنھون نے اپنی کتاب سلسلۃ العسجد مین بالتفصیل
نقل کیے ہین یہ کتاب شائع ہو چکی ہے اسلیے اس جگہ اُن اسانید اور سلسلون کے تحریر کرنے کی
ضرورت نہین والاجاہ قیام دار السلطنت دہلی مین تقریباً دو برس تک رہا یون تو انسان
کی تعلیم کا زمانہ مہد سے شروع ہوتا ہے اور لحد پر تمام ہوتا ہے لیکن زمانۂ تعلیم مین چند ہی سال
چند ہی ماہ چند ہی روز اور چند ہی لمحے ایسے ہوا کرتے ہین جنکو علمی زندگی کا عطر اور وصال
فصل بہار کہنا چاہیے۔ انھین محدود اوقات مین بعض تشنہ جگر طالبان علم کو خوش قسمتی سے
جب اسباب موافق جمع ہو جاتے ہین تو فیضان باری تعالی اور اُس کے امتنا ہی فضل و کرم سے

سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے جو دوسرون کو بلکہ خود اُنھین کو سالہا سال کی تحصیل علم اور
جد و جہد شاقہ سے بھی حاصل نہین ہوتا۔

قیام دہلی کے ان دو برسون کو بھی اسی زمانہ مین شمار کرنا چاہیے۔ اسلیے کہ انھین
دو برسون مین والاجاہ نے علوم متداولہ کی تعلیم سے فراغت پائی۔

اسی زمانہ مین ان کو اکابر ملت اور اجلۂ ارباب کمال سے ملنے کا اتفاق ہوا خصوصاً
اُس جماعت علماء متفقہین و واعظین اور اصحاب طریقت و سلوک و ارشاد کی صحبتون مین بیٹھکر
اقتباس انوار باطن اور اکتساب علوم ظاہر اور فنون ادبیہ کی تکمیل کرتے رہے اور شاہزادون
اور امراء ملک و ملت کی مجلسون اور محفلون مین رسوخ پیدا کر کے آداب مجالس اور قواعد و آئین
شاہی سے بھی وہ واقفیت حاصل کرتے رہے اسی زمانہ مین انکو خوش قسمتی سے چشم خود
سلطنت اسلامیۂ مغلیہ کے آخری جاہ و جلال اور سطوت و جبروت کے دیکھنے کا موقع ملا۔
جن آنکھون سے اُنھون نے دبدبۂ جاہ و جلال اور طنطنۂ شوکت و اقبال کو دیکھا تھا
انھین آنکھون سے انکو بد بختانہ طور پر سلطنت مغلیہ کی تباہی و بربادی اور ایوان فرمانروائی
اسلامیہ کی شکستگی و ریختگی کا دل پاش پاش کرنے والا درد انگیز منظر بھی بہ نگاہ عبرت دیکھنا پڑا
ان متضاد واقعات کے مشاہدے سے اور گوناگون حالات پیش آنے سے ان کو بہت سے
تجربے اور عبرتین اور بصیرتین حاصل ہوئین جنھون نے لطائف و افضال رحمانی کے
رموز اور قہر و غضب ربانی کے اسرار و غوامض آشکار کر کے انکے لیے علمی جد و جہد کی راہین
وسیع اور کشادہ کر دین اور ہر طرح کی رفعت دنیوی و اُخروی حاصل کرنے کے لیے اُنکی

حوصلہ مندی کے سامنے فتح و نصرت حق کے دروازے کھولدیئے اسی امر کی طرف اشارہ
وہ لکھتے ہین۔ لَوْلَا السِّنَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَان

اکابر قوم کی مجلسون مین شرکت

اُن نامور مشاہیر قوم اورارباب جاہ وحشم کے اسماء گرامی جن
اُن کو زمانۂ قیام دہلی مین اتفاق صحبت و ملاقات ہوا
اُنھون نے اپنی مختلف کتابون مین لکھے ہین دار السلطنت دہلی مین قلعۂ معلّے کے اندر
خاتم السلاطین تیموریۂ ابو ظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ طاب ثراہ اور اُن کے ولی عہد
شاہزادہ مرزا فخر الدین بہادر مرحوم اور دیگر شاہزادگان والا تبار کی بارگاہ شاہی مین
باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ طبقۂ امرا مین عظیم الدولہ سرفراز الملک نواب محمد مصطفےٰ خان بہادر
مظفر جنگ مرحوم و نواب ضیاء الدین خان بہادر مرحوم و نواب امین الدین خان بہادر
کی بزم صحبت مین ہم جلیس و ندیم رہے۔ طبقۂ حکما اور اطبا مین معتمد الدولہ احترام الملک حس
احسان اللہ خان بہادر مرحوم وزیر بادشاہ دہلی اور حکیم امام الدین خان مرحوم سے لطف
رہا۔ طبقۂ علماء اور واعظین مین مولوی مخصوص اللہ صاحب و مولوی کریم اللہ صاحب
و حاجی محمد صاحب محدث و مولوی نوازش علی صاحب مہاجر مکۂ معظمہ و خواجہ ضیاء الدین
واعظ شاگرد مولوی قطب الدین صاحب مرحوم مترجم مشکوٰۃ المصابیح و مولوی عبد الخالق
و مولوی حفیظ اللہ صاحب واعظ۔ و مولوی عبد الکریم صاحب و مولوی محبوب علی صاحب
و مولوی نصیر الدین صاحب واعظ مسجد جامع کی مجالس علمی مین شریک رہے مولوی

۵ ابقاء المنن صفحہ ۱۳ و روض الخصیب صفحہ ۱۶۲

حسین صاحب محدث دہلوی مرحوم کو دیکھا مگر اتفاق صحبت کم ہوا۔ طلبۂ مستعدین
مولوی شیخ فیض الحسن صاحب سہارنپوری ملا نواب صاحب مقیم مکۂ معظمہ و مولوی
شاہ حسین صاحب رامپوری و مولوی فضل رسول صاحب بدایونی و مولوی
الدین صاحب و مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی و مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی
ساتھ ربط و ضبط رہا اُن کے بیٹے مولوی عبد الحق صاحب سے جلسۂ دربار قیصری مین
بارہ ملاقات بمقام دہلی ہوئی خانقاہ میرزا مظہر جانجانان شہید قدس سرہ مین
مشائخ عصر شاہ احمد سعید صاحب اور شاہ عبد الغنی صاحب کی بزم خلوت و صفا مین
شریک ہوکر لذات روحانی سے متمتع ہوگئے ہیں۔ طبقۂ شعرا مین نواب نجم الدولہ دبیر الملک
مرزا اسد اللہ خان بہادر غالب اور ملک الشعرا خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق دہلوی
اور مولانا امام بخش صہبائی کے بہارستان سخن کے گلہائے معانی سے دل و دماغ معطر کرتے رہے
زمانۂ آغاز ملاقات مین والا جاہ ایک بار میرزا غالب مرحوم کے دولتخانہ پر خانۂ بے تکلف
سمجھکر بلا اطلاع سابق یکایک پہونچ گئے اُسوقت یاران رنگین طبع کی محفل گرم تھی مرزا صاحب
اُنکو دیکھکر بے ساختہ یارانہ لہجے مین کہا ع

بیا برادر آ و رے بھائی

اِسوقت آپ کی کیا دعوت کرون۔ پہلے سے مجکو آپ کے آنیکا علم بھی نہ تھا۔ خیر بیٹھیے مین

نواب صاحب نے پانچوین جمادی الثانی ۱۲۸۵ ہجری کو ہجرت کی قلمی بیاض صفحہ ۲۔ ۵ مولویصاحب موصوف کے ساتھ
مرحوم کو خاص خصوصیت تھی۔ قیام رامپور کے زمانۂ قلیل مین بھی انکے ساتھ مذاکرات علمی کی صحبتین گرم رہا کرتی تھین ۲۰

ضیافت طبع کیلئے دیتا ہون یہ کہکر مرزا صاحب نے اپنی تازہ غزل سُنائی جو اُنھین دنون شاہی دربار کی فرمایش سے لکھی تھی اسکا مطلع یہ ہے ؎

نکتہ چین ہے غم دل اُسکو سنائے نہ بنے	کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

والاجاہ اکثر اوقات کہا کرتے تھے کہ میرزا صاحب کا وہ دل آویز لب ولہجہ اور ان فصیح و بلیغ اشعار کی حسن ترتیب ادا اور لطایف شعریہ اور جزالت معانی کی تاثیر کچھ ایسی دل مین پیوست ہو گئی ہے کہ جب کبھی اُسکی یاد آجاتی ہے تو دل مین ایک عالم وجد و حال پیدا ہوتا ہے اور ہر وقت تازہ بتازہ نو بنو لطف حاصل ہوتا ہے ع

تازہ تر از تازہ ترے می رسد

اللہ اللہ کیا لوگ تھے کیا زمانہ تھا کیسی صحبتین تھین اب نہ وہ لوگ رہے نہ وہ علمی صحبتین رہین نہ وہ باصفا مجلسین باقی رہین، خواب و خیال کی طرح اُن کی یاد دلون مین اور ان کا تذکرہ کتابون مین لکھا رہ گیا۔ والاجاہ ان دلچسپ اور دل مین گدگدی پیدا کرنے والی گذشتہ علمی صحبتون کو یاد کرکے لکھتے ہین "نہ فکرے از نان و جامہ بخاطر آمدے و نہ یاد یار و دیار راہ اندیشہ زدے۔ عمر عمر شباب بود و صحبت۔ صحبت احباب و شغل شغل درس کتاب"۔ ؎

سَقَی اللّٰہُ وَقْتًا کُنْتُ اَخْلُو بِوَجْہِکُمْ	وَثَغْرُ الْھَوٰی فِیْ رَوْضَۃِ الْاُنْسِ ضَاحِکُ
اَقَمْنَا زَمَانًا وَالْعُیُوْنُ قَرِیْرَۃٌ	وَاَصْبَحْتُ یَوْمًا وَالْجُفُوْنُ سَوَاکِبُ

تکمیل تعلیم اور فارغ التحصیل ہونیکے بعد دہلی سے اُنھون نے مراجعت وطن کا قصد کیا اور

؎ روض الخصیب صفحہ ۱۶۳

مفتی صدرالدین خان بہادر سے اسکا تذکرہ کیا۔ مفتی صاحب ممدوح نے بلا طلب ایک سند تکمیل تعلیم کی اپنی مہر اور دستخط اُسپر ثبت کرکے اُن کو عطا کی۔ سند یہ ہے؎ مولوی صدیق حسن صاحب قنوجی ذہن سلیم و قوت حافظہ و فہم درست و مناسبت تام با کتاب و مطالعۂ صحیح و استعداد تام دارند جملہ کتب معقول رسمیہ از منطق و حکمت و از علم دین اکثر از بخاری و چیزے تفسیر بیضاوی و معاملات ہدایہ و فقہ و اصول فقہ و عقائد و ادب از فقیر اکتساب نمودند مستعدانہ فہمیدہ خواندند باوجود بسعادت و رشد و صلاح و نیک نہادی و صفائی طینت و فطرت و اہلیت و شرم و حیا در اقران و اماثل خود ممتاز اند محمد صدرالدین۔

اساتذۂ علم ان کے علاوہ جن اساتذۂ علم سے اُنھون نے سند لی اُن کے نام یہ ہین قاضی شیخ حسین عرب مرحوم بن محسن بن محمد السبعی الانصاری حدیدی۔ شیخ المعمر عبدالحق مرحوم بن فضل اللہ ساکن نیوتنی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم مہاجر مکۂ معظمہ ان سے ۱۲۸۱ ہجری مین کتب حدیث و قرآن حکیم کی سند لی۔ شیخ یحیٰی بن محمد بن احمد بن حسن الحازمی قاضی عدن ان سے ذی الحجہ ۱۲۹۵ ہجری مین سند لی۔ علامہ سید نعمان خیرالدین آلوسی زادہ مفتی بغداد سے ۱۲۹۶ ہجری مین سند لی۔ صدر الافاضل مولوی صدرالدین خان مرحوم مفتی دارالسلطنت دہلی۔ اور شیخ زین العابدین بن محسن بن محمد السبعی الانصاری حدیدی سے علاوہ سند لینے

؎ سلسلۃ العسجد صفحہ ۴۳ ؎ ابجد العلوم صفحہ ۹۴ ؎ شیخ موصوف نے مکۂ معظمہ مین بمقام منیٰ ہشتم ذی الحجہ ۱۲۸۵ ہجری مین وفات پائی ۱۲ ریاض قلمی صفحہ ۳ ؎ مولوی صاحب ممدوح مولانا محمد اسحاق صاحب مہاجر دہلوی کے بھائی تھے انہون نے مکۂ معظمہ مین ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۰۲ ہجری کو ۱۱ بجے وفات پائی اور قریب روضہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دفن ہوئے اللہ تعالے رحمۃً واسعۃً۔

کے صحیح مسلم سنن ترمذی سنن ابن ماجہ سنن نسائی اور دراری المضیہ شرح در... کتب اُنکو پڑھکر سنائین۔

معاودت وطن

اکیس سال کی عمر مین علوم متداولہ سے فراغت حاصل کرکے دہلی سے اپنے وطن ... مین واپس آئے یہان بمشکل چند ماہ انکا قیام رہا کیونکہ سوائے اُنکے کوئی دوسرا مربی ... موجود نہ تھا۔ متعلقین اور عزیزون کی معیشت کا دار ومدار صرف اُن کے قوت بازو ... وجہ کفاف بھی کوئی ایسی موجود نہ تھی جو زندگی کی ضرورتون کے لیئے کافی ہوا ... پریشان حالی اور شکستہ بالی کی نسبت وہ لکھتے ہین۔

"نہ یارے کہ درین سراسیمگی جوانمردی نماید ونہ غمگسارے کہ درین افتادگی دستگیری فر... دریاب ہر کرا بمجرد چشم کشودن ودیدہ واکردن بے پدری ربوبیت کند ودرخانہ از نام درہم ودینار پشیزے میسر نبود۔ واحدے از اقارب ہمدرد دل نباشد وراہے بسوے کسب قوت لایموت نکشاید۔ وہنرے کہ آلہ رزق وزندگانی تواند بود حاصل نبود سوا بار عیال خورد وبزرگ خانہ وماندہ بود خویش وبیگانہ بر سرش افتد حالت دل آن بیچارہ پراگندہ خاطر چہ خواہد بود ۱ھ

نہ قاصدے نہ صبائے نہ مرغ نامہ برے | کہ زبیکسی من غمی برد خبرے

لہ روض الخصیب صفحہ ۱۶۳۔

روانگی جانب بھوپال

...بنا بر آیہ کریمہ فامشوا فی مناکبہا وکلوا من رزقہ پر نظر کرکے ... معاش کا خیال پیدا ہوا محلہ مین ایک نوربات رہا کرتا تھا جس کا نام محمدی تھا ... پیشہ عطاری بھی کیا کرتا تھا اُس سے اسلامی ریاست بھوپال کے حالات سنکر اور خدا کا ... لیکر تیرہ رجب سنہ ۱۲۷۰ ہجری مطابق سنہ ۱۸۵۴ء کو ۲۳ سال کی عمر مین سامان سفر درست ... بھوپال کی طرف چل کھڑے ہوئے پچیس روز قطع منازل مین صرف ہوئے چھبیسوین روز ... بھوپال پہونچے اور ایک کرایہ کے مکان مین اُترے۔ اس عالم غربت مین نہ کوئی ہمدم ... ہمساز ساتھ تھا نہ اخوان وارکان ریاست مین کسی سے تعارف سابقہ تھا کہ وہ ... نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ کے حضور مین (جو اُسوقت مختار ریاست تھین اور ... تمام ملک محروسہ کی عنان حکومت اُن کے دست اقتدار مین تھی) تقریب کرتا یا تابان ریاست ... اُن کو لیجا کر ملاتا۔ یار رعایت درے قدمے قلمے اُنکے ساتھ کرتا مجبوراً اُنھون نے تائید ربانی ... لطیفہ غیبی پر اعتماد کرکے اپنے ہاتھ سے ایک مختصر عرضداشت اپنے حال پُرملال کی لکھ کر ... محمد جمال الدین خان صاحب بہادر مدار المہام نائب اول ریاست کی خدمت مین ... کی شیخ علی عباس صاحب مرحوم چپراسی کوئی وہان اتفاق سے موجود تھے اُنھون نے ہمدردانہ ... اعانت وتائید کی۔ مدار المہام صاحب (جو باوجود کثرت دولت وحکمت اور ایک عالی شان

لہ ابقاء المنن صفحہ ۱۳۴۔

مرتبۂ وزارت پر فائز ہونے کے بدرجۂ غایت موحّد خداپرست علم دوست قدرشنا
فضل وہنر وسیع الخلق اور خیر محض تھے اُن کی علم پرستی زربخشی اور گہرپاشی کا سارا شہ
معترف ومعترِف تھا اُنکی فیاضی کے افسانے ابتک بھوپال مین آویزۂ گوش ہر خاص و
ہین) نہایت محبت وتپاک سے والاجاہ کے ساتھ پیش آئے۔ اور اُسی دن رئیسہ معظمہ کے
سمع مبارک تک من وعن اُنکی سرگذشتِ حال پہونچادی اور اُن کے صفات ذاتی واصا
سے اُن کو مطلع کیا۔

رئیسہ معظمہ کی خدمتمین باریابی

اُس زمانہ مین مخیم دولت واحتشام باغ فرحت افزا مین تھا رئیسہ معظ
وہین رونق افروز تھین اُسی وقت نقیب بھیجکر طلب فرمایا رات کا و
تھا محفل اہل دربار واغیار سے خالی تھی چند خاص الخاص ارکان ریاست شرف اندوز حضو
تھے کہ نقیب نے اُنکے حاضر ہونے کی اطلاع دی۔ رئیسہ معظمہ نے اُن کو شرف باریابی بخشا او
نہایت عزت اور حسن اخلاق سے پیش آئین مختلف سوالات اور گفتگو کرنے کے بعد بہت مس
ہوئین اور مدار المہام صاحب سے فرمایا کہ یہ تو اس قابل تھے کہ مین ان کو اپنے سایۂ عاطفت
یعنی دامادی مین لیتی مگر مجبوری یہ ہے کہ مین ان سے قبل ایک صاحب کو نواب شاہجہان
سے منسوب کرچکی ہون اور حسب قرار داد صدر (گورنمنٹ آف انڈیا) وہ نامزد ہوچکے ہین
رئیسہ معظمہ کے دل مین اُس وقت جو خطرہ گذرا تھا وہ محض ایک خطرہ نہ تھا بلکہ قدرت کا
ایک الہامی کرشمہ تھا اُن کو یہ کیا خبر تھی کہ گردش لیل ونہار اور مساعدت بخت واتفاق س

لہ روض النضیب صفحہ ۱۶۵

ال کے بعد اُن کی یہ دلی آرزو صورت حال کے لباس مین جلوہ گر ہونے والی ہے
روز علی الصباح پھر فرمان طلبی صادر ہوا اور چاشت کے وقت وہ رئیسہ معظمہ
ت مین باریاب ہوئے اس مرتبہ پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ التفات اور دلجوئی کا
زمایا اور غرۂ رمضان ۱۲۸۱ہجری سے اپنے ملازمان آستانۂ خاص مین تیس روپیہ
ہوار پر جگہ دی جو خدمت منشی گیری اُن کو تفویض ہوئی وہ ایک نوع کی قرب حضوری
چند مہینے وہ اِس خدمت مفوضہ کو بمستعدی تمام انجام دیتے رہے۔ ہر جمعہ کو وہ معمولاً
ابراہیم خان مین وعظ کہا کرتے تھے یہ شغلہ انکا کم سنی سے جاری تھا۔ وہ قنوج مین
ور خطیب بھی تھے اور واعظ بھی۔ لیکن بطریق اُجرت وخدمت بلکہ محض دینی شغف سے
معمول تھا۔

ایک روز عزیزون کی یاد اور خیال وطن نے اُنکے دل کو بیچین کیا عزیز واقارب کی جدائی
معاش کی تنگی پر نظر گئی تو طبیعت کی آشفتگی مین دوچند اضافہ ہو گیا اور تیس روپیہ
اہوار مین گذر اوقات دشوار معلوم ہوئی ناچار آخر یہ ارادہ کیا کہ ترک ملازمت کرکے
ل کو خیرباد کہنا چاہیے مگر خدا کی مشیئت تو کچھ اور ہی تھی جو نقش عظمت اُنھون نے اپنی
انی مستعدی اطاعت گذاری اور جانفشانی کا رئیسہ معظمہ کے دل پر بٹھایا تھا وہ ایسا نہ تھا
و ہو جاتا۔

خدمت میر دبیری

حسن اتفاق سے اسی زمانہ مین ریاست کی میر دبیری خالصہ کی خدمت خالی ہوئی۔

رئیسہ معظمہ نے اولاً چہل روپیہ مشاہرہ و بعد ازان پچاس روپیہ مشاہرہ تنخواہ…
کیا۔ بست و نہم ربیع الاول ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء بہنگام سرفرازندر سرکار سے…
کا خلعت جسکی مجموعی قیمت ایک سو پندرہ روپیہ تھی عطا ہوا۔ ملازمت کا ابتدائی زمانہ…
ناتجربہ کاری۔ جو لازمۂ نوعمری ہے شامل حال تھی وہ خلعت کوئی چور چرا لے گیا…
کے آخر مین سابق میر دبیر منشی عبد العلی خان (جو میان سکین مشہور شاعر کے بیٹے تھے)
عہدۂ سابق میر دبیری پر واپس آگئے۔ رئیسۂ معظمہ نے اُن کی تقصیرات گذشتہ معاف…
اور والاجاہ کو مسند میر دبیری کی جگہ خالی کرنی پڑی۔

مناظرہ بقول مشہور مصیبت تنہا نہین آیا کرتی اسی زمانہ مین طالب علمی کے اقتضا…
نوجوانی کے جوش مین بعض لوگون کے اصرار سے شیخ علی عباس صاحب مرحوم چریاکوٹی۔ سے
قلیان کشی کے باب مین مناظرہ ہوگیا۔ والاجاہ اُسکی اباحت کے اور شیخ موصوف اُس کی
کراہت کے قائل تھے بحث نے اسقدر طول کھینچا کہ مناظرہ سے مناقشہ اور مناقشہ سے منا…
کی نوبت پہونچی یہی منافرت خدمت ریاست سے اُنکی معزولی کا سبب ہوئی ۵

> محبت گسلان اے دل کہ چون گسستہ شد رشتہ
> توان پیوند کرد اما گرہ اندر میان دارد

چنانچہ اِس واقعہ کے ذکر مین وہ لکھتے ہین۔

"نے فائدہ بآن یار عزیز طرف شدم و محسن قدیم را کہ باعث این ملازمت بود در…
…افتادم صحبت باہم گر انیفتاد و نوبت این ناخوشی بعزل من کشید بیکار شدم"

معزولی اور روانگی جانب وطن

…یاست سے سلسلۂ ملازمت منقطع ہو گیا تو وہ یہ کہکر کہ اَلدُّنْیَا غُثُوثٌ وَبُعْدٌ لَا لَحَۃ
…وَمِنْ مِنْهَا وَلَا مَجْد شانزدہم محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء کو بھوپال سے
…ن روانہ ہوئے ہیژدہم محرم کو ہوشنگ آباد پہونچے یہان آتا کر تپ و لرزہ نے انکو
…کس نووارد مسافر پا کر دست تطاول دراز کیا علالت کی وجہ سے دو ایک ہفتہ وہان
…پڑا یازدہم صفر ۱۲۸۳ھ کو وہان سے پھر وہ بھوپال کی طرف پلٹے تاکہ ساگر ہوتے ہوئے
…کی طرف روانہ ہون سیزدہم صفر ۱۲۸۳ھ کو بھوپال پہونچے۔ ضعف علالت کی وجہ سے
…بال رفع تکان دو تین روز مولانا محمد عباس صاحب مرحوم بن شیخ احمد عرب شروانی
…ف نفحۃ الیمن کے مکان پر فروکش رہے شانزدہم صفر کو یہان سے روانہ ہو کر بیستم صفر کو
…ار پہونچے اور پانچ روز وہان آرام لیکر بست و ششم صفر کو کانپور کی طرف روانہ ہوئے
…س سفر مین صرف ایک ملازم ساتھ تھا اور تمام سامان اور زاد راہ کرایہ کے ٹٹو پر لدا ہوا تھا
…راہ سے وہ ناہموار ملازم بھاگ گیا بہرحال اَلنَّصِیْبُ یُصِیْبُ مجبوراً اُن کو
…ایک حجرۂ مسجد مین قیام کر کے عالم تنہائی اور بیکسی مین کچھ دن بسر کرنا پڑے اور بہت سے
مصائب غربت و سفر برداشت کر کے آخر بوقت تمام پانچوین ربیع الاول ۱۲۸۳ھ ہجری کو
کانپور مین وارد ہوئے۔ بعض ہنگامی ضرورتون کی وجہ سے چند روز تک اُن کو یہان ٹھہرنا پڑا

۵ بیاض قلمی صفحہ ۱۰۵ روض الخصیب صفحہ ۱۹۶

...ہو رہی ایک ہنگامۂ شور و شورا اور مقاتلۂ عظیم برپا تھا والا جاہ اس حادثۂ رستخیز
...لت ان لفظون مین لکھتے ہین ۔

...فتنہ ملابان از ہر سوراخ موش و در رنگ جراد منتشر و فتنہ جو یان در غارت گری
...اہل بلد بخود غیر متضرر شد آنچہ شد و گردید آنچہ گردید و آنچہ شد ۔ ہمہ بیجا شد ۔ و ہر چہ
گردید ۔ ناگزیر گردید ۞

...حالت شور و شر و فتنہ و فساد کی دیکھ کر ان کو وطن کی بربادی مستورات کی تنہائی اہل
...وطن کی بے چینی و اضطراب کا خیال آیا اور یہ سوچکر کہ تنہائی اور بیکسی کی موت سے
...کے ساتھ مل کر مرنا اچھا ہے مرگ انبوہ جشنے دارد قربانی وطن کے لیے یاران وطن کو
...چھوڑ دینا مروت و انسانیت سے بعید اور اخوت اسلامی کے منافی ہے پانزدہم شوال
...۱۲۷۳ ہجری کو قنوج واپس چلے آئے کچھ دن یہان برائے نام سکون و اطمینان سے بسر ہوئے
...مگر یہ حالت زیادہ دنون تک قائم نہین رہی اور نہ رہ سکتی تھی ۔ باوجود اسکے کہ قنوج مین
...ایک متنفس نے بھی حکام ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف سر نہین اٹھایا مگر جیسا کہ مشہور ہے کہ آٹے
...کے ساتھ گھن بھی پس جایا کرتے ہین ۔ باشندگان قنوج کو بھی کسی قدر مصائب جنگ کا شکار ہونا
...پڑا انگریزی فوج کی ایک جھڑپ فرخ آباد کی سپاہ ہندی کے ایک دستہ فوج سے ہو گئی یہ فوج
...فرخ آباد کے ایک رئیس ناسزا کم اندیش کے حکم سے وہان پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی اس معرکۂ جنگ مین
...اکثر رعایائے شہر کے مکانات مسمار اور زراعتین برباد ہو گئین اور انکا تمام اسباب و اثاث البیت

۵ روض الخصیب صفحہ ۱۲۷

شانزدہم ربیع الاول ۱۲۷۲ ہجری کو بخیریت تمام قنوج پہونچے ؎

بر رخ نشستہ گرد ملالت ببین مرا	نبود عجب اگر نہ شناسد کسے مرا

سفر کانپور

چند مہینے وطن مین عزیزون کی صحبت یاران وطن کی ملاقات اور گذشتہ مصیبتون...
غم غلط کرنے مین اطمینان و آرام کے ساتھ بسر ہوئے چونکہ دنیائے ناپائدار مین آرام ہو یا...
کسی کو قرار و قیام نہین ہے ؎

آرام ہے کون جہان خراب مین	گل سینہ چاک اور صبا اضطراب مین

اس لیے جب دل کو کسی قدر ان چیزون سے سیری حاصل ہو چکی اور آیندہ کے خیال...
اور زندگی کی ضرورتون نے فکری کو تردد سے بدلدیا تو چند روزہ عارضی آرام کی طرف...
دل اچاٹ ہونے لگا وحشت خاطر نے ہر طرف سے گھیرا اور آخر کار تلاش معاش نے ان کو...
و عزیزان وطن سے چھڑا کر پھر ایک مرتبہ کانپور پہونچا دیا ۔

غدر ۱۸۵۷ء

یہان آئے ہوئے تھوڑے روز گذرے تھے کہ دوازدہم شوال ۱۲۷۳ھ...
سے افواج انگریزی کے برگشتگی کی مختلف صدائین ہر گوشۂ ملک سے بلند ہونے...
غدر کا سمان ہر طرف چھا گیا یہ ایک عجیب عالم آشوب قیامت خیز و...

سکھون اور پنجابیون کی غارت گری کے نذر ہو گیا دوسرے روز قتل عام کا غلغلہ
سے بلند ہوا اور مارشل لا کے جاری ہونے کی افواہین فرخ آباد سے قنوج اور قنوج سے
اور مضافات شہر مین پھیل گئین اور ہر طرف ایک بھاگڑ سی مچ گئی سارا گھر تاراج دست
ہو گیا۔

ورودِ بلگرام والاجاہ کے والد سید علائہ کے معتقدین اور ارادتمندان خاص نے
یہ حالت دیکھی تو وہ اُن کو اور اُن کی اخوات و والدہ کو اپنے ہمراہ بلگرام مین لے آئے۔ یہ
نامور مشہور قصبہ ہے جسکو قدیم زمانہ سے دار العلم ہونے کا فخر رہا ہے اور اودھ کے
قصبون مین وہ اول درجہ کا قصبہ شمار کیا جاتا ہے۔ بڑے سے بڑا شہر بھی اُس کی عظ
شرف کا مقابلہ نہین کرسکتا۔ یہ شہر قنوج سے دریائے گنگ کے دوسرے کنارہ پر چار پانچ
کے فاصلہ پر ہے یہان ایک محلہ میدان پورہ ہے اسی مین کرایہ کا مکان لیکر یہ کاروان
اُتار اگیا چند مہینے تک یہان قیام رہا۔ درحقیقت یہ زمانہ اپنے سلحشوری اور ظلمت
کے لحاظ سے ہندوستان پر نہایت مصیبت خیز اور اندوہناک زمانہ تھا۔ جو ازمنۂ مظلم
کی یاد دلاکر دلون کے زخمہائے کہن کو تازہ کردیتا ہے۔ والاجاہ کو کئی مہینہ تک صرف ایک
سیاہ جامۂ خشن اور نانِ خشک شبینہ پر وقت گزاری کرنا پڑی۔ جب کپڑا پھٹ جاتا اپنے
سے سی لیتے جب میلا ہوجاتا خود دریا پر جاکر دھولاتے متعلقین کا بھی اس سے زیادہ
حال نہ تھا ؎

کسے مبادا اسیر شکنجۂ افلاس		کہ آدمی بسر دار بہ زناداری

گر باوجود اس تہیدستی اور فاقہ مستی کے پکھی سے کبھی قرض لیا نہ کسی کے سامنے
سوال پھیلایا۔ اور اپنی حالت بے مائگی پر صابر اور قانع رہے ؎

قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہان		آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

اسی زمانہ مین ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ نہانے اور کپڑے دھونے کے لیے دریا پر گئے
اُتار کر کنارے پر رکھے اور پانی مین اُتر کر غسل کرنے لگے اتفاق سے سکھ اور پنجابی پلٹن
سپاہی اُدھر سے گذرے چونکہ والاجاہ کا سرخ و سفید کھلا رنگ تھا۔ سپاہیون کو
انگریز ہونیکا شبہہ گذرا۔ اور ان سپاہیون نے لپک کر اُن پر بندوق کا فیر کرنا چاہا۔
ش قسمتی سے ایک دہقان اُدھر آرہا تھا جو چند سال قبل قنوج مین کاشتکاری کرچکا
تھا اور وہ وہان کے دیہات کا مکھیا تھا۔ وہ اُن سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور
ساری کیفیت دور سے دیکھتا چلا آرہا تھا۔ وہ دوڑا اور اُن لوگون سے چلا کر کہا۔
ا غضب نہ کرنا یہ تو بڑے حضرت صاحب کے صاحبزادے ہین۔ مین ان کو برسون سے
جانتا پہچانتا ہون۔ جب ان لوگون کو اُس کے بیان اور گواہی پر کامل وثوق ہو گیا اور
اُنھون نے اپنا اطمینان کرلیا تو وہ سیدھے منھ اُٹھائے ہوئے اپنے راستہ پر چلدیے والاجاہ
خدائے ارحم الراحمین کا شکر ادا کیا اور نہا دھو کر گھر واپس آئے۔ اس حالت کشمکش
اور عالم اضطراب مین اُنھون نے ایک قصیدہ عربی زبان مین جناب رحمۃ للعالمین
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت مین لکھا اور اُسکا نام قصیدۃ العنبریۃ فی مدح خیر البریۃ
رکھا جو حسب ذیل ہے۔

اخترت بين اماكن الغبراء	دار الكرامة بقعة الزوراء
هل لى مكان فيه اطلب راحتى	من دونها فى البر والداما
ما فضلها فوق المواضع كلها	الا لعرف فاح فى الارجاء
قلبى يطير الى طيور مروجها	والى بجوار رياضها الغناء
بابى بلاقعها التى فاقت على	وادى المقدس مهبط الانباء
ما لاح فى جو السماء بوارق	الا اوارى النار فى احشائ
كيف الوصول الى منازل طيبة	فيها المفتقر حصول رجاء
لو كان ادنى جذبة نبوية	لوصلت ثم باسرع الآناء
انى عشقت على اقامة طابة	فمتى افوز بجنة الدنياء
ليس البلوغ بارضها فى قدرتى	شتان بين الهند والزوراء
كيف الذى يرجو نزول ربوعها	يثوى بها فى بهجة وسراء
ان بات جسمى نازحا عن ارضها	فالقلب فيها عمدة الوكلاء
ولقد تملت بنفحة انسية	من روضة محفوفة ببهاء
نفسى الفداء لتربة قدسية	فيها نبى سيد البطحاء
طوبى لها من حيث حل بربعها	نور تجلى فوق سبع سماء
فازت بمعراج البراق ذاته	هذا العمرى اعظم النعماء
لله جاذبة واهب الآلاء	ونها بروية ربه بلغ المنى

[ا]لم يلق فى هذا الذهاب كآبة	ولعاد فى آن مع الاسراء
[و]اتى برضوان وغفران الى	عشاق حضرته اهيل ولاء
ثبتت نبوته وآدم جدنا	قد كان فى اسر التراب والماء
او فى امارات النبوة انه	اعيى المصاقع عمدة العرباء
لم يخلق الله القدير عديله	فى رتبة وفضيلة وضياء
هو ركن بيت الله جل جلاله	وعماد هذى القبة الخضراء
يكفيه فى وصف المكانة انه	سبب لتخليق الثرى وسماء
نور الهى تجلى رحمة	حتى انار جنا دمس الغبراء
براس نادى الانبياء ونورهم	حادى حمالة الليلة الظلماء
ساوى الذى اضناهم معيشة	القاه صرف الدهر فى البأساء
اعلى بمرحمة خصاصا سائلا	وافاده عزا على الاغناء
دوى صلاة الخافقين يمينه	فيه سخاوة ديمة هطلاء
تجلى اله العرش عن مكانه	متنزه عن وصمة الاكفاء
قد ابطل الملل السوابق دينه	ان الضياء لمبطل الظلماء
ماذا يقرب فى مديحك مادح	عجز الموصف عن بيان ثناء
انت الذى اثنى عليك الله فى	صحف كريم كاشف الاشياء
قد كنت مشتاقا الى القيامة	متقيد البلوى اسير الاهواء

حتى لقيت جماله بين الكرى … وظفرت بالبراس فى الظلماء
ومثلت مبتهلا لديه راجيا … نيل لعناية عمدة السراء
نظر الكريم الى لفقير عطوفة … نظر العطوفة شيمة الكرماء
وحبا المؤمل ههنا رفاقة … شتان فى التعداد والاحصاء
فجعلت اجمع رحمة من نظرة … وطفقت اقطف وردة النعماء
ووجدت تعبير الهذا كاملا … نيل المنى من طابة وحراء
وجلت فى كمد عريض مزلوى … متصبر فابلواعج الوعثاء
يليتنى الفيت يوما بلغة … ورحلت نحو الحضرة العلياء
لخرجت عن دارى سريعا لجلا … لوكان شيئا فى يدى الصفراء
ليس التعجب ان ظفرت برؤية … بعد التمادى وانقطاع رجاء
فالصب احيانا يقر عيونه … نيل المنى من غادة الدهناء
والشوق للمشتاق هاد موصل … نحو الرجاء بوسيلة الاهواء
لا عن وات الفيت زورة كهفنا … حق على الاباء للابناء
ياسيدى يا عروتى ووسيلتى … يا عدتى فى شدة ورخاء
يامقصدى يا اسوتى معاضدى … وذريعتى يا مرصدى مولائى
قد جئت بابك خائفا مترقبا … مناوها بتنفس الصعداء
شفعت جاهك ضارعا متذللا … مالى وراءك صارف الضراء

انت المغيث برحمة وكرامة … فى غمة وغوائل وبلاء
ارحم فقيرا جاء بابك راجيا … انت الضمين بحرمة الفقراء
واحسن الى عبد بحبك الابد … اوى اليك مخافة الاعداء
لكن انت للمحزون جار الجنة … من هذه البلوى وذى اللأواء
انجح مرامى يا كريم كرائم … انت القدير على نفاد رجائى
اخشى مدافع معشر متجانف … هموا بقتلى وانقطاع بقائى
مالى وراءك مستغاث فارحمن … يا رحمة للعالمين بكائى
لا ينبغى رد العفاة تغافلا … شان الكرام رعاية الغرباء
نعم الذى هو سائل مترقب … انى يجوز لغيبة العظماء
يا ايها الشمس الرفيع مكانه … ضاءت بنورك ساحة الدهناء
المع على عناية وعطوفة … وانر حنادس مهجتى السوداء
ولك الشفاعة والمكانة فى غد … ولانت اكرم معشر الشفعاء
ورجاء عبدك من جنابك سيدى … نيل الشفاعة زبدة الالاء
وعظيم رجوى ان تكون مشفعى … فى عفو زلاتى بيوم جزاء
وسواك مالى فى القيامة شافع … انت المخلص لى من الباساء
لازال مدحك باقيا بين الورى … من عبدك المصروف فى الاطراء
اهدى اليك المنا متواترا … دار الصلوة الزهرة الغراء

والی معاشر صحبت العالین و	الٰی الکرام السادۃ الکبراء
ما تعطرت الارواح من نفس الصبا	و تنفس الارواح بالاضواء

والاجاہ مرحوم نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پرانوار سے
خواب مین مشرف ہونے کا جو ذکر اس نظم مین کیا ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ ماہ ر
سنہ ۱۲ ہجری مین وقت تہجد قریب صبح صادق جبکہ وہ قنوج مین تھے انھون نے
دیکھا تھا کہ وہ محلسرائے اٹھکر مردانخانہ مین آئے ہین وہان صحن مین چھوٹے چھو
تخت بچھے ہین اور ان تختون کے نیچے آب صافی کی ایک نہر جاری ہے اور ان تختون
سے ایک تخت پر حضور سرور کائنات روحی فداہ رونق افروز ہین اور آپ کے سامنے
انار ہائے شیرین کا ایک انبار لگا ہوا ہے آپ کے جانب قبلہ ایک عمارت بوضع
بنی ہوئی ہے اسی اثنا مین کسی نے والاجاہ سے کہا کہ دیکھو تو اب محمد مصطفےٰ صلی اللہ
یہان تشریف فرما ہین یہ سنتے ہی وہ قریب پہونچے اور ادب کے ساتھ سلام کیا آپ
سلام کا جواب دیا یکبیک انکی نظر رسول خدا کے روئے مبارک پر پڑی تو تمام سر
موئے مشکین نظر آئے جو نصف گوش تک دراز تھے ریش مبارک مدور تھی لیکن نہ طو
نہ عریض بلکہ بقدر یک قبضہ چہرۂ مبارک چمک رہا تھا قصد کیا کہ آگے بڑھین ناگ
تخت کے قریب طغیانی آب کی وجہ سے پاؤن پھسل گیا مگر انھون نے اپنے کو سنبھالا او
تخت کے ایک جانب قبلہ رو ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب سے بیٹھ گئے
آنحضرت نے مسند سے اٹھکر کچھ ارشاد فرمایا جس کو وہ پورے طور پر یاد نہ رکھ سکے مگر ا

ن پر عرض کیا کہ میرے یہ نصیب کہان تھے کہ مین دیدار پرانوار سے سعادت اندوز

من واین مرتبہ از کجا لیکن	مور پرورده سلیمان است

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو انار اس انبار سے اٹھائے اور انکے قریب
بہ فرمایا پھر وہ دو انار عطا فرمائے انھون نے جلدی سے ان انارون کو لے لیا
کے بعد کے جو واقعات خواب مین گذرے وہ ان کو بیدار ہونے کے بعد یاد نہین رہے
اتنی بات یاد رہی کہ کسی مکان کے گوشہ سے ایک نرم و حزین آواز سنائی دی اور ایسا معلوم ہوا کہ
شخص چند اشعار مثنوی مولانا روم کے طرز پر پڑھ رہا ہے انھون نے وہ اشعار خواب
ن یاد کر لئے مگر صبح کو جب سو کر اٹھے تو وہ سب اشعار فراموش ہو چکے تھے صرف یہ
مصرع یاد رہ گیا تھا ع

فتنہ کم اندر مدینہ می شود

جس وقت یہ اشعار خواب مین انھون نے سنے تھے اس وقت مدینہ منورہ کی پوری شکل
ان کی آنکھون کے سامنے تھی بیداری کے بعد بھی مدینہ کے در و دیوار جو خواب مین نظر آئے
وہ بخوبی یاد رہے والاجاہ کہا کرتے تھے کہ مین نے خواب مین مدینہ کے ایک کوچۂ تنگ کو
دیکھا جو بہت پاک و صاف تھا اس کی دیوارین مٹی کی بنی ہوئی دور تک چلی گئی تھین کہنگی
اور قدامت کے آثار اسکے تمام اطراف و جوانب مین نمایان تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا
اس مین آبادی کم ہے اور اس کے تمام گلی کوچے سنسان پڑے ہوئے ہین اسی حالت مین

کسی جانب سے ایک آواز بطرز غزل سنائی دی میں نے اُدھر کان لگائے اور اشعار
گر آنکھ کھلنے کے بعد بجز اس ایک مصرع کے کچھ یاد نہ رہا وہ مصرع یہ ہے ع

المدینہ استقیم ضعفت بدولی است

خواب سے بیدار ہونے کے بعد والا جاہ پر صبح تک گریۂ شادی آمیز اور رقت
و وجد کا ایک تلاطم برپا رہا اور ایک عجب سرور اور برودِ قلب حاصل ہوا ؎

سحر کرشمۂ وصلش بخواب میدیدم	زہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداری است

والا جاہ نے اس خواب کی تعبیر خود اس طرح بیان کی ہے کہ وہ انار دینے
حرمین شریفین کے حصول زیارت کی طرف اشارہ ہے اور مصرع اول میں مدینہ طیبہ کا نام
و حوادث سے محفوظ و مصئون ہونا پایا جاتا ہے اور ماں کی اقامت سے متعلق اس مصرع
ایک نہایت لطیف تلمیح ہے اور دوسرے مصرع سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ زمانۂ فتنہ و فساد
ظلمتکدۂ ہند کو چھوڑ کر دار الاسلام حجاز کی طرف ہجرت نہ کرنا اور تمہید ستی اور زاد و راحلہ کی
قلت و کمیابی وغیرہ کے عذر ہائے لاطائل کو موانع سفر قرار دینا پست ہمتی اور ضعیف ال
کی صریح دلیل ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد اس تعبیر برمحل سے متاثر ہو کر اور شوق زیارت
حرمین محترمین سے بیتاب ہو کر وہ دعا کرتے ہیں ؎

از گدایان تو ام شاہ بفرما مددے	گرچہ مرغان حرم در خور شست جا گیر

رزقنا اللہ سبحانہ اقامۃ فی بلد رسولہ وشہادۃ فی سبیلہ والا با
اس مبشرۂ عظمیٰ کو ایک مستقل نظم عربی میں بھی تحریر کیا ہے جس کی نسبت وہ لکھتے ہیں

ہمدر این مبشرہ فقیر این قصہ را اصباح رویت برشتۂ نظم کشیدم و با اینکہ سلیقہ نظم
از بس جنا نکرد باید بمن نمود اما ز برکت دیدار جناب سید الابرار آن صحف بول
بروا بیات یہ ہیں۔

رأیت رسول اللہ فی النوم لیلۃ	وقد کنت مشتاقا الیہ متیما
فسلمت تسلیما کریما معظما	وصادفت رجعا ناشریفا معظما
وناولنی رمانتین برافۃ	واولی نصیبا من عطاء متمما
وغان تغنی فی جوانب بقعۃ	بصوت حزین مستبین ترنما
فطار فؤادی من غناہ تاثرا	وسالت دموعی فی ہواہ معمما
نسیت انا شعر المغنی کلہا	سوی المصرعین فی حیالی تقدما
فلفظہما اروما النصح وکیفہ لا	ہما فی فؤادی بارق العشق اضرما
فاحداہما اومت الی امن طیبۃ	واخری بضعف القلب والنفس صرحا
فبالضعف لم یبلغ ترابی بارضہا	نعم جاد شاد فی مقال تکلما
وجدت بہ شرح الصدر وہمہ	وعبرت ذلک النوم جزما مصمما
ساقی الی زورۃ طیبۃ ثاویا	واوی الی بطحاء مکۃ محرما
اقبل حجرا اسود متواضعا	واشرب ماء شافیا کان زمزما
والقی رحالی فی ربوع مدینۃ	وادفن اکرام البقیع معظما

اہ من النعیم المغنے مراد جونا ۱۲

آغاز حفظ قرآن قیام بلگرام مین بیکاری اور روز افزون تردّدات سے تنگ آ[illegible]
نے چاہا کہ کوئی ایسا مفید شغلہ اختیار کیا جائے جس مین بیکار وقت اچھی طرح کٹے اور
خاطر آشفتہ کو ایک گونہ تسلّی وتشفی حاصل ہوتی رہے یہ خیال کرکے غرّہ رجب [illegible]
سے اُنھون نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور تھوڑے دنون مین چند پارے اُس کے
یاد کرلیے مولوی سید محمد بلگرامی مرحوم نے حفظ قرآن کے شروع کرنے کی چند تاریخین لکھین
بحفظ کلام اللہ الحلیم دوسری بر حفظ کلام قدوسی بعد ختم حفظ کی یہ تاریخین لکھین
گرفتہ بصدر حفظ کلام اللہ الملیک۔

مراجعت وطن

قرآن کریم کے ابھی دوران حفظ کے زمانہ مین آتش غدر (جو ہندوستان بھر مین [illegible]
تھی اور جس کے شعلہائے خانمان سوز آسمان تک بلند ہو رہے تھے) اب فرو ہونے لگی تھی [illegible]
چنگاریان اُس کی اِدھر اُدھر اُڑتی ہوئی باقی رہ گئی تھین اور غریب الوطن لوگ اپنے اپنے
گھرون کو واپس آنے کا قصد کر رہے تھے اور بعض اُن مین چل کھڑے ہوئے تھے والاجاہ کو
قنوج چھوڑے ہوئے ایک زمانہ گذر گیا تھا شہرون کی تباہی دیکھ کر اپنے گھر کی بربادی یاد آئی

یاد آیا مجھے گھر دیکھ کے دشت	دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

آخرکار سب عزیزون کو ساتھ لے کر بلگرام سے قنوج روانہ ہوگئے یہان پہونچنا تھا کہ
خانہ داری کی ضرورتون نے خیر مقدم کیا اور فکر معاش نے دَرِدل پر آکر دستک دی اب [illegible]

[illegible] کوئی صورت نہ تھی چار ناچار وطن کو چھوڑ کر عزیمۂ سفر کیا۔

وطن سے روانگی

[illegible] ماہ ذیقعدہ ۱۲۷۵ ہجری کو فتح پور ہسوہ اور الہ آباد ہوتے ہوئے تیرہ روز گذرنے
[illegible] مرزاپور پہونچے اور اکبر علی خان سوداگر شاہجہانپوری کے مکان مین مہمان ہوئے
[illegible] صاحب موصوف معرفت سابقہ کی وجہ سے بہت خاطرداری اور مہمان نوازی کے ساتھ پیش
[illegible] اور تواضع اور تکریم کا پورا حق ادا کیا۔

مولوی عبدالرحمن صاحب مہاجر ساکن بھندولی سے یہین ملاقات ہوئی یہان آئے ہوئے
[illegible] روز ہوئے تھے کہ اسی اثنا مین خوش قسمتی سے بمصداق لسبقت علیہ الکتاب۔

ورود فرمان ریاست بھوپال کی جانب سے رئیسۂ معظمہ نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحوم[illegible]
[illegible]ان واجب الاذعان اُنکی طلبی مین صادر ہوا۔

برسات کا موسم تھا زور وشور سے بارش ہو رہی تھی ایسی حالت مین اُن کو تیسری محرم
[illegible] ہجری کو جانب بھوپال روانہ ہونا پڑا۔ گیارہ روز مین ریاست ریوان ہوتے ہوئے
[illegible] کی تیرہ تاریخ کو وہ جبلپور پہونچے اور کمی بارش کے انتظار مین بیس روز مولوی
[illegible] نصر اللہ صاحب کمن پوری کے گھر مہمان رہے مگر بارش کا زور کسی طرح کم نہوا۔

واقعہ ہائلہ مجبور ہو کر جب انھون نے موسلا دھار پانی مین کسی قسم کی کمی نہ دیکھی اور تعمیل حکم

(۵) نواب صاحبہ نے پنجشنبہ [illegible] ربیع الثانی [illegible] کو انتقال کیا رحمہا اللہ تعالیٰ۔

سرکاری مین زیادہ تاخیر ہونے کا اندیشہ ہوا تو حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل
کہکر وہان سے روانہ ہوئے ایک روز گشت دست صحرا مین ایک ندی پر سے گذر ہوا جس مین
بارش کے سبب سے پانی پور آگیا تھا رات کا وقت تھا گراہ کا کیمپ مع گھوڑے کے اس
بہا پڑا طغیانی آب کی وجہ سے قریب تھا کہ وہ بھی غوطے کھا کر اس مین ڈوب جائین
ندی کے وسط مین ایک سنگ گران پڑا ہوا تھا اور اُسکا ایک بڑا حصہ اُبھر نکلا ہوا تھا جو
کے بہاؤ اور موجون کے تلاطم کا سدراہ تھا وہ اسکی سطح مرتفع پر چڑھکر بیٹھ رہے اور صبح
اسی حالت مین اس پر بیٹھے رہے بارش کا سارا پانی ان کے سر پر سے گذر رہا تھا چنانچہ
لکھتے ہین ؎

از برشگال ہند کسے را فراغ نیست	یک خانہ نیست کز گِل این فصل داغ نیست
تر شد ہر آنچہ بود ز اسباب و جامہا	چیزے کہ خشک ماند بجز از دماغ نیست

جب صبح ہوئی اور آفتاب طلوع ہوا راہ گیر ادھر سے اُدھر آنے جانے لگے اس وقت
اُن کو اس مصیبت جانکاہ سے نجات ملی۔ کپڑے دُھوپ مین خشک کیے سواری ٹھہرا
اور سوار ہو کر آگے روانہ ہوئے اس طرح بہزار تکلیف و دشواری چوتھی صفر ۱۲۸۰ھ کو
وہ بھوپال پہونچے۔

دوبارہ ورود بھوپال

بھوپال پہونچکر مدار المہام منشی جمال الدین خان بہادر سے ملاقات ہوئی اور اپنی تمام

ان سے بیان کی وہ مصائب سفر کا حال سُنکر بہت دلگیر ہوئے مگر بھوپال چلے آنے
کو بہت خوشی ہوئی پھر انھون نے رئیسۂ معظمہ سے جا کر سب حال عرض کیا اور
حاضری کی اطلاع دی۔

چونکہ حکم طلبی اور عدم حاضری کو زمانہ زیادہ گذر گیا تھا اور اہل غرض اور اندازون
مطلب برآری کا کافی موقع مل گیا تھا اُن کی سعایت کی وجہ سے کوئی بات پیش گئی
رئیسہ معظمہ نے ملازم رکھنے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ بدگون کی رخنہ اندازی سے
سرکاری شہر سے چلے جانے کی نسبت صادر ہوا ؎

لن ترانی بجواب ارنی چند و چپ ہوا	من نہ آنم بشناسی و تو نہ آنی بشنو

روانگی جانب جے پور

قدر درویش بہ جان درویش۔ والاجاہ نو ذہم ربیع الاول ۱۲۸۰ھ ہجری کو یہ شعر پڑھکر
بھوپال سے رخصت ہوئے اور جے پور کی جانب روانہ ہو گئے ؎

ما ز بھوپال گذشتیم تو دل شاد نشین	قفل بر در زن و خار بہ دیوار منہ

اس ناشدنی سوء اتفاق کے نسبت وہ لکھتے ہین۔

الحق ابواب رحمت الٰہی و معرفت کہ درین ابتلا بر من مفتوح شد ہر گز در روزگار
آسودگی ملاحظہ نیفتادہ واند کی شکر و حمد الٰہی درین معنی در بسیار عمر ادا نتواند کرد
بلاشبہ زمانۂ ابتلا و مصیبت مین عباد صالحین اور ارباب بصیرت و یقین پر اسرار حکمت الٰہی

اور رموز قدرت کے ایسے عجیب و غریب انکشافات ہوتے ہیں جو عامۂ خلائق اور صاحبانِ
دولت و سلطنت کو زمانۂ ناز و نعمت میں کبھی نصیب نہیں ہو سکتے ؎

تفاوت است میان شنیدن من و تو	تو بستن در و من فتح باب می شنوم

ولہ

نمیں مباش طفیلی نامرادی بخت	بسا مراد کہ در ضمن نامرادیہاست

ٹونک میں داخلہ اور ملازمت اثناء سفر میں یازدہم ربیع الثانی ۱۲۷۰ ہجری کو ان کا گذر ریاست ٹونک میں ہوا سید حمید الدین صاحب مرحوم کے مکان پر چند روز مسافرانہ مقیم رہے پھر حضرت مولانا سید احمد صاحب بریلوی قدس اللہ سرہٗ کے خویش سید اسمٰعیل صاحب بحکم سید القوم خادمہم اُن کو وہاں سے اٹھا کر اپنے گھر پر لے آئے دو مہینے تک ان کو رکھا نواب وزیر الدولہ امیر الملک محمد وزیر خان بہادر نصرت جنگ مرحوم نے والاجاہ سے ٹونک میں اقامت گزین ہونے پر اصرار کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ پچاس روپیہ ماہانہ مشاہرہ مقرر کر دیا اس تعلق نے اُن کو ٹونک کے قیام پر مجبور کر دیا آٹھ ماہ تک وہ وہاں رہے مولوی امام الدین صاحب مولوی سراج الدین صاحب مولوی حیدر علی صاحب کے بیٹے سید محمد زکریا صاحب سے صحبتیں گرم رہیں وہ بہت کچھ اُنکے ساتھ تواضع و دلجوئی کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ والاجاہ لکھتے ہیں کہ ٹونک میں طبقۂ علماء دین سے کوئی ایسا صاحب علم و فضل

لہ سید صاحب موصوف نے یازدہم جمادی الاول ۱۲۷۰ ہجری کو بروز جمعہ ریاست اندور میں انتقال کیا اور مقبرہ متصل عید گاہ اندور میں دفن ہوئے غفر اللہ لہ ۱۲

آدمی موجود نہ تھا جو قابل ذکر ہو۔ صرف چند سادات پر کی نسبتی تھی جو انکے ساتھ خاطر و مدارات کرم سے پیش آتے تھے خصوصاً منشی ظہور علی مرحوم جو ایک منشی اور جہاندیدہ آدمی تھے قدیم سے تعارف رکھتے تھے وہ غایت حسن خلق اور تواضع سے اُنکی مدارات کیا کرتے تھے سب کچھ تھا مگر وہاں کی طرز معاشرت کی ناشائستگی اور طریقہ بود و باش کی عام خرابی سے والاجاہ ہمیشہ متنفر اور برداشتہ خاطر رہا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ دل میں ترک تعلق کا پختہ ارادہ کر کے نواب وزیر الدولہ بہادر سے چار مہینے کی رخصت کی درخواست کی ہنوز حکم منظوری صادر نہیں ہوا تھا کہ یکایک

رئیسۂ معظمہ کا دوبارہ ورود فرمان ایک خط مدار المہام منشی جمال الدین خان بہادر نائب اول ریاست بھوپال کا اور ایک فرمان طلبی رئیسۂ معظمہ کا پہونچا اس خط اور فرمان کے مضمون سے اُن سب خود ساختہ خانہ ساز شکوک اور اوہام کا بھی پورا دفیعہ اور ازالہ ہو گیا جو بعض افترا پردازوں نے رئیسۂ معظمہ کے دل نشین کر دیئے تھے ؎

از طرف چمن نسیم اقبال وزید	وز گلبن امید گل لطف دمید
یعنی کہ ز حسن طالع و بخت سعید	پروانۂ التفات عامش برسید

دو چار روز کے بعد دربار ٹونک سے درخواست رخصت بھی منظور ہو کر آگئی اور [illegible] ذی الحجہ ۱۲۷۰ ہجری کو سرینج ہوتے ہوئے ٹونک سے بھوپال کی جانب روانہ ہو گئے۔

روانگی بھوپال نصف راہ تک حاجی دیوان شمس الدین صاحب کا ساتھ رہا اور اُن کی ذات سے سفر میں بہت آرام ملا دسوین محرم ۱۲۷۱ ہجری کو وارد بھوپال ہوئے۔

بھوپال مین داخلہ اب بھوپال وہ اگلا سا بھوپال نہ تھا بلکہ قدرت نے والاجاہ کے عروج و اقبال کے جس قصر عالیشان کی تعمیر شروع کی تھی یہ اُس کا سنگ بنیاد تھا۔ والاجاہ نے رئیسۂ معظمہ کے حضور مین حاضر ہو کر حسب سر رشتۂ ریاست نذر پیش کی رئیسۂ معظمہ نے خندہ پیشانی اور حسن التفات کے ساتھ پیش آئین اور مصارف راہ کے بارے مین حسن مراعات کا ایما فرمایا۔ گذشتہ واقعات کی نسبت اظہار تاسف و معذرت کیا ؎

تو نظر باز نۂ ورنہ تغافل نگہ است ۔۔۔ تو زبان فہم نۂ ورنہ خموشی سخن است

ملازمت ریاست یکم صفر ۱۲۶۶ہجری کو تاریخ نگاری ریاست کی خدمت اُن کو تفویض کی گئی اور پچھتر روپیہ ماہوار مشاہرہ مقرر ہوا۔ والاجاہ رئیسۂ معظمہ کی شفقت بیش از بیش اپنے حال پر دیکھ کر نواب وزیر الدولہ امیر الملک محمد وزیر خان نصرت جنگ مرحوم کی خدمت مین ایک عریضہ دربارۂ استعفائے ملازمت روانہ کیا اور ساتھ ہی اُس کے اپنی جدید مؤلفہ کتاب تحفۂ فقیر ہدیۃً ارسال کی اُس عریضہ کے مخصوص الفاظ یہ ہین "بعد رسیدن بھوپال چنان ایم گرایش و التفات جناب نواب سکندر بیگم صاحبہ دام اقبالہا شدم کہ پوزش این و آن در خلاص ازان گنجایش داشتہ باشد از انجا کہ این ریاست سرکار قدیم این نیازمند ست و اداحقوق این آستان فیض نشان سے بر ذمۂ این ہیچمدان ہر کس ثابت است باہمہ شورش و تشویش از دیدار عزیزان وطن ہم بہ محرومی ساخت تا بمراجعت ٹونک چہ رسد"

مدار المہام منشی جمال الدین خان بہادر نائب اول ریاست بھوپال کی دُختر نیک اختر سے نکاح ؛

اسی زمانہ مین مدار المہام صاحب بہادر۔ جو بہت پہلے سے والاجاہ کی غیر معمولی قابلیت علم و فضل و موحدانہ خدا پرستی و آزاد منشی اور خاندانی شرافت و عظمت کا صحیح اندازہ اور بارہا تجربہ کر چکے تھے۔ اُن کی مردم شناسی حق پرستی اور حقیقت بینی کا یہ تقاضا ہوا کہ اُن مین اور والاجاہ مین جو خصوصیات محبت و اتحاد روحانی پہلے سے قائم ہے اُس کو قرابت قریبہ کے ذریعہ سے اور مستحکم کیا جائے اور اُن کے لیئے ایک رفیق زندگی پیدا کیجائے ؎

رفیق خوب کمیاب است چون اکسیر در عالم ۔۔۔ بہشتے ہر کہ اُفتد کیمیا گر می توان گفتن

مدار المہام صاحب بہادر کی دو صاحبزادیان تھین۔ رجبی بیگم اور ذکیہ بیگم موخر الذکر صاحبزادی بیوہ تھین اور مدار المہام صاحب بہادر جو ایک اعلیٰ درجہ کے متشرع خدا پرست بزرگ تھے اور احکام مذہبی کے سختی کے ساتھ پابند تھے مطابق آیۂ کریمہ فانکحوا الایامیٰ منکم اُن کے نکاح ثانی کی فکر مین تھے والاجاہ نے نکاح ایامیٰ پا کر اس اصلت کو اتباع سنت کا ذریعہ سمجھکر منظور اور پسند کیا ؎

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا ۔۔۔ بلبل ہمین کہ قافیۂ گل شود بس است

مدار المہام صاحب نے روز جمعہ پچیس شعبان ۱۲۶۷ہجری کو اپنی دختر نیک اختر کا نکاح ثانی اُن کے ساتھ کر دیا اس تقریب سعید مین تمام ارکان و اخوان ریاست و اہالی

وسوائی واعالی وادانی ریاست شریک تھے مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم بن مولوی عبدالحی مرحوم نے جو مولوی اسحاق صاحب مرحوم مہاجر مکۂ معظمہ کے داماد تھے موتی مسجد مین خطبۂ نکاح پڑھایا مرزا محمد اسحاق بیگ صاحب اور محمد خان صاحب گواہ تھے مدارالمہام صاحب نے مہر مثل پانچہزار مقرر کرنا چاہا تھا مگر والاجاہ نے منظور نہین کیا آخرکار مہر فاطمی قرار پایا خطبۂ نکاح تمام ہونیکے بعد مدارالمہام صاحب نے کھڑے ہوکر نکاح شانی کے فضائل اور مخالفان اتباع سنت سید المرسلین کے ذمائم پر ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔

مدارالمہام منشی جمال الدین خان بہادر مرحوم کے مختصر حالات

یہ منشی وحید الدین مرحوم بن محی الدین بن حسام الدین کے بیٹے تھے سلسلۂ نسب اُن کا محمد بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے قدیم وطن اُن کا بوریہ سہارنپور تھا ملا جلال الدین جد شیخ حسام الدین نے سکھون کے مظالم سے تنگ آکر اور ترک وطن کرکے قصبۂ کوتانہ مین جو شاہجہان آباد کے متصل دہلی کے شمالی جانب تین کوس پر واقع ہے آکر بود و باش اختیار کی یہان منشی جمال الدین خان مرحوم ۱۲۱۳ہجری مین پیدا ہوئے جب سن تمیز کو پہونچے تو تحصیل علم کی غرض سے دارالسلطنت دہلی مین آئے اور ایک معزز شریف خاتون کے یہان سے جو اُنکی والدہ سے معرفت سابقہ رکھتی تھین تیس روپیہ ماہوار اُن کا مشاہرہ مقرر ہو گیا یہان وہ مولوی مملوک علی صاحب مدرس مدرسۂ انگریزی کے حلقۂ درس مین

داخل ہو گئے اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مجالس وعظ مین شریک ہونا اُنھون نے اپنے اوپر لازم کر لیا چونکہ عنفوان شباب کا عالم تھا۔ اس زمانہ مین رفتہ رفتہ اُن کے مکان پر یاران رنگین کا مجمع رہنے لگا نوجوانی کی ترنگ اور جذبات طبعی کے جلوہ افروزیکے سامنے شمع علم کی روشنی ماند پڑنے لگی۔ شطرنج کی ایک بالشت بھر بساط نے ہر پیچ روزگار کا نقشہ دل سے بھلا دیا شب و روز اسی دلچسپ مشغلے مین سارا وقت گذرنے لگا اتفاق زمانہ دیکھو کہ اسی دوران سال مین اُس شریف خاتون کا جنکی سرپرستی پر مدار کار تھا انتقال ہو گیا اور خود بھی بیمار پڑ گئے۔ یاران صحبت نے جب اُن کو مفلوک الحال اور علیل پایا اور کوئی اپنی دلچسپی کا سامان وہان نہ دیکھا تو اُنھون نے کنارہ کشی اختیار کی تنہا بے یار و مددگار رہ گئے رباعی

بیگانہ دیکھا ہر اک یگانہ دیکھا ۔۔۔ اپنے مطلب کا سب زمانہ دیکھا
جسکو دیکھا غرض غرض کا اپنے ۔۔۔ دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا

خوش قسمتی سے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے (جو مجالس وعظ مین منشی جمال الدین خان مرحوم کے بالالتزام شرکت کی وجہ سے اُن سے بخوبی واقف ہو گئے تھے) جب اُن کو مجالس وعظ مین دفعۃً غیر حاضر پایا تو اُنکے حالات کے متلاشی ہوئے لوگون سے خبر علالت سُنکر عیادت کے لیئے اُنکے گھر پر تشریف لائے اور ہر طرح سے اُن کی تسلی و تشفی کرکے اُن کی دستگیری مین کوشش کی۔ شاہ صاحب کے اس ایثار اور فیضان صحبت نے اُن پر ایسا اثر ڈالا کہ وہ اُسی وقت سے تائب ہو گئے اور تمام لہو و لعب کو چھوڑ کر اتباع شریعت اور تحصیل علم کا سلسلہ از سر نو شروع کیا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی؄ کے حلقۂ درس مین داخل ہوئے اور مولوی
محمد اسحاق صاحب اور محمد یعقوب صاحب مہاجر مکۂ معظمہ سے تعلیم کی تکمیل کی۔ حکیم مومن خان
دہلوی مرحوم اور خاقانی ہند محمد ابراہیم ذوق دہلوی مرحوم اور مولوی امام بخش صاحب
صہبائی مرحوم کے بزم شعر و سخن مین شریک رہتے تھے۔ علاوہ اُن کے اور جو مشاہیر شعرائے دہلی
اور لکھنؤ اُس وقت ہندوستان کے سرمایۂ ناز و افتخار تھے اکثر اُن کے مشاعرون مین
شرکت کا اتفاق ہوا۔ جب تحصیل علم سے کلیۃً فراغت حاصل ہوئی تو وہ بر سبیل تلاش معاش
اندور پہونچے اور صاحب رزیڈنٹ اندور کے آفس مین پندرہ یا بیس روپیہ مشاہرہ پر
ملازم ہو گئے ہنوز کچھ زیادہ زمانہ نہین گزرا تھا کہ اُنھون نے ایک شب خواب مین دیکھا
کہ وہ ایک بلند دیوار پر کھڑے ہین اور خنزیر ہر طرف سے اُس دیوار پر حملہ آور ہین۔ جب
یہ سو کر اُٹھے تو تعبیر کے طور پر معاً یہ خیال اُنکے دل مین جم گیا۔ کہ میری موجودہ ملازمت
کو ضرور اس واقعہ سے ایک گونہ تعلق ہے چنانچہ وہ فوراً اپنی خدمتِ مفوضہ سے
مستعفی ہو گئے۔ چونکہ رزیڈنسی اندور سے اسلامی ریاست بھوپال کو تعلق تھا اس لئے
اُنھون نے اپنی ملازمت کی جد و جہد کے لیئے اُس کو جولانگاہ قرار دیا اور مولانا شاہ
رفیع الدین دہلوی؄ کا ایک سفارشی خط مولوی اسلام اللہ خان صاحب کے نام لیکر
تیس برس کی عمر مین بھوپال آئے اور اُن کو خط دیا۔ مولوی اسلام اللہ خان صاحب نے
اپنی ایک عرضی کے ساتھ اُن کو نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی خدمت مین بھیجدیا
عجیب خیالات کی بزرگ خاتون تھین اُنھون نے حُبِّ اسلامی پر حُبُّ الوطنی کو مقدم رکھ کر

اور اُن کو غیر ملکی سمجھکر ملازم رکھنے سے انکار کر دیا یہ وہان سے واپس لوٹ کر مولوی
اسلام اللہ خان صاحب کے پاس آئے اور سب واقعات اُنکو سُنائے مولوی صاحب
نے اُن کو اپنی ایک دوسری عرضداشت کے ساتھ رئیسۂ معظمہ نواب سکندر بیگم صاحبہ
مرحومہ کے حضور مین بھیجدیا۔ مولوی صاحب موصوف کی عرضداشت مین ایک چُبھتا ہوا
ہوا شعر اور معنی خیز یہ فقرہ بھی تھا کہ "وہ ایک ایسی تلوار ہین جو بھوپال سے لندن تک
کاٹ کریگی" رئیسۂ معظمہ نے فی الفور اُن کو نوکر رکھ لیا پہلے وہ محض ایک معمولی خدمت پر
مامور ہوئے تھے۔ لیکن تھوڑے دنون کے بعد وہ اپنی حُسن مساعی اور اعلیٰ اوصاف کی وجہ
سے سنہ ۱۲۶۳ ہجری مین لالہ خوشوقت رائے کے انتقال کے بعد نائب اول کے منصب جلیلہ پر
فائز ہو گئے۔ منجملہ اُن کے کارنامہائے عظیم کے ایک واقعہ یہ ہے کہ اُنھون نے رئیسۂ معظمہ خلد آشیان
کو اُنکے شوہر کے قاتلانہ حملے سے بچانے مین پوری مدد کی اور اس دلی خیرخواہی و رفاقت کے
صلہ مین اُنھون نے رئیسۂ معظمہ کے ہمدم و محرم راز ہونے کا مرتبہ حاصل کیا اور تمام اخوان
و ارکان و اعیان ملک پر سبقت لے گئے اور اُس منصب عظیم الشان پر پہونچے جو ایک دلسوز
و خیرخواہ انسان کا منتہائے آرزو ہو سکتا ہے جس زمانہ مین کہ رئیسۂ معظمہ مختار ریاست تھین
اور پھر اُس زمانہ مین جبکہ وہ ایک مستقل فرمانروائے ریاست کی شان سے تخت بھوپال پر
جلوہ افروز ہوئین دونون زمانون مین اُنھون نے اپنے فرائض کو نہایت حُسن و خوبی
اور کوشش اور قابلیت سے انجام دیا۔ یورپین حکام اور رعایا دونون کو اُن کی دیانت
و خیرخواہی پر پورا اعتماد تھا اُن کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ تھی کہ اُس وقت کوئی حوصلے دار ریاست

اور حریف اُن کا مدّ مقابل نہ تھا وہ رئیسہ اور ریاست اور عامۂ رعایا کی ترقی بدل خواہان تھے۔ البتہ دور ارتقاء جدیدہ کی نت نئی ترقیون کو وہ اچھی نظر سے نہین تھے اور ریاست مین اجرائے ریلوے اور شنین قائم کرنے کے موافق نہ تھے۔ اُن کی کوشش اور جانفشانی کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے کہ سیاسی معاملات ریاست کے متعلق باوجود مشکلات راہ اور ریلوے لائن نہ ہونے کے کئی دفعہ وہ مہینون سانڈنی پر سوار ہو کر سے اندور اور اندور سے بھوپال آتے جاتے تھے۔ اور صرف آٹھ نو گھنٹہ مین وہ اس مسافت کو قطع کیا کرتے تھے اسی قسم کے ادائے فرائض کے معاوضہ مین رئیسہ معظمہ نے خطاب مین خطاب مدار المہامی وخانی وبہادری سے ممتاز فرمایا تھا اور ایک تمغۂ طلائی عطا کیا تھا اور اپنا محرم خاص بنا کر چوبیس ہزار روپیہ سال کی جاگیر مرحمت فرمائی تھی چھ ہزار سالانہ کی سندِ جاگیر نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطن ان کو عطا ہوئی تھی دہلی کے دربار قیصری مین گورنمنٹ انگلشیہ نے بھی ان کو تمغہ عطا فرمایا تھا۔ زمانۂ جنگ روم و روس مین چونکہ انھون نے بہت کچھ چندہ دیا تھا اس لیئے اعلیٰ حضرت سلطان المعظم عبد الحمید خان مرحوم نے تمغۂ مجیدی درجۂ سوم ان کو ارسال فرمایا تھا۔ مدار المہام صاحب اعتقاداً و عملاً موحد متبع سنت مدبر بیدار مغز اور بڑے راسخ الاعتقاد تھے پولٹیکل قابلیت اور فنون سپہ گری کے ماہر تھے فن سباحت یعنی تیراکی مین خاص کمال رکھتے تھے۔ کتب متبرکہ مذہبی کی ترویج مین اُن کو بڑا شغف تھا باوجود اس کے کہ منصب عالیشان وزارت کے سبب سے اُنکے تعلقات تر تار دربار سے وابستہ تھے اور اہلکاران سرکاری سے ہمہ وقت اُن کو واسطہ رہا کرتا تھا

اوقات اُن کی کوئی صحبت علما اور طلبہ کے مجمع سے خالی نہین ہوتی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ان کو خاص ارادت تھی اور اُن کی صحبت مین بہت مدارج علم دیئے لے گئے تھے۔ شاہ صاحب کی بہترین تصنیف حجۃ اللہ البالغہ جو دنیائے اسلام مین اسرار شریعت کے لحاظ سے بے نظیر خیال کی جاتی ہے وہ اُنھین کی وسعت فیاضی اور علم پروری سے پہلے پہل ۱۲۸۶ھ ہجری مین چھپکر شائع ہوئی قطع نظر اس کے کتب دینیات خرید کر تقسیم کرنا مدار المہام صاحب کی زندگی کا ایک دلچسپ مشغلہ اور لازمی جزو تھا۔ سب سے بڑھکر جس شے سے اُن کو شیفتگی تھی وہ وعظ ونصیحت اور قرآن حکیم کا ترجمہ تھا شیفتگی درجۂ عشق تک پہونچگئی تھی۔ ترجمۂ قرآن کریم کے درس وتدریس کے ذوق مین ہمیشہ سرشار رہا کرتے تھے انھون نے ایک کتاب فرہنگ قرآن لکھی تھی جس کا نام کوکب دری رکھا تھا وہ بذات خاص طلبہ کو ترجمۂ قرآن مجید وکتب حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ اور طلبہ کی تکمیل تعلیم کیلیئے اُنھون نے بیش قرار تنخواہون پر متعدد اساتذۂ علم کو اپنے صرف خاص سے مقرر کیا تھا اسطور پر گویا ایک مستقل مدرسہ بطور وقف موتی محل مین جہان وہ خود رہتے تھے قائم ہوگیا تھا۔ تمام مصارف تعلیم اور یتیم ولاوارث طلبہ کا صرف خوراک وپوشاک اپنی جیب خاص سے ادا کیا کرتے تھے۔ میرے برادر معظم میر نور الحسن خان مرحوم کو بھی مدار المہام صاحب مرحوم سے شرف تلمذ حاصل تھا اور مین نے بھی چند سبق ترجمۂ قرآن حکیم کے اپنے نانا مدار المہام صاحب مرحوم سے پڑھے تھے۔ ایک مسجد محلہ باترامین پری گھاٹ پر اپنے

ل ابقاء المنن صفحہ ۹۰

سرف سے تعمیر کی تھی اور خود حاجی صاحب کی مسجد مین جو متصل موتی محل تھی پنج وقتہ نماز
اول وقت جماعت کے ساتھ دم واپسین تک ادا کرتے رہے۔ جب وہ مسجد مین جاتے
تو اپنی نعلین خود اپنے ہاتھ سے اُٹھایا کرتے تھے کبھی اُنھون نے نوکر کو اُٹھانے کی اجازت
نہین دی۔ علیا حضرت ہر ہائنس۔ نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ فرمانروائے حال بھوپال
بھوپال بالقابہا خلد اللہ ملکہا کو جو اُس وقت ولیعہد ریاست تھین بہ نفس نفیس فارسی
اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھایا تھا بعد ختم ترجمہ ۱۳۰۹ ہجری مین جب تقریب نشرہ کا
وقت آیا تو خود تاریخ لکھی ؎

سلطان جہان چو خواند اول	قرآن و معانیش دگربار
قرآن بہ حقیقت است جنت	معنیش صبا نمودہ غفار
گلہائے قصص شگفتہ در وے	دل از سر سیر اوست گلزار
تاریخ ز ختم ترجمہ گو	اعداد صبا بجائے خود دار

قرآن مجید کے متعدد تراجم اُردو۔ فارسی۔ ترکی اور پشتو زبان مین کراکر عرب اور ہند
مین شائع کرائے ۱۳۰۹ ہجری مین ترکی ترجمۂ قرآن کی خود تاریخ لکھی ؎

سلطان حمید را خدا داد	تفسیر ز ترجمہ بہ ترکی
اعجاز غریب گفت تاریخ	از طبع بہ شوکت و بزرگی

علاوہ ان اوصاف کے بے نظیر سخاوت و فیاضی اُن کی طینت کا خمیر تھی اُنکی اپنی کل آمدنی
کا حصہ خواہ جاگیر کا ہو یا کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل ہوا ہو وہ سب کا سب بھوکون کو

کھلانے ننگون کو پہنانے تہیدست لوگون کی حاجت برلانے بیوہ عورتون کے نکاح ثانی
کرانے اور یتیمون کی تعلیم و پرورش اور عمارات و آبادی مسجد مین صرف کردیا کرتے تھے
ایک مانی غلہ یعنی چار من[۱] بھوپالی پختہ روزانہ اُن کے مطبخ مین پکتا تھا۔ یتیمون اور
طلبہ کی آسایش کا ہر وقت اُن کو خیال رہا کرتا تھا اور اہتمام بلیغ کیا جاتا تھا خصوصاً
جب رمضان شریف کا مہینہ آتا تھا تو ان کی خیرات و حسنات مین اور بھی چار چاند
لگ جاتے تھے ایک مرتبہ رمضان شریف کا مہینہ تھا افسر حساب اور داروغۂ مطبخ نے اکر
اطلاع دی کہ تقسیم طعام غربا و یتامی کے مصارف اور ملبوسات خیراتی کے لیے تحویل مین
فی الحال نقد روپیہ موجود نہین ہے۔ کیا کیا جائے۔ یہ سُننا تھا کہ وہ آشفتہ خاطر ہو کر
اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اور کچھ غور و فکر کرنے لگے خدا کی قدرت ع

رزق را روزی رسان پر می دہد

ناگہان ایک سرکاری نقیب (چوبدار) آیا اور اُس نے مبلغ بائیس ہزار روپیہ نقد گن کر
اُن کے سامنے رکھ دیئے۔ واقعہ یہ تھا کہ دار المہام صاحب نے اپنے باغ دلکشا مین ایک بہت
خوبصورت بارہ دری رئیسۂ معظمہ کے عہد حکومت مین تعمیر کرائی تھی۔ اور رئیسۂ معظمہ نے اُس
کا صرفہ مبلغ بائیس ہزار اپنے خزانۂ عامرہ سے دینا منظور فرماکر تحریری حکم صادر کردیا تھا
جس کا نفاذ کسی وجہ سے نہین ہونے پایا تھا۔ وہ حکم لکھا ہوا شامل مثل پڑا رہا حسن اتفاق سے
رئیسۂ عالیہ۔ علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ خلد مکان کی نظر ملاحظۂ کاغذات کے وقت

[۱] ۴ من بھوپالی کے ۱۴ من ۲۰ سیر انگریزی ہوتے ہین ۱۲

اِس حکم پر پڑی اور اُسی وقت رئیسۂ عالیہ نے وہ روپیہ چوبدار کے ہاتھ مدارالمہام صاحب کے پاس بھیجدیا۔ مدارالمہام صاحب کو جس قدر خوشی اُس وقت ہوئی اُس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ ہنستے جاتے تھے اور روپیہ کو ہاتھ سے اُچھالتے جاتے تھے۔ فی الفور افسر محکمۂ حساب اور داروغۂ مطبخ کو طلب کیا۔ اور اجرائے خیرات کا حکم دیا۔ اور اس طرح وہ تمام کمال روپیہ راہ خدا میں صرف کر ڈالا۔ اہل شہر میں مذہبی پابندی کا لحاظ اور ریاست میں اتباعِ سُنّت اور اوامر و نواہی اسلام کا چرچا اوّل اوّل اُنھیں کی ذاتِ اقدس سے پھیلا۔ والاجاہ کو اُن کے ساتھ بوجہ بزرگ خاندان ہونے کے اور سب سے بڑھکر اُن کی پاک باطنی تقدس۔ اتباعِ سُنّت۔ اور تقوے شعاری کے سبب سے غایت درجہ کی محبت اور شیفتگی تھی اور حد سے زیادہ اُن کی تعظیم و تکریم کرتے تھے چنانچہ ایک موقع پر وہ لکھتے ہیں کہ[1] "اوّل کسیکہ تخم امتثال احکام اسلام درین سرزمین افشاند ذات بابرکات شیخ جمال الدین خان بہادر نائب اول ریاست مدارالمہام سیاست است"۔ کوئی شک نہیں کہ ریاست بھوپال میں سب پہلے اوامر و نواہی ربانی کی تخم ریزی مدارالمہام صاحب بہادر مرحوم نے کی۔ اور والاجاہ مرحوم نے اپنی آبیاری اور شگوفہ کاری سے اُس کو جنت الفردوس کا نمونہ بنا دیا۔ مدارالمہام صاحب اپنے زمانۂ حیات میں دو حج کیئے تھے ایک بار زمانۂ غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے۔ اس حج میں انکی صاحبزادی یعنی میری والدۂ ماجدہ بھی ہمراہ تھیں۔ دوسری مرتبہ سنہ ۱۲۷۹ ہجری میں رئیسۂ مغفورہ نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ خلدنشین کے ساتھ حج ثانی ادا کیا۔ رئیسۂ مغفورہ کی حیات میں اور اُن کی

[1] ذخیرۃ القدس صفحہ ۲۸۶۔

وفات کے بعد رئیسۂ عالیہ علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ مرحومہ خلد مکان غفر اللہ لہا ہمیشہ اُن کے ساتھ نہایت تعظیم و احترام کے ساتھ پیش آتی تھیں اور مثل اپنے حقیقی بزرگ کے تمام امور میں اُن کا لحاظ و ادب مرعی رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ مدارالمہام صاحب بیمار ہو گئے اور زیادہ دنوں تک علیل رہے۔ مرض بھی کسی قدر تشویش ناک تھا۔ جب خدا نے اُن کو اُس مرض سے نجات دی۔ اور اُنھوں نے صحیح و تندرست ہو کر غسل صحت کیا تو رئیسۂ عالیہ نے اُن کے غسل صحت کی خوشی میں چار ہزار روپیہ نقد اور غلہ فقرا اور مساکین کو تقسیم فرمایا اور والاجاہ نے بہت کچھ خیرات کی۔ مدارالمہام صاحب مرحوم دینی تقدس کے ساتھ شعر و سخن کا بھی مذاق رکھتے تھے مولانا صہبائی ذوق دہلوی۔ اور حکیم مومن خانصاحب کی صحبت اور اُن کے شاعروں کی شرکت نے اُن کے دل میں بھی سوز و گداز کی ایک لہر پیدا کر دی تھی اُن کے اشعار کی رنگینی اور طرز ادا سے پایا جاتا ہے کہ وہ کوچۂ شاعری اور عاشقانہ تغزل کے پیچ و خم سے بھی کسی قدر واقف ہو چکے تھے۔ ملک الشعرا و علامۂ ابوالفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کو اُن کی بزم خیال میں ایک خاص حُسن قبول حاصل تھا۔ وہ اس مثنوی کی طرز و ادا و ترکیب بندش اور درد و اثر کے دل سے شیدا تھے۔ جب وہ اپنے بے تکلف احباب کے سامنے اُس کے اشعار پڑھتے تھے تو اُن کا انداز شعر خوانی ایسا ہوتا تھا کہ سامعین اُس سے متاثر اور مسحور و مسرور ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ باوجود اس کے چونکہ ابتدا سے اُنکی طبیعت پر مذہبی تقدس کا رنگ غالب تھا اس لیئے اُن کی مجلس صحبت میں آزاد طبع شوخ مزاجوں کو اپنے مذاق کے موافق سامان دلچسپی میسّر نہیں آسکتا تھا۔ وہ گمنام تخلص کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی اتفاقاً سیر کرتے

ہوئے اس کوچہ شعر و سخن میں بھی نکل آتے تھے۔ اُنکے اشعار جس قدر دستیاب ہو
وہ یہ ہیں

غزل

بداغ گلعذارِ من چہ کردی ۔ زدی آتش بہارِ من چہ کردی
رقیبان را دہی جامِ لبالب ۔ مداوائے خمارِ من چہ کردی
نگاہت رشتۂ چاکِ جگرہا ۔ بہ جیب تار تارِ من چہ کردی
ہلالِ چرخ نقشِ نعل گردید ۔ بحاکم شہسوارِ من چہ کردی
غبارم بر دلش شد سرمۂ غیر ۔ بسر خاکت غبارِ من چہ کردی
قرارم بیقراری ہجر وصلم ۔ بہ تمکینت قرارِ من چہ کردی
چنان گمنام در عشق تو مشہور ۔ زعشاقت شمارِ من چہ کردی

دیگر

چہ ماہ نو مقابل بود شب جائے کہ من بودم ۔ قیامت دست بر دل بود شب جائے کہ من بودم
جبین از چین غضب آگین تبسم زیر لب پنہان ۔ ادا خود نیم بسمل بود شب جائے کہ من بودم
بہ رو تیغِ عریان و سنان در پنجۂ مژگان ۔ ابر گرم طرفہ قاتل بود شب جائے کہ من بودم

علیا حضرت مہد عالیہ نے ایک وسیع تالاب ۱۲۸۶ ہجری میں تعمیر کرایا تھا اُس کی تاریخ حسب ذیل لکھی ہ

بادشاہِ جہان بشاہجہان ۔ تخت و بختِ سکندری چون داد

ملک بھوپال راشدہ سلطان ۔ فطرتش بود فیض مادر زاد
طرحِ تالاب ریخت سوئے شمال ۔ تا نماند ز لطفش نشر یاد
سالِ تاریخش جمال الدین ۔ چشمۂ فیض بے بدل بنہاد
۱۲۸۶

قطعۂ تاریخ اُردوئے کدخدائی نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ ولیعہد ریاست دام اقبالہا

بے رقص و سرود و سہرہ و دف ۔ کیا خوب ہوا نکاح سلطان
اے شاہجہان یہ کام تم سے ۔ اللہ نے کیا کیا فرمان
کی تم نے اطاعتِ محمدؐ ۔ جل بھن گیا صاف سے شیطان
تاریخ ہے اس کی نیک تاریخ ۔ دو شنبہ و ماہ عیدِ قربان
۱۲۹۱

سنہ ۱۲۹۳ ہجری میں جب جلالت آب سلطان مراد خان مرحوم تخت نشین ہوئے تو اُنکے جلوس ہمایونی کی یہ تاریخ لکھی ہ

چو سلطانِ رومی بتخت نشست ۔ بجائے پدر خانقش ملک داد
خبر داد ہاتف ز سالِ جلوس ۔ مراد آمدہ شاہِ ترکی نژاد

یہ عجب حسن اتفاق ہے کہ مدار المہام صاحب بہادر مرحوم کی پیدائش اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی ولادت جو رئیسۂ عالیہ کی نانی تھیں ایک ہی سال میں ہوئی تھی اور ایک ہی سال اور ماہ میں دونوں نے وفات پائی صرف تین دن کا تفاوت ہوا یعنی

چوبیس ۲۴ محرم ۱۲۹۹ ہجری میں نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کا انتقال ہوا اور ستائیس ۲۷ ربیع ۱۲۹۹ھ کو مدار المہام محمد جمال الدین خان بہادر مرحوم نے شب کے گیارہ بجے رحلت کی رات کو تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا۔ صبح کو موتی محل سے جنازہ اٹھا چونکہ وہ یتیموں کے والی۔ بیوہ عورتوں کے سرپرست۔ غربا و مساکین کے ملجا و ماوا تھے۔ از جانب وزیر ریاست کے رکن اعظم تھے اس لیئے بچے جوان بوڑھے امیر و غریب عالم و جاہل ہندو مسلمان سپاہی تاجر ارکان و اخوان ریاست ہر طبقہ اور ہر فرقہ کے آدمی جنازہ کے ساتھ تھے۔ بیوہ عورتیں سر راہ چیخیں مار کر روتی جاتی تھیں۔ یتیم بچے نالان و گریان اپنی آستینوں سے آنسو پونچھتے اور گرتے پڑتے جنازہ کے ساتھ چلے جاتے تھے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو	همہ خندان بُدند تو گریان
آنچنان زی کہ بعد مُردن تو	همہ گریان بوند تو خندان

آٹھ بجے کے قریب انکا جنازہ باغ دلکشا میں پہونچا۔ اول نماز جنازہ والا جاہ نے ایک جماعت کثیر کے ساتھ پڑھائی۔ لوگ برابر چلے آ رہے تھے اور ہجوم کسی طرح کم نہیں ہوتا تھا۔ اس لیئے دوسری بار شیخ حسین صاحب عرب مرحوم نے صلوۃ المیت باجماعت ادا کی اسطرح گیارہ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ دس بجے دفن سے فراغت ہوئی مبلغ پانچ صد روپیہ نقد والا جاہ نے مساکین اور فقراء کو تقسیم کیئے اہل مدراس وغیرہ نے طریقہ محدثین کے موافق نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔ مدار المہام صاحب مرحوم نے اپنے عقب میں دو لڑکیاں چھوڑیں۔ رجبی بیگم صاحبہ مرحومہ۔ اور ذکیہ بیگم صاحبہ مرحومہ۔ رئیسہ عالیہ نے

مدار المہام صاحب مرحوم کی چھ ہزار سال کی جاگیر جو نسلاً بعد نسل تھی ازراہ حق شناسی و قدیم نوازی اُن کی دونوں لڑکیوں پر نصف نصف تقسیم کر دی۔ والدہ مرحومہ کے حصہ میں تین ہزار کی جاگیر آئی جسکی جمع پیمایش کیا سی کی رو سے سات ہزار آٹھ روپیہ بارہ آنہ تھی علاوہ اس کے رئیسہ عالیہ نے اپنی طبعی فیاضی سے بلا ضرورت سمجھکر مدار المہام صاحب مرحوم کا فیل سواری تین ہزار نو سو روپیہ قیمت دیکر اُن کے ورثاء سے خرید لیا اور تین سو روپیہ ماہوار کا صرف مدرسہ اطفال یتیم کے لیئے محکمۂ سالانہ داران سے ذمہ ریاست لینا منظور کیا تاکہ اس خیر جاری کا اجر و ثواب اُن کی روح پُر فتوح کو پہونچتا رہے۔ اہل علم اور تاریخ نگاروں نے مختلف مادہائے تاریخ مدار المہام صاحب مرحوم کی وفات کے لکھے وہ یہ ہیں۔

(۱) رنج و غم ۱۲۹۹ یہ مادۂ تاریخ ہے (۲) دوسری تاریخ رفتہ بفردوس برین ۱۲۹۹۔ (۳) تیسری تاریخ۔ باد در جنت عروجش دائما ۱۲۹۹۔ چوتھی تاریخ (۴) بود مہر آسمان علم و دین و عدل و شرع ۱۲۹۹۔ (۵) پانچویں تاریخ۔ منزوی زیر زمین شد آفتاب اوج دین ۱۲۹۹۔ (۶) چھٹی تاریخ بجان و دل بود او محب سنت عدوئے بدعت ۱۲۹۹۔ (۷) ساتویں تاریخ۔ داخل خلد شد جمال الدین ۱۲۹۹۔ (۸) آٹھویں تاریخ۔ آخرت محمود ۱۲۹۹۔

ذکیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے مختصر حالات

یہ مدار المہام صاحب مرحوم کی چھوٹی صاحبزادی اور میری والدۂ معظمہ ہیں خدا نے اُن کو ان کے باپ کی طرح موحد۔ راسخ الاعتقاد۔ دیندار۔ نرم دل۔ اور نہایت فیاض بنایا

تھا اور زیارت حرمین شریفین کا ان کو شرف بخشا تھا۔ وہ سختی کے ساتھ پابند صوم وصلوۃ تھیں۔ نماز کو بڑے اہتمام کے ساتھ اُس کے اوقات معینہ پر ادا کیا کرتی تھیں۔ اُردو زبان کی کتابوں کو خواہ وہ کیسی ہی دقیق عبارت میں ہوں۔ نہایت صحت و روانی کے ساتھ پڑھتی تھیں۔ مرآۃ العروس اور بنات النعش کو (جو شمس العلماء مولانا مولوی نذیر احمد خان دہلوی مرحوم مغفور کی بہترین مولفات میں سے ہیں۔ اور اُن کی زبان آوری اور اُردو دانی کا ایک دلنشین نمونہ ہیں) بہت ہی پسند کرتی تھیں۔ میں نے اُن کو یہ کتابیں بارہا پڑھتے اور مستورات کو پڑھکر سُناتے دیکھا ہے فارسی زبان میں اُن کو اچھی مہارت تھی۔ گلستان کی سادہ پُرکار عبارت اور اُس کے شگفتہ جملے اور جامع و مانع ضرب المثلین۔ بوستان کے فصیحانہ برجستہ اور دلکش اشعار اُن کی نوک زبان پر تھے۔ بات بات میں وہ بے تکلف گلستان کی ضرب المثلین بول جاتی تھیں اس مزاولت کلام نے اُنکو حضرت سعدی شیرازی کا نہایت ارادتمند اور پایہ شناس بنا دیا تھا۔ ایک مرتبہ جناب آسبورن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال نے والاجاہ کو حضرت سعدی شیرازی کی لائف جو انگریزی زبان میں تھی لا کر دی۔ اُس کے سرنامے پر حضرت سعدیؒ کی ایک تصویر زیب عنوان تھی۔ والاجاہ نے وہ کتاب مجھکو دی۔ گو میں اُس زمانہ میں بہت کم سن تھا۔ مگر یہ واقعہ مجھکو خوب یاد ہے کہ والاجاہ نے مجھسے کہا کہ تم یہ تصویر لیجا کر اپنی والدہ کو دکھاؤ۔ وہ سعدی کی حد سے زیادہ معتقد ہیں۔ میں وہ کتاب لیکر والدہ مرحومہ کے پاس آیا۔ اُن کو حضرت سعدی کی تصویر دیکھ کر نہایت مسرت ہوئی۔ بار بار اُس کو دیکھتی تھیں۔ اور تمام مستورات کو دکھاتی تھیں

سعدی کے دلچسپ اور دلنشین اقوال اُن کو سُناتی جاتی تھیں۔ تلاوت قرآن کریم کی وہ بچپن سے عادی تھیں۔ ترجمہ اُنھوں نے سبقاً سبقاً اپنے محترم پدر بزرگوار سے پڑھا تھا۔ یہ تلاوت کا ورد روزانہ وقت صبح اُس وقت تک جاری رہا جب تک کہ مرض الموت کی اشتداد نے اُن کو مجبور نہیں کردیا۔ والاجاہ لکھتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے "تنکح المراۃ لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک" یہ چاروں وصف اُن میں جمع تھے لیکن مجکو اُن کے انتفاع مال سے خدا نے بے نیاز کردیا تھا۔" دوسرے مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ "یہ بڑی خوش نصیب بیوی تھیں جب تک وہ زندہ رہیں کبھی کوئی تشویش پیش نہیں آئی اور اُن کی وفات کے بعد ہی رنج واندوہ کا ایک دریا اُمنڈ پڑا"[1] پچیس[۲۵] رجب سنہ ۱۳۰۱ ہجری کو انکے پاے چپ میں عارضہ وجع القدم لاحق ہوا۔ اطبا کے مشورے سے جونکیں لگائی گئیں۔ اُن کے زخم پک گئے۔ پھر اچھے نہیں ہوئے۔ زخموں کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی یہانتک کہ اسی کرب و تکلیف میں چہارشنبہ کے روز یکم ماہ رمضان سنہ ۱۳۰۱ ہجری کی اول شب میں پچھلی رات کے چار بجے جبکہ نماز صبح کی اذان ہو رہی تھی رحلت کی۔ غفر اللہ لہا قریب وفات کے وہ اپنی بیٹی صفیہ جہان بیگم صاحبہ مرحومہ کے مکان پر اُٹھ آئی تھیں یکم رمضان کی صبح کو تابوت موتی مسجد میں لایا گیا۔ والاجاہ نے خود نماز جنازہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ پڑھائی۔ گیارہ صفیں تھیں۔ اور ہر صف میں پچاسی آدمی تھے بعد اُس کے

[1] ابقاء المنن صفحہ ۲۳۹

ایک دوسری نماز با جماعت ہوئی - پھر تابوت باغ دلکشا رہین لایا گیا مدار المہام صا
مرحوم کے متصل مزار دفن کی گئین - حفاظ آخر تدفین تک سورۂ رعد کی تلاوت کرتے
انکی عمر تقریباً ساٹھ سال کی ہوئی -

جناب کرنل ولیم کنکیڈ صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال نے یادداشت مور
یکم جولائی ۱۸۶۸ء اس مضمون کی ارسال کی - مشفقا والدۂ ماجدۂ میان نور الحسن خان
کی علالت کا حال پہلے سے اخلاص مند کو معلوم نہ تھا اس جہان گزران سے انکے انتقال
کی خبر وحشت اثر دفعتاً سامعہ کوب ہونے سے کمال رنج والم دامنگیر دل اخلاص منزل
اور اس تصور اور خیال سے کہ ایسی عقیلہ اور رفیقۂ قدیمہ اور منتظمہ امور آسائش خانہ دا
و خاندان پروری کی وفات آپ کو اور سایۂ شفقت مادری جاتے رہنے سے آپکے صاحبزا
والا تبار کو صدمۂ عظیم پہونچا - باقتضائے دلسوزی و ہمدردی اس غمخوار احباب کو نہا
ہی ملال اور افسوس ہوا - مگر مشیت ایزدی سے محض بے اختیاری اور قضا و قدر سے مجبو
و لاچاری ہے امید ہے کہ آپ اپنے ضمیر منیر کے چشمۂ صفوت آگین کو اس حادثۂ کدورت ا
کے خس و خاشاک سے مصفا اور ریاض خواطر دریا مقاطر صاحبزادگان سعادت توامان
آبیاری استمالت سے سر سبز و شگفتہ فرما دین اب اخلاص کار کی یہ دعا ہے کہ خداوند کر
آپ کو اور آپ کے منتسبان و دودمان دولت کو صبر و شکر اور مرحومۂ مغفورہ کو قیام خلد
عطا فرمائے -

جائے دستخط و مہر محکمۂ ایجنٹی

والا جاہ نے بماہ شعبان یعنی انکے مرض الموت کے شروع زمانہ مین ایک خواب دیکھا کہ
آسمان کے گوشۂ مشرق و مغرب مین ایک بدر کامل نکلا ہے مگر زیادہ بلند نہین تخمیناً
ایک نیزہ بلند ہوگا - ناگہان وہ چاند آسمان سے زمین پر گر پڑا اس واقعہ کو بیان کرکے
وہ لکھتے ہین کہ بحکم حدیث -

اَیُّمَا امْرَاَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُہَا عَنْہَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ

یعنی جو عورت وفات پائے ایسی حالت مین کہ اُس کا شوہر اُس سے خوش اور راضی ہے
وہ جنت مین داخل ہوگی - مین اُن سے راضی اور خوشنود رہا اور مین نے اپنے جملہ حقوق
سے بری الذمہ کردیا اور جو کچھ اُن سے زلات و فروگذاشتین ہوئی ہون اُن کو معاف کردیا
غفر اللّٰہ لنا ولہا وجمعنا فی دار کرامۃ ورحمۃ

والدۂ مرحومہ نے اپنے بعد جو کچھ مال متروکہ اور اسباب چھوڑا وہ انکی اولاد سابق
اور شوہر اول سے تھی تقسیم کردیا گیا - والا جاہ اور ہم دونون بھائی اور ہماری بہن نے
والا جاہ کے ارشاد کے مطابق اُن کے ترکہ مین سے اپنے سہام شرعی مین سے ایک حبہ
نہین لیا -

جناب حافظ سید محمد صاحب سورتی مرحوم نے دو تاریخین وفات کی لکھین -

(۱) نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہَا وَجَعَلَ اَوْسَطَ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاہَا

(۲) نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہَا وَکَانَ بِاَوْسَطِ الْفِرْدَوْسِ نُزُلُہَا

ایک اور صاحب نے قطعۂ ذیل تحریر کیا ؎

رحلت خاتون امیر زمان	داد جہان را الم دل خراش
رفت چو روحش سوئے یزدان پاک	گفت بیا داخل فردوس باش

جناب مولوی سید جمیل احمد صاحب سہسوانی نے دو قطعۂ تاریخ ذیل لکھکر پیش کیے۔

قطعہ

آوخ محلِ اولِ نواب فلک جاہ	رخصت گرِ عقبیٰ ز جہان گزران شد
ناکہ شب اول ماہ رمضان بود	چون روح روان از تن رنجور روان شد
ناگہ ز فلک از پے تاریخ وفاتش	گفتند ملک داخل گلزار جنان شد ۱۳۰۱ھ

دیگر

اولین اہل حضرتِ نواب	چون بہ عقبیٰ گزید مہمانی
سال رحلت ز چرخ عیسیٰ گفت	بود البتہ مریم ثانی ۱۳۰۱ھ

اضافۂ تنخواہ

رئیسۂ معظمہ نے والاجاہ کے عقد نکاح کے بعد دستور العمل ریاست کی ترتیب اور تہذیب کی جدید خدمت اُن کو تفویض کرکے بجائے پچہتر روپیہ کے سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ معین فرمایا یہ مشاہرہ رئیسۂ معظمہ کی آخر وفات تک قائم رہا اور نو سال کامل اسی قدیم خدمت تاریخ نگاری و ترتیب و تہذیب دستور العمل پر وہ مامور رہے اس مدت دراز میں کبھی اُنھون نے زبانی یا تحریری اپنی اضافۂ تنخواہ کی درخواست نہین کی نہ کسی شخص سے طالب سعی ہوئے۔ نہ کبھی

...کا احسان قلیل یا کثیر اُٹھایا نہ کبھی کسی حاجت خانگی مین مثل موت و شادی وغیرہ ...ریاست سے یا کسی غیر شخص سے طالب اعانت ہوئے۔ نہ کوئی چیز کسی سے کبھی مستعار ...نہ کبھی کسی اہلکار ریاست کی دربارداری کی البتہ باوجود کثرت مشاغل کے تجارت مضاربت کا سلسلہ جو عرب کا خاص ترکہ ہے مدت ملازمت تک برابر قائم رکھا۔ ...احمد شاہ صاحب مرحوم شریک مضاربت تھے۔ مگر اس مدت مدید مین کبھی اُن سے ...ات حاضری دفتر اور احکام سرکاری کی بجاآوری مین دیدہ و دانستہ کوتاہی نہین ...اور نہ کسی ادنیٰ یا بڑے قصور پر جرمانہ یا چشم نمائی کے وہ مستوجب ہوئے حالانکہ ...معظمہ نہایت تنگ مزاج تھین اور امور ریاست مین سختی کے ساتھ اصول سیاست کو ...مین لاتی تھین باینہمہ کبھی اُنھون نے والاجاہ کے ساتھ ناملائم سلوک نہین کیا ...سختی اور درشتی سے پیش آئین بلکہ اپنی روش مزاج کے خلاف سر دربار جشن عیدین ...سروقد کھڑے ہوکر تعظیم دیا کرتی تھین۔ اور سلام و کلام مین تقدیم کرتی تھین خصوصاً ...سے وہ متوجہ ہوکر مراجعت فرمائے بھوپال ہوئی تھین اور اُن کو والاجاہ کے خاندانی حالات کا علم ہوگیا تھا اُس وقت سے بہت کچھ اُن کو مراعات ملحوظ خاطر رہا کرتی تھی۔

دوران سفر اکبرآباد مین جب وہ بائیس جمادی الثانی [illegible] ہجری کو چہار شنبہ کے روز ...مین رونق افروز ہوئین تو اس وقت والاجاہ نے قبول ضیافت کی درخواست کی

---

۵ ریاض قطبی۔ ۶ ابقاء المنن صفحہ ۴ و ورد الخضیب صفحہ ۱۰۔ ۷ اس واقعہ کے ایک سال قبل والاجاہ کا ...عقد مدار المہام منشی جمال الدین خان بہادر کی دختر نیک اختر سے ہوچکا تھا۔

رئیسۂ معظمہ نے بخوشی خاطر اُن کی درخواست منظور کی منشائے سرکاری کے مطا
تمام خواہہائے طعام ضیافت فرودگاہ رئیسۂ معظمہ پر بھیجدیئے گئے مدارالمہام
محمد جمال الدین خان بہادر مرحوم منشی عبدالحی صاحب مرحوم منشی حسین خان مر
مسٹر مورلیس آنجہانی منشی دریاؤ سنگہ آنجہانی - میان سراج الدین مرحوم حافظ
مرحوم کے بھائی - مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم اور میان محمد اسحاق صاحب
و میان محمد یعقوب صاحب مرحوم (یہ دونون آخرالذکر مدارالمہام صاحب بہادر
نواسے اور میرے دونون اخیافی بھائی تھے) رئیسۂ معظمہ کے سربرآوردہ ممبران اسٹاف
شامل اور شریک دعوت تھے۔

رئیسۂ[1] معظمہ نے والاجاہ کی والدۂ محترمہ اور اُن کی اخوات کو بطور نذر چار تھان
جے پوری کے اور پانچ روپیہ نقد عطا فرمائے - اور مدارالمہام صاحب بہادر نے
مرحمت کین - اور والاجاہ کو چار تھان اشرفی اور پانچ روپیہ رئیسۂ معظمہ نے عنا
اُس وقت سے رئیسۂ معظمہ نے والاجاہ کے ساتھ آخر عمر تک طریقۂ احترام بدستور قائم ر
چنانچہ پانچوین ربیع الاول ۹ـ۲ ۱۲۸۰ ہجری کو ختم تعمیر جدید موتی مسجد کے شکریہ مین
جامع مسجد دہلی کے طرز پر ایک نہایت خوبصورت اور شاندار مسجد ہے اور
کے عہد حکومت کی ایک اسلامی عالیشان یادگار ہے) جب جشن ترتیب دیا
دوسرے معززارکان و اخوان ریاست کے جو اعلیٰ طبقہ مین شمار کیئے جاتے تھے

[1] بیاض قلمی والاجاہ مرحوم صفحہ ۱۴۱

ہفت پارچہ کا خلعت مرحمت فرمایا[1]۔

والاجاہ کی والدۂ محترمہ اور اخوات کا ورود بھوپال

والاجاہ نے عقد نکاح کے چند سال بعد بھوپال مین مستقل قیام اختیار کر لیا - اور
والدۂ محترمہ - اور بہنون کو مع اُن کے شوہرون کے قنوج سے اپنے پاس بلا لیا -
کیجائی کچھ سازگار نہ ہوئی - اور بہت جلد جمعیت خاطر مفارقت دائمی سے مبدل ہو گئی
پال پہونچے ہوئے ابھی صرف چھ مہینے گذرے تھے کہ چوبیس محرم ۱۲۸۰ ہجری کو دوشنبہ
روز وقت یک پاس شب اُن کی والدۂ محترمہ نے دُنیائے فانی کو الوداع کہی - والاجاہ
غسل اور تکفین کے بعد اپنی شفیق محترم ماں کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بقضاء اللہ
اُن کو سپرد خاک کیا - مدارالمہام صاحب مرحوم کے باغ دلکشا کے متصل مدفون ہوئین
اللہ مرقدھا ارسی ششماہی کے اندر بڑی بہن اور منجھلی بہن دونون یکے بعد دیگرے
سین اس حادثۂ اندوہناک مین رئیسۂ معظمہ نے بہت کچھ اظہار دلجوئی اور ہمدردی فرمایا
مبلغ چھ سو پندرہ روپیہ کی قیمتی پوشاک[2] برسم تعزیت عطا فرمائی - والاجاہ نے اپنے
الدین بھائی اور اخوات کی جانب سے طریقۂ[3] حنفی کے مطابق حج بدل کرایا اور ایک مسجد

[1] خلعت کی تفصیل یہ ہے کلاہ کامدانی بوٹہ طلائی پارچہ پوشاک کامدانی گوٹن چوغہ زربفت زرد مشجر رنگ گلابی سفید قندیل عباسی
اور صدری سبز رنگ کار طلائی رومال دستی سفید [2] بیاض قلمی صفحہ ۲ [3] ابقاء المنن صفحہ ۱۵

مہمانسراے مع چاہ اپنی والدۂ مرحومہ کی جانب سے بھوپال مین تعمیر کرائی یہ مسجد متصل
اصطبل کے محاذ مین واقع ہے اور مہمانسرائے موضع چوکہ مین واقع ہے جو ریاست کا ایک
موضع ہے۔

رئیسۂ معظمہ کی وفات

والاجاہ کو کیا خبر تھی کہ اس سانحۂ عظیم کے چندہی روز کے بعد اس قدر جلد مشیئت ایزدی کا زبردست ہاتھ تاریخ ریاست بھوپال کا ورق اُلٹنے والا ہے اور نظام حکومت مین ایک نیا دور انقلاب شروع ہونیوالا ہے

ایکبار اور یہ دُنیا ابھی پلٹا لیگی

رئیسۂ معظمہ نواب سکندر بیگم صاحبہ خلد نشین نے کچھ دن علیل رہ کر تیرہ رجب ۱۲۸۵ ہجری کو عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور خلد نشین کے لقب سے ملقب ہوئین

غفر اللہ لہا ونور مضجعہا

عہد حکومت رئیسۂ عالیہ خلد مکان

علیاحضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے یکم شعبان ۱۲۸۵ ہجری مطابق سولہ نومبر ۱۸۶۸ء کو جاہ وجلال کے ساتھ تخت فرمانروائی پر جلوس فرمایا ؎

حکمت محض است اگر لطف جہان آفرین — خاص کند بندۂ مصلحت عام را

شخصی سلطنتون اور حکومتون مین (جہان تمام رعایا اور باشندگان ملک کی قسمتین ایک ذات واحد کے دست اقتدار مین ہوتی ہین) انقلاب حکومت کوئی معمولی چیز نہین جب تک جدید حکومت پر کچھ زمانہ گذر دے اور لوگ جدید طرز فرمانروائی کے عادی نہوجائین

رعایا کے دن نہایت بےچینی اضطراب قلق اور بیم ورجا کی حالت مین گزرا کرتے ہین اور خلد نشین مدبر منتظم اور بڑے جلال وجبروت کی رئیسہ تھین۔ اصول وقواعد ریاست اُن کے نظام حکومت کے غالب عناصر تھے۔ وہ اپنے زمانہ کے حکمرانان ملکی مین خاص امتیاز وعظمت کی نظر سے دیکھی جاتی تھین۔ اُن کی انتظامی قابلیت۔ اور ملکی سیاست حکام اور رعایا دونون مین ابتک ضرب المثل ہے۔ اصل یہ ہے کہ وہ زمانہ بھی اسی قسم کے نظام وآئین کو چاہتا تھا۔ لیکن جس وقت رئیسۂ عالیہ تخت حکومت پر متمکن ہوئین اس وقت ہندوستان کا رنگ بہت کچھ بدل چکا تھا۔ ہنگامۂ غدر کی فتنہ انگیز طبیعتین [illegible] سکون اور امن وصلح کے گہوارے مین آرام کر رہی تھین اور وہ خون ریز تلوارین جو ہر وقت عریان رہا کرتی تھین اب نیام مین پڑے پڑے طعمۂ مورچہ وزنگار ہو رہی تھین۔ شورش امن سے۔ مردانہ جد وجہد خستگی سے اور اولوالعزمی پست ہمتی سے تبدیل ہو [illegible] چکی تھی۔ اگلی سی فراغتین مفقود سا ور علمی وعملی قابلیتین بہت کچھ معدوم ہوچکی تھین پہلے اگر سیاست رُعب اور زور واقتدار کی حاجت تھی۔ تو اب آسایش اطمینان اور تعلیم وہنر پروری وحوصلہ افزائی کی ضرورت تھی۔ اقتضاے وقت کے مناسب رئیسۂ عالیہ قدرت سے اپنے ساتھ ایسی طبیعت لائی تھین جو سراپا رحم وکرم جود وسخا امن وصلاح کی قدردانی وقدرافزائی کی مجسم اور زندہ تصویر تھی۔ باشندگان ملک بھی انکی طبیعت وعادت سے ناواقف محض نہ تھے اس لیے اُن کو زیادہ دنون تک انتظار کا ذائقہ اضطراری چکھنا اور اس کا خمیازہ اُٹھانا نہین پڑا اور انھون نے نہایت کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی

کے ساتھ اِس دَور جدید اور عہد زرّین کا خیر مقدم کیا۔ والاجاہ مُدت دراز سے حرمین شریفین کی زیارت کے اشتیاق مین مضطر و بیتاب رہا کرتے تھے اُنھون نے اسوقت کو غنیمت جانکر اداے فریضۂ حج کے لیے ایک درخواست لکھکر رئیسۂ عالیہ کے حضور مین پیش کی اس سے قبل بھی وہ سرکار خلد نشین کے آخری عہد مین درخواست رخصت پیش کر چکے مگر بخت و اتفاق سے اُسی زمانہ مین خلد نشین کو مرض الموت عارض ہوا اور والاجاہ کے دل کی آرزو دل ہی مین رہ گئی ہرچند خلد نشین زر نقد سے والاجاہ کی اعانت کرنا چاہتی تھین اور بار بار اصرار فرماتی تھین۔ مگر والاجاہ یہ کہکر ٹال دیا کرتے تھے کہ جب خدا کے فضل سے آپ غسل صحت فرمائینگی اُس وقت مَین حج کو جاؤن گا۔ چونکہ خدائے قدوس کے نزدیک یہ وقت مُقدر ہو چکا تھا اس لیے اُن کی درخواست منظور ہو گئی اور ساتھ ہی اُس کے رئیسۂ عالیہ نے ثیاب فاخرہ اور اشیاے گرانبہا کے چند صندوق امانتاً انکو تفویض کیے تاکہ وہ مکۂ معظمہ مین پہونچکر فقرا و مساکین حرم کو خیرات کر دین۔

سفر حجاز

وہ پہلے سے تیار بیٹھے تھے رُخصت ملتے ہی ستائیس[1] شعبان ۱۳۰۱ھ ہجری روز شنبہ کو بعد نماز ظہر تمام عزیزون اور دوستون کو خدا حافظ کہکر بھوپال سے روانہ ہو گئے۔ آٹھ روز کے بعد قطع منازل کر کے

---

[1] رحلۃ الصدیق الی بیت العتیق صفحہ ۸۷۔

بمبئی پہونچے۔

بارہ روز یہان ٹھہر کر بقیہ سامان سفر حجاز کا بندوبست کیا۔ ششم رمضان شریف ۱۳۰۱ھ ہجری کو پنجشنبہ کے دن قبل نماز عصر قیامگاہ سے روانہ ہو کر جہاز پر جس کا نام فتح سلطان تھا سوار ہو گئے۔ اُس پر قریباً تین سو مسافر تھے پہلا روز نہایت سکون اور آرام سے گزرا کسی قسم کا تغیر نہین ہوا۔ تخمیناً ساٹھ منزل تک یکسان حالت رہی اُسکے بعد دفعۃً ہوا رک گئی اور جہاز ٹھہر گیا تین روز تک دریا ساکن رہا۔ خدا خدا کر کے چوتھے روز بارھوین رمضان شریف کو ہوا چلنا شروع ہوئی۔ عازمان حجاز کی جان مین جان آئی جہاز نے لنگر اٹھایا مگر ساتھ ہی اس کے سمندری مرض شروع ہوا۔ اور دوران سر اور غثیان کی شکایت پیدا ہوئی جو تین دن تک قائم رہی چوتھے روز طبیعت بحال ہونا شروع ہوئی پھر تو وقت بہت لطف کے ساتھ گزرنے لگا اور حضرات صوفیہ کی اصطلاح کے مطابق جہاز پر سفر در وطن کا مزہ ملنے لگا۔ کتاب صارم منکی اُنھون نے اپنے ہاتھ سے جہاز پر لکھی۔ چونکہ روزانہ وضو اور غسل سمندر کے پانی سے کرنا پڑتا تھا اُس کی شوریت سے منخرین پر کچھ دانے نکل آئے اور اُن کی تکلیف سے بخار آ گیا سترہ رمضان شریف کو جہاز عدن پہونچا باوجود ناموافقت ہوا اور طبیعت کے ناساز ہونیکے نقل و کتابت کا شغل جہاز پر بھی جاری رہا عدن

---

[51] اسوقت تک بھوپال میں ریل نہ تھی اسلیے منازل قبل ریل اُن کو طے کرنا پڑین سیکنڈا آباد پانچ کوس بھیلسہ دس کوس تیاپورہ پانچ کوس بھیلسہ پانچ کوس سونت چاری چھ کوس سونت ٹملا آٹھ کوس سریر سودا آٹھ کوس پنیر سات کوس جھانسی بڑودہ ریلوے اسٹیشن۔ کرایہ ریل پنیر تک ۔ منزل کرایہ ریل پنیر سے بمبئی تک فی کس درجہ اوسط ۔ کرایہ سامان فی من ۔ دو من ۔ شمار سبع ۔ کرایہ اسٹیشن سے مکان قیامگاہ تک ۔ مکان سے جہاز تک دو روپیہ ۔ کرایہ جہاز ۔ [52] انوار السلف صفحہ ۵۰۔

سے جہاز نے مایحتاج لیکر پھر لنگر اُٹھایا۔

حدیدہ میں داخلہ

پورے دو مہینے تین چھبیس رمضان شریف ۱۲۸۵ ہجری کو بندر حدیدہ میں جہاز داخل ہوا۔ والاجاہ جہاز سے اُترے اور قاضی شیخ حسین بن محسن انصاری مرحوم کے مکان پر فروکش ہوئے بارہ روز یہاں قیام رہا اور سارا وقت کتب حدیث کی تلاش اور نقل میں گزرا بیس پچیس رسائل سید محمد اسمعیل امیر وغیرہ کے اُنھوں نے اپنے قلم سے نقل کیے بست و ہشتم رمضان شریف کو رویت ہلال کی تعجب انگیز خبر سُنی گئی۔ قلعے سے توپوں کی آواز نے اس خبر کی اور مزید تصدیق و توثیق کردی تمام عازمان حجاز متعجب تھے مگر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ حدیدہ میں آج رمضان شریف کی انتیس تاریخ ہے۔ والاجاہ نے عامۂ مسلمین کے ساتھ ایک میدان میں جہاں سوائے ایک منبر خطبہ کے کوئی چاردیواری وغیرہ نہ تھی نماز عید ادا کی۔ ایک مرد صالح عبدالرحمن شافعی خطیب تھے انھوں نے نماز عید مذہب شافعی کے طریقہ پر پڑھائی۔ والاجاہ نے علماء زبید اور علماء بیت الفقیہ کی خدمت میں اپنی مؤلفہ کتاب حطہ بذکر صحاح ستہ ہدیۃً پیش کی۔ شیخ سعدالدین بن المویہبۃ العدینی سے ملاقات ہوئی جنکے اشعار مسک الختام کی مدح میں ہم نقل کرچکے ہیں۔ شیخ علی بن عبداللہ شارح بخاری بھی وہاں موجود تھے انھوں نے والاجاہ سے دوران ملاقات میں فرمایا کہ "وُجُودُ مِثْلِکُمْ فِی ھٰذَا الزَّمَانِ مِنْ نِعَمِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَوْ کَانُوْا یَعْقِلُوْنَ" چند کتابیں مثل۔ اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق فی الاصول۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار مصنفہ اول فتح القدیر فی فنی الروایۃ والدرایۃ من التفسیر وغیرہ یہیں خرید کیں۔

حدیدہ سے روانگی

دہم شوال ۱۲۸۵ ہجری کو حدیدہ سے روانہ ہوئے۔ شیخ حسین الحام کا تین روز تک جہاز پر ساتھ رہا مگر ناسازگاری ہوا کی وجہ سے یہاں بھی اہل جہاز کو وہی اگلی سی مصیبت پیش آئی اور جہاز کو تین روز تک ایک ہی جگہ پر رُکا رہنا پڑا۔ چہاردہم شوال ۱۲۸۵ ہجری کو ہوا چلنا شروع ہوئی اور صبح کے وقت جہاز نے لنگر اُٹھایا جہاز کو روانہ ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ طوفان کے آثار چاروں طرف نظر آنے لگے آسمان پر ابر غلیظ محیط ہوگیا۔ ہوا کے تیز و تند جھونکے چلنا شروع ہوگئے اور اُنھوں نے جہاز کو جس راستہ پر کہ وہ جا رہا تھا اُس سے ہٹاکر دور جا پھینکا بارش زور و شور سے ہونے لگی۔ حدیدہ سے جدہ کی مسافت کل ایک ہفتہ کی تھی مگر جہاز کی بے راہ روی کے سبب سے مکہ معظمہ پہونچنے میں ایک مہینے کی دیر ہوگئی۔ دریا کے تلاطم نے مشتاقان حج اور مسافران جہاز کی مایوسی کو بہت زیادہ بڑھا دیا اُن کے اضطراب رنج و تعب کی کوئی حد نہیں رہی۔ سامان خور و نوش جو ساتھ تھا اس مہینہ بھر کے وقفہ میں ختم ہوکر بہت کم باقی رہ گیا اور آب شیریں جو مسافروں کے لیے جہاز پر بار کرلیا جاتا ہے وہ بھی ختم ہونے لگا

یہان تک کہ ایک رات دن مین صرف ایک جرعۂ آب اور دو لقمۂ خشک چاول بے روغن پر
بسر اوقات رہ گئی ناگاہ بصد خرابی بصرہ ہوا کا رُخ پلٹا۔ اور باد موافق چلنا شروع ہوئی۔

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز | باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

جہاز کو اُن تمام پہاڑون سے جو سمندر کی تہ آب چھپے ہوئے تھے نجات ملی۔ شنبہ کے روز
ذیقعدہ کا چاند جہاز پر دیکھا گیا۔ اور حاجیون نے چوتھی ذیقعدہ [illegible] ہجری کو نماز صبح
کے بعد کوہ یلملم سے احرام باندھا اور تلبیہ کرنا شروع کیا جہاز جدہ کے قریب آتا جاتا تھا۔ ہنوز
ساحل مراد پر نہین پہونچنے پایا تھا کہ ایک رات ناخدائے جہاز نے محسوس کیا کہ جہاز پہاڑ
کے قریب آگیا ہے۔ اور کچھ دیر مین اُس سے ٹکرایا چاہتا ہے یہ دیکھکر وہ گھبرایا اور اُس نے
وہین لنگر ڈالدیا اور جو تدبیرین ممکن تھین سب کی گئین۔ جہاز کے گرد و پیش نظر ڈالی گئی تو معلوم
ہوا کہ پہاڑ کے تصادم سے وہ بال بال بچ گیا جب اہل جہاز کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو مایوسی
کی وجہ سے اُنکے چہرون پر مُردنی سی چھا گئی اور بجائے اسکے کہ وہ ایسے خطرناک حادثہ یا مُزین
خدائے غفور سے فریاد کرتے اور اس عذاب ہولناک سے نجات پانیکی دعا کرتے اکثر لوگون نے
شیخ عیدروس کے نام کی دُہائی دینی شروع کی۔ اور یا شیخ عیدروس۔ کمکر صدائے نالہ و شیون
بلند کی۔ اور اُن سے طالب نصرت و امداد ہوئے یہ حالت دیکھکر جو لوگ موحد اور خدا پرست تھے
وہ لرز گئے اور اُن کے دلون پر بیحد خوف طاری ہوا والاجاہ لکھتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین
کہا یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے ایسی شدید مصیبت کے وقت مین جب کہ کوئی پناہ کی صورت نظر نہین
آتی تو کفرۂ فجرہ بھی مضطر ہو کر خلوص دل سے خدائے واحد القہار ہی کو پکارنے لگتے ہین

ہمارا قرآن کریم مین فرمایا ہے۔ وَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ
لَہُ الدِّیْنَ مگر یہ مشرکین عرب کس قسم کے لوگ ہین جو ایسے خوف و خطر کی حالت مین بھی
خدائے ارحم الراحمین محافظ حقیقی کو چھوڑ کر معبودان باطل کو پکارنے لگتے ہین یُحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ
کی وعید کے مستحق بنتے ہین۔ اور اُن سے خلاصی کے خواستگار ہوتے ہین۔ یہ خیال آتے ہی فوراً مجکو
ایک دوسری آیۂ کریمہ یاد آئی اور مین نے دل مین کہا کہ خدا اور اُس کے رسولؐ نے سچ فرمایا
ہے وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُہُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَہُمْ مُّشْرِکُوْنَ۔ بہرحال خدا
مومن اور کافر اور دوست اور دشمن سبکی پکار سُنتا ہے اور سبکو یکسان روزی دیتا ہے
اسکی شان یہ ہے ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب | گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستان را کجا کنی محروم | تو کہ با دشمنان نظر داری

اُس نے غریب الوطن اور پریشان حالون کی فریاد سُن لی اور ناخدائے جہاز
کا لنگر اُٹھایا۔

جدہ مین داخلہ نماز ظہر کے وقت، بروز یکشنبہ ہشتم ذیقعدہ [illegible] ہجری کو خدا خدا کرکے
جہاز صحیح اور سالم بخیریت تمام ساحل جدہ پر پہونچگیا جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی
کوہ جودی کے کنارے آلگی تھی یہ جدہ کے کنارے آلگا۔
والاجاہ جہاز سے اُترے اور کسل سفر دور کرنے کے لیئے تین روز یہان ٹھہرے۔
معائنہ کنندوں کا عملہ جو مسافرون کے مال و اسباب اور پاسپورٹ کی جانچ پڑتال کرنے کے لیئے

متعین تھا اس نے جبر و ظلم سے بہت سی ناجائز رقمیں حاجیوں اور مسافروں سے وصول کیں۔ محصول سائر چہار دہ ریال یعنی مبلغ تیس روپیہ پانچ آنہ ادا کیے گئے بعد رفع تکان بارہ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ ہجری کو جدہ سے روانہ ہو کر حدہ اور حدہ سے کعبۂ مقصود کی طرف رخ کیا۔ راہ میں جمع بین الصلوتین کی۔

مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا میں داخلہ

نصف شب گذرنے کے بعد سید ابو بکر مطوف کی معیت میں بلد الامین یعنی مکہ معظمہ پہونچے۔ اور یہ طول طویل سفر بخیر و خوبی ختم ہوا۔ وقت ورود مکہ معظمہ کے بیساختہ یہ شعر انکی زبان سے نکلا۔ ؎

أَبَطْحَاءَ مَكَّةَ هٰذَا الَّذِي	أَرَاهُ عِيَانًا وَهٰذَا أَنَا

اور جب حرم کعبہ پر نظر پڑی تو بے اختیار وہ پکار اٹھے۔ ؎

فَهٰذِهِ دَارُهُمْ وَأَنْتَ مُحِبٌّ	فَمَا بَقَاءُ الدُّمُوعِ فِي الْآمَاقِ

پھر یہ دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ بَعْدَ اَعْمَالِ عُمْرَةٍ خدا نے دل سے تمام صعوبات سفر دور کر دیے[1] ؎

جمال کعبہ مگر عذر رہروان خواہد	کہ جان خستہ دلان سوخت در بیابانش

سب مال اور اسباب جو ہمراہ تھا نوکر کے سپرد کرکے وہیں چھوڑا اور سیدھے مسجد حرام

[1] اتحاف النبلاء صفحہ ۲۶۸۔

کی طرف روانہ ہو گئے باب السلام سے داخل ہو کر طواف۔ و سعی حلق و تقبیل حجر۔ اور ہر شوط یعنی دوڑ میں استلام رکن غرض تمام ارکان عمرہ ادا کیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عجیب

"از غرائب اوقات و حالات آن مقام کریم طواف نیم شب است۔ و تجلی خاص و عظمتے مخصوص بر در و دیوار آن مقام می افتد۔ کہ تعبیر ازان بلسان وقت ممکن نیست یعنی بے کیف و کم می باشد۔ در جمال آن خانہ مدرک می گردد و مشاہدہ می افتد۔ تاکسانے کہ بصاحب خانہ آشنا باشند چہ می دیدہ باشند" بعد ازان سعی بین الصفا والمروہ سے فارغ ہو کر جوار کعبہ چھوڑنا گوارا نہیں کیا۔ اور تمام رات وہان تہجد اور نماز فجر تک دعا اور استغفار میں مشغول رہے۔ اور صبح کی نماز اول جماعت شافعیہ کے ساتھ ادا کی۔ پھر گھر چلے آئے۔ حلق راس کیا اور احرام اُتار کر کپڑے پہنے۔ چونکہ مدینۂ منورہ جانیکا وقت گذر چکا تھا مجبوراً مکۂ معظمہ میں انتظار حج کا کرتے رہے۔ اور مشاغل علمی میں اپنا وقت گذارا۔ یہیں کتاب سیاست الشرعیہ کی نقل اپنے ہاتھ سے کی اور بہت سی نادر کتابیں نقل کیں یا خریدیں۔ اور علمی فوائد حاصل کرتے رہے انتیس ذیقعدہ کو رویت ہلال ذی الحجہ کی شہادت مکۂ معظمہ کے قاضی صاحب کے اجلاس میں گذری۔ اور سہ شنبہ کا دن ماہ ذی الحجہ کا اول یوم قرار پایا اہل مکہ اور حجاز نے یہ چاند نہیں دیکھا تھا۔ آٹھویں ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ ہجری یوم ترویہ کو والا جاہ نے احرام باندھا۔ اور منٰی کی جانب پیدل روانہ ہوئے۔ پھر سوار ہو کر وہان سے عرفہ میں آئے اور ارکان حج بجا لائے۔ ملا علی قاری کی کتاب حزب الاعظم کی قرأت کی پھر مزدلفہ پہونچے اور وہان سے منٰی میں پلٹ آئے اور بقیہ ارکان ادا کیے عرفہ اور منٰی میں بھی خلاف اوقات

مناسک کتابت علم جاری ہی تیرہ روز کے بعد مکہ معظمہ میں واپس آگئے۔ یہان کوئی قافلہ اُس وقت مدینہ منورہ کو جانے والا نہ تھا اس لیئے اُن کو قافلے کے انتظار مین ٹھہرنا پڑا۔

روانگی مدینہ منورہ زادا اللہ شرفا

آخر پندرہ صفر ۱۲۸۶ ہجری کو دہ کاروان کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور خلاف معمول بیس روز کے بعد مدینہ منورہ پہونچے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی مسافت بارہ روز سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن قافلہ سالار اور بدویون کی شرارت سے اٹھارہ یوم بیر عسفان مین دوسرے قافلے کے انتظار مین پڑا رہنا پڑا۔ بہرحال دیر سویر تو ہوئی۔ مگر خدا نے اُن کے شر و فساد سے محفوظ رکھا۔ اور صحیح و سلامت مدینہ منورہ مین پہونچا دیا۔ ؎

زبعد کعبہ نظیری زیارت ما کن	کہ دلبر نمکین است در مدینۂ ما

والا جاہ لکھتے ہین "سب سے پہلے اس بلدۂ مبارکہ مین پہونچکر اور باب السلام سے داخل ہوکر مزار مقدس فائض الانوار سے اپنے دیدۂ و دل کو نور و سرور بخشا۔ ؎

بطیب رسول اللہ طاب نسیمہا	فما المسك والكافور والمندل الرطب

دیگر

ای آدم دمی آدم از بارگہے مضمون رسالت آنکہ برادشماست	پیغام حرم بہ محرم رادشے عفو گنہے شفاعت رد سیہی

ل؎ اتحاف النبلاء صفحہ ۲۶۹۔

چند ہفتہ یہان قیام رہا۔ اس اثنا مین مسجد شریف نبوی کی حضوری اور مرقد مقدس مطہر و منور کا شرف دیدار اور صلوٰۃ و سلام ادا کرنے کی سعادت اور مسجد قبا (جسکی شان مین اُسِّسَ عَلَى التَّقْوىٰ وارد ہے) اور جنت بقیع۔ اور قبور شہداے احد۔ خصوصًا حضرت سید الشہداے حمزہؓ کے مزار مقدس کی زیارت نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ کی در و دیوار پر آثار سکینہ اور وقار نمایان تھین۔ یہان ابن الحاج کی کتاب مدخل مجلد اول خریدی کتاب بدعات متفقہین۔ اور محدثات متصوفین۔ مین نہایت عمدہ ہے۔ مدینہ سے عمرہ کا احرام باندھکر روانہ ہوئے۔ اور بارہ روز کے بعد مکہ معظمہ مین پہونچے۔ مقام سعی و طواف کو لوگون سے خالی پاکر ترتیب سنون کے ساتھ ارکان ادا کیئے اس طریقہ پر ایک حج اور دو عمرہ کیئے۔ قیام اول و آخر ملاکر چار مہینے مکہ معظمہ مین ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ یہان بہت سی کتابین مثل زرقانی شرح موطا۔ تاریخ خمیس۔ تعریفات۔ مغنی اللبیب۔ ریاض المستطابہ۔ مجموعہ امام سیوطیؒ مع بہجۃ المحافل۔ شرح شمائل۔ مواہب الرحمن ناتمام۔ سبل السلام تمام دو جلد۔ زاد المعاد دو جلد۔ تفسیر امام شوکانیؒ۔ عواصم دو جلد۔ مشکوٰۃ شریف۔ نسائی شریف بخاری شریف بیضاوی۔ احیاء العلوم دو نسخہ۔ انشاء درمی۔ زواجر۔ تاریخ مصر۔ خریدۃ العجائب مجموعۂ تلخیص الحبیر۔ انشاء عطار نور اللمعہ۔ مجموعۂ خطب۔ کتاب الفوائد۔ حسن المحاضرہ فی احوال مصر القاہرہ۔ بیجوری علی الشمائل۔ اذکار نووی مع مسلم شریف دو نسخہ وغیرہ خریدین اور بعض مختصر اور مطول رسالے اپنے ہاتھ سے نقل کیئے۔ تبرکًا و تبرعًا محدثین یمن کے سامنے

ل؎ سفر البارد صفحہ ۱۱۔

کتب سنت مطہرہ کی قرأت کی اور سلسلۂ حدیث جاری کیا۔

نواب تجمل حسین خان مرحوم کی ملاقات

یہین ایک روز راستہ مین نواب تجمل حسین خان مرحوم رئیس فرخ آباد سے ملاقات ہو
نواب صاحب ممدوح ایک نہایت عالی مرتبہ رئیس تھے والاجاہ نے اُن کی دولت و
وعروج و اقبال کا زمانہ فرخ آباد مین اپنی آنکھون سے دیکھا تھا۔ اُن کے در دولت پر
ارباب حاجت کا ہجوم رہا کرتا تھا اور اُن کے آستانۂ اقبال پر ہاتھی جھوما کرتے تھے انھی
کی شان مین نواب اسداللہ خان غالب مرحوم نے یہ اشعار لکھے تھے ؎

دیا ہے اور کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے	بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے
زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا	کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے
زمانہ عہد مین اُسکے ہے محو آرائش	بنینگے اور ستارے اب آسمان کے لیے

نواب صاحب باوجود امیر کبیر اور صاحب جاہ و تحشم ہونے کے فضائل اخلاق اسلامی او
اوصاف غیرت و حمیت دینی کے ایک جوہر فرد تھے زمانہ غدر ۱۸۵۷ء مین جب اُنھون نے
ہر طرف نصاریٰ کا تسلط اور استیلائے اسلام کی بربادی کا عبرت انگیز ہنگامہ دیکھا اور
ایک پاکباز موحد خدا پرست کے لیے فتنہ ہائے روزگار سے کہین ہندوستان مین امن نہ
پایا اور حکام وقت کے تیور بدلے ہوئے پائے تو اُنھون نے ہندوستان کو خیرباد کہکر خانۂ خدا

... سایہ پناہ لی اور حضرت ابراہیم ادہمؒ کی طرح دنیاوی جاہ و حشمت پر کوئے یار کی
... حالی اور فقر و تہیدستی کو ترجیح دی۔ والاجاہ مرحوم نے اس حالت کو بچشم عبرت
... کیا اور اُنکی غیرت اسلامی اور حمیت دینی سے بیحد متاثر ہوئے اُن سے رخصت ہوتے وقت
... مرحوم نے سرکاری ملبوسات بیش بہا مین سے ایک بیش قیمت پوشاک کمال اصرار کیساتھ
... کی نذر کی اور اپنے گھر واپس آئے بقیہ ملبوسات جو ہمراہ تھے وہ ساکنین حرم اور ارباب
... ات کو تقسیم کردیے۔

مکۂ معظمہ سے روانگی

اوائل جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ ہجری مین حجاج کا قافلہ مکۂ معظمہ سے روانہ ہوا۔ والاجاہ
... جہاز پر جسکا نام فیض الباری تھا سوار ہوئے۔ کُل مسافر جو جہاز پر سوار تھے اُن کی تعداد
... نو سو تھی۔ جسوقت جہاز بندر حدیدہ پر پہونچا۔ اُس نے حوائج ضروری اور مال و اسباب
... جانے کے لیے وہان لنگر ڈالدیا۔ اور تین روز تک ٹھہرا رہا۔ یہ زمانہ سخت گرمی کا تھا۔
... ون کی لپٹ مُنھ کو جھلسائے دیتی تھی ہوا کی گرمی نے سمندر کی سطح آب کو آتشکدۂ آذر بنا دیا
... تھا۔ اہل جہاز اس گرمی کی تاب نہ لاسکے اور بیمار پڑ گئے اکثر جانین ضائع ہوگئین۔ نصف ایک
... ی کا یہی زور شور رہا۔ جب جہاز نے عدن سے لنگر اُٹھایا اور آگے بڑھا تو ہوا مین خنکی محسوس
... ہونے لگی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے ساتھ پانی کا چھینٹا پڑنا شروع ہوا۔ اُس نے سردی کو اور
... چمکا دیا۔ گرمی کا رفع ہونا تھا کہ مرض کا بھی ساتھ ہی اُس کے خاتمہ ہوگیا۔ اور سب اہل جہاز

آرام کے ساتھ سفر طے کرنے لگے یہان تک کہ بحر محیط کا ساحل یعنی بندر بمبئی دور سے نظر آیا۔ ہنوز
اپنے مستقر تک نہین پہونچا تھا کہ دفعۃً سمندر مین تلاطم پیدا ہو گیا۔ اور مہیب طوفانی
نے اٹھ اٹھکر حصۂ زیرین اور تختہائے جہاز سے ٹکرانا اور اُس کو زیر و زبر کرنا شروع کیا
ابر غلیظ نے آفتاب کے چہرۂ تابناک پر تاریکی کا پردہ ڈالدیا۔ اُس پر طرّہ یہ ہوا کہ کپتان
جہاز (جو ایک یورپین تھا) راستہ بھول گیا۔ تصادم امواج سے جو کوٹھریان کشتی پر تھین
وہ ٹوٹ گئین۔ اور جہاز کے تختون مین جنبش پیدا ہو گئی۔ اب اہل جہاز کے اضطراب و بیچینی
کی کوئی حد باقی نہین رہی۔ سررشتۂ امید حیات منقطع ہو گیا اُس وقت جہاز ساکن کر دیا گیا
مگر رحمت الٰہی نے اپنے بندون کی دستگیری کی۔ یکایک نقاب ظلمت سے آفتاب کا نورانی
نمودار ہوا۔ کپتان جہاز نے بصد کوشش و کشش آلات رصدی درست کرکے لنگر اُٹھایا
اور جہاز براہ مستقیم موجون کو چیرتا ہوا ساحل بمبئی پر پہونچ گیا۔ بحری متاعب دہائک
سے خلاصی ہوئی۔ اِس سفر مین والاجاہ نے جہاز پر اپنے ہاتھ سے سنن دارمی نقل کی یہ نسخہ
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کا تھا۔ مرزا امیر بیگ صاحب داماد مولوی محمد یعقوب صاحب مہاجر
مکہ معظمہ سے مستعار لیا تھا۔ پھر بھوپال پہونچکر واپس کر دیا۔ اِس نسخہ پر جا بجا شاہ صاحب کی تحریر
خود اُن کے قلم مبارک کی زیب رقم تھی۔ اِس سفر مقدس حجاز مین پورے آٹھ مہینے صرف ہوئے
جس روز بھوپال سے جانب حجاز روانگی ہوئی وہ شنبہ کا دن تھا اور جس روز حجاز سے
بھوپال پہونچے وہ بھی شنبہ کا دن تھا والاجاہ لکھتے ہین۔ فَكَانَ هٰذَا السَّفَرُ لِلْبَادِرَةِ

سلہ ابقاء المنن صفحہ ۵۸

كَانَ الْاَيَّامَ مَا وَاحِدًا گویا حجاز کا یہ سفر مبارک صرف ایک دن کا
سفر تھا۔

بھوپال پہونچکر ربیع الاول ۱۲۸۹ھ ہجری کو والاجاہ نے رئیسۂ عالیہ کے حضور مین پایا
فقرا و حرم اور مساکین مکہ معظمہ کی دستخطی رسیدین ملبوسات و امانات کے متعلق
پیش کین۔

سررشتۂ تعلیمات کی افسری

رئیسۂ عالیہ نے اُن کو تاریخ نگاری کی خدمت سے سبکدوش کرکے مدارس کے سررشتۂ تعلیمات
کا افسر مقرر فرمایا۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کی زندگی کا مقصد وحید احیاء کتاب و سنت۔ نشر علوم
تہذیب اخلاق۔ اور اصلاح تمدن رہا ہو اور جس کے اوقات عزیز خدمت علم، درس
و تعلیم علماء کے لیئے وقف رہے ہون اُس کے لیئے اس سے زیادہ طبعی مسرت اور حقیقی شادمانی کا
کونسا موقع ہو سکتا ہے۔ اُنھون نے اس خدمت کو نہایت خوشی سے قبول کیا چنانچہ وہ لکھتے
ہین اہتمام مدارس سلیمانیہ را منتخب گردیدیم۔ واین خدمت را بشغل علم بہتر از جملہ خدمات سابقہ
دیدیم۔

امیر الانشائی

ایک سال تک اُنھون نے سررشتۂ تعلیمات مدارس کا کام انجام دیا اسی اثنا مین تحریری

سلہ روض الخصیب صفحہ ۱۷۱

ریاست کی جگہ خالی ہوئی۔ رئیسہ عالیہ نے تیسری شعبان ۱۳۰۸ھ ہجری کو دربار صدر
موقع پر اُن کو سند امیر الانشائی و خطاب خانی و خلعت[1] سے افتخار بخشا اور دو...
مشاہرہ مقرر فرمایا۔ قریباً آٹھ مہینے وہ اس منصب رفیع پر سرفراز رہے۔

رئیسۂ عالیہ کا قصد نکاح ثانی

رئیسۂ عالیہ کو عنان حکومت ہاتھ میں لیے ہوئے تین سال گذر چکے تھے نظم ونسق...
ذمہ داریاں روز بروز بڑھتی جاتی تھیں۔ مصالح مملکت اور رفاہ عامہ کے لحاظ سے
اصلاحات کے عمل مین لانیکی ضرورت بشدت محسوس ہو رہی تھی ان مشکلات پر غالب آ
کے لیے رئیسۂ عالیہ کے ذہن دقیقہ رس۔ اور طبع حقیقت شناس کا یہ قتضا ہوا کہ ایک ایسا...
مشیر اُمور مملکت میں ہمدم و محرم راز بنایا جائے جو مدبر و منتظم بھی ہو اور عالم و خطیب بھی
و شریف بھی ہو اور خدا پرست اور خدا شناس بھی تا کہ وہ آئین معدلت و اصول شریعت
محفوظ رکھکر ترقی ملک۔ تہذیب اخلاق رعایا اور رفاقت و خیر خواہی رئیس و ریاست
پورا حصہ لے سکے۔ یہ خیال آنا تھا کہ رئیسۂ عالیہ کی نگاہ انتخاب والاجاہ پر پڑنے لگی
آنکھوں سے سرکار خلد نشین کا طریقہ عزت و احترام والاجاہ کے ساتھ ملاحظہ کر چکی تھیں
اُنکے ذاتی فضائل اور خاندانی صفات کا علم رئیسۂ عالیہ کو اچھی طرح ہو چکا تھا۔ والاجاہ
کی ہفدہ سالہ محنت و جانفشانی اور دیانت و وفاداری کے زرین کارنامون سے

[1] اس خلعت کی قیمت مبلغ السا[...] تھی یا ش[...] سنوا

...برنہ تھین۔ اس کا ذکر تاریخ بھوپال مین خود رئیسۂ عالیہ نے نہایت وضاحت
...ساتھ کیا ہے جس کو ہم بلفظہ یہان نقل کرتے ہین "ایشان از سادات صحیح النسب و شرفا
...النسب از اہل علم صاحب تصانیف در علوم شرعیہ و فنون ادبیہ وغیرہ اند و این کتب مشہور
...بودہ اند۔ و تعلق ایشان درین ریاست از ہفدہ سالہ است۔ خدمت خوشنودانہ
...باید سر انجام دادند۔ خلد نشین را پیوستہ مزید عزت و تکریم ایشان ملحوظ خاطر بود"[2]

رئیسۂ عالیہ کا اول نکاح نواب نظیر الدولہ بخشی باقی محمد خان بہادر مرحوم کے ساتھ روز پنجشنبہ
...ذیقعدہ ۱۲۷۱ھ ہجری کو ہوا تھا۔ نواب صاحب موصوف افغانی خاندان شتی خیل
...تھے۔ نکاح کے بعد غالباً بارہ سال تک وہ زندہ رہے۔ اور اکیس صفر ۱۲۸۴ھ ہجری کو
...اُنہون نے رحلت فرمائی۔ نواب صاحب مرحوم کی عمر اور رئیسۂ عالیہ کی عمر مین سولہ سال کا
تفاوت تھا اس تفاوت عمر کی زیادتی کا ذکر خود رئیسۂ عالیہ نے اپنی کتاب تہذیب النسوان[3]
...بصراحت کیا ہے۔

رئیسۂ عالیہ اُن کی وفات کے پانچ مہینے کے بعد مسند نشین ریاست ہوئین۔ ہنوز
...کی کے اثرات تازہ تھے۔ اُن پر امور جہانبانی کے افکار گوناگون اور اہم ذمہ داریون
اور اضافہ ہو گیا تھا ایسی حالت مین رئیسۂ عالیہ کو نکاح ثانی کے غرض سے ایک قابل اعتماد
...مشیر انتخاب کرنیکا خیال پیدا ہونا بالکل ایک طبعی اور فطری امر تھا جو انکی کمال دوراندیشی

[2] تاج الاقبال تاریخ بھوپال فارسی دفتر سوم فصل چہارم صفحہ ۲۶ مطبوعہ [3] تہذیب النسوان صفحہ ۲ مطبوعہ
...ہمانی مطبع صدیقی ریاست بھوپال ۱۳۰۱ ہجری۔

اور حسن تدبیر پر روشنی ڈالتا تھا۔ رئیسہ عالیہ کے اس نیک و مبارک شرعی مقصد مین اگر
خلل انداز ہو سکتی تھی تو وہ رسم و رواج کی پابندی ہو سکتی تھی۔ جس نے عقد بیوگان
ہندوستان مین معیوب ٹھہرا رکھا ہے۔ یا گورنمنٹ آف انڈیا کی نامنظوری۔ مگر
ان دونون مین سے ایک چیز بھی اُنکے اس نیک ارادہ اور پاک مقصد مین مخل اور سدّ راہ
رئیسہ عالیہ سرکار خلد نشین کی صحبت و نگرانی مین ضروری مذہبی مسائل کی تعلیم پا
چکی تھین۔ اور مدار المہام منشی جمال الدین خان بہادر مرحوم کے فیض تربیت
وحید پرستی اور تقدس نے خلاف شرع رسم و رواج کی بیہودہ بندشون کو بہت پہلے
اُنکی نگاہ حق پرست مین قابل نفرت بے وقعت اور لائق شکست بنا دیا تھا۔ قرآن
فرمان واجب الاذعان فانکحوا الایامٰی منکم۔ اُنکے پیش نظر تھا۔

والاجاہ کے ساتھ رئیسہ عالیہ کا عقد ثانی

اس لیے روز شنبہ ہشتم شوال ۱۲۸۷ ہجری کو دورہ مشرق ریاست سے عود
ملتزمان رکاب اور اعیان دولت اور مدار المہام صاحب بہادر وغیرہ کے سامنے
سادہ طریقہ شرعی پر بعوض مبلغ پچیس ہزار روپیہ مہر کے والاجاہ کے ساتھ عقد کیا
اُس وقت والاجاہ سن و سال کے لحاظ سے رئیسہ عالیہ کے ہمسن تھے۔ پھر معاودت
بھوپال کے بعد مطابق ضابطہ و آئین ریاست رعایائے بھوپال کے سامنے معاہدہ نکاح کا
اعلان عام کیا۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی باضابطہ تحریری منظوری کا مرحلہ یون طے ہوا کہ

ہشتم دسمبر ۱۸۷۰ء کو رئیسہ عالیہ شاہزادہ ڈیوک آف ایڈنبرا کی ملاقات کے لیے
کلکتہ تشریف لیگئی تھین۔ اثنائے راہ مین کرنل تھامس صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال نے
جو ہمرکاب تھے رئیسہ عالیہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ نکاح کرلین۔ آپ کا شوہر آپ کو نظم
و نسق ملکت مین مدد دیگا۔ کرنل جان میڈ صاحب ایجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر سنٹرل انڈیا
نے صاحب موصوف کی تائید کی تھی۔ نکاح ثانی کے بارے مین ریاست سے جو خریطہ خط
بذریعہ پولیٹیکل ایجنٹ بہادر گورنمنٹ آف انڈیا مین بھیجا گیا تھا اُس کے جواب مین
پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر نے لکھا کہ مین نہایت شادمانی کے ساتھ فارن سکریٹری بہادر
کا خریطہ خط روانہ کرتا ہون مین آپ کو کدخدا دیکھکر بہت خوش ہونگا۔ اس خریطہ خط مین
ہز ایکسیلنسی ارل میو صاحب بہادر وایسرائے ہند کی جانب سے فارن سکریٹری صاحب
نے تحریر فرمایا تھا کہ اگر بیگم صاحبہ کسی شائستہ شخص سے شادی کرنا چاہین تو کوئی امر
مانع نہین ہے۔ مشیر ریاست کے مشورہ سے یہ کام کرنا مناسب ہے۔

جشن کدخدائی گورنمنٹ آف انڈیا کی باضابطہ تحریری منظوری آجانے کے بعد مطابق شرع
مدار المہام محمد جمال الدین خان بہادر سترہ صفر ۱۲۸۸ ہجری مطابق ہشتم مئی ۱۸۷۱ء کو
ایک عالیشان جشن کدخدائی منعقد کیا گیا۔ جس مین مدار المہام محمد جمال الدین خان بہادر
قاضی القضاۃ شیخ زین العابدین صاحب عرب اور تمام عمائدین حکومت اپنی ملک کے پائے تخت
اخوان وارکان ریاست اور افسران فوج شریک تھے۔ اُن کے سامنے اعلان عام کیا گیا کہ

لہ تاج الاقبال فارسی دفتر سوم فصل چہارم صفحہ ۲۵

رئیسۂ عالیہ نے نواب صدیق حسن خان بہادر کے ساتھ بالعوض بچیس ہزار روپیہ دین مہر
اپنا عقد ثانی کر لیا۔ یہ دین مہر والا جاہ نے بعد مین تمام و کمال ادا کر دیا۔ اس عقد ثانی کی
حسب قاعدۂ ریاست کرنل جان ولیم ولبی اسبرن صاحب بہادر پولٹیکل ایجنٹ بھوپال
دی گئی۔ صاحب موصوف نے یازدہم ربیع الثانی ۱۲۸۸ھ ہجری مطابق ستی ام جون ۱۸۷۱ء
فارین سکریٹری صاحب بہادر کی چٹھی کی نقل جو اُن کو وصول ہوئی تھی رئیسۂ عالیہ کی خد
مین ارسال کی اُس مین ہز اکسیلنسی ویسرائے ممبران کونسل اور افسران گورنمنٹ آف انڈ
کی جانب سے غایت درجہ خوشنودی و مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ ایک اطلاعی خریطہ
رئیسۂ عالیہ کی جانب سے علیا حضرت قیصر ہند کوئن امپریس وکٹوریا کے حضور مین روانہ کیا
گیا۔ والا جاہ ابھی تک منصب امیر الانشائی پر فائز تھے۔ اگرچہ یہ منصب دیگر مناصب ریاست
سے بہت اعلیٰ اور ارفع تھا۔ مگر پھر بھی اُس مرتبۂ جلیل القدر کے مقابل مین بہت اَدوَن اور
فروتر تھا جس پر حکیم علی الاطلاق نے اُن کو فائز المرام کیا تھا۔

عہدۂ معتمد المہامی

اس لیے بست و کم ربیع الثانی ۱۲۸۹ھ ہجری مطابق دہم جولائی ۱۸۷۲ء کو دوشنبہ
کے دن رئیسۂ عالیہ نے ایک دربار عام مقرر فرمایا اور مدار المہام منشی جمال الدین خان
نائب اول ریاست اور تمام ارباب حل و عقد اور اعیان و ارکان و افسران فوج کے
سامنے خلعت نہ پارچہ مع پنج صد جواہر و چتر آفتابی و چنور و اسپ و فیل و پالکی

...عطا فرمایا جس کی مجموعی قیمت اکیس ہزار ترپن روپیہ دو نیم آنہ ہوتی ہے
...خطاب معتمد المہام بہادر نائب دوم ریاست سے نامزد اور معزز فرمایا۔ اور
...معاش امیر الانشائی کے (جس کی تعداد چار ہزار تین سو اکتیس روپیہ دس آنہ
...تھی) منصب معتمد المہامی کی جاگیر چوبیس ہزار روپیہ سالانہ مقرر و مرحمت فرمائی
...مذکورہ کا خریطۂ خط اور سند جاگیر معتمد المہامی کی اپنے دست مبارک سے
...بہادر کے ہاتھ مین دی۔ اطلاع خاص و عام کی غرض سے رئیسۂ عالیہ نے والا جاہ
...خلعت فاخرہ سے مزین فرما کر جاہ و جلال اور تزک و احتشام کے ساتھ سواری فیل پر
...دربار عام سے قدیم محل تک جانے کا حکم نافذ فرمایا۔ سوارون کا رسالہ اور پیادہ پلٹن
...جلوس مین تھی۔ جب یہ شاہی جلوس شوارع عام سے گذرتا ہوا محل پر پہونچا تو احباب
...اعیان اور ہوا خواہان دولت نے تہنیت ادا کی۔ ارباب سخن نے قصائد تہنیت
...و قطعات تاریخی بطور نذر پیش کیے۔ منجملہ اُن کے مولوی محمد یوسف علی صاحب مرحوم و مغفور
...کا قطعہ ذیل تذر گزرانا ہے

آصف عصر و سلیمان زمان	قدوۂ و اسوۂ حکام و دولات
مولوی سید صدیق حسن	تا شرو جامع خیر و حسنات
خلوت و جلوت شاہ بھوپال	بست آئین جوازان نیک صفات
رتبۂ قرب و عماد الملکی	یافت بر ذات معلاش ثبات

...تاج الاقبال فارسی دفتر سوم فصل چہارم صفحہ ۲۰۶ =

فکر تاریخ نمودم دل گفت — بارک اللہ رفیع الدرجات
۱۲۹۸

اسی تاریخ کو مولوی صاحب مرحوم نے عربی زبان مین بھی لکھکر یہ قطعہ پیش

قال صدیق حسن منزلة — دونها رفعة کل الرتبات
سئلی ذالک فقلی ارخ — بارک اللہ رفیع الدرجات
۱۲۹۸

والاجاہ اس عقد مناکحت کے باب مین لکھتے ہین

"خدا[1] آگاہ است و دل بیتاب چشم حیران گواہ کہ مرادرین معاملہ ہیچ چارہ و معالجہ درمیان نبود بلکہ خود بانوے کاشانۂ دولت و اقبال راپیش ازین درین باب بخاطر خطور نمی کرد ہر چہ ہست از آثار وکان امر اللہ قدرا مقدورا

عقد ثانی کے بعد سے تمام معاملات ریاست اور مہمات امور مملکت جو رئیسۂ عالیہ کے حضور مین پیش ہوتے تھے اب والاجاہ کی وساطت و مشورہ سے پلنے لگے۔ اس کی باضابطہ اطلاع پولٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر بھوپال کو دی جا صاحب موصوف نے اطلاعی خریطۂ خط کے جواب مین سی ام جون ۱۸۷۱ء کو اپنے خط رئیسۂ عالیہ مین تحریر فرمایا تھا کہ "مخلص اس تجویز پسندیدہ سے بہت خوش ہوا آپ راے بہت مستحسن و انسب ہے" والاجاہ قریباً ایک سال تک عہدۂ معتمد المہامی فرائض جانفشانی اور سرگرمی کے ساتھ انجام دیتے رہے بعد ازان رئیسۂ عالیہ نیابت دوم اور معتمد المہامی کے منصب کو بھی شوہر رئیسہ (نواب کنسرٹ) ہونے

[1] روض الخصیب صفحہ ۱۸۱

ان کی عزت اور مرتبہ عظمے سے گرا ہوا پاکر بست و چہارم ذیقعدہ ۱۲۸۸ھ ہجری مطابق فروری ۱۸۷۲ء کو ایک خریطۂ خط میجر ولیم ولبی آسبرن صاحب بہادر پولٹیکل ایجنٹ ال کے نام روانہ کیا اور اس مین تحریر فرمایا کہ جب میر انکاح جناب بخشی باقی محمد خان بہادر ت جنگ مرحوم سے ہوا تھا تو ان کے لیئے گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے مراتب اعزاز ب ذیل مقرر ہوئے تھے (۱) خطاب نظیر الدولہ (۲) ویسراے کشور ہند کی جانب عطاے خلعت۔ (۳) سترہ ضرب سلامی ہنگام آمد و رفت علاقۂ بھوپال اور بروقت ات برٹش حکام۔ (۴) عطاے خلعت کے وقت کنٹنجنٹ کے افسران فوج کا نواب صاحب سامنے نذرین پیش کرنا۔ (۵) اسسٹنٹ بہادر کا فرودگاہ جہانگیر آباد سے پل خام الیر آباد تک آکر استقبال کرنا۔ (۶) علاقہ سیہور و اندور کی ایجنسی اور رزیڈنسی کے شیون کا بڑھوارہ دروازے تک آکر خیر مقدم کرنا (۷) بھوپال مین ہنگام آمد و رفت ات نواب گورنر جنرل بہادر اور پولٹیکل ایجنٹ بہادر کا ملاقات کے لیئے نواب صاحب دولتسرا پر تشریف بیجانا۔ اسی طرح ریاست کی جانب سے حسب ذیل مراتب مقرر تھے (۱) اخوان و ارکان ریاست کا اور تمام متوسلان ریاست کا نذرین پیش کرنا (۲) جاگیر تعین۔

لہٰذا یہ تمام مراتب اعزاز نواب صدیق حسن خان بہادر کے لیئے بھی مطابق ضابطہ مقرر ہونے چاہئین۔ اور خطاب نواب والاجاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خان بہادر کو گورنمنٹ کی طرف سے مرحمت ہونا چاہیے۔ یہ تحریک[1] پہلے اس خیال سے نہین

[1] تاریخ الاقبال فارسی دفتر سوم فصل چہارم صفحہ ۲۹

ای گئی تھی کہ بیوہ عورتون کا نکاح احکام الٰہی کے مطابق اگرچہ تمام اسلامی ممالک
جاری ہے اور خود انگلستان مین بھی اُسپر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ مگر اکثر مسلمانان
ہندوستان اپنی جہالت سے اُس کو معیوب سمجھکر چھوڑ بیٹھے ہین اور رسم ہنود
خلاف عقل و قانون شریعت بیضا کے اختیار کرلیا ہے۔ پس ذوی القربیٰ مین
بعض لوگ جو بیوہ کے نکاح کو اپنی نادانی سے عیب سمجھتے ہین۔ اول تو وہ اس
کو خلاف رسم خاندان تصور کرینگے۔ علاوہ اس کے جب وہ شوہر ثانی کو شوہر اول
ہم مرتبہ دیکھینگے۔ تو یہ امر اور بھی اُن کی اشتعال طبع کا باعث ہوگا۔ اس لیئے بتدریج
اس مرتبہ پر پہونچانا مصلحت سمجھا گیا ہرحال جب یہ خریطۂ خط صاحب موصوف کے پاس
پہونچا۔ تو اُنھون نے حسب ضابطہ اُس کو ایجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں
روانہ کردیا اُنھون نے تمام واقعات اور حالات زیر بحث ہز اکسیلنسی ویسرائے بہادر
گوش گزار کیئے۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے یہ درخواست منظور کی۔ اور پولیٹیکل ایجنٹ صاحب
نے سیزدہم رجب ۱۲۸۹ ہجری مطابق ۱۰ ستمبر ۱۸۷۲ء کو خریطۂ خط بھیجکر رئیسۂ عالیہ کو منظوری کی
اطلاع دی ؎

ستارہ بودی واکنون ہمی ہنوز کجاست | باین حساب ترا آفتاب باید شد

آغاز عہد والاجاہی

دسوین شعبان ۱۲۸۹ ہجری مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۸۷۲ء کو پولیٹیکل ایجنٹ بہادر

جناب نواب گورنر جنرل بہادر ویسرائے کشور ہند خلعت فاخرہ لیکر وارد فرمائے
اقبال ہوئے۔ یازدہم شعبان کو محل شاہی کے دیوان خانۂ کلان مین (جو اس جشن
مسرت کے لیئے پہلے سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا) دربار عام منعقد کیا۔ تمام اخوان
ارکان ریاست جاگیرداران ملک محروسہ عہدہ داران محکمات۔ علمائے پائے تخت
شعرائے سخن سنج اور افسران سپاہ حاضر دربار تھے۔ جس وقت پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر
خلعت کی کشتیان ہمراہ لیئے ہوئے شاہی محل مین داخل ہوئے تو قلعۂ فتح گڈھ سے
سلامی کی توپین سر ہونا شروع ہوئین۔ ریاست کی جانب سے رسم استقبال ادا کی گئی
بعد نشست و مزاج پرسی صاحب ممدوح نے خریطۂ خط مورخۂ ۱۵ اکتوبر ۱۸۷۲ء
متضمن تہنیت و منظوری خلعت و خطاب اُن تمام مراتب اعزاز کیساتھ جنکا ذکر صفحات سابق مین
ہوچکا ہے اپنے ہاتھ سے رئیسۂ عالیہ کے ہاتھ مین دیکر مبارکباد دی۔ منشی دین دیال آنجہانی
میر منشی محکمۂ معتمد ایجنٹی نے صاحب ممدوح کے حکم سے اُس خریطۂ خط کو پڑھکر تمام اہل دربار کو
سنایا۔ اور اُس کے مضمون سے مطلع کیا۔ خریطۂ خط کے الفاظ یہ ہین "قبل ازین ستر ہ ستمبر
کو اس نوید مسرت افزا سے آپ کو اطلاع دی گئی ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ سے دیا جانا
خطاب نوابی و خلعت۔ نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر مشفقہ کو منظور ہوا ہے۔ آج
مخلص بہ طیب خاطر اس جلسۂ مسرت و نشاط مین جو محض واسطے اس تقریب سعید کے
منعقد ہوا ہے نواب صاحب ممدوح کو خلعت و خطاب عطیۂ گورنمنٹ انگریزی سے مخلع و مخاطب
کرتا ہے اور سب اخوان و ارکان کو صلائے عام سے اطلاع دیتا ہے کہ خطاب نواب والاجاہ

امیر الملک بہادر اور خلعت فاخرہ اس درجۂ اعلیٰ کا سرکار انگلشیہ سے نوابصاحب
ممدوح کو عطا فرمایا گیا۔ اور جمیع مراتب اعزاز مین اُن کے نسبت اسی سرکار فلک
سے نقش منظوری کا پانا مناسب وضروری ہے۔ تاکہ برادران واعیان ر...
بدل وجان اعزاز ومراتب مثل نوابان سابق بھوپال کی عظمت وجلالت منظور ...
اور نوابصاحب بہادر ممدوح ان مراتب عطیۂ گورنمنٹ انگلشیہ کے ممنون ہو کر ...
ونیکنامی۔ ونفع رسانی ورفاہ عام مین عالی ہمتی اور بلند نظری سے مصروف رہین
اور نوابصاحب بہادر ممدوح پر منکشف ہے کہ یہ ریاست جس خوش انتظامی ونیکنامی سے اور ...
مین ضرب المثل اور مشہور ہے بفضل الٰہی اسی انتظام پسندیدہ سے رونق وزینت اس ریاست کی چلی آئی
اسیطرح آپ سرسبزی وترقی وحسن انتظام ریاست مین آیندہ بدل مصروف رہین۔ اب مخلص اس ...
اس دعا پر ختم کرتا ہے کہ یہ خلعت وخطاب موصوف آپ محمد صدیق حسن خانصاحب بہادر کو۔ اور ...
اور سب اخوان وارکان ریاست کو مبارک ومسعود ہو۔ اور حصول درجۂ اعلیٰ نوابصاحب
بہادر ممدوح سے آپ اور سب اخوان وارکان ریاست کو خوشی حاصل رہے۔“ جب مضمون
خریطۂ خط ختم ہو چکا تو صاحب ممدوح الشان سر و قد استادہ ہوئے اور اپنے ہاتھ سے والاجاہ
بہادر کو خلعت[1] پہنایا۔ والاجاہ بہادر نے ہز اکسیلنسی نواب گورنر جنرل بہادر ویسرائے ...

۱؎ خلعت فاخرہ جو گورنمنٹ انگلشیہ کیجانب سے والاجاہ کو مرحمت ہوا۔ اور ہز اکسیلنسی ویسرائے بہادر نے والاجاہ کو پہنایا اسکی تفصیل
سرپیچ مرصع۔ مالائے مروارید کلان۔ صندلی ... قبائے زرنگار۔ دو شالہ کشمیری۔ ... بنارسی۔ ... [illegible]
دو تال۔ شمشیر با قبضہ طلائی۔ ... زردوزی۔ ... کمان۔ ترکش ... نقرہ ساز ... طلائی ... [illegible]
زردوزی ... [illegible]

...ایک سو ایک اشرفی صاحب ممدوح کے سامنے پیش کی اسکے بعد تمام اخوان وارکان اور جاگیرداران
...ست نے اپنے اپنے رتبہ اور مقدار کے موافق والاجاہ کے حضور مین نذرین پیش کین۔ جب
...ختم ہوئی تو پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر نواب والاجاہ بہادر کو اپنے ہمراہ لیکر نواب
...سیہ بیگم صاحبہ کے پاس لے گئے۔ چونکہ وہ رئیسۂ عالیہ کی بزرگ تعین اس لیئے نواب
والاجاہ نے ان کے سامنے ایک اشرفی اور پانچ روپیہ نذر دکھائے ریاست کی جانب سے اس
...ب سعید کی خوشی مین ایک ہزار روپیہ ارباب حاجت کو خیرات کیا گیا۔ آئین ریاست
...طابق کل ملازمان ریاست کی تنخواہون مین سے ہفت نیم روزہ تنخواہ دس روپیہ
...صدی کے حساب سے علاوہ زر نذرانہ کے وضع کی گئی۔ ضابطۂ قدیم کے مطابق پندرہ روز
...تنخواہ وضع کرنی چاہیے تھی۔ لیکن والاجاہ بہادر نے رعایتہً ساڑھے سات روز کی تنخواہ
...معاف فرمائی۔ رئیسۂ عالیہ نے ملک محروسۂ ریاست بھوپال سے والاجاہ کا نذرانہ فی روپیہ ایک آنہ
...کے حساب سے وصول کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ والاجاہ نے وہ روپیہ تمام وکمال خزانۂ ریاست
مین داخل کر دیا تاکہ وہ عام رعایا اور ملازمان ریاست کی ضیافت مین صرف کیا جائے

عطائے جاگیر

یکم شعبان ۱۲۸۹ ہجری مطابق ۱۲۸۲ فصلی سے رئیسۂ عالیہ نے مبلغ پچھتر ہزار چار سو
بہتر روپیہ دس آنہ پاؤ بالا کی سالانہ جاگیر تاحین حیات والاجاہ بہادر کو مرحمت فرمائی
اور خطوط سرکاری مین اُن کے لیئے القاب وآداب ذیل مقرر کیا گیا۔ نوابصاحب معدن مکارم اخلاق

مخزن مکارم اختصاص نواب والاجاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر سلمہ اللہ تعالےٰ بعد تشئید مبانی خلوص و یکتا دلی کشوف رائے مہر آرائے باد۔

تقرر جاگیر کے بعد رئیسۂ عالیہ کے مصارف نان و نفقہ مین بجائے مبلغ تین ہزار روپیہ ماہوار کے جو روز نکاح سے برابر وہ دیتے رہتے تھے شروع ۱۲۹۵ فصلی سے والاجاہ نے مبلغ چھ ہزار روپیہ مقرر کیا جسکو خزانۂ عامرۂ سرکاری مین وہ تاحین حیات داخل کرتے رہے جاگیر مین شرعاً جو ناجائز [illegible] سوائی شامل تھین والاجاہ نے اُن کو لینا گوارا نہین کیا اور مبلغ ستائیس ہزار روپیہ جو رقوم سوائی کا وقتاً فوقتاً وصول ہو رہا تھا اُس کو خزانۂ ریاست مین واپس کر دیا۔ رئیسۂ عالیہ نے اُنکے معاوضہ مین بہتر عاایک اور موضع جمع اصلی پر عنایت فرمایا۔ والاجاہ لکھتے ہین "جو کام خالصاً لوجہ اللہ ہو اسکا اجر نہ دنیا مین برباد جاتا ہے اور نہ آخرت مین وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ" تمام شعرائے پایۂ تخت نے اس تقریب ہمایون کی تہنیت مین کثرت سے قصائد اور نظمین اور قطعات تاریخی لکھکر والاجاہ کیخدمت مین بطور نذر پیش کیے جو تاج الاقبال اور مؤلفات والاجاہ مین طبع ہو چکے ہین۔ والاجاہ بہادر باعتبار خویشی و مستقل رئیس یعنی نواب جہانگیر محمد خان بہادر مرحوم اور نواب سکندر بیگم صاحبہ خلد نشین کے داماد تھے۔ اور بلحاظ

ـلـه ابقاء المنن صفحہ ... ـلـه نواب صاحب موصوف مستقل رئیس اور فرمانروا ریاست بھوپال کے تھے۔ انتیسویں ذیقعد ۱۲۸۴ ہجری مین اُنھون نے وفات پائی اُس ماہ مین علیا حضرت رئیسۂ عالیہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ خلد مکان [illegible] اور اصلی جانشین نواب صاحب موصوف کی تھین مگر خورد سال تھین اسلیے حسب منشاء سرکار انگلشیہ تابلوغ رئیسۂ عالیہ کی والدہ محترمہ نواب [illegible] مختار ریاست قرار دی گئین۔ جب رئیسۂ عالیہ سن بلوغ کو پہنچین تو انھون نے اپنی رضی سے اپنی والدہ محترمہ نواب سکندر بیگم صاحبہ کو [illegible] مین جانشین بجائے اپنے مستقل [illegible] رئیسۂ بھوپال تسلیم کیا اور [illegible] جلوس [illegible] خلد نشین [illegible] مستقل

شوہر خاص رئیسۂ عالیہ و منتظم ریاست ہونے کے نوابان سابق سے زیادہ اقتدار رکھتے تھے کیونکہ اُس سے قبل شوہر رئیسہ کو جو خطاب نوابی عطا ہوا کرتا تھا وہ محض اعزازی ہوتا تھا نظم ریاست مین اُس کو کسی قسم کا حق مداخلت حاصل نہین ہوتا تھا جیساکہ سرکار خلد نشین کے اُس خریطہ/خط کے مضمون سے جو بست و ہفتم صفر ۱۲۸۴ ہجری مطابق نوزدہم نومبر ۱۸۶۸ء [illegible] صاحب بہادر کے خریطہ/خط کے جواب مین بھیجا گیا تھا اور اُس کی تائید و توثیق مین [illegible] سے ہفدہم جولائی ۱۸۶۸ء کو ایک اشتہار عام شائع کیا گیا تھا اس امر کی صاف طور پر توضیح ہوتی ہے۔ سرکار خلد نشین کے اُس خریطہ/خط کا مخصوص فقرہ یہ ہے کہ در باب نبودن رئیس بھوپال شوہر نواب شاہجہان بیگم صاحبہ مرقوم است [illegible] درخواست مخلصہ است کہ بتوجہ صاحبان عالی شان بہادر نافذ گردید" اور اشتہار کی عبارت یہ ہے "صلائے عام دیجاتی ہے کہ مطابق تحریر صدر کے نواب شاہجہان بیگم صاحبہ رئیسۂ بھوپال اور اُن کی والدۂ ماجدہ مختار ریاست رہینگی۔ یہ بھی قرار پایا کہ بباعث تجویز مذکور الصدر کے دولہ (شوہر) نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ کے فقط برائے نام نواب ہون گے۔ اور تعظیم و تکریم اور جشن جلوس اُن کا مطابق نوابان زمانۂ سابق کے رہیگا۔ اور اس امر نے بھی نقش منظوری سرکار کا پایا ہے" کپتان ولیم فریڈرک ایڈن صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ بھوپال کے عہد مین اس اشتہار کی ایک سو سے زائد کاپیان چھاپ کر تمام ریاست محروسہ مین مشتہر کی گئین۔

والاجاہ کے اختیارات نظم ریاست میں

نظم ونسق مالی وملکی میں والاجاہ کو جو اہم اختیارات حاصل ہوئے اُسکے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) کرنل تھامسن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال اور کرنل جان ریچرڈ میڈ ایجنٹ گورنرجنرل بہادر سنٹرل انڈیا نے رئیسہ عالیہ کو اثناء سفر کلکتہ میں مشورہ دیا کہ آپ نکاح کریں آپکا شوہر کار دربار ریاست میں آپ کو مدد دیگا۔ (۲) اس مشورہ کے ساتھ اتفاق ظاہر کرتے ہوئے کرنل جان رچرڈ میڈ صاحب بہادر ایجنٹ نواب گورنرجنرل بہادر سنٹرل انڈیا نے رئیسہ عالیہ کے سامنے بروقت ملاقات اس خواہش کا دوبارا اعادہ کیا۔ (۳) کرنل جان ولیم ولی آسبرن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال نے ایک یادداشت مورخہ سنی ام جون ۱۸۷۲ء رئیسہ عالیہ کی یادداشت کے جواب میں بھیجی جس کے الفاظ یہ ہیں "یادداشت آنمشفقہ اس خلاصے آئی کہ خان صاحب موصوف میری روبکاری میں کام کیا کرینگے۔ فقط مخلص اس تجویز پسندیدہ سے بہت خوش ہوا اور آپ کی رائے مستحسن اور انسب ہے" والاجاہ اگرچہ زمانہ امیر الانشائی اور معتمد المہامی کے وقت سے انتظام ریاست کے مہمات اُمور میں اپنی سرگرم سعی وکوشش سے رئیسہ عالیہ کے مورد التفات وتحسین رہے۔ لیکن تقریب عقد کے بعد رئیسہ عالیہ نے مستقل طور پر باضابطہ اُن کو اپنا مُشیر خاص بناکر وسیع اختیارات عطا کیئے۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ[له] رئیسہ عالیہ نے اُن کی کمال جانفشانی اور رفاقت صادقہ پر نظر کرکے یہ ارادہ کیا کہ والاجاہ کو حین حیات تک گورنمنٹ انگلشیہ سے منظوری حاصل کرکے باضابطہ مستقل مختار ریاست بنادیں۔ اور اس امر کے متعلق کسی قدر عملی کارروائی بھی وقوع میں آئی۔ جسکی پوری مثل دفتر ریاست میں موجود ہے۔ مگر والاجاہ نے کوشش کرکے اور وقت اس ارادہ سے اُن کو باز رکھا۔ اسی زمانہ سے والاجاہ کی پبلک زندگی کا آغاز ہوا۔ یہ ہی وہ روشن زمانہ ہے جس نے اُن کی ملکی مذہبی اخلاقی اور علمی طاقتوں پر ابنی روشنی ڈالکر اُن کے متضاد اور جامع صفات کو منظر عام پر نمایان کیا اور دُنیا کو اُن سے اور اُنکے کارنامہائے جلیلہ سے روشناس کیا۔

سچ تو یہ ہے کہ ایک بڑے سے بڑے امین اور متدین کی بہترین صفت امانت اور دیانت اور ایک عالم اجل اور علامہ وحید عصر کا فضل وکمال اور ایک کامل فن ادیب کی بے نظیر انشاء پردازی اور ایک تقدس مآب مرتاض عارف باللہ کی صداقت اور حق پرستی اور ایک سپہ سالار اعظم کی جسارت وکاروانی اُس وقت تک کبھی منظر عام پر نمایان اور نافع ملک وملت نہیں ہوسکتی جب تک کہ اُس کی طاقتوں کے سامنے میدان عمل فراخ اور اُس کے عزائم کے سامنے فضاء حرکت بسیط اور اُسکی جدوجہد علمی وعملی کے سامنے ایک جولانگاہ عریض اور اُس کے دست کرم کے لیئے ایک عظیم الشان خزانہ موجود نہ ہو۔ کیونکہ بہت سے بیش بہا نایاب جواہر معارف واسرار وحکم ایسے ہیں جو بغیر اُس کے نہ خرید کیئے جاسکتے ہیں

له اعتقاد المنن صفحہ ۱۳۱

نذ وتف عام ہوسکتے ہین۔ انھین وسائل کی نایابی اور فقدان کے مضمون کو شیخ علی حزین
نے چند بیت شعر مین اُن پُر درد الفاظ کے ساتھ ادا کیا ہے ؎

اہلے بسند ورہ سعی نشانم دادند	دست دراز و بشکستند و کنانم دادند

خوش قسمتی سے قدرت نے یہ تمام ذرائع والاجاہ کے لیئے مہیا کر دیئے جن سے اُنھون
نے خود بھی فائدہ اُٹھایا۔ اور رئیس و ریاست اور ملک و قوم کو بھی عظیم الشان
منفعت پہونچائی۔

رئیسۂ عالیہ کے مزاج مین والاجاہ کا رسوخ روز بروز بڑھتا گیا۔ جلوت و خلوت
مین وہ اُن کے دست و بازو بنے رہے اور کسی وقت رئیسۂ عالیہ کی معیت سے جدا نہین ہوئے
متعدد مرتبہ اُن کو رئیسۂ عالیہ کے ساتھ ہندوستان کے مختلف ملکون کی سیر و سیاحت کا
اتفاق ہوا۔ اور ہر سفر مین رئیسۂ عالیہ اور والاجاہ کو بہت سے امتیازات اور مراتب اعزاز
ایسے حاصل ہوئے جو اس سے قبل کبھی فرمانروایان بھوپال کو حاصل نہین ہوئے تھے۔

سفرِ بمبئی

عقد ثانی کو ہنوز ایک سال اور کچھ مہینے گذرے تھے کہ جمادی الثانی ۱۲۸۹ہجری (۱۸۷۲ء)
کو ایک پرائیویٹ چٹھی پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر کی رئیسۂ عالیہ کے نام اِس مضمون کی

لہ قبل اس سفر کے رئیسۂ عالیہ نے پندرہ روز کے لیئے ایک مختصر سفر کلکتہ کا ہز رائل ہائینس ڈیوک آف ایڈنبرا بہادر سے ملنے کے لیئے
کیا تھا۔ اس زمانہ مین جناب لارڈ میو صاحب بہادر ہندوستان کے گورنر جنرل اور وائسرائے تھے۔

...آپکی ہمہ تن مصروفیت جو ترقی اور حسن انتظام ریاست آبادی ملک اور داد خواہی
...کے معاملات مین عمل مین آئی ہے اُس پر نظر کرکے اور جو اطاعت شعاری آپکی جانب
...دولت انگلشیہ کے ساتھ وقوع پذیر ہوئی ہے اسکے لحاظ سے علیا حضرت ملکہ معظمہ کوئین
...نے اپنے تفقدات شاہانہ سے آپ کو خطاب ۔ نائٹ گرینڈ کمانڈر اسٹار آف انڈیا
اور تمغہ و نشان درجہ اول ۔ مرحمت فرمانا منظور کیا ہے۔ بعد اس کے ایک
...مراسلہ خط پولیٹیکل ایجنٹ صاحب کی جانب سے رئیسۂ عالیہ کے نام آیا کہ چہارم رمضان
۱۲۸۹ھ مطابق شانزدہم نومبر ۱۸۷۲ء کو ایک عالیشان دربار بمبئی مین منعقد ہوگا۔
اور اُس مین ہز اکسیلنسی وائسرائے بہادر آپ کو شاہانہ نوازش سے ممتاز و متمیز فرما دینگے
یہ مژدہ دلآویز سنکر رئیسۂ عالیہ پنجم رمضان شریف ۱۲۸۹ھ مطابق ہفتم نومبر
۱۸۷۲ء کو اخوان و ارکان ریاست کے ساتھ بمبئی روانہ ہوئین اور یازدہم رمضان شریف
بمبئی کے بائی کلہ اسٹیشن پر ورود فرما ہوئین۔ کرنل جان ولیم ولبی آسبرن صاحب بہادر
پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال مسز آسبرن صاحبہ۔ مسٹر گون پولیٹیکل سکرٹری و ڈرنیسائیر ۔ اے
ڈی کانگ ہز اکسیلنسی گورنر صاحب بہادر بمبئی - اور جمشید جی صاحب و دیگر عمائدین بمبئی
نے استقبال کیا۔ یورپین رجمنٹ نمبر ۸۳ کا گارڈ آف آنر اسٹیشن پر موجود تھا۔ اُس نے
سلامی ادا کی۔ بینڈ نے خیر مقدم کے راگ کی گت بجائی۔ پونا ہارس کی ایک رجمنٹ رئیسۂ عالیہ
کی سواری کے جلوس کے جلو مین روانہ ہوئی۔ انیس ۱۹ ضرب سلامی توپون کی سر ہوئی۔ رئیسۂ عالیہ
نے بھیم جی مانک جی پارسی کے خوش نما عالیشان کوٹھی مین قیام فرمایا۔ چہاردہم رمضان...

۱۲۸۹ ہجری مطابق شانزدہم نومبر ۱۸۷۲ء کو شنبہ کے دن دو بجے پُرشان وشوکت
دربار منعقد ہوا۔ رئیسۂ عالیہ نواب والاجاہ بہادر۔ نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ
ولیعہد ریاست۔ مدار المہام صاحب بہادر۔ اور دیگر اخوان ریاست کو اپنے ہمراہ لیکر
بارگاہ گورنری مین تشریف لے گئین۔ ضابطۂ قدیم کے مطابق اہل دربار کی ترتیب
اس طرح پر تھی۔ اول علم بردار پھر عصا بردار پھر سپہ سالاران فوج پھر سکرٹری صاحب بہادر
اور انڈر سکرٹری صاحب بہادر۔ پھر کپتین درجۂ سوم کے خطاب یافتہ۔ پھر درجۂ دوم
خطاب یافتہ پھر درجۂ اول کے خطاب یافتہ تشریف فرما تھے۔ ہز اکسیلنسی وایسرائے گرینڈ ماسٹر کی
پوشاک پہنے ہوئے تھے ہر ایک نائٹ گرینڈ کمانڈر کے آگے ایک یورپین افسر نشان ہاتھ مین لیے ہوئے
تھا اور اُسکے عقب مین اخوان وارکان ریاست تشریف فرما تھے۔ ہز اکسیلنسی ویسرائے کے ملٹری سکرٹری صاحب
دونون نشان ہاتھ مین لیے ہوئے گرینڈ ماسٹر صاحب کے عقب مین تھے۔ اور اُن کے
بعد سرداران والیان ملک کی نشست تھی جب دربار مجمع ہو چکا۔ اور سب اہل خطاب
اپنی اپنی نشست گاہون پر بیٹھ گئے تو انڈر سکرٹری صاحب نے ایستادہ ہو کر دربار کے سامنے
اعلان عام کیا۔ کہ یہ دربار فرمان شاہی کے مطابق بالتخصیص نواب شاہجہان بیگم صاحبہ
فرمان روائے بھوپال اور آنرایبل سرجان اسٹریچی صاحب بہادر کو خطاب و تمغہ عطا کرنے
کے لیے منعقد کیا گیا ہے۔ پھر سکرٹری صاحب نے رئیسۂ عالیہ کا استقبال کیا۔ اور اپنے ساتھ
اُن کو بارگاہ گورنری تک لے گئے۔ ترتیب رفتار اس طرح تھی۔ آگے علم بردار پھر عصا بردار
پھر انڈر سکرٹری صاحب یہ تمغہ اپنے ہاتھ مین لیے ہوئے تھے۔ اُنکے بعد سکرٹری صاحب

اُنکے بعد دو اور صاحبان ذیشان۔ اُنکے بعد پولیٹکل ایجنٹ بھوپال۔ اُنکے بعد ایک افسر
زربفتہ علم اپنے ہاتھ مین لیے ہوئے اُسکے بعد رئیسۂ عالیہ اُنکے بعد والاجاہ بہادر اور عمائد
واخوان وارکان ریاست۔ جسوقت رئیسۂ عالیہ نے بارگاہ گورنری مین قدم رکھا۔
گارڈ آف آنر نے باقاعدہ سلامی ادا کی۔ اور رئیسۂ عالیہ نے اپنے نمبر کے مطابق کرسی پر جلوس فرمایا
رئیسۂ عالیہ کی کرسی پولیٹکل ایجنٹ بہادر کی کرسی کے بعد تھی۔ اور اُنکی کرسی کے بعد بخشی محمد حسن خان
کی کرسی تھی۔ اسلیئے کہ وہ ستارہ کا زربفتہ نشان ہاتھ مین لیے ہوئے تھے اُنکی کرسی کے بعد نواب سلطان جہان بیگم
صاحبہ ولیعہد ریاست اور نواب والاجاہ بہادر کی برابر برابر کرسی تھی۔ اُنکے بعد خوانین ریاست
کی کرسیان تھین۔ دو پیج آف آنر رئیسۂ عالیہ کے روب کا ٹیل اُٹھائے ہوئے تھے۔
سکرٹری صاحب نے فرمان شاہی ہز اکسیلنسی ویسرائے کے سامنے پیش کیا۔ صاحب
معظم الیہ نے عطائے خطاب و تمغہ کا ایما فرمایا۔ رئیسۂ عالیہ اُٹھکر ہز اکسیلنسی کے تخت کے
قریب گئین۔ سکرٹری صاحب نے ادائے کورنش کے بعد میز سے تمغہ اُٹھا کر لارڈ صاحب بہادر
ممدوح کے ہاتھ مین دیا۔ اور لارڈ صاحب بہادر نے فرمان شاہی سکرٹری صاحب کو دیا
انھون نے فرمان شاہی لفظ بلفظ پڑھکر اہل دربار کو سُنایا۔ پھر رئیسۂ عالیہ کو میز کے قریب
لے گئے۔ ہز اکسیلنسی کے ایما کے مطابق سر رچرڈ ٹمپل صاحب بہادر نے تمغہ اپنے ہاتھ مین
لیا۔ اور سر ایڈورڈ رسل صاحب نے سکرٹری صاحب بہادر کے ہاتھ سے نشان اپنے ہاتھ
مین لے لیا۔ اور رئیسۂ عالیہ کو اسٹار آف انڈیا۔ کا رُوب زیب تن کرا کے تخت کے
سامنے لائے رئیسۂ عالیہ نے سلام کیا۔ اور لارڈ صاحب ممدوح نے تمغہ کا کالر اپنے ہاتھ سے

رئیسۂ عالیہ کو پہنایا اور فرمایا کہ "مین آپ کو علیا حضرت ملکۂ معظمہ کے فرمان سے عطا
اس پُرشان وشوکت دربار مین تمغۂ عزت اور اسٹار آف انڈیا کا نشان دیتے اور
عطا کرتا ہون - یہ بڑا عالی مرتبہ خطاب ہے اور علیا حضرت ملکۂ معظمہ نے اپنے از
شاہانہ سے بطیب خاطر آپ کو نائٹ گرینڈ کمانڈر اسٹار آف انڈیا کا مخاطب قرار دیا
مضمون فرمان ختم ہونے کے بعد انیس ضرب توپین رئیسۂ عالیہ کی سلامی کی سر ہوئین
سکریٹری صاحب اپنے ہمراہ رئیسۂ عالیہ کو ہر ایک نائٹ گرینڈ کمانڈر سے تعارف
اور مصافحہ کراتے ہوئے میز کے قریب لے گئے - یہان رئیسۂ عالیہ نے ضابطۂ خطابات
کے مطابق اقرار نامہ پر اپنے دستخط ثبت کیے - اسکے بعد اپنی نشست گاہ کے محاذ مین
مؤدبانہ کھڑی ہوگئین - اور بخشی محمد حسن خان صاحب نے نشان قیصری کھولکر بلندی
اڑایا - بینڈ نے مبارکباد کی گت بجائی - سکریٹری صاحب بہادر نے رئیسۂ عالیہ کا خطاب
بلند آہنگی سے اہل دربار کے گوش گزار کیا - اس کے بعد رئیسۂ عالیہ اور تمام اہل دربار
جو تعظیماً کھڑے ہوئے تھے اپنی اپنی کرسیون پر بیٹھ گئے - اس رسم کے ختم ہونے کے بعد
سرجان اسٹریچی صاحب بہادر کو ہز اکسیلنسی ویسرائے نے درجۂ دوم کا تمغہ مرحمت فرمایا
جب یہ رسم تمغہ بھی ادا ہوچکی تو ہز اکسیلنسی دربار سے گورنمنٹ ہوس کی جانب روانہ
ہوگئے - اور اکیس ضرب توپین صاحب ممدوح کی سلامی کی سر ہوئین - اور تمام اہل دربار
ترتیب سے ساتھ اپنی فرودگاہ پر واپس آئے - اثنائے راہ مین سکریٹری صاحب
نے اسٹار آف انڈیا کے تمغہ کی سند مورخہ ۱م ماہ مئی ۱۸۷۲ء سال جلوس جس پر

اور دستخط خاص ہز مجسٹی ملکۂ معظمہ کے تھے - رئیسۂ عالیہ کو عطا کی اور ویسرائے بہادر
نے اپنی تصویر رئیسۂ عالیہ کو مرحمت فرمائی - سترہ رمضان شریف کو سہ شنبہ کے دن
ہز اکسیلنسی رئیسۂ عالیہ کی فرودگاہ پر ملاقات بازدید کے لیے تشریف لائے -
نواب والا جاہ بہادر اور مدار المہام صاحب بہادر نے ٹھاکر صاحب بھاؤنگر کی
کوٹھی تک جہان وہ ٹھہرے ہوئے تھے استقبال کیا اس دربار مین تمام اخوان و ارکان
ہمراہ موجود تھے - رئیسۂ عالیہ نے اور تمام اہل دربار نے نذرین پیش کین - ہز اکسیلنسی
ویسرائے نے اپنی مہربانی سے اُن کو معاف کیا اور دیر تک رئیسۂ عالیہ سے ہمکلام رہے
پھر رئیسۂ عالیہ نے بمبئی سے روانگی کی اجازت طلب کی - اور سورت اور احمدآباد کی سیر
کی خواہش ظاہر فرمائی - اس کے بعد رئیسۂ عالیہ نے اپنے دست خاص سے لارڈ صاحب
بہادر ممدوح - اور سکریٹری صاحب اور دو ممبران کونسل اور دو صاحبان رزیڈنٹ
بہادر سنٹرل انڈیا اور راجپوتانہ کو عطر و پان تقسیم کیا - اور پھولون کے ہار پہنائے
کل تیرہ صاحبان عالیشان تشریف فرما تھے - باقی صاحبان کو نواب والا جاہ بہادر
نے عطر و پان تقسیم کیا - بمبئی مین جلالتمآب اعلیٰ حضرت سلطان اعظم کے کونسل جنرل
اور اعلیٰ حضرت شاہ ایران کے کونسل جنرل اور ہز ہائینس آغا خان داماد فتح علی شاہ
اور ملا فیروز جی بن ملا کاؤس جی صاحب سے والا جاہ بہادر کی ملاقات ہوئی - ملا فیروز
ایک نامور شاعر تھے - انکی مثنوی جارج نامہ مشہور ہے - جو تین دفترون پر مشتمل ہے -
اس مثنوی مین شاہان لندن کی فتح ہندوستان کی کیفیت اور جو لڑائیان اہل ہند

اور اہل یورپ سے ہوئین اُن کے تمام واقعات زبان دری پارسی مین لکھے ہین کُل اشعار شاہنامہ کے طرز پر اندازاً چالیس ہزار ہین۔ اٹھارہ رمضان شریف کو رئیسہ عالیہ بمبئی سے روانہ ہوئین۔ سات بجے دن کو سوار ہوکر پانچ بجے شام کو سورت مین ورود فرما ہوئین۔ جج صاحب بہادر نے مراتب استقبال و سلامی ادا کیے مُلا نجم الدین صاحب مرحوم نے جو فرقہ اسماعیلیہ یعنی بوہرون کے پیشوائے اعظم تھے اپنی مستورات کو رئیسہ عالیہ کے سلام اور ملاقات کے لیئے فرودگاہ سرکاری پر بھیجا اور مراسم ضیافت نہایت حُسن اخلاق اور خوبی کے ساتھ ادا کیے۔ اور چند طاقہائے پارچہ پوشیدنی رئیسہ عالیہ اور نواب والاجاہ بہادر اور نواب ولیعہد صاحبہ بابت اور مدارالمہام صاحب بہادر کو تحفۃً نذر دیے۔ ایک شبانہ روز قیام کے بعد سات بجے دن کے رئیسہ عالیہ سورت سے احمد آباد روانہ ہوکر مغرب کو وہان رونق افروز ہوئین جج صاحب اور کلکٹر صاحب نے استقبال کیا۔ شلک سلامی سر ہوئی۔ شب کے وقت کلکٹر صاحب بہادر نے نہایت سیر چشمی کے ساتھ رئیسہ عالیہ اور تمام منتسبان دولت کی دعوت کی دو روز یہان قیام رہا تیئسوین رمضان شریف کو سات بجے دن کے احمد آباد سے روانہ ہوکر دس بجے رات کے پھر بمبئی واپس تشریف لائین۔ بعض ضرورتون کی وجہ سے چار روز یہان قیام رہا۔ اسی اثنا مین دفعۃً یہ خبر وحشت اثر رئیسہ عالیہ کے گوش گزار ہوئی کہ تمام سامان توشک خانہ خاص رئیسہ عالیہ اور نواب ولیعہد صاحبہ۔ اور نواب والاجاہ بہادر کا جو بخشی محمد حسن خانصاحب کی تحویل اور نگرانی مین بھوپال سے روانہ کیا گیا تھا۔ اسٹیشن کھنڈوہ پر پہونچکر

در آتش ہوگیا۔ اُس سامان کے ساتھ دفتر خاص کے کاغذات اور ریاست کی یادداشتین اور رئیسہ عالیہ اور سرکار خلد نشین کے عطائے اسناد کی مثلین بھی شامل تھین رئیسہ عالیہ نے اس حادثہ مین بخشی صاحب کی غفلت اور سہل انگاری کے ثبوت کی بنا پر انکو معزول کردیا اٹھائیسوین رمضان شریف ۱۲۹۰ھ ہجری کو بمبئی سے موکب اقبال جانب بھوپال روانہ ہوا اور ورود مقام بُرہنی مین رئیسہ عالیہ نے قیام کرکے نماز عید الفطر ادا کی۔ بعد اُس کے پانچوین شوال ۱۲۹۰ھ ہجری کو دارالاقبال بھوپال مین نزول اجلال فرمایا۔ انیسوین شوال سے اکیسوین شوال تک بھوپال مین عطایائے شاہی کے جشن مسرت کی دھوم دھام رہی۔ شعرائے پائے تخت نے قصائد تہنیت پیش کیے۔ جو تاج الاقبال تاریخ بھوپال مین درج ہین رئیسہ عالیہ کی صدر نشینی و نکاح ثانی کے بعد یہ پہلا مبارک سفر تھا جس مین رئیسہ عالیہ کے مراتب جاہ و جلال کا ستارۂ اقبال بلند ہوکر اُفق ہندوستان پر درخشان ہوا۔ اور رئیسہ عالیہ کی عظمت اور جلالت کو نامور فرمانروایان ہند کے نگین دل پر نقش کردیا۔ اس سفر مین نواب والاجاہ بہادر کو اعلیٰ افسران دولت انگلشیہ اور قائم مقام ہر مجسٹی قیصر ہند اور والیان ریاست اور عمائد مملکت ہند سے اتفاق ملاقات ہوا۔

عقد نکاح نواب ولیعہد صاحبہ دام اقبالہا

ہنوز اس مسرت کا لُطف کم نہین ہونے پایا تھا کہ ایک اور تازہ تر مسرت کی تقریب پیش آئی۔ رئیسہ عالیہ کو جناب نواب ولیعہد صاحبہ کے عقد نکاح کا خیال پیدا ہوا۔ والاجاہ مرحوم

نے مشورہ دیا کہ احمد علی خان (نواب نظیر الدولہ احتشام الملک بہادر مرحوم مغفور) سے زیادہ بظاہر کوئی شخص موزون نہین ہے۔ سرکار خلد نشین اُن کو اکبر آباد سے ہفت سالہ عمر مین اپنے ساتھ لائی تھین۔ اور آپ نے بھی طریقۂ شفقت ہمیشہ اُن کے ساتھ مرعی رکھا۔ اُنھون نے تعلیم و تربیت آپ ہی کے سایۂ عاطفت مین پائی وہ آداب ریاست۔ اور مراسم خاندانی سے بھی واقف ہو چکے ہین۔ خلد نشین کے حکم سے چند روز تک مین نے اُن کو کتاب کا سبق بھی پڑھایا ہے۔ مین اُن کی طباعی سے واقف ہون۔ رئیسۂ عالیہ نے اُن کی اس رائے کو منظور فرما کر تمام اخوان وارکان سے نکاح کے متعلق مشورہ کیا۔ سبنے اس رائے کو پسند کیا۔ پھر رئیسۂ عالیہ نے حکام بالا دست کو اطلاعی خریطۂ خط ارسال کیا۔ سوم ماہ جون ۱۸۷۴ء کو ہز ایکسیلنسی لارڈ نارتھ بروک صاحب بہادر ویسرائے کشور ہند نے خریطۂ خط کے جواب مین اپنی دلی خوشنودی کا اظہار کیا اور باقاعدہ منظوری عطا کی پانزدہم رجب ۱۲۹۱ ہجری مطابق ۱۹ ستمبر ۱۸۷۴ء کو شاہانہ تزک و احتشام اور جاہ و جلوس کے ساتھ بزم کدخدائی منعقد ہوئی۔ اور والاجاہ مرحوم نے نوشہ کو اپنی مسند پر جگہ دیکر اپنی وکالت ذاتی سے کمال مسرت شادمانی کے ساتھ نواب ولیعہد صاحبہ کا نکاح نواب صاحب بہادر مرحوم سے کر دیا۔[1]

یہ غلغلۂ جشن سرور و انبساط مدت دراز تک قائم رہا۔ اور بخیر و خوبی اختتام کو پہونچا

[1] اس تقریب مسرت آگین مین رسم خطبۂ عقد نکاح اور سامان جہیز مین حسب ذیل مصارف ہوے چھ لاکھ ستتر ہزار دو سو انچاس روپیہ تین آنہ نو پائی ۱۲

سب سے زیادہ قابل فخر یہ بات ہے کہ اس تقریب ہمایون مین رئیسۂ عالیہ نے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ رسم بھی خلاف شرع شریف جائز نہین رکھی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ مدار المہام بہادر مرحوم نے عقد نکاح کی تہنیت مین ایک قطعۂ تاریخ لکھا جو اُنکے تذکرۂ حال مین لکھا جا چکا ہے۔

سفر کلکتہ

اوائل جون ۱۸۷۵ء مین ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز بہادر ولیعہد سلطنت انگلستان کے ہندوستان مین تشریف لانے کی خبر مشتہر ہوئی۔ چند ماہ کے بعد انگلستان سے شاہزادۂ ممدوح کی روانگی کی خوشخبری سامعہ نواز خاص و عام ہوئی۔ جس وقت ہز رائل ہائینس کا جہاز ساحل بمبئی پر لنگر انداز ہوا اُس وقت کرنل ولیم ولبی آبرن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ بہادر بھوپال نے رئیسۂ عالیہ کو باضابطہ اطلاع دی۔ کہ پرنس ممدوح یکم جنوری ۱۸۷۶ء کو دار السلطنت کلکتہ مین دربار منعقد فرمائینگے۔ اور جناب سر ہنری ڈیلی صاحب بہادر رزیڈنٹ۔ سنٹرل انڈیا نے عطاے خطابات کا مژدہ جانفزا سنایا۔ چونکہ نواب ولیعہد صاحبہ کا زمانۂ وضع ولادت قریب تھا۔ اس لیے رئیسۂ عالیہ کو فطری طور پر شفقت مادرانہ کے لحاظ سے ایک گونہ تشویش لاحق تھی۔ اور سفر کلکتہ مین پس و پیش تھا اس بنا پر اولاً اُنھون نے والاجاہ بہادر کو اپنا قائم مقام بنا کر ہز رائل ہائینس کے استقبال اور شرکت دربار کے لیے بمبئی اور کلکتہ روانہ کرنا تجویز کیا تھا مگر ساتھ ہی اس کے چونکہ پرنس ممدوح

کے ہندوستان تشریف لانے کی خوشی مین جوش وفاداری اور حسن ارادت رئیسۂ عالیہ کے دل مین موج زن تھا علاوہ اس کے والاجاہ کی نمائش۔ اور جلسۂ خطابات کی ہیئت نظر کرکے اور جناب سر ہنری ڈیلی صاحب بہادر کے خریطۂ خط سے یہ معلوم کرکے کہ ہز اکسلنسی لارڈ نارتھ بروک صاحب بہادر ویسرائے کشور ہند ارشاد فرماتے ہین کہ آن مشفقہ کو کلکتہ مین بذات خود تشریف لانا چاہیے۔ رئیسۂ عالیہ غایت مسرت کے ساتھ اٹھو گھڑی ہو کر اور اللہ نگہبان حافظ الحکم ہفتم ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ ہجری مطابق ششم دسمبر ۱۸۷۳ء کو دوشنبہ کے دن نواب ولیعہد صاحبہ دام اقبالہا کو اپنے ظل عاطفت مین لیکر نواب والاجاہ بہادر اور نواب نظیر الدولہ احمد علی خان بہادر اور مدار المہام منشی جمال الدین خان بہادر اور دیگر خوانین ریاست کے ساتھ بھوپال سے کلکتہ روانہ ہوئین۔ بارہ ذیقعدہ کو دوشنبہ کے دن آٹھ بجے اسپشل ٹرین الہ آباد پہونچی۔ حکام اور عمائد شہر نے استقبال کیا۔ دوسرے روز انیس ضرب توپون کی سلامی قلعہ سے سر ہوئی۔ رفع تکان کی غرض سے ایک روز جناب مہاراجہ صاحب بہادر بنارس کی پُر فضا کوٹھی مین جو دریاے جمن کے کنارے پر واقع ہے قیام فرمایا۔ دوسرے روز وہان سے روانہ ہوکر شانزدہم ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ ہجری مطابق پانزدہم دسمبر ۱۸۷۳ء کو کلکتہ مین رونق افروز ہوئین۔ کیپٹن ڈٹ صاحب بہادر اڈیکانگ اور انڈر سکرٹری کیری صاحب بہادر نے ویسرائے کی جانب سے ہوڑہ اسٹیشن پر استقبال کیا جس وقت اسپشل ٹرین اسٹیشن پر پہونچی۔ رئیسۂ عالیہ نے برقع مین برآمد ہوکر صاحبان ذیشان بہادر سے ملاقات اور مزاج پرسی کی۔ فورٹ ولیم سے انیس ضرب توپون کی سلامی سر ہوئی

ڈ آف آنر صف بستہ کھڑا تھا اُس نے باقاعدہ سلامی ادا کی۔ رئیسۂ عالیہ مع نواب ولیعہد صاحبہ زنانی بگھی مین سوار ہوئین اور انڈر سکریٹری صاحب بہادر نے والاجاہ کو اپنے برابر بگھی مین بٹھایا۔ اور سرکاری سواری کا جلوس شارع عام سے گزرتا ہوا فرودگاہ پر پہونچا۔ یہان ایک عالیشان پُر فضا کوٹھی تھی جو ہز اکسیلنسی کی جانب سے رئیسۂ عالیہ کے قیام و آسائش کے لیئے آراستہ کی گئی تھی۔ لوازم ضیافت و مہمانداری گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے زمانۂ قیام تک ادا ہوتے رہے۔ بست و دوم دسمبر ۱۸۷۳ء کو رئیسۂ عالیہ ہز اکسیلنسی ویسرائے بہادر کی ملاقات کے لیئے گورنمنٹ ہوس مین تشریف لے گئین۔ والاجاہ بہادر اور اخوان و ارکان ریاست ہمراہ تھے۔ اور راقم الحروف بھی شریک دربار تھا۔ سکریٹری صاحب بہادر اور انڈر سکریٹری صاحب بہادر اور ویسرائے کے اڈیکانگ صاحب بہادر نے استقبال کیا۔ رسم مجریہ کے مطابق رئیسۂ عالیہ نے ایکسو ایک تھان اشرفی کے بطور نذر جناب لارڈ صاحب بہادر کے سامنے پیش کیئے۔ لارڈ صاحب ممدوح نہایت تکریم و حسن اخلاق اور تواضع کے ساتھ پیش آئے۔ اور اُسی روز رئیسۂ عالیہ کی ملاقات بازدید کے لیئے فرودگاہ سرکاری پر رونق افروز ہوئے۔ والاجاہ بہادر نے نواب سالار جنگ بہادر کی فرودگاہ تک استقبال کیا اس ملاقات مین صرف والاجاہ بہادر اور مدار المہام صاحب بہادر شریک تھے۔

نواب عبد اللطیف خان صاحب مرحوم سے ملاقات

اسی تاریخ کی شب کو نواب عبد اللطیف خان صاحب مرحوم رئیسۂ عالیہ اور والاجاہ بہادر

کی ملاقات کے لیئے فرودگاہ سرکاری پر تشریف لائے - دیر تک بزم صحبت گرم رہی
جناب شیو پردھان - مہاراجہ جے گوپال سنگھ بہادر نے رجو متوسلان شاہزادہ
مین سے تھے) اور آقا محمد شیرازی - اور منشی احمد حسین موہانی نے رئیسہ عالیہ اور والا جاہ
کی مدح مین نثر منقفی اور قصائد وغیرہ پیش کیئے -

نواب سر سالار جنگ اعظم مرحوم سے ملاقات

دہم ذی الحجہ ۱۲۹۲ ہجری کو والا جاہ بہادر سر سالار جنگ اعظم نواب شجاع الدولہ مختار الملک میر تراب علی خان بہادر مرحوم وزیر دولت آصفیہ دکن کی ملاقات کے لیئے تشریف لے گئے - سر سالار جنگ نے اپنی کوٹھی کے زینۂ پائین تک استقبال کیا - اور بغلگیر ہوئے - دیر تک محفل ملت واتحاد قائم رہی - اور ریاست بھوپال کے نظم ونسق سے متعلق دلچسپ گفتگو ہوتی رہی - ریاست کے حسن انتظام کا حال سنکر وہ نہایت ہی محظوظ ہوئے - پھر سر سالار جنگ مرحوم نے تواضعاً شیشہائے عطر پیش کیئے - اور وقت رخصت زینہ تک مشایعت کی - دوسرے روز سر سالار جنگ رئیسہ عالیہ اور والا جاہ بہادر کی ملاقات بازدید کے لیئے تشریف لائے - والا جاہ بہادر نے زینہ تک استقبال کیا - اور بڑے جوش خلوص کیساتھ اپنے محترم مہمان سے باتین کرتے رہے - پھر عطر وپان کی رسمی مدارات کے بعد بزم صحبت برخاست ہوئی - رئیسہ عالیہ نے تاج الاقبال تاریخ بھوپال کے دو نسخے فارسی اور اردو تحفتاً اُن کو عنایت فرمائے -

ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز کا نزول اجلال

بست و سوم دسمبر کو پرنس آف ویلز بہادر کا جہاز کلکتہ پہونچا تمام والیان ریاست پہلے سے پرنسیپ ڈاک پر شہزادۂ ممدوح کے استقبال کے لیئے موجود تھے - مگر رئیسۂ عالیہ نے ہز ایکسلنسی ویسرائے سے اجازت لیکر لارڈ صاحب ممدوح کی صاحبزادی کے ہمراہ دیر گل لاج مین تشریف لیجاکر شہزادۂ ممدوح کے سلام اور مزاج پرسی کی رسم ادا کی -

بست و چہارم دسمبر کو رئیسۂ عالیہ پرنس ممدوح کی ملاقات کو تشریف لے گئین - پرنس ممدوح نے لب فرش تک استقبال کیا - اور رئیسۂ عالیہ اور والا جاہ بہادر اور نواب سلطان دولہ احمد علی خان بہادر کی مزاج پرسی کی - اور رئیسۂ عالیہ کو اپنی داہنی طرف بٹھایا - اور اپنے ہاتھ سے تمغہ طلائی رئیسۂ عالیہ کو عطا فرمایا - اس کے بعد رسم عطر وپان ادا ہوئی - اور رئیسۂ عالیہ نے ہز رائل ہائنس سے رخصت ہوکر فرودگاہ پر معاودت فرمائی - بست و نہم دسمبر کو شہزادۂ ممدوح رئیسۂ عالیہ کی فرودگاہ پر بازدید کیلیئے رونق افروز ہوئے - اور رئیسۂ عالیہ اور ہز رائل ہائنس کے درمیان تحائف اتحاد کا باہم تبادلہ ہوا -

یکم جنوری ۱۸۷۶ء کو ایک عالیشان دربار خطاب اسٹار آف انڈیا عطا کرنیکی غرض سے شاہزادۂ ممدوح نے منعقد کیا - اس دربار مین اسٹار کے نمبر کے مطابق نشست رکھی گئی تھی - تمام حاضر الوقت والیان ریاست اور اعلیٰ افسران سلطنت انگلشیہ جو نائٹ کے

خطاب سے ممتاز تھے۔ شریک دربار تھے۔ سب سے پہلے رئیسہ عالیہ برقع زیب تن کیے دربار میں داخل ہوئیں۔ اور ہز رائل ہائینس کے دست راست کے جانب کرسی جلوہ افروز ہوئیں۔ رئیسہ عالیہ کے داہنے بازو پر جناب مہاراجہ صاحب بہادر پٹیالہ اور جانب چپ جناب مہاراجہ صاحب بہادر جیند تشریف فرما تھے دربار کے آئین ادا ہونے کے بعد جب سب منصب داران شاہی رجنکو نائٹ کا خطاب عطا ہوا تھا رخصت ہو چکے۔ تو رئیسہ عالیہ بھی اپنی فرودگاہ پر واپس تشریف لائیں۔ سوم جنوری کو رئیسہ عالیہ پرنس آف ویلز بہادر سے رخصت ہونے کے لیئے گورنمنٹ ہوس مین تشریف لے گئیں۔ شاہزادہ والاشان نے جوش و تپاک کے ساتھ رئیسہ عالیہ کی پذیرائی کی اور نواب والاجاہ بہادر سے ہنگام وداع مصافحہ کیا۔ چہارم جنوری ۱۸۷۶ء کو ہز رائل ہائینس نے رئیسہ عالیہ اور نواب والاجاہ بہادر کی دستی تصویر اتارنے کے لیئے شاہی فوٹوگرافر روانہ کیا اُس نے رئیسہ عالیہ کی تصویر نقاب و برقع کے ساتھ اتاری اور دونوں تصویرین تیار کرکے شہزادۂ ممدوح کے حضور مین پیش کین۔

نواب وزیر السلطان کی ملاقات

اسی تاریخ کو نواب والاجاہ بہادر نواب امیر علی خان مرحوم وزیر السلطان یعنی وزیر شاہ اودھ سے ملنے کے لیئے اُنکے دولتخانہ پر تشریف لے گئے۔ وزیر ممدوح فرط انبساط سے استقبال کے لیئے اپنے دولتخانہ سے باہر نکل آئے اور بگھی سے نواب والاجاہ بہادر کو اُتار کر اُنکا ہاتھ

ہاتھ مین لیکر صدر مکان تک لے گئے۔ اور نہایت حُسن اخلاق اور جوش اتحاد کے ساتھ پیش آئے اور ایک بے تکلفانہ انداز کے ساتھ انواع تفنن بیان اور فصیح و بلیغ کلام سے والاجاہ بہادر کی ضیافت طبع کرتے رہے۔ یہ دلآویز صحبت دیر تک رہی۔ بعد عطر و پان اور ... کی تواضع کے بعد نواب والاجاہ بہادر فرودگاہ پر واپس تشریف لائے وزیر موصوف کے اخلاص و تواضع کا نواب والاجاہ بہادر کے دل پر بہت گہرا اثر پڑا۔ دوسرے دن نواب امیر علی خان بہادر مرحوم نواب والاجاہ بہادر کی بازدید کے لیئے رئیسہ عالیہ کی فرودگاہ پر تشریف لائے۔ اور دیر تک اپنی مصنفہ کتاب تاریخ وزیر نامہ کے اشعار سناتے رہے۔ اور ایک نسخہ اپنی جدید تالیف موسومہ امیر نامہ کا نواب والاجاہ بہادر کو تحفۃً عنایت کیا۔ رئیسہ عالیہ نے تاریخ بھوپال کا ایک نسخہ وزیر ممدوح کو مرحمت فرمایا۔

اسی طرح جب تک کلکتہ مین قیام رہا بہت سی معزز یورپین خواتین اور یورپین صاحبان ذیشان رئیسہ عالیہ اور نواب والاجاہ بہادر سے ملنے کے لیئے فرودگاہ رئیسہ عالیہ پر تشریف لاتے رہے بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ انھون نے نواب والاجاہ بہادر کو اپنی بے تکلف سوسائٹیون مین اور ڈنر اور پارٹیون مین مدعو کیا۔ اور غایت درجہ تعظیم اور توقیر سے پیش آئے جب مراجعت بھوپال کا وقت آیا تو رئیسہ عالیہ نواب والاجاہ بہادر کو ہمراہ لیکر ہز ایکسلنسی ویسرائے بہادر کی صاحبزادی صاحبہ سے ملنے کے لیئے گورنمنٹ ہوس مین تشریف لے گئیں۔ فارین سکرٹری صاحب بہادر نے بگھی تک استقبال کیا۔ اور رئیسہ عالیہ کو ویسرائے بہادر کے تخلیہ گاہ تک لے گئے۔ ہز ایکسلنسی رئیسہ عالیہ سے غایت عزت و احترام کے ساتھ

پیش آئے۔ اور والاجاہ بہادر سے بہ نہایت خندہ پیشانی اور تپاک کے ساتھ مصافحہ کیا
ایک نقشہ دربار کا رئیسۂ عالیہ کو عطا فرمایا۔ اس کے بعد رئیسۂ عالیہ نے ہز ایکسیلنسی ویسرائے
اور انکی صاحبزادی صاحبہ سے ملاقات کے وقت رخصت طلب کی۔ ہز ایکسیلنسی ویسرائے بہادر
بنظر احترام سکریٹری اور اڈی کانگ صاحبان بہادر کو حکم دیا کہ وہ اسٹیشن تک رئیسۂ عالیہ
کی مشایعت کریں۔ مگر رئیسۂ عالیہ نے اُن کی تکلیف کے خیال سے مشایعت کو معاف کیا
سب صاحبان عالیشان گورنمنٹ ہوس ہی سے رئیسۂ عالیہ اور نواب والاجاہ بہادر سے
رخصت ہوئے۔ جمعہ کی شب کو رئیسۂ عالیہ نے کلکتہ سے بھوپال کی جانب نہضت فرمائی
شنبہ کی شام کو اسپشل ٹرین بنارس مین پہونچی۔ کمشنر صاحب بہادر نے استقبال کیا
رئیسۂ عالیہ نے جناب مہاراجہ صاحب بہادر وزیانگرم کی فرح بخش کوٹھی مین قیام کیا
یکشنبہ کو جناب مہاراجہ صاحب بہادر کے جانب سے اور دوشنبہ کو گورنمنٹ ہند
کے جانب سے توپون کی سلامی سر ہوئی۔ لوازم مہمانداری سب مہاراجہ صاحب بہادر
کی جانب سے ادا ہوئے۔ اٹھارہ تاریخ کو نواب والاجاہ بہادر اور مدار المہام صاحب
جناب مہاراجہ صاحب بہادر وزیانگرم کی ملاقات کے لیئے تشریف لے گئے۔ مہاراجہ صاحب
ممدوح نے اپنی کوٹھی کے پائین زینہ تک آکر استقبال کیا۔ اور غایت درجہ تواضع اور
حسن اخلاق سے پیش آئے۔ دوسرے روز مہاراجہ صاحب بہادر اپنے ارکان دولت
کے ساتھ ملاقات بازدید کے لیئے تشریف لائے اس کے بعد رئیسۂ عالیہ بنارس سے روانہ
کانپور مین ورود فرما ہوئین۔ نو روز یہان قیام رہا۔ نواب والاجاہ بہادر نے کانپور

مفید عام اور انجمن اسلامیہ کا معائنہ کیا۔ اور بہت سے عمائد کانپور کو ملاقات کا
شرف بخشا۔ یازدہم محرم ۱۲۹۳ھ ہجری کو یہ کاروان دولت و اقبال مع الخیر بھوپال
پہنچا۔

سفر دہلی

اس سفر وسیلۃ الظفر کو ختم ہوئے ہنوز چند مہینے گذرے تھے کہ ۱۲۹۳ھ کو یہ بشارت
فرح افزا گوش زد خاص و عام ہوئی کہ علیا حضرت ملکۂ معظمہ کوئن وکٹوریہ نے اپنے القاب
شاہی کے ساتھ لفظ امپریس آف انڈیا یعنی قیصر ہند کا خطاب شامل فرمایا ہے۔ کچھ دنون
بعد اس کی تصدیق اشتہار عام اور پولیٹیکل افسران دولت انگلشیہ کی تحریرون سے
ہوگئی اور یہ معلوم ہوا کہ پانزدہم ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ ہجری مطابق یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو ایک
نہایت عالیشان دربار جاہ و جلال کے ساتھ شہر دہلی مین (جو قدیم سے شاہان مغلیہ کا
دار السلطنت اور مہاراجگان ہند کا راج دھانی رہا ہے) منعقد ہوگا اور اس دربار مین
ملکۂ معظمہ انگلستان کے نام کے ساتھ خطاب قیصر ہند۔ کے اضافہ کا شاہی اعلان
تمام نوابان و راجگان و روسائے ہند اور سفرائے دول خارجہ اور اعلیٰ حکام دولت انگلشیہ
جو مختلف صوبہائے ہند پر حکمران ہین۔ اور سپہ سالاران افواج قاہرہ اور جمیع رعایائے برطانیہ
کے سامنے پڑھکر سنایا جائیگا یہ نشاط انگیز نوید پہونچتے ہی۔ رئیسۂ عالیہ نے منتظمان محکمات
ریاست کے نام ساز و سامان سفر کی تیاری اور سپاہ بھوپال کی روانگی کے متعلق احکام

سادر فرمائے۔

ولادت نواب محمد نصراللہ خان بہادر دام شوکتہ

چونکہ اس زمانہ مین بھی جناب نواب ولیعہد صاحبہ دامت اقبالہا کے وضع حمل کا وقت قریب آگیا تھا اس لیے رئیسۂ عالیہ کو تشویش خاطر دامن گیر تھی۔ مگر خدائے ارحم الراحمین کے فضل سے یہ تردد جلد رفع ہوگیا۔ اور ساتوین ذیقعدہ سنہ ۹۳ھ مطابق سوم دسمبر سنہ ۷۶ء کو خدا نے وہ مبارک دن دکھایا۔ جس نے نہ صرف رئیسۂ عالیہ کے خاطر عاطر کو غیر معمولی جوش شادمانی و فرحت سے سرشار کر دیا۔ بلکہ والاجاہ بہادر اور مدارالمہام صاحب بہادر اور تمام اخوان و ارکان ریاست اور تمام رعایائے شہر کے دلون کو نہایت مسرت و سرور سے لبریز کر دیا۔ اور جس شے کے انتظار مین سیکڑون آنکھین فضائے آسمان کی طرف لگی ہوئی تھین۔ آخر کار وہ ستارۂ صبح سعادت طلوع ہوا یعنی نواب نصراللہ خان بہادر حال ولیعہد ریاست دام اجلالہم کی ولادت باسعادت کا مژدۂ جانفزا اسامعہ نواز خاص و عام ہوا۔ ریاست کی جانب سے اس تقریب سعید کی خوشی مین جیل سے بہت سے گرفتاران زندان بلا رہا کیے گئے فقرا و مساکین کو خیرات تقسیم کی گئی۔ قلعۂ ریاست سے توپون کی شلک سلامی سر ہوئی۔ والاجاہ بہادر اور مدارالمہام صاحب بہادر نے اس خوشی کے موقع ہمایون پر طلبہ مسجد کے جیب و دامن کو زر نقد سے مالامال کیا۔ پولیٹیکل ایجنٹ صاحب

بھوپال اور ایجنٹ گورنر جنرل بہادر سنٹرل انڈیا اور ہز ایکسلنسی لارڈ لٹن صاحب بہادر ویسرائے کشور ہند نے برقی پیام اور خرائط خطوط کے ذریعہ سے مولود مسعود کی ولادت کے مراسم تہنیت ادا کیے۔ اسی طرح متعدد یورپین اور ہندوستانیوں نے ہر گوشۂ ملک سے خطوط و عرائض مبارکباد ارسال کیے۔

بلاشبہہ دارالاقبال بھوپال کے لیے یہ دن ایک یوم السعادت تھا۔ اس لیے کہ ایک مدت مدید کے بعد ریاست نے صنف نازک طبقۂ النسوان سے منتقل ہو کر طبقۂ ذکور کے زبردست شخصیت سے استحکام پایا۔ اور چشم و چراغ دودمان حکومت نے اپنی روشنی سے تمام ریاست کو جگمگا دیا۔ اطال اللہ عمرہم و زیدت معالیہم و شوکتہم غرض جب اس جشن مسرت سے قلوب رعیت و ریاست معمور ہو چکے تو رئیسۂ عالیہ نے دربار قیصری کی عظیم الشان اہمیت کو ملحوظ رکھکر اور اپنی قرۃ العین ریاست نواب ولیعہد صاحبہ ادام اللہ بالعز والاقبال کو ریاست مین تنہا چھوڑ جانا گوارا نہ فرما کر اور اپنے سایۂ عاطفت اور ظل شفقت مین لیکر روز پنجشنبہ بست و ہفتم ذیقعدہ سنہ ۹۳ ہجری کو رئیسۂ عالیہ خدم و حشم و اعیان و ارکان و اخوان ریاست کے ساتھ دہلی روانہ ہوئین خاصان دولت مین نواب والاجاہ بہادر۔ نواب ولیعہد صاحبہ۔ نواب نظیر الدولہ احمد علی خان بہادر مدارالمہام منشی جمال الدین خان بہادر میان عالمگیر محمد خان صاحب میان صدر محمد خان صاحب میان میر نور الحسن خان صاحب۔ اور کاتب الحروف (میر علی حسن خان) ہمرکاب تھے۔ دوسری ذی الحجہ سنہ ۹۳ ہجری کو گیارہ بجے موکب ظفر پیکر دہلی پہونچا

چار صاحبان عالیشان دولت انگلشیہ نے اسٹیشن پر خیر مقدم کیا۔ گارڈ آف آنر صف بستہ
کھڑا تھا۔ اُس نے بینڈ کے ساتھ سلامی ادا کی اور انیس توپون کی سلامی سر ہوئی۔ رئیسۂ عالیہ
کی سواری کا جلوس بیمنٹ ہاؤس شاہراہ عام سے گزرتا ہوا آزاد پور (جو دہلی سے چار میل
کے فاصلہ پر ہے) پہونچا۔ اور رئیسۂ عالیہ بگھی سے اُتر کر سراپردۂ اقبال مین رونق افروز
ہوئین۔ باوجود اس کے کہ تمام نوابان و راجگان ہند بغیر لشکر و سپاہ کے دہلی تشریف لائے
تھے پھر بھی اُن کے ملتزمان رکاب کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ تھی۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا
کی شاہی فوج بیس ہزار سے زائد خیمہ زن تھے ہشتم ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ ہجری کو ہز اکسیلنسی
لارڈ لٹن صاحب بہادر وایسرائے کشور ہند کلکتہ سے روانہ ہو کر زینت افزائے دہلی ہوئے
تمام فرمان روایان ہند نے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ اسٹیشن پر لارڈ صاحب ممدوح
کا استقبال کیا۔ ہز اکسیلنسی نے تماشائیون کے ہجوم اور تکلیف کے خیال سے رئیسۂ عالیہ کو
ادائے رسم استقبال سے معاف رکھا۔ دہم ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ ہجری کو رئیسۂ عالیہ نے
نماز عید الاضحٰی سے فارغ ہو کر ہز اکسیلنسی وایسرائے بہادر سے گورنمنٹ ہوس مین ملاقات
کی۔ نواب والاجاہ بہادر اور آٹھ ارکان ریاست ہمراہ تھے۔ حسب ضابطۂ قدیم
فارین سکریٹری اور انڈر سکریٹری صاحبان بہادر اور جنرل سر ہنری ڈیلی صاحب بہادر نے
استقبال کیا۔ اور رئیسۂ عالیہ کو بگھی سے اُتار کر بارگاہ گورنری تک لے گئے لارڈ صاحب
ممدوح نے تعظیماً بارہ قدم تک آگے بڑھکر رئیسۂ عالیہ اور نواب والاجاہ بہادر اور
نواب ولیعہد صاحبہ سے مصافحہ کیا اور اپنے دست راست کیجانب کرسی پر بٹھایا کچھ دیر تک

حسن اخلاق اور کریمانہ اشفاق کے ساتھ گفتگو کرتے رہے رئیسۂ عالیہ نے کیسۂ اشرفی
نذر دکھایا۔ ہز اکسیلنسی نے کرسی سے اُٹھکر اُس پر ہاتھ رکھا اور اپنے ہمراہ رئیسۂ عالیہ کو
ایک پرشکوہ بیرق کے سامنے لیجاکر علم شاہی کے مرتبۂ عظمت و جلالت سے آگاہ کیا۔ اور
ارشاد فرمایا کہ "یہ پرچم اقبال اور بیرق ریاست بھوپال اور دولت انگلشیہ دونون کے
اتحاد اور محبت کی یادگار رہے۔ اس کو بروقت سواری و جلوس ہمایون ماہی مراتب کے
آگے رہنا چاہیے" بعد اس کے قیصر ہند کا تمغۂ طلائی عنایت فرمایا۔

والاجاہ کی سترہ ضرب سلامی تمام قلمرو دولت برطانیہ مین

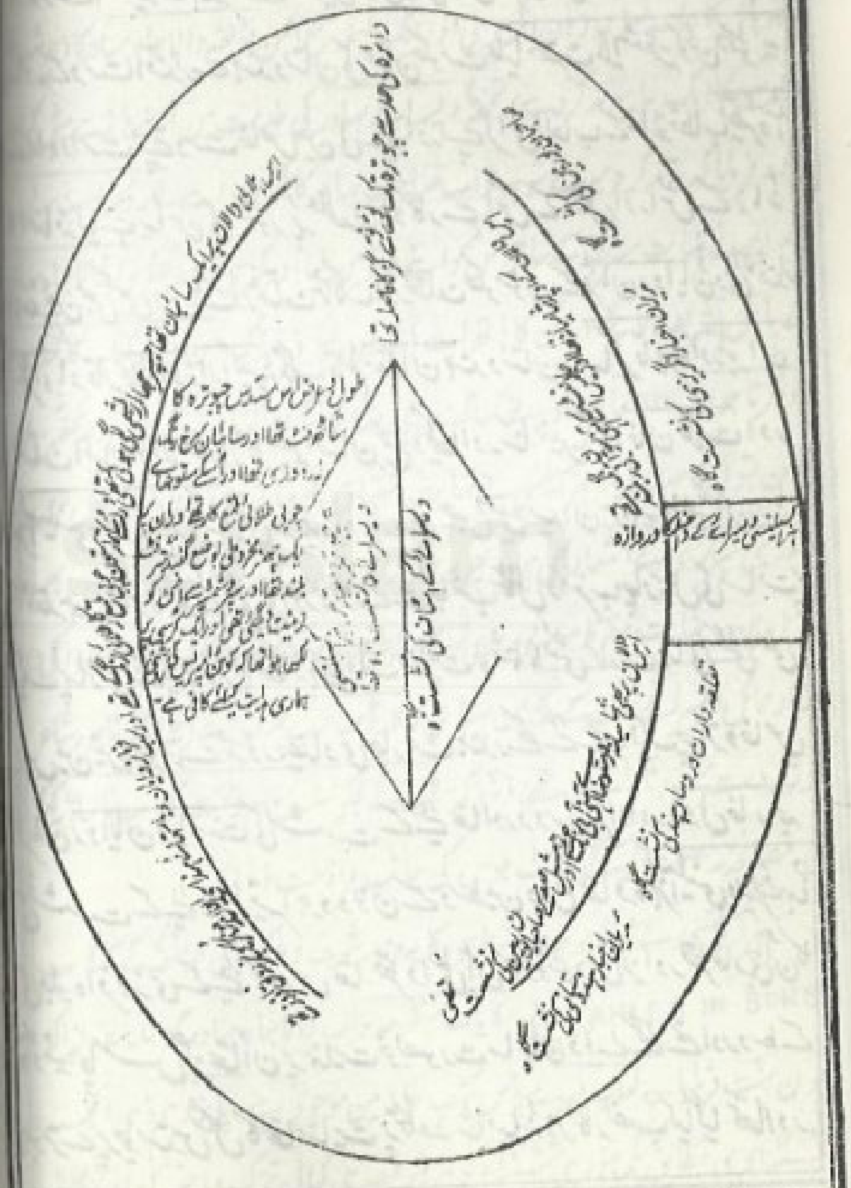
بعد ازان رئیسۂ عالیہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ "خاص آپ کے شوہر کے لیے
سترہ ضرب سلامی تمام قلمرو دولت انگلشیہ مین ہمیشہ کے لیئے مقرر کی گئی" پھر نواب والاجاہ بہادر
کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر اور مصافحہ کرکے استقبال اور سترہ ضرب توپون کی سلامی کی
مبارکباد دی۔ اور اپنے ہاتھ سے عطر و پان تقسیم فرماکر دوبارہ مصافحہ کر رخصت کیا۔ صاحبان
عالیشان نے بگھی تک مشایعت کی۔ گارڈ آف آنر نے بینڈ کے ساتھ سلامی ادا کی۔ گورنمنٹ
گزٹ مین والاجاہ کی سلامی کا اول نمبر درج کیا گیا اور نواب سر سالار جنگ بہادر وزیر اعظم دکن
کی سلامی کا دوسرا نمبر قرار دیا گیا۔ دوسرے روز ہز اکسیلنسی وایسرائے بہادر سولہ صاحبان
عالیشان کے ساتھ ملاقات بازدید کے لیے فرودگاہ رئیسۂ عالیہ پر تشریف لائے اکیس ضرب توپین

سلامی کی سر ہوئین۔ مراسم نذر اور گفتگوئے رسمی و عرفی کے بعد رئیسۂ عالیہ نے تاریخ ریاست
بھوپال کا ایک نسخہ بہ زبان انگریزی اور ایک نسخہ شمع انجمن مؤلفہ والاجاہ بہادر کا (جو شعرائے
فارسی کا ایک جامع تذکرہ ہے) تحفۃً ویسرائے بہادر کی خدمت مین اپنے ہاتھ سے پیش کیا
اور فرمایا کہ یہ تذکرہ میرے شوہر نواب صاحب بہادر کا لکھا ہوا ہے۔ لارڈ صاحب بہادر
ممدوح نے نہایت مسرت کے ساتھ اُس کو اپنے ہاتھ مین لیا اور کرسی سے اُٹھکر نواب والاجاہ بہادر
کے پاس تشریف لائے اور اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر فرمایا کہ "مین اس کتاب کا شکریہ
ادا کرتا ہون"۔ والاجاہ بہادر نے کہا کہ مین بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہون کہ اس ہدیہ مختصر نے
حسن قبول کا صلہ پایا۔ ہز ایکسلینسی نے نہایت اشتیاق کے ساتھ دریافت کیا کہ اس مین
سعدی شیرازی کے اشعار بھی ہین۔ پھر یہ سنکر کہ اُس مین اُن کا تذکرہ اور منتخب اشعار بھی
شامل ہین۔ نہایت محظوظ ہوئے۔ بعد تواضع عطر و پان کے رئیسۂ عالیہ نے پھولون کی
زرتار حمائل ویسرائے بہادر کے گلے مین پہنائی۔ لارڈ صاحب ممدوح نے (جو ایک نامور شاعر
اور زبردست مشہور ناولسٹ تھے) فرمایا کہ "آپ نے مجکو سلسلۂ مہر و محبت کا اسیر بنالیا" یہ کہکر
اور مصافحہ رخصت کرکے گورنمنٹ ہوس کی جانب مراجعت فرمائی۔

ہز ایکسلینسی نے اپنے جوہر قدر شناسی کا یہ مزید ثبوت دیا کہ اپنی مؤلفہ کتاب
FAHLES IN SONG یعنی حکایات منظومہ نواب والاجاہ بہادر کو عنایت فرماکر
مرہون منت فرمایا۔ یہ کتاب میرے پاس کتب خانہ مین موجود ہے۔ پانزدہم ذی الحجہ
سنہ ١٢٩٣ ہجری مطابق یکم جنوری ١٨٧٧ء کو دربار قیصری کمال تزک و احتشام اور دبدبۂ جلال

اور جبروت کے ساتھ منعقد ہوا۔ یہ وہی مشہور روزگار دربار ہے جس کی نظیر تاریخ ہندستان
اور دولت انگلشیہ کے عہد عظمت مہد مین نہین پائی جاتی جس زمانہ مین کہ ایسٹ انڈیا کمپنی
بہادر کے دست اقتدار سے ہندوستان کی عنان حکومت علیا حضرت ملکۂ معظمہ کوئن وکٹوریہ
نے براہ راست اپنے دست خاص مین لی ہے۔ اور اپنے گرامی القاب کے ساتھ خطاب قیصرۂ ہند
کا اضافہ کیا ہے یہ اُس کی مشہور پُر عظمت یادگار ہے اُس کے ماقبل اور اُس کے زمانہ
مابعد مین بھی کبھی اس قدر مختلف ممالک اور مختلف حکومتون کے فرمان روایان ذوی الاقتدار
سفرا و باوقار عمائد اور ارکین ملک قائم مقامان ہندوستان۔ عساکر قاہرہ اور تاجران
مختلف البلاد والامصار کا عظیم الشان مجمع دیکھا اور سُنا نہین گیا۔ خان قلات اور
ہز ایکسلینسی گورنر جنرل پرتگیز بھی شریک دربار تھے جس وسیع میدان مین یہ عالیشان دربار
منعقد ہوا تھا وہ شہر کے کشمیری دروازے سے جانب شمال و مغرب چار میل کی مسافت پر
ایک پہاڑی کے نیچے واقع تھا وہان ایک نہایت خوشنما نمائشی عمارت بنائی گئی تھی
جس مین تین چبوترے مدور بیضاوی چار فٹ بلند رکھے گئے تھے۔ ایک چبوترہ خاص
فرمان روایان ریاست کی نشست کے لیے تھا اور دوسرا سفرا اور دول خارجہ
کی نشست کے لیے اور تیسرا جو دونون کے وسط مین واقع تھا وہ ہز ایکسلینسی ویسرائے بہادر
کی جلوہ افروزی کے لیے مخصوص تھا۔ قطر داخلی اُن کا دو سو دس گز اور قطر خارجی اُن کا
دو سو پچاس گز تھا اُن پر نہایت خوبصورت سائبان ڈالے گئے تھے اور وسط کے
چبوترے پر جو مسدس شکل کا تھا نہایت پرتکلف شامیانہ زرنگار نصب کیا گیا تھا اور

ہر چہار طرف بہت خوبصورت مذہب و مطلا آہنی جنگلہ تھا جسکا نقشہ یہ ہے۔



رئیسہ عالیہ تقریباً دس بجے بارگاہ قیصری کے ایوان ہلالی میں جو جبین اعیان و دولت خواہان ریاست کے ساتھ رونق افروز ہوئیں۔ برادر معظم میر نورالحسن خانصاحب مرحوم اور کاتب الحروف ہم دونوں بھائی بطور پیج آف آنر عقب میں تھے۔ اور روب آف اسٹار کے ٹیل کو تھامے ہوئے تھے۔ بارگاہ قیصری میں ہر ایک والی ملک کی نشستگاہ کے سامنے ناٹٹ کا ایک بیرق یعنی نشان نصب تھا۔ رئیسہ عالیہ کی کرسی کے جانب ریاست ہز ہائنس عالیجناب مہاراجہ صاحب سیندھیا بہادر والی گوالیار اور ان کے دست ریاست پر اعلیٰ حضرت نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر غفران مآب شہریار دکن۔ کی کرسی تھی۔ ٹھیک دوپہر کے وقت ہز اکسیلنسی ویسرائے لارڈ لٹن صاحب بہادر بارگاہ قیصری میں وسط کے مسدس چبوترے پر جہاں زیر شامیانہ زرنگار اورنگ شاہی رکھا ہوا تھا۔ جلوہ فرما ہوئے۔ ایوان ہلالی میں جسقدر اہل دربار موجود تھے وہ سب تعظیماً کھڑے ہوگئے تمام افواج قاہرہ نے باقاعدہ سلامی ادا کی اور بندوقوں اور توپوں کی شلک سلامی کے شور نے تمام عام اور خاص لوگوں کو مُطلع کردیا کہ تاجدار انگلستان اور ملکۂ بحر و بر کے قائم مقام نے اپنے جلوس میمنت مانوس سے اہل دربار کو مفتخر فرمایا۔ جب سلامی ختم ہوچکی۔ تو تمام نوابان و راجگان ہند اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور ہز اکسیلنسی ویسرائے نے اعلان شاہی انگریزی زبان میں باآواز بلند پڑھکر اہل دربار کو سنایا اور فارین سکریٹری صاحب نے اسکا اردو ترجمہ پڑھکر سامعین کو مسرور کیا۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام شہریار دکن۔ غفران مآب اور ہز ہائنس

عالیجناب مہاراجہ صاحب سیندھیا بہادر۔ اور علیا حضرت رئیسۂ عالیہ خلد مکان نے رسم مبارکباد
ادا کی۔ باقی تمام والیان ملک ساکت وصامت رہے۔ اعلان شاہی کے ختم ہونے
کے بعد ایک سو ایک ضرب توپون کی آواز نے فضائے آسمانی مین ایک غلغلہ ڈالدیا
عصر کے وقت یہ شاندار دربار برخاست ہوا اور اپنی تاریخی یادگار صفحۂ روزگار پر
چھوڑ گیا۔ شب کے وقت گورنمنٹ آف انڈیا نے شاہی ڈنر پر تمام ارباب شوکت وجاہ
واقتدار کو مدعو کیا۔ والاجاہ بہادر بذات خاص اس شاہی ڈنر کے جلسہ مین موجود
تھے۔ بعد اختتام جلسہ جب والاجاہ بہادر وہان سے رخصت ہونے لگے۔ تو ہز اکسیلنسی
ویسرائے بہادر نے اُنسے مصافحہ کیا اور فرمایا کہ آپ رئیسۂ عالیہ کو میرا سلام پہونچادین
اور اطلاع دیدین کہ آپکے جانب سے ہر مجسٹی کوئن امپریس وکٹوریا کو تہنیت پہونچادیگئی
نیز ۱۰ دہم ذی الحجہ کو ہز اکسیلنسی ویسرائے بہادر نے بنفس نفیس ایک قبضۂ شمشیر کرچ
مع ساز علیا حضرت قیصرۂ ہند کیجانب سے رئیسۂ عالیہ کو مرحمت فرمائی اور ایک تمغۂ طلائی
نواب والاجاہ بہادر۔ اور نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ ولیعہد ریاست کو عطا فرمایا۔
اسی طرح ایک تمغۂ نقرئی نواب نظیر الدولہ احمد علی خان بہادر مرحوم شوہر نواب ولیعہد صاحبہ
ریاست کو۔ اور ایک تمغۂ نقرئی مدار المہام منشی جمال الدین خان بہادر کو عنایت فرمایا
پھر رئیسۂ عالیہ سے ارشاد فرمایا کہ "وہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ جو آپ نے اس جشن ہمایون کی
خوشی مین بطور عطیہ کسی کار خیر مین صرف کرنے کے لیے پیش کیا ہے مین اُس کا شکریہ
اپنی طرف سے اور علیا حضرت قیصرۂ ہند کی طرف سے ادا کرتا ہون"۔ ۱۹ نوزدہم ذی الحجہ کو

ضرت نواب نظام الملک آصف جاہ میر محبوب علی خان بہادر غفران مآب
ائے دکن۔ اور نواب سالارجنگ بہادر مرحوم سے ملنے کے لیے رئیسۂ عالیہ
نواب والاجاہ بہادر تشریف لے گئے۔ بعد اس کے اعلیٰ حضرت نظام الملک
جاہ بہادر اور نواب سالارجنگ بہادر بازدید کے لیے چند اعیان دولت کو
لیکر رئیسۂ عالیہ کی فرودگاہ پر رونق افروز ہوئے۔ ان دونون ملاقاتون مین
جانب سے وسیع پیمانہ پر مراسم تعظیم وتکریم اور روابط محبت واخلاق عمل مین
یسۂ عالیہ نے اعلیٰ حضرت حضور نظام دکن کو تحفۂ تاریخ بھوپال اور نواب والاجاہ بہادر
اب سالارجنگ بہادر کو اور اُن کے سکریٹری صاحب کو تذکرۂ شمع انجمن ہدیۃً پیش کیا
جلسۂ میمنت آگین مین کاتب الحروف کو بھی شرکت دربار کی عزت بخشی گئی تھی ایک
ب حسن اتفاق ہے اس پر مین جسقدر بھی فخر کرون وہ کم ہے کہ اُس وقت مین
ٰ حضرت حضور شہریار دکن غفران مآب اور کاتب الحروف دونون کی عمر دس سال کی
ی اور دونون کی ولادت ایک ہی سال یعنی ۱۲۸۰ھ ہجری مین ہوئی تھی وہذا ہو الفخر حقاً

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا	بلبل ہمین کہ قافیۂ گل شود بس است

انہین فرخندہ ایام مین ہز اکسیلنسی کے خیمہ گاہ کے سامنے چند مرتبہ گھوڑدوڑ ہوئی
ۂ عالیہ ان مین شریک نہ ہوسکین مگر نواب والاجاہ بہادر برابر شریک ہوتے رہے
یک روز مشیر الدولہ سید یعقوب خان سفیر امیر یارقند سے اسی گھوڑدوڑ کے میدان مین
قات ہوئی۔ وہ نواب والاجاہ بہادر سے ملکر اور اُن کے فضائل علمی واخلاقی سے

مُطلع ہوکر بیحد مسرور ہوئے۔ اور اُنھون نے شیخ الاسلام قسطنطنیہ کی خدمت میں
کے لیئے نواب والاجاہ بہادر سے اُن کی بعض تالیفات طلب کین۔ جو نہایت شکر
ہدیۂ پیش کردی گئین۔ سفیر صاحب موصوف نے قرآن حکیم کا ایک پاکیزہ نسخہ
نواب والاجاہ بہادر کو عنایت فرمایا۔ اور متعدد جلسون اور سوسائیٹون مین سفیر
نے نواب والاجاہ بہادر کا تذکرہ ان الفاظ مین فرمایا۔

"من فاضل محقق و مدقق باین مرتبہ کمالات جامع ندیدہ ام و نہ در خیال من
خطور می کند۔ کہ درین زمانہ چنین صاحب علم دیگرے باشد"

ششم محرم ۱۲۹۴ھ ہجری کو رئیسۂ عالیہ دہلی سے اکبر آباد کو روانہ ہوئین۔
پانچ روز اکبر آباد مین قیام رہا۔ یہان سے رئیسۂ عالیہ نے کرنل ولیم کنکیڈ صاحب
پولٹیکل ایجنٹ بھوپال کو ایک یادداشت روانہ کی۔ اور اُس مین یورپین صاحبان
ذی شان کو جو لشکر متوانذور آگرہ ساگر ریوان اور ہوشنگ آباد وغیرہ مین مقیم
بھوپال مین مدعو کیا۔ تاکہ وہ دربار قیصری کی خوشی مین جو جلسہ بھوپال مین
ہونے والا ہے۔ اُس مین شریک ہوکر جلسہ کو رونق بخشین۔ سیزدہم محرم کو شنبہ
رئیسۂ عالیہ اکبر آباد سے دار الاقبال بھوپال مین خیر و عافیت کے ساتھ ورود فرما
چند روز گزرنے کے بعد صاحبان ذی شان کے اطلاعی خطوط بھوپال مین تشریف
اور جشن مسرت مین شریک ہونے کے متعلق آنا شروع ہوئے۔

جناب جنرل سر ہنری ڈیلی صاحب بہادر اور جناب کرنل کنکیڈ صاحب بہادر

اُس ایجنٹ بھوپال نے ایک ایک خریطہ خط بنام والاجاہ اور رئیسۂ عالیہ مورخہ
دسوم جنوری ۱۸۷۷ء ارسال کرکے سترہ ضرب سلامی کی رسم مبارکباد ادا کی
بہ تحریر فرمایا کہ یہ سلامی خاص نواب صاحب بہادر کی ذات کے لیئے ہے۔
کسی دوسرے شخص کے واسطے مقرر نہوگی۔

ترتیب جشن

اسی وقت سے جشن کی دھوم دھام شروع ہوگئی۔ اور کارپردازان ریاست
نام ضروری احکام صادر ہوئے۔ مہمانون کے لوازم مہمانداری اور قیام و آسائش کیلیئے
بجا پر تکلف شاندار خیمے نصب کیئے گئے۔ افواج ریاست کو جدید قسم کی وردیان
تقسیم ہوئین۔ قلعہ فتح گڈھ بالا قلعہ۔ قلعۂ کہنہ۔ شفاخانہ مدارس توشک خانہ اور
کات عدالت وغیرہ آراستہ کیئے گئے۔ جہانگیر آباد کی کوٹھی اور نور باغ رنگ برنگ کی
لکاریون سے اور طرح طرح کے سرسبز و شاداب پھولون کے گملون سے اور رنگ برنگ
فرش فروش اور شیشہ آلات سے سجا دیئے گئے۔ پریڈ کا میدان درست اور ہموار کیا گیا
ہشتم صفر ۱۲۹۴ھ ہجری کو مہمانون کی آمد شروع ہوئی۔ دوازدہم صفر تک کل مہمانون
اور اُن کے ہمراہیون کی تعداد تقریباً ڈھائی ہزار تک پہونچ گئی۔ سیزدہم صفر ۱۲۹۴ھ ہجری
مطابق ۲۵۔ فروری ۱۸۷۷ء کو وقت صبح جناب جنرل سر ہنری ڈیلی صاحب بہادر ایجنٹ
نواب گورنر جنرل بھوپال مین ورود فرما ہوئے۔ نواب والاجاہ بہادر نہایت شان و شوکت

اور شاہانہ جلوس کے ساتھ صاحب ممدوح کے استقبال کے لیئے حد معینہ یعنی اُل گھاٹ
تشریف لے گئے۔ دو رویہ سوار و پیادہ فوج صف بستہ تھی۔ توپخانہ اسپی باہی
باعلم و نشان قیصری جس پر العزۃ للہ کا طغرائے زرین جلوس کی عظمت و جلال
دوبالا کر رہا تھا۔ جلو مین تھا۔ نواب والاجاہ بہادر چار اسپہ بگھی پر رونق افروز
نواب نظیر الدولہ احمد علی خان بہادر شوہر نواب ولیعہد صاحبہ۔ مدار المہام
محمد جمال الدین خان بہادر۔ میر نور الحسن خان بہادر مرحوم۔ اور کاتب الحروف
بھی ساتھ تھے۔ نظارگیان جلوس کے لیئے یہ ایک عجیب پُر لطف منظر تھا۔ اور ان کو
فضائے آسمانی مین چاند کے اِرد گرد ستارون کے چمکنے کا گمان ہوتا تھا۔ جس وقت
صاحب رزیڈنٹ بہادر نواب والاجاہ بہادر کے قریب پہونچے۔ تو نہایت تپاک کیساتھ
اُن سے مصافحہ کیا۔ پھر چار اسپہ بگھی پر اُن کے ساتھ سوار ہو کر شہر کے بدھوارہ دروازہ
تشریف لائے۔ بعد ازان صاحب ممدوح الشان رخصت ہو کر اپنی فرودگاہ یعنی جہانگیر آباد
کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ اور نواب والاجاہ بہادر نے اپنے دار الامارت کی طرف
مراجعت فرمائی۔ بعد عصر قریب مغرب جناب جنرل ڈیلی صاحب بہادر ممدوح۔ رئیسۂ عالیہ
کے محل پر جلوہ فرما ہوئے۔ اور انعقاد جلسۂ ضیافت کا شکریہ ادا کر کے واپس تشریف لے گئے
دوازدہم صفر کو علی الصباح پھر نواب والاجاہ بہادر تمام اعیان و صنادید ریاست
کے ساتھ اُسی جاہ و جلال اور کوکبۂ شاہجہانی اور دبدبۂ سکندری کے ساتھ جناب
جنرل ڈیلی صاحب بہادر ممدوح کی ملاقات کے لیئے تشریف لے گئے۔ اسسٹنٹ صاحب بہادر

ذیشان عملۂ محتشم ایجنسی بھوپال اور رزیڈنسی اندور کی معیت مین صاحب ممدوح الشان
واب سے حدِ معینہ تک خیر مقدم کی رسم ادا کی۔ جب سواری کا شاندار جلوس جہانگیر آباد
ھی کے متصل پہونچا۔ تو سترہ ضرب توپون کی سلامی سر ہوئی۔ گارڈ آف آنر نے
سلامی ادا کی۔ پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر نے نواب والاجاہ بہادر کو بگھی
تارا اور جناب جنرل ڈیلی صاحب بہادر نے لب فرش تک استقبال کیا اور مصافحہ
عد مقام تک لے گئے۔ بعد مزاج پرسی دیر تک دوستانہ گفتگوئے مہر و اتحاد
ی رہی۔ قریباً ایک گھنٹہ ٹھہر کر نواب والاجاہ بہادر نے اُسی جاہ و جلوس کیساتھ
اودت فرمائی۔ سیزدہم صفر کو جنرل صاحب بہادر اور چند صاحبان عالیشان نواب والاجاہ
ادر کے ہمراہ سوار ہو کر شہر نو تعمیر شاہجہان آباد مین رونق افروز ہوئے۔ اور
ل صاحب بہادر ممدوح نے اپنے دست خاص سے دربار قیصری کی یادگار مین محل فیض گنج
ک بنیاد رکھا۔ اسی تاریخ کی شام کو رئیسۂ عالیہ کی جانب سے جہانگیر آباد کی کوٹھی مین
م صاحبان عالیشان کو خطاب قیصری کے اعزاز مین ایک عظیم الشان پُر تکلف ڈنر دیا گیا
ی لیڈیز اور جنٹلمین ملا کر چالیس کے قریب تھے۔ انواع و اقسام کے اطعمۂ لذیذہ ملکی
دی اور انگریزی۔ طیار کیئے گئے تھے۔ ظروف بلوری و چینی و جرمن سلور وغیرہ
کار میز پر چنے ہوئے تھے۔ اور رنگارنگ کے پھولون گلدستون۔ اور گلدانون سے
کو مزین اور آراستہ کیا گیا تھا۔ بینڈ اپنے طرب انگیز دلچسپ سرون اور خوش آئند
ن سے دلون کو بہجت اور مسرور کر رہا تھا۔ یہانتک کہ شب کے نو بجے علیا حضرت رئیسۂ عالیہ

کمال کرّ و فر اور عظمت و جلالت کے ساتھ جہانگیر آباد کی کوٹھی پر جلوہ افروز ہوئین
نواب والاجاہ بہادر صاحبان عالیشان کے ساتھ میز پر شریک جلسۂ ضیافت اور شر
جامِ نوشی سے محترم مہمانون کا ساتھ دے رہے تھے - جب تناول طعام سے فراغت ہو
تو جناب جنرل سر ہنری ڈیلی صاحب بہادر کھڑے ہوئے اور حسب ذیل اسپیچ دی -

"مین کمال مسرت کے ساتھ نواب بیگم صاحبہ اور نواب صاحب بہادر کی تندر
اور عافیت کا خواہان ہون کہ اُنھون نے خطاب قیصر ہند کی تعظیم مین نہایت
اور فراخ دلی کے ساتھ ضیافت کا اہتمام فرمایا - مین جانتا ہون کہ بیگم صاحبہ کو
سے زیادہ کبھی اِس قدر فرحت حاصل نہین ہوئی ہوگی - جس قدر موجودہ صاحبا
و صاحبات کی تشریف آوری اور مہمانداری سے ہوئی ہے - تمام ضروریات ضیا
اور ہر طرح کی چیز مجرد خواہش کے ساتھ مہتمان ضیافت فوراً مہیا کر دیتے تھے
مہمانداری کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتے تھے - حق مہمانداری پورے طور
ادا کیا جاتا تھا - مین بہت سی جگہ مہمان رہ چکا ہون - اور مین نے مہمانداری ا
ضیافت کے انتظامات دیکھے ہین - اور اُن کو پسند کیا ہے - مگر یہ مہمانداری جو مین
معائنہ کی ہے - نہایت خوشگوار اور دل خوش کن ہے - ہر شب کو ایک تازہ تر
حاصل ہوتا ہے - اور میز پر تناول طعام کے وقت نواب بیگم صاحبہ کا خلوص اور
محبت خاص طور سے نمایان ہوتی تھی - جناب ممدوحہ نے ملکۂ معظمہ کی نسبت اپنا
قلبی کو بہت ہی شائستہ پیرایہ مین ظاہر فرمایا ہے اور مہمانداری کے ذریعہ

است بھوپال اور دولت انگلشیہ کے پیوند دوستی اور محبت مین مُمِد اور معاون
ی ہے) ملکۂ معظمہ کا مرتبۂ اتحاد بہ نسبت سرداران دیگر کے حاصل کر لیا ہے -
معظمہ نے بہت بڑی توجہ فلاح ریاست بھوپال مین مبذول فرمائی ہے - اور گورنمنٹ
حال سترہ ضرب توپون کی سلامی سے جو نواب صاحب بہادر کی عزت افزائی
اُس سے تمام لوگون پر ظاہر ہو گیا ہے - کہ بیگم صاحبہ کا کس قدر عالی درجہ اور بلند
اِس تقریر کے ختم ہوتے ہی نواب والاجاہ بہادر کھڑے ہوئے اُن کے ساتھ ہی تمام
ان عالیشان بھی تعظیماً کھڑے ہو گئے - نواب والاجاہ بہادر نے صاحب عالیشان
ب مین یہ اسپیچ دی "صاحبان ذوی الاحترام - مین اوّل از تہ دل حضور فیض معمور
ضرت ملکۂ معظمہ انگلستان و قیصرۂ ہندوستان کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ حضور ممدوح
و افزائش مرتبہ ریاست بھوپال دربار باعظمت و وقار دہلی مین بوساطت جناب
لقاب معلی القاب لارڈ لٹن صاحب بہادر گورنر جنرل و ویسرائے کشور ہند سترہ ضرب
ان کی سلامی اور تمغہ عطا فرمانے سے تمام قلمرو سلطنت برطانیہ مین میرا رتبہ ہمچشمون
بڑھا دیا - جناب عالیہ اور لارڈ صاحب بہادر ممدوح کے ادائے شکر کے بعد مین
اب والاشان رفیع المکان جنرل سر ہنری ڈیلی صاحب بہادر کا شکریہ ادا کرتا ہون
ان کے زمانۂ حکومت مین یہ مرتبہ عالی مجکو عطا فرمایا گیا - جسکی تقریب خوشی مین آج
ب ممدوح اور دیگر صاحبان عالیشان اور کرنل کنکیڈ صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ بھوپال
ک بزم ضیافت ہین - مجکو امید ہے کہ جناب جنرل صاحب بہادر اور تمام صاحبان موصوف

اسی طرح میرے حال پر نظر لطف و مہربانی مبذول فرماتے رہینگے۔ اور مجکو ہر حال
فرمانبردار سلطنت برطانیہ اور مطیع گورنمنٹ جنابۂ عالیہ کا تصور فرمائینگے"۔ اس
جناب جنرل ڈیلی صاحب بہادر نے اپنی زبان صداقت ترجمان سے نواب والا
کے حسن انتظام ریاست بیدار مغزی۔ حزم و دانائی اور مستعدی کی غایت درجہ
کی۔ اور ریاست بھوپال کی نسبت قیصرۂ ہند کی خصوصیت و عنایت کا اظہار
اور فرمایا کہ "سرکار بھوپال کی خوش انتظامی ضرب المثل اور مشہور آفاق ہے۔ اور
ایک عزت عظیم اور مرتبۂ جلیل ہے۔ جو محض آپ کے علم و فضل اور خوش قلمی اور
جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ جو آپ نے ریاست بھوپال کے بند و بست مین کی ہے
کر رہین آپ کو رئیس بھوپال جانتا ہون۔ آپ مین اور نواب بیگم صاحبہ مین کوئی
نہین سمجھتا۔ بالتحقیق معاملات ریاست مین آپ ہی سے مین گفتگو کرنا پسند کرتا ہون
سنین ماضیہ مین آپ سے متعدد مرتبہ ملاقات کرنے کا موقع ملا ہے۔ اور جب سے کہ مین
سے واقف ہوا ہون مین نے آپ کو بہت ہی سنجیدہ کاردان اور ذی فہم پایا ہے
نواب والاجاہ بہادر نے۔ رئیسۂ عالیہ کی لکھی ہوئی اسپیچ حضار مجلس کو سنائی۔ تمام صاحبان
عالیشان اختتام اسپیچ کے وقت تک تعظیماً کھڑے رہے پھر نواب والاجاہ بہادر نے
عطر و پان اور ہار زرتار تقسیم کیئے۔ صاحبان ذی شان نے محظوظ ہوکر رئیسۂ عالیہ اور
نواب والاجاہ بہادر کا جام صحت نوش فرمایا۔ اور رخصت ہوئے۔ سیزدہم صفر کو شام
کے وقت نواب والاجاہ بہادر نے بذات خاص علیا حضرت قیصرۂ ہند کے خطاب

مین جناب جنرل صاحب بہادر اور صاحبان عالیشان کو نہایت شاندار ڈنر دیا۔
بعد فراغ طعام تمام صاحبان عالیشان نے نواب والاجاہ بہادر کا دلی شکریہ ادا کیا
اور جناب کرنل کنکیڈ صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ بھوپال نے کھڑے ہوکر حسب ذیل
اسپیچ دی۔
"لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔ مین ہر لحظہ نواب والاجاہ بہادر کی صحت و عافیت کا خواہان
رہتا ہون اور یہ کہنا چاہتا ہون کہ نواب بیگم صاحبۂ عالیہ اور اُن کے شوہر والا گوہر
اور تمام خوان سالاران ضیافت نے جیسا کہ چاہیے تھا حق مہمانداری ادا کیا ہے اور
تمام صاحبان و خواتین ذیشان کو ممنون فرمایا ہے۔ ان سب سے بالاتر نواب صاحب بہادر
کا ادائے شکر و سپاس واجب ہے۔ اس لیئے کہ آنجناب ریاست بھوپال کے خیر خواہ اور
ہر حال مین نواب بیگم صاحبہ کے معاون خاص ہین۔ اور باعتبار تہذیب اخلاق اور
مسائل علمی کے یگانۂ آفاق ہین۔ آپ کی تالیفات و تصنیفات مشہور و معروف عالم ہین۔
مین نے بچشم خود کارکنان مطبع ریاست کو آپ کی کتب مصنفہ کے انطباع مین سرگرمی
کے ساتھ مستعد و مصروف دیکھا ہے آپ نے قرآن کریم کی تفسیر عربی زبان مین جو چار مجلد کلان
مین ہے اپنے ہاتھ سے نہایت خوش خط لکھی ہے۔ دربار دہلی کے موقع پر بھی آپکی کتب مصنفہ
مدارس عربی مین داخل کرنے کے لیئے ارسال ہوئی ہین۔ اور ایک جلد اپنے تالیفات کی
آپ نے ہز اکسلینسی لارڈ لٹن صاحب بہادر ویسرائے ہند کی خدمت مین بھی ہدیۂ پیش کی
ہے۔ جسکا ذکر جنرل ڈیلی صاحب بہادر فرمائینگے۔ مین اس وقت دلی مسرت کے ساتھ

فیاض زمان نواب صاحب بہادر کو تصنیفات کی مبارکباد دیتا ہون۔ مین اُن کی
اور شکریہ صرف اس لیے ادا نہین کرتا کہ وہ نواب بیگم صاحبہ کے شوہر والا گوہر ہین
مین اُن کا مہمان ہون۔ بلکہ اُن کی شائستگی اخلاق احسان ذاتی اور کمالات علمی سے
نواب صاحب ممدوح کا ثناخوان بنا دیا ہے"۔ جب تقریر ختم ہو چکی تو والاجاہ نے
تمام صاحبان ذیشان اور صاحبات عالیات کو عطر و پان تقسیم کیا اور ایک ایک ہار
گلے مین پہنا کر تمام مہمانون کو ایک ایک کارچوبی کام کا بٹوہ جس مین طلائی اور نقرئی
ورق کی الائچیان تھین تحفۃً دیا اور تمام مہمانون نے بکمال شادمانی شکریہ ادا کیا
شانزدہم صفر کو رئیسۂ عالیہ نے سیرگاہ اور تمام ایوانہائے شاہی کو شیشہ آلات اور
فرشہائے گرانبہا سے بطرز نو آراستہ فرمایا۔ اور تمام مہمانان محترم کو بزم عیش و طرب مین
شریک کر کے خانگی ایشیائی تکلفات اور سامان جاہ و حشم کا بہترین نمونہ دکھایا۔ اور تمام مہمانون
کو ایک ایک شبیہ رئیسۂ عالیہ نے اپنی۔ اور نواب والاجاہ بہادر کی تحفۃً بطور یادگار محبت
مرحمت فرمائی۔ جن پر فارسی اور انگریزی مین دستخط خاص اور مہر ثبت تھی۔ پھر سب کو عطر و پان
اور پھولون کے ہار پہنا کر وداع کیا۔ ہفتدہم صفر کو تمام صاحبان عالیشان
بھوپال سے روانہ ہو گئے۔ اور نہایت خیر و خوبی کے ساتھ تقریب جشن اختتام
کو پہونچی۔

عطائے تمغۂ و ورود فرمان عالیشان منجانب دار الخلافت علیہ عثمانیہ حرسہا اللہ تعالے بالامن والعافیہ

آخر سال ۱۲۹۵ ہجری مین خدائے قادر ذوالجلال کی مہربانی اور گورنمنٹ برطانیہ عظمیٰ
کی الطاف سے نواب والاجاہ بہادر کو ایک اور مزید عزت و وقار کی بشارت سلطنت اسلامیہ
کی دولت علیہ عثمانیہ کے جانب سے پہونچی۔ اور سارے شہر مین آفتاب عالمتاب کی روشنی
کی طرح ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی۔ کہ اعلیٰ حضرت جلالتمآب ہز مجسٹی
سلطان عبدالحمید خان غازی نے ریاست بھوپال کی حمیت اسلامی اور استمداد بیوگان
و یتیمین ترک کے صلہ مین جو ہنگام جنگ روم و روس ظہور مین آئی۔ اور تفسیر فتح البیان
مولفۂ نواب والاجاہ بہادر کو اعلیٰ حضرت سلطان المعظم نے ملاحظہ فرما کر اور محظوظ ہو کر
علیا حضرت رئیسۂ عالیہ کے لئے تمغۂ شفقت۔ اور نواب والاجاہ بہادر کے لئے تمغۂ مجیدی
درجہ دوم اور مدارالمہام منشی جمال الدین خان بہادر کے لیے تمغۂ درجہ سوم اپنے فرامین
عالیشان کے ساتھ روانہ کیا ہے۔

چہاردہم جمادی الثانی ۱۲۹۶ ہجری کو پنجشنبہ کے دن بارگاہ خلافت سے وہ سب تمغے
اور فرامین شرف آگین کمال احترام و احتشام کے ساتھ دار الاقبال
ریاست بھوپال مین پہونچکر باعث شرف و افتخار ریاست اور نور افزائے چشم ارباب
بصیرت ہو گئے۔

انعقاد دربار گہربار

ریکسٹہ عالیہ نے اس تقریب سعید کی مسرت میں ایک عظیم الشان دربار جشن منعقد فرمایا۔ اور تمام اہل دربار اور نظارگیان جشن کے سامنے تمغائے شاہی کو سر دربار ریکسٹہ عالیہ اور نواب والاجاہ بہادر اور مدار المہام صاحب بہادر نے زیب گلو فرمایا اور فرمان جلالت نشان کو پڑھکر سنایا۔

فرمان جلالت نشان اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم خلد اللہ ملکہٗ

از نوابۂ ہند رئیسۂ خطۂ بھوپال سیدۃ المخدرات اکلیلۃ المحصنات شاہجہان بیگم دامت عصمتہا۔ چون شوہر عالی گوہرش افتخار الاعالی والاماثل مستجمع المعالی والمفاخر صدیق حسن خان دام علوہ با وصاف ممدوحہ و مقبولہ متصف بذات معالی صفات است در حق بزرگواریش اعتبار و توجہ شاہانۂ ما راست برائے دلالت از جانب سنی الجوانب ملوکانۂ ما از دوم رتبۂ نشان ذی شان مجیدی یک قطعہ بجناب مشار الیہ عطا شدہ۔ این برات عالیشان ما تصدیر شد۔ حرر فی الیوم العشرین من شہر الربیع الاول سنہ ست و تسعین و مائتین والف الہجرۃ انتہیٰ۔

خط عظمت نمط سید خیر الدین پاشا صدر اعظم

بعد از حمد خدائے متعال کہ تجلی از نیش بر صنوف عباد و طور اطوار بظہور آید و تخمیر عقول کردہ است و تجلی خاص علم و عرفان کہ صاحبش با علائے درجات انسانیت و مروت مترقی و مشرف گند بر خواص شان ذاتی فرمودہ و پس از صلوٰۃ بے ہمال کہ مر ناطق انا افصح من نطق بالضاد مزاوار است عرضداشت این معظم قدر آن عالی جناب کہ خیر الدین نام است با نادی فیض مبادی آن وارث سر محمدی و مظہر علوم شرع احمدی الاذکی جلیل ملکہ بھوپال و افضل ارباب فضائل و کمال سیادت پناہ و دیانت اکتناہ رازی فر و زمخشری قلم بیضاوی فہم و واحدی علم مقتدائے اہل تحقیق سید صدیق حسن جعل اللہ تعالی سعیہ فی تفسیر القرآن مشکورا و عملہ فی جمیع الاعانۃ ارسالہا برورا کہ چون صیت جمیل فضائل آنجناب در اقصائے مغرب بسامعۂ این مخلص معظم قدر اہل معارف رسیدہ بود و محبت فواد موزون نمائے فحوای الاذن تعشق قبل العین احیانا شدہ بود بعد از ورود این اخلاص شعار بدربار شوکت قرار خلافت اسلامیہ امتثالا لامر ظل اللہ المنان کہ بر ذمت امت محمدیہ اقدم فرائض است و تشرف یافتن بہ مسند جلیل وکالت خلیفۂ پیغمبر آخر الزمان چنانچہ مساعی مخلص مشتاق ہمداری آبدار مدائح و تمہ تان در عقد جمعیت محترمہ با شعار کہ بعنوان انجمن اسلام در مکارم و عوارف خود شرف امتیاز داشتہ است چنان می رسد کہ از صافیتش صفوت و محبت حاصلۂ فواد متضاعف شد زیرا کہ این ہمت و ہمداری است

دمشائش معرفت مآل حکمت اشتمال انما المومنون اخوة است لابد صدورش از…
تراست مرقد شناسان اخوت اسلامیہ وقیمت بنیان اتحاد دینیہ را مانند آن…
سرائر دین محمدی کہ نکتۂ حقیقت العلماء ورثة الانبیاء ہمان این است و مامول…
ارجمندان اسلامیہ وخصوصاً از علماء ذوی الاقتدار اہل ایمان جہان چنان…
باکمال خلوص دل راست بگوئیم کہ از چنین طور عالی العال ہمت چنان شادمان و…
شدہ بودم کہ براہ اخلاص وساحۂ بیان اورا بامکان اختصاص نیافتہ بود…
این سرور ارادۂ سنیۂ حضرت خلافت پناہی شرف صادر بودہ کہ از ممنونیت
ہمایونش مر آن حمیت آن اصحاب اعانات را آگاہی دہم شک نیست کہ مبداء ان
اثر دیانت مندی چون حصول تاثیر نصح فضیلت تان است ورغبت گران قیمت
ملکۂ عصمت نشان دخواص شان شاد حصول التفات جہان درجات حضرت خلافت پناہی
برحق استیمال تان عالیشان چنان حصول نمود کہ برائے حضرت عصمت منقبت ملکہ ذوات عرافت آ…
مآن رود وزیر وسفیر شان باین نسبت متوازن شدپس برائے آن تفرمودند کہ برائے جہار جناب عالی ہم
چنین تشریفات بادشاہی ادا نمایم کہ لائق شان وشوکت شان شدہ تاکہ شایان تر نمودہ
بقدر آن التفات عالیہ شان فلہذا امتثال امر مطاع خلافت پناہی کردہ ام وبامر
ہمایون خلافت پناہی کہ نوشتہ بود بجانب معالی مناقب ملکہ جہار نشان از رتبۂ تفاوت
وجہار برات شان کہ طرف سفیدنامۂ ہمایون بمہر مخصوص بادشاہی وبالائے علیائے برات
وطغرائے غرائے خلافت پناہی مختوم وموشح اند بنادی فضائل بہادی آنجناب عرافت آل فرستادم

…ارم اخلاق ہاشمیت آن رازی ہم امید واثق این است کہ آن نشانہا
…ورا اشارا ہدیۂ خلیفۂ اسلامیہ شمارید وبکمال تعظیم قبول وبار یابش کہ ہر یک برات
…سا وار بابش نوشتہ بود عطا کنید واین مخلص را ہم از خاطر عاطر فراموش نہ فرمائید
…دیامن عافیت زندگانی خود شادمان فرمائید والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
…ربیع الآخر سنہ ۱۲۹۶ الہجرۃ خیر الدین -

بعد ختم فرمان تمام صنادید ملک وداعیان ریاست نے مبارک باد دی لفارگیان جشن نے غلغلۂ مسرت بلند کیا۔ شعرائے پائے تخت نے قصائد وقطعات تاریخی تہنیت میں پیش کئے۔ پھر تقسیم عطر وپان اور ہار کے بعد دربار برخاست ہوا۔ مولانا محمد عباس صاحب رفعت مرحوم نے تاریخ عطائے تمغہ کے متعلق قطعۂ ذیل نذر کیا۔

قطعہ

نواب فلک مرتبہ صدیق حسن خان	یاقوت درخشندۂ اکلیل سیادت
در دہر چو خورشید نظیرش نتوان یافت	در دانش و در علم و کمالات وشجاعت
سلطان سلاطین زمان بادشہ روم	بخشید بوے تمغہ مجیدی زعنایت
زین مژدہ دل اہل صفا گشت طربناک	زین آب نخل اہل وفا یافت طراوت
تاریخ ورودش بدل آمد کہ نویسم	از جودت فطرتی خود و عین ذکاوت

عیسٰی زفلک گفت کہ بروقت تو پوشیں		بے تعمیہ و تخرجہ تمغائے ہما
		۹۶ ۱۲ھ

باردیگر سفر کلکتہ

اِس جشن عظیم کے دو ڈھائی سال بعد ۱۸۷۹ء کو کرنل کنکیڈ صاحب بہا
پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال نے رئیسۂ عالیہ سے خواہش کی کہ بعض والیان ریاست
درخواست دیکر ہزاکسیلنسی لارڈ لٹن صاحب بہادر ویسرائے ہند سے شرف ملاقا
حاصل کیا ہے۔ اگر آپ بھی جناب لارڈ صاحب بہادر موصوف سے شرف نیاز حاصل
تو بہت اچھا ہے۔ رئیسۂ عالیہ نے اُن کا مشورہ پسند فرماکر ہزاکسیلنسی سے شرف نیا
حاصل کرنے کی استدعا کی ویسرائے نے اِس کو نہایت خوشی کے ساتھ منظور فرمایا
رئیسۂ عالیہ نے اُسی وقت تیاری سامان سفر کے متعلق احکام صادر فرمائے
چہارم ربیع الآخر ۱۲۹۶ہجری مطابق ۲۳ فروری ۱۸۷۹ء مع نواب والاجاہ بہادر
و نواب ولیعہد صاحبہ و اخوان و ارکان و خدم و حشم نہایت تزک و احتشام کے ساتھ
بھوپال سے کلکتہ روانہ ہوئین۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے جانب سے تمام لوازم جہانداری
ادا ہوئے۔ یازدہم ربیع الآخر کو بخیر و عافیت کلکتہ کے ہوڑہ اسٹیشن پر رئیسۂ عالیہ
نے نزول اجلال فرمایا۔ ہزاکسیلنسی ویسرائے کے جانب سے انڈر سکرٹری
صاحب اور ایڈی کانگ لارڈ صاحب بہادر ممدوح نے مراسم استقبال ادا کئے
گارڈ آف آنر صف بستہ کھڑا تھا اُس نے باقاعدہ سلامی دی قلعۂ فورٹ ولیم سے

اکیس ضرب توپ سلامی کی سر ہوئین۔ رئیسۂ عالیہ نے سرکلر روڈ پر ایک عالیشان
کوٹھی مین جو ہزاکسیلنسی ویسرائے کی جانب سے تجویز ہوئی تھی قیام فرمایا۔
شام کے وقت انڈر سکرٹری صاحب ویسرائے۔ اور کپتان صاحب بہادر۔
ویسرائے کے جانب سے رئیسۂ عالیہ کی فرودگاہ پر تشریف لائے۔ اور رسم
مزاج پرسی ادا کی بعد ازان گورنمنٹ ہند کے فارین ڈپارٹمنٹ سے دو پروگرام
عالی جناب لارڈ صاحب بہادر کی ملاقات کے متعلق رئیسۂ عالیہ کے پاس پہونچے۔
اُن مین رئیسۂ عالیہ کے نمبر نشست کے بعد والاجاہ بہادر کا نمبر رکھا گیا تھا۔ یہ امر
ناگوار خاطر نواب ولیعہد صاحبہ پر گران گزرا۔ اور اُنھون نے والاجاہ بہادر کو بُلا کر
تبدیلی نمبر کے متعلق استفسار کیا۔ والاجاہ بہادر نے کہا کہ "نمبر نشست کے بارہ مین
کوئی تحریک تحریراً یا تقریراً منجانب ریاست نہین کی گئی۔ جو پروگرام آیا وہ بجنسہ
بھیجدیا گیا"۔ صاحب بہادر کو جب اِس کی اطلاع ہوئی تو وہ تشریف لائے۔
اور اُنھون نے فرمایا کہ نواب صاحب آپ کے والدین۔ اگر آپ کی نشست اُن
کے بعد رکھی گئی۔ تو چندان مضائقہ نہین۔ نہایت افسوس ہے کہ اِسی قسم کے
بعض نا ملائم اسباب جو رئیسۂ عالیہ کے ابتدائے عقد ثانی کے وقت سے پیدا ہوگئے
تھے۔ مابعد کے واقعات نے اُن مین خواہ وہ کیسے ہی بقصر قاصر اور اضافی ہون
نہ ذاتی ہو اور اضافہ کردیا۔ اور عام سکون و شادمانی کو عالم آشوب رنج و غم
سے بدل دیا۔ لیکن کَضَیْنَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ کے سوا کیا چارہ ہے۔ بہرحال رئیسۂ عالیہ

پروگرام کے مطابق ٹھیک چار بجے گورنمنٹ ہوس کے جانب روانہ ہوئین۔ نواب
والاجاہ بہادر۔ نواب ولیعہد صاحب۔ نواب نظیرالدولہ احمد علی خان بہادر
مرحوم۔ میان عالمگیر محمد خانصاحب اور کاتب الحروف ہمرکاب تھے۔ اسی دربار کے
موقع پر رئیسۂ عالیہ نے میان عالمگیر محمد خانصاحب۔ میان صدر محمد خانصاحب مرحوم۔ میان
نورالحسن خانصاحب مرحوم اور کاتب الحروف کو تمغۂ طلائی جس پر اسم مبارک نواب
شاہجہان بیگم صاحبہ کا حرف "شین" منقوش ہے اپنے دست مبارک سے عطا کیا
تھا۔ جب سواری ایوان گورنری کے زینہ تک پہونچی تو ہزاکسلنسی کے فارین سکریٹری
اور ملیٹری سکریٹری صاحبان نے زینۂ پائین تک استقبال کیا۔ اور گارڈ آف آنر
نے سلامی دی۔ اور اُنیس فیر توپ کے سر ہوئے۔ لب فرش تک بذات خاص
ویسرائے ہند خود تشریف لائے۔ اور مصافحہ کیا۔ پھر والاجاہ بہادر سے ہاتھ ملایا
اور نواب ولیعہد صاحب سے گفتگو کرتے رہے۔ بعد ازان مطابق نمبرہائے نشست
سب لوگ اپنی اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ ہزاکسلنسی نے نہایت تپاک اور
خوش اخلاقی کے ساتھ "خوش آمدید کہا" اور رسمی و عرفی گفتگو کے بعد حسب قاعدہ
دربار برخاست ہوا۔ اور رئیسۂ عالیہ فرودگاہ پر واپس تشریف لائین۔ پندرہ ربیع الاول
کو ہزاکسلنسی ملاقات بازدید کے لیے فرودگاہ رئیسۂ عالیہ پر تشریف لائے
نواب والاجاہ بہادر نواب نظیرالدولہ بہادر۔ میان عالمگیر محمد خان اور راقم الحروف
نے ایوان گورنری تک رئیسۂ عالیہ کی جانب سے استقبال کیا۔ مطابق قاعدہ

بعد سلام اور مزاج پرسی رئیسۂ عالیہ نے تاریخ بھوپال اور چند تحائف نادر پیش کیے
ہزاکسلنسی نے بکمال مسرت خندہ پیشانی کے ساتھ اُن کا شکریہ ادا کیا۔ اور
بعد ادائے مراسم عرفی مراجعت فرمائے ایوان گورنری ہوئے۔ رئیسۂ عالیہ
بروز روانگی بھوپال ہزاکسلنسی اور لیڈی لارڈرین صاحب بہادر سے رخصت ہونے
کے لئے ایوان گورنری مین تشریف لے گئین۔ ویسرائے اور لیڈی صاحبہ نے
خدا حافظ کہا اور انڈر سکریٹری صاحب وایڈی کانگ صاحب اور
فارین سکریٹری صاحب نے اسٹیشن ہوڑہ تک مشایعت کی۔ اس سفر مین ایک لاکھ
دس ہزار روپیہ صرف ہوئے۔

تالیفات مؤلف مآثر صدیقی

شرعیۃ الاسلام

مشہور رسالہ درۃ العباسیہ کا اُردو سلیس عام فہم ترجمہ جسکو مصر کے فاضل سید محمد آفندی نے بحکم وزیر سررشتہ تعلیمات مصر تالیف کیا اور اس کو خدیو معظم عباس حلمی پاشا کے نام نامی پر معنون کیا اس کتاب مین عقائد اسلام کی تعلیم سوال و جواب کے پیرایہ مین دیگئی ہے مصر اور ہندوستان کے مدارس مین داخل نصاب ہے کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ قیمت ۸ر

انتظام خانہ داری

خانہ داری کے ابتدائی اُصول خانگی مجلس، اسراف، بخل، کفایت شعاری، حُسن سلوک، میان بیوی کے تعلقات حقوق زوجیت بیجا رسوم وغیرہ وغیرہ ضروری مضامین بیان کئے گئے ہین قیمت ۲ر

اسلام اور اسکے طریقہ عبادت

یہ کتاب عنوانات ذیل پر مشتمل ہے ہندوستان مین تقریب وزرہ کشائی کے متعلق لوگون کا خیال، عبادات اسلامی کے فوائد، قانون قدرت سمجھنے مین لوگونکا غلطی کرنا، انسان اور خدا سے روح کا تعلق، نماز کے فوائد و احکام، قومی ترقیون کا راز، وغیرہ وغیرہ قیمت ۲ر

فطرۃ الاسلام

اس کتاب مین تمام مہمات مسائل کو آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور مستند دلائل سے بڑی جامعیت کے ساتھ سوال و جواب کے پیرایہ مین اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بخوبی سمجھ لے اور اسکا دل مطمئن ہو جائے یہی وہ کتاب ہے جو اس قرن کی انوکھی تصنیف کہی جاسکتی ہے جیسا کہ وکیل اخبار مطبوعہ ۱۹۱۰ء وغیرہ نے لکھا ہے یہی وہ کتاب ہے جسمین یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ مذاہب موجودہ مین صرف مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو بالکل عقل و فطرت کے موافق ہے اور ہر طرح کی مادی اور روحانی ترقیون کا سرچشمہ ہے اسکا مطالعہ ہر شخص کے لئے خصوصاً گریجویٹ اور طلباے مدارس کے لئے نہایت ضروری ہے منشی رحمت اللہ صاحب رعد کے نامی پریس مین نہایت اہتمام سے یورپی فنشن کاغذ پر چھپی ہے قیمت غیر مجلد ۱۲ مجلد ۱ر

دیندار و دنیادار

ضروری مسائل کی تعلیم طلباے مدارس کے لئے بہت مفید ہے قیمت ۱ر

إن في تذكرة لمن شاء اتخذ إلى ربه سبيلا

مآثرِ صدیقی

موسوم بہ

سیرتِ والاجاہی

حصۂ سوم

یعنی

سوانح وحالات خاندانی امام المحدثین وزبدۃ المفسرین آبی ومولائی امیرالملک والاجاہ نواب سید صدیق حسن خان حسینی البخاری قنوجی شوہر رئیسہ خلد مکان علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ۔ جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے ریاست بھوپال تغمدہ اللہ بالرحمۃ والرضوان

تالیف

ابو نصر سید محمد علی حسن خان المخاطب بہ صفی الدولہ حسام الملک صانہ اللہ تعالے عن شرور الزمان

باہتمام تام کیسری داس سپرنٹنڈنٹ مطبع
مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں چھپی

اشاعتِ نو ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء جمعیۃ اہل سنۃ لاہور

صحت نامہ کتاب آثر صدیقی حصہ سوم

نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح
١	٨	مستول	مستولی	١٦	١١	مزّین	مُزَیَّن
٢	٥	قابلیت	قابلیت	حاشیہ	١٥	١٧ صفر ١٢٨٥ھ	١٧ صفر ١٢٨٦ھ
٥	١	طریقہ انتخاب	طریقہ انتخاب	٢٢ ٤	١	صفحہ ٩٠	صفحہ ٢٠
٠	١٠	رعایاکی	رعایاکے	٢٣	١٠	جسقدر رشوت	جسقدر رشوت
٨	٢	قیاصرہ	قیاصرہ	٢٥	١	پرگنہ	پرگنے
٨	١٦	تشم	پیہم تشم	٢٥	٩	پرگنہ	پرگنے
١٠	٤	دور دور	دور دورا	٢٦	٩	رگھا	رکھا
١٠	١٢	بدانیون	بدامینون	٢٧	١	پرگنہ	پرگنے
١٠	١٣	کہنہ وخرسوہ ودیار	کہنہ وخرسوہ و دیار و	٠	٠	دیپ پور	دیپ پورہ
		ومنازل خالی	منازل خالی	٣٢	١	با	یا
٠	٠	دوُل	دول	٣٦ حاشیہ	١٩	صفحہ ٩٥	صفحہ ٦٥
١١	١٦	بادشاہ فرخ سیر	بادشاہ فرّخ سیر	٤١	١٦	دیا	دیا
١٢	٢	ہرگاؤن	ہرگانون	٤٤	٤	کرتا	کرنا
١٣	٢	ابواب	ابواب	٠	١٣	نلام	نیلام

نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح
۴۴	۱۴	رسیدین سلیجانین	رسیدین لیجانین	۸۸	۲	طلبہ ہندوستان	ہندوستانی طلبہ
۵۰	۶	اور	بعد	٭	۴	استدعا یر	استدعا پر
۵۱	۱۶	فیصلۂ فریقین	فیصلہ فریقین	۹۸	۶	عیدین پر	عیدین
۵۲	۸	رویہ ترقی	رو بہ ترقی	۱۰۳	۱۴	اب ابھی	اب بھی
٭	۱۲	نو	تو	۱۱۱	۵	و مالبات	وطالبات
۵۳	۲	نہین	تہین			وَالْمُعَاصَرَةُ	وَالْمُعَاصَرَةُ
٭	۷	مع علمائے منصرم	مع علمائے منصرم	۱۱۶	۱۱	اَفْضَلِ الْمُنَاظَرَة	اَفْضَلُ الْمُنَاظَرَة
۶۲	۱۶	یعی	یعنی	۱۱۷	۱۶	ثول	قول
۶۶	۱	مصارف وظائف	مصارف و وظائف	۱۱۸	۱۳	خوفناک	خوفناک
۶۸	۲	کرنے	کرنیے	۱۲۰	۹	جاوے	جائے
۷۲	۱۵	دری باقی	دری بانی	۱۲۱	۱۳	علما سن	علما سُنن
۷۳	۱۷	مَرْقَدِھا	مَرْقَدَھا	٭	۱۵	رار	ہوا
۷۴	۹	مرار	مزار	۱۲۲	۳	جنکے	جنکے
۷۵	۴	مزار	مزار	٭	۱۳	کیا لیا	کیا گیا
۷۶	۱۶	خَیْزَ	خَیْزُ	٭	۱۵	اسلاف	اسلاف
٭	٭	اَوْسَطَھَا	اَوْسَطُھَا	۱۲۴	۱	انقلاب	انقلابات
۷۷	۱۲	حمام	حمّام	٭	۷	نواب	نواب
۸۲	۱۶ حاشیہ	ابتدا	ابتدا	۱۲۶	۹	اوّل اوّل	اوّل اوّل

نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح
[illegible]	۱۱	شب وشتم	شب و شتم	۱۴۹	۷	سُنَّةَ	سُنَّةُ
[illegible]	۱۲	ر	لو	٭	۱۵	ظَلِ یَقْتَنَا	ظَلَّ یَقْتُنَا
[illegible]	۱۵	ے ساتھ	کے ساتھ	۱۵۲	۴	مرجوع	مرجوح
[illegible]	۹	اِنْ وَمُتْ	وَاِنْ اَمُتْ	۱۵۳	۱	ہجا سکنے	جا سکتے
[illegible]	۴	مجریہ ریاست	مجریۂ ریاست	٭	۷	مولفہ	مُؤَلِّفہ
[illegible]	۹	اوّل	آوّل	۱۵۴	۱۱	یورپ	یورپ
[illegible]	۱۰	لایعنی	لایعنی	٭	۱۳	تجدید	تجدید
[illegible]	۴	یہ من	یہ ہین	٭	۱۷	رہا	رہا
[illegible]	۱۳	نُپر	اُنپر	۱۵۶	۴	اس کی ابتدا	ہے
[illegible]	۱۸	یہ کچھ کم حیرت کی بت	یہ کچھ کم حیرت کی بات	٭	۹	آشنار	اشنار
[illegible]	حاشیہ	اورسی دلس موجہ	اور ایسی دلیل موجہ	۱۵۸	۴	غرص	غرض
[illegible]	۱۸	مروم	مرحوم	۱۶۰	۸	بازر ا	باز رکھا
[illegible]	۱۳	اُوّل	آوّل	۱۶۵	۱	وباے	وبانے
[illegible]	۹	دہنی	دینی	۱۶۸	۴	الزمات	الزامات
[illegible]	٭	کرے	کرنے	٭	۵	ذلقعدہ	ذیقعدہ
[illegible]	۱۰	دخل س	دخل اس	۱۶۹	۴	عزۃ	غرۃ
[illegible]	۱۵	سنان	سلمان	۱۸۰	۵	مرتضے	مرتضٰے
[illegible]	۸	اور ماتریدیہ	ماتریدیہ	٭	۱۳	اوساخ	اوساخ

نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	نمبر سطر	غلط	صحیح
۱۷۷	۱۱	ذی	ذی	۱۹۹	۱۲	ہسد	ہند
۱۷۸	۱۰	بہ اضافہ	بہ اضافہ	〃	۱۲	آہکے	اُنکے
〃	۱۵	ان و	اُن کو	۲۰۰	۶	رت	موت
۱۸۲	۱۷	متسہور	مشہور	۲۰۲	۱۱	جہ	×
۱۸۳	۸	آلتغزیرہ	آلتعزیزہ	۲۰۳	۱۲	جانے	جائے
〃	۱۴	ے	ہے	۲۰۶	۷	طلبہ	طلبہ
۱۸۵	۳	تغدد	تعدد	〃	〃	رین	دین
〃	۱۴	ے	کے	〃	۹	ر	اور
۱۸۷	۱۱	وہ ہی	وہی	〃	۱۵	اِس	اُس
〃	۱۴	وقوع	وقوع	۲۰۷	۹	حس ب	حسب
۱۸۸	۷	تاَلے	تاکے	۲۰۸	۲۲	شبدہ	ستیدہ
〃	۱۷	۔اپریل	۷ اپریل	〃	۳	ناوسا	نامی
۱۸۹	۵	اُنھین کو	اُنھین کے	〃	〃	غریزات	غلّہ خیرات
〃	۹	محمد وعہ	محمد وحہ	۲۰۹	۱	یوسف	یوسفے
〃	۱۱	۔ق۔یر	تقدیر	۲۱۲	۳	میرسان	می رسان
〃	۱۲	ے	سے	〃	۸	تضاسے	قضائے
۱۹۰	۹	ادس	اُس	〃	۱۷	لغانی	یغمائی
۱۹۶	۷	ماشاۃ	ماشاۃ	۲۱۴	۱۶	بن کیا	بن گیا
۱۹۹	۱۰	گورنرجبرل	گورنرجنرل	۲۱۷	۳	شنعلہ	مشغلہ

فہرست مضامین حصۂ سوم

تمہید

حصہ سوم

تمہید

اس حصہ مین ریاست بھوپال کے مختصر تاریخی اور انتظامی حالات کے ساتھ ترقیات عہد شاہجہانی کا ذکر جو سیرت والاجاہ مرحوم کے سلسلہ مین کیا گیا ہے وہ مقاصد ذیل پر مبنی ہے۔

(۱) جو لوگ ریاستون کے مخصوص حالات اور طرز عمل سے واقف ہین وہ سمجھ سکتے ہین کہ اخوان ریاست۔ ارباب رسوخ درباری اشخاص۔ اور عالی مرتبہ عہدہ دارون کا اثر ملک کے نیک وبد عام انتظامی حالت پر کسقدر زبردست پڑا کرتا ہے۔

(۲) والاجاہ مرحوم اور رئیسہ عالیہ خلد مکان مین جو تعلقات زوجیت تھے اور جو رسوخ واثر افکار رئیسہ عالیہ کی طبیعت پر مستولی تھا وہ اثرات بالا سے

کمین زیادہ تھا۔

(۳) رئیسۂ عالیہ احکام شرع متین کے مطابق ایک پردہ نشین خاتون تھین اور وسیع رقبۂ مملکت پر حکمران اور کثیر التعداد مخلوق کے سیاہ و سفید کی مالک تھین اسلئے ضروری تھا کہ انکے دست و بازو ایسے مُشیران ریاست اور عُمّال متدین ہون جو آغاز دور مین اپنی خداداد قابلیت اور دیانت و تدبیر اور خدا ترسی اور خدا پرستی سے حُسن انتظام ریاست ترقی مالیات۔ سرسبزی ملک۔ رفاہ خلق۔ تہذیب اخلاق رعایا اور ازدیاد مراتب ریاست مین کافی امداد و اعانت کر سکین۔

(۴) تمام متمدن ممالک ایشیا۔ و یورپ۔ کی تاریخون کے مطالعہ سے واضح ہے کہ ہر ایک فرمانروائے ملک کے عہد کی ترقیان۔ انتظامی معاملات اور پالسی کے تغیرات اُس فرمانروا کے عہد کے مختلف وزرا اور مشیران سلطنت کی طرف منسوب ہوتے ہین۔

(۵) والاجاہ مرحوم ریاست بھوپال مین نہ صرف وزیر با اختیار کی حیثیت رکھتے تھے۔ بلکہ رئیسۂ عالیہ کی اصل منشا۔ اور احکام گورنمنٹ برطانیہ کی تصریح کے مطابق جنکا حال مطالعۂ واقعات سے ظاہر ہوگا وہ اپنی تجویز و مشورہ سے رئیسۂ عالیہ کے صدور حکم کے بعد تمام کُلاً و جزءً انتظامی اور اصلاحی اُمور ریاست انجام دیتے تھے۔

یہان مجکو یہ بھی ظاہر کر دینا چاہیے۔ کہ اس حصۂ کتاب مین جو انتظامی واقعات اور اصلاحی حالات اُمور ریاست کے لکھے گئے ہین وہ حسب ذیل کتابون سے

ماخوذ ہین۔

(۱) تاج الاقبال تاریخ بھوپال مؤلفۂ رئیسۂ عالیۂ خلد مکان دفتر اوّل و دوم و سوم مطبوعۂ نظامی پریس کانپور۔

(۲) دفتر چہارم تاج الاقبال جو عہد رئیسۂ عالیہ مین مرتب و مدوّن ہو چکا تھا مگر مطبوع نہ ہو سکا۔ اُسکی نقل غیر مکمّل کاغذات والاجاہ مرحوم مین موجود ہے۔ اصل رئیسۂ عالیہ کے دفتر روبکاری مین محفوظ رہی۔

(۳) مؤلفات والاجاہ مرحوم جو چھپکر شائع ہو چکی ہین۔

(۴) والاجاہ مرحوم نے اپنے عہد کے کُل اہم واقعات اپنی قلمی یادداشتون اور بیاضون مین خود تحریر کیے ہین۔ جو میرے پاس موجود ہین۔

(۵) احکام سرکاری اور خرائط و یادداشتہائے حکام عالیشان گورنمنٹ برطانیہ جو دفاتر ریاست اور دار الانشاء وغیرہ مین والاجاہ مرحوم کے عہد نوابی کے متعلق موجود ہین مجکو اُن کی نقلین باضابطہ رئیسۂ عالیۂ خلد مکان کے حکم سے دستیاب ہوئین اور وہ میرے پاس موجود ہین۔

(۶) اسناد و کاغذات دفتر ڈیوڑھی والاجاہ مرحوم و مغفور۔

فقط

حصۂ سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہد امیر الملکی اور مختصر تاریخ ریاست بھوپال

اسلام مین خلافت کا آغاز

صدر اسلام مین حکومت ایک ریاست سیاسیۂ دینیہ ہوا کرتی تھی جس کو قرآن حکیم نے خلافت الٰہی اور وراثت ارضی کے نام سے تعبیر کیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے اعتبار سے وہ خلافت راشدہ کے لقب سے موسوم و مشہور ہے جس طرح یہ بتمام انواع حکومت مین اس لئے سب سے افضل تھی کہ اُس کے ولات اہل کفایت عالم عادل - سالم الحواس اور علم بردار شریعت بیضا بلا وارث ہوا کرتے تھے - اسی طرح اُس کے خلفاء کا انتخاب بھی اپنی نوعیت مین اُن سب طریقون سے افضل تھا جو اس وقت تک متمدن قومون نے اپنی عمرین صرف کرکے دریافت و اخذ کئے ہین ے

مکارم اخلاق و اتمام نعمۃ	نبوۃ تالیف وسلطان غالب

...طریقہ انتخاب طریقۂ جمہوریہ - اور مطلقہ - اور شوریہ - تینون طریقون کا جامع تھا ...شوری اسلیئے کہ جماعت قریش مین سے خلیفہ کا انتخاب بلا حصر و تعیین کیا جاتا تھا اور اس جہت سے کہ یہ انتخاب باہمی مشورہ سے عمل مین آتا تھا مطلقہ اس لیئے کہ ... نفاذ احکام مین مطلق التصرف ہوتا تھا - یہ خلافت راشدہ تیس سال تک قائم رہی اسلام نے جس افضل ترین حکومت کی بنیاد ڈالی تھی اسکی ممتاز خصوصیتین یہ تھین -

(۱) خلیفہ کا باجماع امت منتخب ہونا -

(۲) خلیفہ کا عام حقوق مین تمام مسلمانون کے برابر ہونا -

(۳) ملک کی آمدنی مین ذاتی طور پر اسکو کسی قسم کا حق تصرف نہونا -

(۴) مالک و مملوک اور شاہ و گدا مین قانونی نگاہ سے مساوات قائم رکھنا -

(۵) اُمور ملکی و انتظامی مین رعایا کی بجمیع افراد کو جائز مداخلت اور نکتہ چینی کا حق حاصل ہونا -

(۶) زیادت علم آقامت عدل اعلاء کلمۃ اللہ و شفقت علی خلق اللہ مین مساعی جمیلہ کا قائم و جاری رکھنا -

اس کے بعد جسقدر عہد نبوت سے بُعد و فصل ہوتا گیا - اُسی قدر نوعیت اور ارکان حکومت مین تزلزل اور اختلال پیدا ہوتا گیا - لیکن اُصول و آئین خلافت مین حقیقی تزلزل و فشل اور اتحاد جامعۂ اسلامیہ مین کلی تفرق و تخالف اُس وقت سے نمودار ہوا جب سے کہ فضائل علمیہ کا گوہر درخشان تاج خلافت سے ٹوٹ کر گر پڑا - خلافت عباسیہ نے

شرف علم تفقہ فی الدین اور اجتہاد فی الاصول والفروع سے اپنا تعلق منقطع کر
محض اسم ورسم خلافت پر قناعت اختیار کی۔ اسی زمانہ سے متعدد مذاہب کی
دنیائے اسلام مین بنیاد پڑی۔ اور تیسری صدی سے قوم کی حیات ملّی و منزلی او
تمدنی کے تمام شعبون مین ایک عام اختلاف اور تفرقہ پڑگیا اور اسی وقت سے
حکومت کی تجزی ہوکر خلافت کے پرزے پرزے ہوگئے ۵

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ	چون ندید ند حقیقت رہ افسانہ زد

تقسیم خلافت

بغداد مین خلافت عباسیہ مصر و مغرب مین خلافت فاطمیہ اور اطراف اندلس
خلافت امویہ جدا جدا قائم ہوگئین۔ چنگیز خان کے ظہور اور امیر تیمور گورگانی
استیلا نے سلب و نہب اور قتل و تذلیل کا بازار گرم کردیا۔ اس رستخیز سے اور بھی
اور ہر طبقہ مین جاہ و ہوس و حرص و طمع اور تمرد و طغیان کی وبا ملک کے
ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا دی نئے نئے فرقے ملک و ملت کے دشمن بن کر
اٹھ کھڑے ہوئے ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ سے ایک ملک کو دوسرے ملک سے ایک حکمران کو
دوسرے حکمران سے کوئی غرض یا واسطہ کسی قسم کا باقی نہین رہا ۵

اینک آن دفتر اقبال پراگندہ ببین	اینک آن نسخۂ اسلام مجزّا بنگر

ہر ایک فرمان روائے ملک نے اپنی بڑی سعادت اسی مین سمجھی کہ مین خلیفۂ عصر

سلطان وقت یا والی ملک کے پر فخر خطاب سے مخاطب کیا جاؤن اور کسی ایک حصۂ
ملک پر فرمان روا کی حیثیت پیدا کرون اگرچہ نظم ملک حفظ حقوق رعایا اقتضائے احکام
اور انسداد جرائم مین بھی کامل آزادی اور قدرت تصرف حاصل نہو اسی خود پرستی
تعصب مذاہب اور رکاکت خیالات کے نشو و نما اور متابعت احکام الٰہی کے
فقدان نے مسلمانون کی قوت علمی و سیاسی کو چند صدیون کے اندر پاش پاش کرکے
ان کو نکبت و مذلت کے مہیب غار مین گرا دیا علیٰ شفا جرفٍ ھارٍ۔ ۵

...گھٹتے اثرِ صدق و صفا کچھ نہ رہا	آخری دور مین تلچھٹ کے سوا کچھ نہ رہا

اسلام کا قانون اساسی

جسطرح ہر دستوری حکومت کا ایک قانون اساسی ہوا کرتا ہے اور حکومت کلیۃً اسکی
متابعت پر مجبور ہوتی ہے۔ تمام ملکی معاملات اور انتظامی و قانونی امور اسی اساسی
قانون کی روشنی مین وجود پذیر ہوتے اور سر انجام پاتے ہین۔ اسی طرح دین الفطرۃ
یعنی اسلام نے (جو تمام صداقتون کا جامع ہے) قرآن حکیم کو وراثت ارضی اور
خلافت اسلامی کا قانون اساسی قرار دیا اور مجموعۂ سنن کے ذریعہ سے اس مقدس
قانون کی شرح اور تفسیر کردی۔

شخصی سلطنت کا دور

لیکن جب جمہوری دور خلافت منقرض ہوکر شخصی سلطنت کا دور شروع ہوا

تو ان خصوصیات مین بھی تفرقہ عظیم پڑ گیا خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ جو جمہور قوم کے اتفاق آرا پر محول تھا بجائے اُسکے قیاصرہ اور اکاسرہ کی تقلید مین طریقہ ور[اثت] وضع کیا گیا ۔ امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنا باضابطہ ولیعہد قرار دیا۔ اُسوقت یہ طریقہ عام ہو گیا ۔ اسلام نے طرز حکومت یہ سکھایا تھا کہ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ ۔ (سردار قوم ہمیشہ قوم کا خادم ہوا کرتا ہے) مگر تاجداران سلطنت نے اپنے کو مالک رقاب امم اور اپنی رعایا کو اپنا عبید اور اپنا غلام تصور کیا۔ شریعت بیضا اسلام نے مسلمانون کو تعلیم دی تھی کہ ہر ایک حاکم کو مطیع قانون اور کتاب سُنت کا تابع فرمان رہنا چاہیئے ۔ مگر حکمرانِ عصر نے قانون کو اپنے ہوائے نفس و حرکت لسانی اور گردش قلم کا مطیع و محکوم بنایا اور اپنے کو فرمان قرآن ربّانی سے آزاد تصور کیا

رسول خدا (روحی فداہُ) نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم مین سے ہر ایک شخص راعی ہے اور اپنی رعیت کی جان ومال کی حفاظت کا ذمہ دار اور خدائے ذوالجلال کے سامنے جوابدہ ہے۔ بلا شبہہ مسند آرایانِ حکومت نے اس حکم کی تعمیل تو کی۔ اور اپنی رعایا کے جان ومال کی حفاظت کو اپنا فرض تو سمجھا۔ مگر نہ اس لیئے کہ وہ خدائے احکم الحاکمین کے سامنے اُسکے ذمہ دار اور جوابدہ ہین بلکہ اس لیئے کہ اُن کے زیر دست ہر جائز و ناجائز احکام بجالانے کو موجود رہین اور اُن کا مال و متاع اپنے اور اپنے خاندان کے لیئے افزایش سامان عیش۔ و تنعّم و جاہ و تجمل کیلیئے خوانِ یغما کا کام دے بہرحال شخصی سلطنت کا جو دور اسلام مین شروع ہوا اُسکے مخصوص اوصاف یہ ہین

(۱) حکمران کا بلا اندیشہ باز پرس خود مختار رہنا۔

(۲) دودمان حکومت کا قانونی گرفت سے آزاد رہنا۔

(۳) رعایا کی زبان بندی۔

(۴) اہل مُلک کے حقوق کی کامل حفاظت نہ ہونا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل [حق]وق کو مجلس شوریٰ اور انتظام مُلک مین کوئی دخل نہین ہوتا تھا اور جو لوگ دخیل کار [ہو]تے تھے اُن کو بجز ذاتی رسوخ اور اپنے فائدہ کے غیرون کے حقوق کے ساتھ [چند]ان ہمدردی نہین ہوتی تھی۔

(۵) قومی کامون کے مذاق کا ذاتی اغراض مین جذب ہو کر معدوم ہو جانا۔

(۶) کس مپرسی اور آزادی نہ ہونے کی وجہ سے قابل افراد مُلک کی علمی و عملی [قا]بلیتوں کا برباد ہو جانا۔

(۷) فطری آزادی کا اہل مُلک کے طبائع سے سلب ہو جانا۔

(۸) خوئے غلامی کی ابدالآباد لعنت مین رعایا کا مبتلا رہنا۔

باوجود ان تمام نقائص کے بعض بعض فرمانروایان سلطنت عالم خدا پرست [او]ر ایسے روشن خیال بھی گذرے ہین جنکی عہد سلطنت مین بہت سے آثار خلافت [ر]اشدہ اور برکات و حسنات بھی بطور باقیات صالحات باقی اور جاری رہے ہین۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ؕ

گندم از گندم بروید جو ز جو	از مکافات عمل غافل مشو

دور استبداد شخصی سلطنت کے بعد قیصر ادور استبداد کا شروع ہوا جس کا
ہمیشہ شخصی سلطنتون کے زوال سے وابستہ رہا ہے اِس دور سے خلافت راشد
کے بچے کچھے آثار باقیہ کا بھی قریباً خاتمہ ہوگیا۔ اور بجائے حکومت صالحہ کے ملک عضو
دور دور، شروع ہوا۔

احداث ریاستہائے ہند

ہندوستان میں ریاستون کی بنیاد سلطنت مغلیہ کے ضعف و اضمحلال سے پڑی
اجزائے سلطنت منقسم ہوکر چھوٹی چھوٹی حکومتون کی صورت مین تبدیل ہوگئے۔ اور
ہندوستان مین متعدد جدید ریاستین قائم ہوگئین۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطنت ایک
خانۂ بے چراغ کی طرح ویران پڑی ہوئی تھی اُس کے تیرہ و تار بالا خانون اور تاریک
گوشون مین بجائے انسانون کے درندون نے اپنا گھر بسایا تھا۔ کارکنان سلطنت
مغرور دماغون مین خودسری کی برقی رَو دوڑ رہی تھی۔ سپاہی پیشہ لوگون نے سلطنت
کو ہنگامون اور یورشون کا مرکز بنا رکھا تھا۔ غرض اَمصار و مصانع ویران۔ جبل
معالم کہنہ و فرسودہ دیار اور منازل اُجاڑ تھی۔ دُول و قبائل ضعیف۔ اور حکمران مُبدل اور
پراگندہ حال ہو رہے تھے۔ مُلک مالوہ بھی (جو ہندوستان کا وسیع زرخیز اور
خطہ ہے) بیشتر راجپوت سردارون اور زمینداروں کے غارتگرانہ حملون کا جولانگاہ بنا
تھا۔ اِسی زمانہ مین جبکہ بادشاہ فرخ سیر کے سر پر چتر سلطنت سایہ افگن تھا۔ میرزا

ان بہادر تیراہ علاقۂ افغانستان سے [illegible] ہجری مین بہ تلاش معاش
جلال آباد مین آئے۔ اور پھر وہان سے دہلی پہونچے۔ اور شاہی فوج کے ہمراہ
مالوہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہان اُنھون نے ایک قلیل مدت مین اپنے عزیزون
افغانون کی ایک معقول جمعیت فراہم کرلی۔ اور معتد بہ سرمایہ حاصل کرکے
دلیری اور تہوّر کے ساتھ ملک مالوہ پر قبضہ کرلیا۔ اِس طرح پر ساٹھ ہزار
آمدنی کا ملک یکایک اُن کے تصرف و اقتدار مین آگیا۔ آغاز امارت مین
بیرسیہ (علاقۂ بھوپال) اُن کا مستقر تھا پھر وہان سے جگدیس پور آئے اور
ایک قلعہ تعمیر کیا اور اُس کا نام اسلام شاہ درویش کی خواہش پر اسلام نگر
پھر وہان سے دو چار میل کے فاصلہ پر دو پہاڑون کے وسط مین ایک بڑی
آنگیر کے کنارے پر [illegible] ہجری مین شہر بھوپال کی بنیاد ڈالی اور اُسکے گرد
نہایت مستحکم شہرپناہ اور ایک شاندار قلعہ بنام فتحگڈھ تعمیر کیا۔ اُنھون نے
[illegible] ہجری مین وفات پائی۔

ریاست بھوپال

یہ ایک نوآباد ملک ہے اِس کو قائم ہوئے اِس وقت تک تقریباً ایکسو چرانوے سال
طول اِس شہر کا ایک سو گیارہ درجہ اور عرض تیئیس ۲۳ درجہ ہے۔ حدود اربعہ اسکے

۵ تاج الاقبال فصل اول صفحہ

یہ ہیں۔

جانب مشرق ساگر۔ جانب غرب ریاست اندور جنوب کے سمت ہوشنگ
اور شمال کی طرف ریاست گوالیار واقع ہے ریاست بھوپال کا رقبہ چھ ہزار
چوسٹھ میل مربع ہے امیر دوست محمد خان کے عہد حکومت سے لیکر علیا حضرت نو
شاہجہان بیگم صاحبہ مرحومہ خلد مکان کے عہد فرمان روائی تک ترتیب ذیل
مطابق گیارہ حکمران ہوئے۔ امیر دوست محمد خان۔ نواب یار محمد خان۔ نواب فیض
نواب حیات محمد خان۔ نواب غوث محمد خان۔ نواب وزیر محمد خان۔ نواب نظر محمد
نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ۔ نواب جہانگیر محمد خان۔ نواب سکندر بیگم صا
خلد نشین۔ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ خلد مکان غفراللہ لہما یہ سب قوم
افغان میرازی خیل مین سے تھے۔ اوپر کے بیان سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ ان
ریاستون کی بنیاد اُس زمانہ مین پڑی جب کہ ہندوستان کا ہر گھر فوجی چھاؤ
اور ہر قصبہ۔ اور ہر گاؤن میدان کارزار بنا ہوا تھا۔ گھرون مین خانہ جنگی
اور گھرون سے باہر قسمتون کے فیصلے تیغ و تفنگ کی آتشین زبانون سے صا
تھے۔ امیر و غریب کوئی بھی ظلم و عناد اور طمع ملک گیری کے خونخوار دست برد
محفوظ اور مصئون نہ تھا۔ فرمانروایان بھوپال کو بھی امیر دوست محمد خان
بانی ریاست کے زمانہ سے نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے عہد حکومت تک
جنگ و پیکار سے سابقہ رہا۔ بدامنی اور بے اطمینانی نے فنون سپہ گری

گری کا مذاق عام کر دیا تھا۔ جب نواب جہانگیر محمد خان کا عہد حکومت شروع
ہوا تو اُس وقت سے فراغت معاش اور امن و سکون کے ابواب ملک پر
مفتوح ہونا شروع ہوئے پھر بھی سرکار خلد نشین کے عہد تک کچھ نہ کچھ ڈاکوؤن
اور خانہ جنگیون کا اثر باقی رہا۔ تاریخ بھوپال کے صفحات ان پر آشوب افسانہائے
کہن سے بھرے پڑے ہین۔

گورنمنٹ برطانیہ کو قیام امن کے بارہ مین نواب وزیر محمد خان بہادر اور
ان کے جانشینون نے فوجی طاقت اور زر خطیر صرف کرکے جو قیمتی مدد دی تھی۔
اُس نے اِس ریاست کو اُس کی حیثیت سے بدرجہا بڑھکر گورنمنٹ کی نظر مین
وفادار اور عام و خاص کی نگاہ مین باعظمت اور مشہور کر دیا۔

بھوپال کی سابق تمدنی حالت

جس وقت سرکار خلد نشین نے زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لی اُس وقت
شہر کی حالت ایک معمولی قصبہ سے زیادہ نہ تھی سوائے چار پانچ مکانات سرکاری
اور جامع مسجد کے غریب و امیر سب کے مکانات سفالہ پوش یا خس پوش تھے
گلیان تنگ و تاریک تھین ہندو آبادی زیادہ تھی۔ مسلمانون مین زیادہ تر
افغان اور دیہاتی مسلمان آباد تھے اور شیخ۔ سید۔ مغل۔ کمتر۔ فرانسیسی
عیسائیون کا بھی ایک خاندان نواب وزیر محمد خان بہادر کے عہد سے بھوپال

مین بود و باش رکھتا تھا۔ خاص باشندون مین کسی علم و فن کا وجود نہ تھا احکام مذہبی سے سب ناواقف تھے۔ جہالت سارے ملک پر چھائی ہوئی تھی۔

نواب جہانگیر محمد خان کے عہد حکومت مین علم کی جانب توجہ ہوئی اور معدودے ذی علم ریاست مین جمع ہوئے قاضی شریف حسین صاحب اور حکیم محمد اعظم خان مؤلف نیر اعظم و اکسیر اعظم اس زمانہ کے مشاہیر مین تھے۔ مسکرات کا ملک مین عام رواج تھا تقریبون مین رقص و سرود کی محفلین گرم رہا کرتی تھین بزم صحبت مین شب و روز بادۂ گلگون کے دور چلا کرتے تھے۔ افراط میکشی کی نوبت یہانتک پہونچی تھی کہ بزرگون کے مزارات و مقابر مین شراب ڈھلنے کے لئے ایک منفذ رکھا جاتا تھا۔ اس قسم کے منافذ قدیم اور کہنہ مزارات و مقابر مین اب بھی پائے جاتے ہین مساجد کے حجرون مین بھنگ گھٹا کرتی تھی۔

لطیفہ۔ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ایک روز مدار المہام منشی جمال الدین خان بہادر مرحوم لال امی والی مسجد مین اتفاقاً قریب عصر یا مغرب نماز کے لئے پہونچ گئے وہان انھون نے ایک پیر مرد کو دیکھا کہ وہ ایک قسم کی سبزی پیس رہا ہے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ بھنگ ہے مدار المہام صاحب نے نہایت تعجب و افسوس کے لہجہ مین فرمایا کہ بندۂ خدا یہ کیا حرکت ہے بھنگ کا مسجد مین پیسنا اور اسکا پینا شرعاً حرام ہے اُسنے بیساختہ جواب دیا کہ جو مشروع کا پاجامہ آپ پہنے ہین یہ بھی تو ریشمی ہے اور ریشم کا مردون کو استعمال ناجائز ہے مدار المہام صاحب نے فرمایا کہ بندۂ خدا اسمین تو

سوت بھی ملا ہوا ہے تو اُس نے کہا کہ جناب عالی اس بھنگ مین بھی تو پانی ملا ہوا ہے مدار المہام صاحب مرحوم یہ سنکر بے اختیار ہنس پڑے اور رومال منھ پر رکھکر وہان سے چلدئے اور لوگون سے کہتے گئے کہ یہ جاہل ہے اس کو اس امر قبیح سے ضرور باز رکھو۔۔۔

ان واقعات سے باشندگان ملک کے اخلاقی حالت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

سرکار خلد نشین کا عہد حکومت

سرکار خلد نشین پہلی فرمانروا ہین جنھون نے بھوپال کو ایک شہر بنایا اور ریاست مین نظام سیاسی۔ انتظام ملکی۔ اور آئین و قوانین کی بنیاد ڈالی آداب و قواعد مجلس۔ مرتب و مقرر کئے۔ لایق کارپرداز لوگون کو سرکاری عہدہ وغیرہ پر مامور کیا۔

منشی جمال الدین خان بہادر نائب اوّل ریاست

جیسے دیندار مقدس شخص کو اپنا مشیر اور محرم راز بنایا مردم شناسی اُنکا خاصہ تھا خود بھی حج سے مشرف ہوکر اہل ملک کو احترام مذہب اور فرائض اسلامیہ کی تعمیل کی طرف توجہ دلائی خلد نشین بعد وفات نواب جہانگیر محمد خان صاحب کچھ زمانہ تک مختار ریاست رہین اور خلد مکان مستقل رئیسہ قرار پائین۔ لیکن خلد مکان کی فطرت سلیمہ سعادت ازلی اور بلند حوصلگی کب یہ گوارا کر سکتی تھی کہ اپنی والدہ محترمہ کی موجودگی مین وہ رئیسہ بنکر رہین اس لئے ان کی منظوری سے گورنمنٹ آف انڈیا نے خلد نشین کو

۱۲۷۶ہجری میں ریزیڈنٹ مستقل اور خلد مکان کو ولیعہد ریاست تسلیم کیا۔ خلد نشین نے قریباً نو دس سال تک فرمان روائی کرنے کے بعد ۱۲۸۵ہجری میں رحلت کی

سرکار خلد مکان کا عہد حکومت

غرۂ شعبان ۱۲۸۵ہجری مطابق ۱۶ نومبر ۱۸۶۸ء میں علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے مسند ریاست کو اپنی صدارت سے زینت و رونق دوبالا بخشی[1]۔ ہر چند کہ رئیسان کے زمانۂ صغر سنی میں عام طور پر تعلیم و تربیت کا چنداں لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا اور سرکار خلد نشین جیسی شائستہ اور قابل ماں کی تربیت اور منشی جمال الدین خان بہادر جیسے مقدس و دیندار مشیر ریاست کے فیضان اثر سے، رئیسہ عالیہ نے (جو ذکاوت وجودت قریحہ فطرۃً اپنے ساتھ لائی تھیں) بہت جلد اپنی تعلیم و تربیت کو مکمل کر لیا تھا۔ اور جب وہ تخت حکومت پر متمکن ہوئیں تو اُس وقت وہ تمام ضروری اوصاف ملک داری سے مزین تھیں۔ چنانچہ زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی مہمات اُمور ریاست کی جانب متوجہ ہو گئیں ؎

اے قبائے بادشاہی راست بر بالائے تو	زینت تاج و نگین از گوہر والائے تو

[1] سرکار خلد مکان (نواب شاہجہان بیگم صاحبہ) ۲ جمادی الاول ۱۲۵۴ھ مطابق ۲۹ جولائی ۱۸۳۸ء اسلام نگر میں پیدا ہوئیں۔ نکاح ثانی والا جاہ مرحوم کیساتھ ... صفر ۱۲۸۸ھ مطابق ... ۱۸۷۱ء کو ہوا۔ کرنل ... صاحب سی۔ بی۔ پولیٹکل ایجنٹ بھوپال اور کرنل میڈ صاحب ایجنٹ گورنر جنرل انڈیا کے عہد میں مسند نشین ریاست ہوئیں۔

خزانۂ عامرۂ ریاست اور توشکخانہ کا جائزہ

اوّل خزانۂ ریاست اور توشک خانہ کا بذات خود جائزہ لیا۔ سرکار خلد نشین نے عہد حکومت کے آخری زمانہ میں مبلغ چھ لاکھ اٹھتر ہزار چار سو اکھتر روپیہ ... نیم آنہ اور پندرہ اشرفی کا بار قرض آستانۂ خاص اور ریاست پر چھوڑا تھا اس کو رئیسہ عالیہ نے اقساط مقرر کر کے محاصل ملکی سے دام دام ادا کرنے کا مناسب بندوبست کر دیا۔ پھر توشک خانۂ ریاست کو ملاحظہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ مبلغ بہتر ہزار ... چھپن روپیہ پانچ آنہ سہ پائی مالیت کے قیمتی نو خرید زیورات مرصع (جو غالباً کسی تقریب کے لئے پسند کئے گئے تھے) توشک خانہ میں تصفیہ طلب بہ امانت موجود ہیں۔ رئیسہ عالیہ نے دور اندیشی اور حسن تدبیر کے ساتھ ایسے وقت میں جبکہ خزانہ خالی تھا قیمتی زیورات کی خریداری نامناسب سمجھ کر تمام و کمال اُن کے مالکوں یعنی مہاجنوں کو واپس دیدیئے۔

عرائض و امثلۂ مقدمات زیر تجویز کا انتظام

اس کے بعد چار ہزار چھیاسی قطعات عرائض و خطوط اور کاغذات حسابی اور

[1] تاج الاقبال اُردو دفتر سوم فصل اول صفحہ ۔ [2] تاج الاقبال اُردو دفتر سوم فصل اول صفحہ ۔

مقدمات مال و دیوانی۔ و فوجداری۔ و وکالت و ہر سہ نظامت و محکمۂ ساز
و پرگنات کی مثلین جو ابتدائے ۱۲۷۶ ہجری سے سرکار خلد نشین کے روز وفات
آنکی عدیم الفرصتی و سیر و سیاحت ہندوستان اور سفر مقدس حجاز کے سبب
دار الانشا، مین فیصلہ طلب پڑی ہوئی تھین رئیسۂ عالیہ نے معائنہ فرماکر اور
قطعی لکھوا کر سب کا تصفیہ کر دیا۔ علاوہ ان کے تیرہ ہزار چھ سو اکتیس[۱۳۶۳۱] مقدمات
زیر تجویز جو غیر منفصل باقی رہ گئے تھے اُنکے تصفیہ کے لئے رئیسۂ عالیہ نے ر
صرف کرکے ایک محکمہ بنام محکمۂ امثلہ سنین ماضیہ قائم کیا۔ اور سہ ماہی نقشہائے
پیش کرنے کا حکم دیکر اور اپنے آخری احکام صادر فرماکر ان سب مقدمات کا فیصلہ
کر دیا۔ ان ابتدائی کارروائیون سے نہ صرف اہل ملک کے طبائع مین ایک
جوش مسرت و اطمینان پیدا ہوا۔ بلکہ ایک ایسے شایستہ نظام حکومت و معدلت کی
داغ بیل پڑ گئی جس نے بھوپال کو عام و خاص کی نگاہ مین محبوب و ممتاز بنا دیا
اس عہد سعادت مہد مین رئیسۂ عالیہ کی دانشمندی حُسن تدبیر اور قدر شناسی
جو اُن کا خاصۂ طبعی تھا اور والاجاہ کی رائے و صلاح سے (جو اُس وقت میر منشی
روبکاری تھے پھر کچھ دنون کے بعد معتمد المہام ہوئے بعد ازان شوہر رئیسۂ عالیہ
ہونے کی حیثیت سے منصب امیر الملکی سے سرفراز ہوئے) ایسے جلیل القدر کارنامہائے
اصلاح و ترقی ملک و ملت کے وقوع مین آئے جو اپنے اندر ایک شاندار مستقبل مخفی
رکھتے تھے۔ جنھون نے آیندہ فرمانروایان حکومت کے لیے بہت کچھ راستہ عمل کا

آسان کر دیا ؎

شاہدے از بہر این دعویٰ بلا شمشیر نیست		صاحب جوہران اذکار فرا شد بلند

رئیسۂ عالیہ کے اس طریقۂ اصلاح ملک و ملت نے صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ
غازی اور اورنگ زیب عالمگیر انار اللہ برہانہم کے عہد زرین کی یاد دلون مین تازہ کردی
اسلاف صالحین کے طرز عمل کو زندہ کر دیا۔ اور ایک مرتبہ پھر سرزمین بھوپال پر
اسلام کی گذشتہ شان و شوکت کے جلوے ہر طرف نظر آنے لگے ؎

	چمن کو مین قدم نے ترے نہال کیا	بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو

ملک محروسہ کا دورہ سرکار خلد نشین کو بعض اسباب سے اٹھارہ سال تک
ملک محروسہ کے دورہ کرنے کا اتفاق نہین ہوا تھا اور سالہا سال سے عام رعایا
اور زمیندار لوگ پرگنون کے عمال کے دست ستم سے نالان چلے آتے تھے اور اُن کی
رشوت ستانی اور اتلاف حقوق کے افسانے متواتر گوشگزار ہو رہے تھے اس لیئے
گذشتہ معاملات اور مقدمات کے انفصال کے بعد رئیسۂ عالیہ نے ملک محروسہ کے
دورہ کو مقدم تصوّر فرمایا اور گرمی و سردی کی کچھ پروا نہ کرکے عین زمانۂ برد عجوز یعنے
اخیر موسم سرما مین ۳۰ شوال ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۱۳ فروری ۱۸۶۹ء کو بھوپال
سے محالات ضلع جنوب کی طرف عنان نہضت معطوف کی۔

تمام ملتزمان رکاب اور لشکر ہمراہی کو حکم دیا گیا کہ کوئی شخص خاص و عام بغیر

ملہ تاج الاقبال دفتر سوم فصل چہارم صفحہ ۳۵

سامان رسد قرض نہ لے قیمت واجبی پر نقد سامان خرید کیا جائے ؎

بہ نیم بیضہ چو سلطان ستم روا دارد		زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ

ضلع جنوب کا دورۂ اول

اس ضلع مین آٹھ محال ہین۔ پہلی منزل چھیپا نیر مین ہوئی۔ یہان اول دفاتر سرکاری کا معائنہ کیا گیا[لہ]۔ جاگیر دارون۔ معافیداران تحصیل و تھانہ کے ملازمون۔ چوکیات کے سائر دارون۔ محال کے ناکہ دارون پٹیلون۔ پٹواریون۔ اور مہاجنون کی باقاعدہ حاضری لی گئی۔ پھر مجمع عام مین مندرجہ ذیل تین اشتہارات بدفعات اُن کو پڑھکر سُنائے گئے۔

پہلا اعلان

اس کا مضمون یہ تھا کہ جس مستغیث کو کسی قسم کی جور و ظلم درباب کی شکایت عمال سرکاری۔ عاملانِ تحصیل و تھانہ۔ ناظمان و نائب ناظمان و داروغگان۔ و مہتمان و کارکنانِ سائر ضلع و سائر کُل و مدار المہام صاحب بہادر یا اُن کے عملۂ مدار المہامی کی نسبت ہو اُس کو بلا خوف۔ کو ئی تہ لازم ظاہر کرے خاص اجلاس سرکاری مین اُس کی باضابطہ تحقیقات کی جاوئیگی اور بعد ثبوت جرم مجرم کو اور اخفائے جرم کرنے والے کو مُناسب سزا دی جائے گی۔

دوسرا اعلان

جمع مال سرکاری اور رقوم مُعیّنہ کے سوا اگر عاملان سابق و حال یا مستاجرون نے کسی شخص سے زیادہ ستانی کی ہو یا مال سرکاری تغلب کیا ہو وہ صاف صاف بیان کرے تاکہ کھُلی عدالت مین اُس کی حق رسی اور

لہ تاج الاقبال دفتر سوم فصل اول صفحہ ۱۰

… کے لیئے اُسکا معقول تدارک عمل مین لایا جائے۔

…را اعلان

اس اعلان مین متنبہ کیا گیا تھا کہ جو شخص ملازمان و کارپردازان ریاست مین سے رشوت ستانی کا مرتکب ہوگا اور اُس کی اطلاع سرکار کو ہوگی تو وہ تحقیق و ثبوت جرم کے بعد مُناسب سزا کا مستحق ہوگا اور عدم ثبوت کی حالت مین خبر رسان اور رشوت دینے والا ماخوذ نہ ہوگا۔

یہ طریقۂ اعلان اور طرزِ عمل آٹھون محالات مین برتا گیا بست و ہفتم محرم ۱۳۰۱ہجری کو رئیسہ عالیہ اعیان ریاست کے ساتھ مراجعت فرمائے بھوپال ہوئین

اس دورۂ جنوبی مین چار ہزار تین سو ساٹھ عرائض اجلاس سرکاری مین گزرے۔ اُن کی باضابطہ تحقیقات رُوبکاری مین کرکے حسب سررشتہ احکام جزا و سزا صادر فرمائے گئے۔ جن عاملون نے یا مستاجرون نے لگان مین رقوم مُعیّنہ سے زائد قیمتین وصول کرلی تھین وہ اُن سے لیکر زمیندارون کو واپس دلائی گئیین اور دورہ کی مُفصّل کیفیت لکھکر سررشتۂ قدیم کے موافق محکمۂ محتشمۂ ایجنٹی مین ارسال کی گئی۔ جس کے جواب مین کرنل ایڈورڈ تامسن صاحب قائم مقام پولیٹیکل ایجنٹ بہادر بھوپال اور نواب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر سنٹرل انڈیا اور سکریٹری صاحب بہادر گورنمنٹ آف انڈیا نے رئیسہ عالیہ کی حُسن لیاقت خوبی نظم و نسق اور سرگرمی و مستعدی پر جو ایسے زمانۂ موسم گرما و برسات کے تابستان مین اُن سے وقوع مین آئی خراشطوط کے ذریعہ سے نہایت شادمانی کا

لہ تاج الاقبال دفتر سوم فصل دوم صفحہ ۲۰

اظہار کیا۔ ہز اکسیلنسی ویسرائے بہادر نے مسرور ہو کر دورۂ جنوب کی مفصل کیفیت گز
گزٹ مین مشتہر کی اور تحریر فرمایا کہ "اگر موجودہ آزمودہ کار والیان ملک ہند
ہر ہائینس کے طریقہ کی پیروی کرین تو اُن کی ناموری مین چار چاند لگ جائینگے"
وزیر اعظم ہند ڈیوک آف آرگائل صاحب بہادر نے ہز اکسیلنسی ویسرائے
کو تحریر فرمایا کہ "ہر ہائینس نے صدر نشین ہوتے ہی انتظام و حکمرانی ریاست مین
آزادی اور بیدار مغزی کا ایسا ثبوت ظاہر کیا جو اُن کی والدہ صاحبہ برسون کے
استعمال مین ظاہر کر سکی تھین"۔

علیا حضرت ہر مجسٹی قیصرِ ہند نے بھی اظہار خوشنودی فرمایا۔

دورہ ضلع مغرب

دورۂ جنوبی کے بعد بست و چہارم ذیقعدہ ۱۲۸۶ ہجری
مطابق ۲۶ فروری ۱۸۷۰ء کو رئیسۂ عالیہ دورہ ضلع مغرب
کے لیئے بھوپال سے روانہ ہوئین سیہور کے مقام پر پولیٹکل ایجنٹ صاحب بہادر اور
چھاؤنی کے صاحبان ذی شان نے حسب قاعدہ استقبال کیا۔ اس دورہ مین بھی
تمام کارروائی ضلع جنوب کے دورہ کے مطابق عمل مین آئی یہان تین ہزار ایک سو ایک
عرائض مستغیثون کی پیش ہوئین بعد تحقیقات مطابق ضابطہ اُن کی دادرسی اور آئندہ
کے لیئے اُنکا تدارک کیا گیا۔

مزید کامیابی یہان یہ ہوئی کہ علاوہ ایک لاکھ دو ہزار ایک سو چھپن روپیہ
نو آنہ زر باقی کے چالیس ہزار چھ سو تئیس روپیہ چھ آنہ نقد وصول ہوئے اور

۱ تاج الاقبال دفتر سوم فصل دوم صفحہ ۵۰

ادا یا مستاجرون پر تھا اُسکی قسط بندی کر دی گئی۔

ضلع مشرق کا دورہ

اس دورہ کے بعد رئیسۂ عالیہ کی توجہ ضلع مشرق کی طرف
معطوف ہوئی سوم شوال ۱۲۸۷ ہجری مطابق بست و ششم دسمبر
۱۸۷۰ء کو بھوپال سے روانہ ہو کر محال اُمراؤ گنج مین ورود فرما ہوئین دورہ
سال گذشتہ کے مطابق عملی انتظامات وقوع مین آئے۔ اکثر مخبران کاذب محض عداوت
سے بوجہ عدم مواخذہ بخوف ہو کر صدہا نالشین دائر کر دیا کرتے تھے۔ اس بنا پر ریاست
کی جانب سے ایک اشتہار اس مضمون کا شائع کیا گیا کہ اگر کوئی مخبر بلا ثبوت کوئی جھوٹا مقدمہ
دائر کریگا تو وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا۔ اور اثبات جرم کی صورت مین وہ انعام کا مستحق
ہوگا اور جو رشوت دینے والا رشوت کو ثابت نہ کر سکے گا تو نالش دروغ کی پاداش
مین سزایاب ہوگا۔ یہان ایک ہزار پانسو چھتیس عرضیان مستغیثون کی پیش ہوئین۔
انمین جسقدر رشوت ستانی اور ظلم و زیادتی سے متعلق تھین اُن کی تحقیقات مقدمات
[illegible] و بیکاری کے منصرمون کی وساطت سے اپنے اجلاس خاص مین کی اور جنکا تعلق
مقدمات سے تھا وہ بعد ثبت حکم تحقیقات کے لیئے افسران محکمات کے سپرد کر دی گئین
۲۲ ذیقعدہ ۱۲۸۷ ہجری کو یہ دورہ ختم ہوا۔ اور خلد نشان رونق افروز بھوپال ہوئین

ضلع جنوب کا دورۂ ثانی

اسکے بعد دہم شوال ۱۲۸۸ھ کو رئیسۂ عالیہ نے
جدید انتظامات کے مشاہدہ نتائج اور رعایا کے

۱ تاج الاقبال دفتر سوم فصل سوم صفحہ ۲۳

اطمینان اور خوش حالی کا اندازہ کرنے کے لیے دوبارہ ضلع جنوب[لہ] کے دورہ کی [illegible]
اور ہر محال مین دو دو ہفتہ قیام فرمایا۔ اکثر رعایا کو بہ نسبت سابق کے زیادہ آسودہ
اور شکر گزار اور حکام ضلع کو بخوف باز پرس تحکم بیجا اور دست درازی دیگر
محترز پایا۔ ہر طرف خوش حالی سرسبزی اور ترقی آبادی کے نمایان آثار بچشم [illegible]
ملاحظہ فرمائے ؎

رعیت چو بیخ است و سلطان درخت	درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

اس دورہ مین سات سو اٹھاون عرضیان متعلق مقدمات پیش ہوئین جس [illegible]
کا جس محکمہ سے تعلق تھا اُس کے افسر کے نام احکام مناسب صادر فرما کر سب کا فیصلہ
کر دیا گیا۔

نظامتون کی تقسیم اور بندوبست ملک

نظام حکومت مین پہلی چیز جس کو ایک تجربہ کار مُدبّر اور منتظم کی نگاہِ تجسس
تلاش کرتی ہے اور جس پر تمام انتظامات متفرع ہوتے ہین وہ مُلک کا صحیح اصول پر
تقسیم ہونا ہے۔ یعنی نظامتون تحصیلون اور پرگنون پر منقسم ہونا۔ خلد نشین نے ابتدا
اسکی طرف توجہ کی اور ملک محروسہ کو تین نظامتون اور تیس پرگنون پر تقسیم کیا جنکی
تفصیل یہ ہے۔

لہ تاج الاقبال دفتر سوم فصل چہارم صفحہ ۲۵

نظامت جنوب — اس مین آٹھ پرگنہ شامل تھے۔ چھپیانیر۔ بھڑندہ۔ مردان پور
باڑی۔ اودہ پور۔ چوکی گڈھ۔ تال۔ بریلی۔

نظامت مشرق — اسمین بارہ پرگنے تھے جیتھاری۔ دیوری۔ سلوانی بمہوری
محاپور۔ رائسین۔ دیوان گنج یعنے گلگانوہ۔ امراؤ گنج
یعنے رام گڈھ۔ سیوانس۔ غیرت گنج۔ انباپانی۔ بیگمون۔

نظامت مغرب — اس مین دس پرگنہ تھے۔ دلود۔ دیہی پورہ نظیر آباد۔
بیرسیہ۔ شمشگڈھ۔ سیہور۔ دوراہہ۔ آشٹہ۔ جاور
اچھاور۔

تقسیم جدید

جب رئیسہ عالیہ کے عہد حکومت کا آغاز ہوا تو اُنھون نے اس نظام کو اصول طبعی
کے مُطابق تبدیل فرما کر ملک کو ہر چہار سمت کے لحاظ سے چار نظامتون اور تینتیس پرگنون پر
تقسیم کر دیا۔ اور چار ناظم مع عملہ مقرر فرمائے۔ عہد شاہجہانی مین ملک کو جو ترقی اور
وسعت حاصل ہوئی اُس کے اعتبار سے بھی یہ تین نظامتین کافی نہ تھین رئیسہ عالیہ
نے چھوٹے پرگنون کو بڑے پرگنون کے ساتھ شامل کر کے اوّل اکیس پرگنون پر
تقسیم کیا پھر ترمیم کر کے ابتدائے ۱۲۸۳ فصلی یعنی ۱۲۹۴ ہجری سے تینتیس پرگنون پر
منقسم کر دیا اور تمام تحصیلون کی حد بندی کر کے تحصیلدارونکے مشاہرون مین اضافہ

کر دیا۔ نظامتون کی تقسیم طریقۂ ذیل پر عمل مین آئی۔

نظامت جنوب اس مین آٹھ پرگنے رکھے گئے۔ فردان پور۔ اڈدھ پورہ۔ [illegible] بیسنے چیچلی۔ باڑی۔ بھشروندہ۔ بریلی۔ کلیا کھیڑی۔ چندپورہ۔

ناظم اور اُس کے اسٹاف اور عملہ کا مستقر قصبہ کلیا کھیڑی قرار دیا گیا چھ تحصیلدار چھ تھانہ دار اور ایک افسر سررشتہ مع عملہ وہان مقرر کیا گیا اور اس کے ماتحت مہتمم [illegible] کنور رکھا گیا تھا۔

نظامت مشرق اس مین بارہ پرگنے رہے۔ جیتھاری۔ ڈیوری۔ رام گڑھ۔ رائسین۔ سلطان گنج۔ سیوانس۔ غیرت گنج۔ بھوری۔ محلو[illegible] انباپانی۔ بیگلون۔ سلوانی۔

ناظم کا صدر مقام قصبۂ رائسین قرار دیا گیا۔ آٹھ تحصیلدار۔ آٹھ تھانہ دار اور اُن کے دفاتر ناظم کے ماتحت رکھے گئے۔ سروے کا دفتر بھی اسی محکمے کے متعلق رہا۔

نظامت مغرب اس مین سات پرگنے رہے۔ آشٹہ۔ جاور۔ بلقیس گنج یعنی شمس گڑھ۔ چھپنیر۔ سیہور۔ صدیق گنج یعنی گردہ۔ اچھاور۔

ناظم کا دار الحکومت قصبۂ آشٹہ مقرر کیا گیا۔ سات تحصیلدار اور سات تھانہ دار اس کے ماتحت رکھے گئے۔

نظامت شمال اس مین چھ پرگنہ قرار دیئے گئے۔ بیرسیہ۔ دیبی پور۔ نظیر آباد۔ کلگانون۔ ڈگود۔ دوراہہ۔ یہان کے ناظم کے ماتحت چھ تحصیلدار اور چھ تھانہ دار رہے۔ اور بیرسیہ مستقر قرار پایا۔

پیمایش اراضی

دوسرا مسئلہ پیمایش اراضی کا تھا۔ خلد نشین کے عہد مین تمام ملک محروسہ کی پیمایش جریب سے کرائی گئی تھی اور پیمایش نظری کے مطابق پانزدہ سالہ بندوبست جاری کیا گیا تھا۔ اس سے قبل سنین ماضیہ مین پنج سالہ اور ہفت سالہ بندوبست تھا جو بندوبست [illegible]ینی کے نام سے مشہور تھا۔ جریب کی پیمایش بھی قاعدہ و اصول کے مطابق صحیح نہ تھی اس لیے رئیسۂ عالیہ کے عہد مین علاقۂ انگریزی سے ایک سو چھبیس لائق پیمایش دان کارکن طلب کر کے ہر ایک نظامت مین انیس ہزار سات سو چہتر روپیہ سالانہ مشاہرہ پر مامور کیے گئے۔ اور کمپاس کے ذریعہ سے صحیح اور مکمل پیمایش انگریزی عملداری کے ممالک آئین کی طرح تمام محالات ریاست اور دیہات جاگیرات کی کرائی گئی۔ آخر شعبان سنہ ۱۳۱۲ ہجری تک دو پرگنون کی تمام و کمال اور دو پرگنون کی نصف نصف پیمایش ختم [illegible] چون ہزار آٹھ سو گیارہ بیگہ بارہ بسوہ اراضی بہ نسبت پیمایش سابقہ کے زائد بر آمد ہوئی۔

۵۵ تاج الاقبال حصہ سوم فصل دوم صفحہ ۲۲

تعلیم پیمایش کا اجرا

دہات سے پٹواریون کے نام سررشتے کی تعلیم حاصل کرنے باضابطہ احکام صادر فرمائے گئے تاکہ باشندگان ملک مین اپنی مدد آپ کرنے کا مادّہ پیدا ہو۔ اور ان کو اپنی اراضیات کے حالات سے ذاتی واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملے۔ اور وہ کسی دوسرے اہل ملک کے اپنے کاروبار مین محتاج نہ رہین۔ پیمایش کا کام ۱۲۹۰ء ۱۲۹۰ھ کے آخر تک جاری رہا۔

تقسیم اراضی بلحاظ نوعیت

تیسرا مسئلہ نوعیت اراضیات کا تعین تھا عہد سابق کے عہد مین زمین کی بہ لحاظ نوعیت اٹھارہ قسمین قرار دی گئی تھین۔ اس تقسیم کے اعتبار سے فی بیگہ اقسام زمین کا محصول اسقدر مختلف تھا کہ قاعدہ کی پابندی بھی ناممکن سی ہو گئی تھی۔ دہات میدانی ناہموار اور کوہی مین کسی قسم کی رعایت ملحوظ نہین رکھی گئی تھی۔ انتظام جدید مین تین قسمین چاہی کی اور تین قسمین بارانی زمین کی کل چھ قسمین قرار دی گئین اور ہر محال مین چک میدانی و چک کوہی اور چک نشیب و فراز اور چک کم پیداوار کے نام سے زمین دہات کی تفصیل کر دی گئی۔ اور جو اراضیات اس قسم کی تھین کہ اُن مین دو تین سال تک نشو ونما قابل کاشت باقی رہتی تھی اور اُس کے بعد دو تین سال تک خشک پڑی رہتی تھین اور کسی قسم کی روئیدگی اُن مین نہین ہوتی تھی اُن پر عہد سابق مین فی بیگہ تین آنہ اور چھ آنہ محصول مقرر تھا۔ رمینہ عالیہ نے رعایا پروری کی نظر سے عام طور پر دو آنہ فی بیگہ محصول قائم رکھا۔ اور اوّل و دوم و سوم قسم کی ریت ملاکر

…کا اوسط نکالکر مالگذاری تشخیص اور معین کی اور والا جاہ کی معیت مین پیمایش کے کام کو ایک ایک کھیت پر جاکر اُس کے اقسام زمین اور ریت بندی کے کام کو بچشم خود معائنہ کیا۔

مرمّت و تعمیر دفاتر تحصیل و تھانہ

دفاتر تحصیل و تھانہ و سارے کے مکانات جو مرمّت و تعمیر طلب تھے اُن کی درستی و بنائی اور مرمت و تعمیر کے متعلق رمینہ عالیہ نے احکام نافذ کیے مقامات فرودگاہ کے حاطون مین چاہ ہائے پختہ تعمیر کرائے گئے اور سایہ دار اشجار نصب کیے گئے۔

براہ چشم دو رویہ درختہائے ثمرہ
نشاندہ ام کہ خیالِ تو راہ گم نہ کند

طریقہ مُستاجری کی ترمیم

اکثر ملازمان و اہل کاران ریاست اپنے عزیزون اور قرابت مندون کے نام دہاتِ ریاست مُستاجری مین لے لیا کرتے تھے اس حالت مین رعایا پر بیجا دباؤ اور زرسرکاری کے باقی رہجانے کا ایک گونہ خطرہ تھا۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ پٹہ کی میعاد ختم ہونے کے بعد کسی ملازم ذی وجاہت یا اُس کے عزیز کے نام پر پٹہ نہ دیا جائے۔

آبپاشی

ملک مالوہ کی زمین اپنی قدرتی پیداوار اور سرسبزی و شادابی مین مشہور ہے اور اس مین اکثر زمین بارانی ہے موسم برشگال مین وہان چونکہ بارش اچھی ہوتی ہے اس لیئے ملک کے بیشتر حصّون مین سیرابی و رونق بہ نسبت دوسرے مقامات کے دوبالا پائی جاتی ہے اور سواد شہر آبشارون جھرنون اور سرسبز و شاداب پہاڑ سے تختۂ زمردین بنا رہتا ہے تاہم ترقی زراعت کے لیئے ریاست عالیہ نے کثرت سے چاہ ہاے جدید اور اقطاع ملک مین تالاب از سر نو تعمیر کرائے جس سے ہزارہا بیگھہ جہان اول کاہ سبز تک نہین اُگتی تھی وہان ہر طرف کھیت لہلہاتے نظر آتے ہیں

کیمیا خواہی زراعت کُن کہ خوش گفت آنکہ گفت	ثلث زرعافش زرست و ثلث باقی سیم و...

علاوہ اس کے شہر کی جانب شمال وہان کے باشندون کے لیئے جو قلت آب کی سے اکثر بیتاب بنے رہتے تھے ۱۲۸۰ھ مین ایک وسیع تالاب جو تلیّ شاہجہانی کے نام سے مشہور ہے تعمیر کرایا۔ دوسرا صدیقی تالاب بوالاجاہ مرحوم نے اپنے نام سے بنوایا۔ واٹر ورکس جو نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کے عہد سے قائم ہے اس مین توسیع کی گئی۔ اور جہانگیر آباد اور شاہجہان آباد اور باغ نشاط افزا تک جو ریاست عالیہ کا خاص باغ ہے اور شہر سے دور و دراز فاصلہ پر واقع ہے سلسلۂ آب رسانی جاری کیا گیا۔ اور جابجا نل شوارع عام پر اور محلات و مکانات بیرون شہر اور گزرگاہون

نصب کیئے گئے علیا حضرت قیصرہ ہند کے جشن جوبلی کی یادگار مین ریاست عالیہ نے شہر کے دوسرے جانب پُل پختہ کے نشیبی حصّہ سے ایک نہر کا اجرا کیا تاکہ گرد و پیش کے قطعات زراعت اور دیہات کی سرسبزی مین اضافہ ہو اور باشندگان حوالی شہر کو جہان آب رسانی کا کوئی سلسلہ پہلے سے نہین ہے فائدہ پہونچے۔ اس نہر کے اجرا مین ایک خاص انجینیری صنعت ملحوظ رکھی گئی اور بجائے اسٹیم انجن کے تالاب کی توجّہی قوت سے (جو بالکل رائگان جاتی تھی۔) کام لیا گیا۔ اور قلعۂ کہنہ کے تالاب کو ایک بڑے نل کے ذریعہ سے پُل پختہ سے ملا دیا گیا۔ اور ایک چرخی بطور دولاب نصب کی گئی جو صرف پانی کی قوت سے چلا کرتی تھی اس نہر کی فیض رسانی حوالی شہر سے متجاوز ہو کر اسلام نگر تک پہونچی جو تقریبًا تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور جہان سے یہ گذری وہان کی زمینون اور کاشتون کو سیراب کرتی ہوئی مزارعین کے حق مین سرچشمۂ آب حیات بن گئی۔

کاشت افیون کا انتظام

صوبۂ مالوہ کی سرزمین بہ نسبت ہندوستان کے دوسرے صوبون کے بالعموم طبعی طور پر افیون کی کاشت کے لیئے زیادہ موزون واقع ہوئی ہے۔ اس صوبہ مین افیون کی پیداوار بھی کثرت سے ہوتی ہے۔ اور اندور۔ اُجّین۔ رتلام۔ اور ریاست دھار کے سوداگران افیون صوبۂ مالوہ سے صدہا خروار افیون بمبئی اور چین بھیجتے

کے لیئے خرید کر لیجایا کرتے ہین - خاص کر بھوپال کی سرزمین کو پیداوار افیون کے بابت مین ممتاز خصوصیت حاصل ہے اور بہت زیادہ اسکی قابلیت اسمین موجود ہے - تعجب ہے کہ عہد ہائے گذشتہ مین کبھی کسی نے اس کا خیال تک نہین کیا اگرچہ بعض محالات مین مثلاً - اودہ پورہ بہوری - رائسین - بیگلون - اور آشٹہ مین افیون کی کاشت - کسی قدر ہوتی تھی مگر اس قدر کم تھی جو کسی طرح لائق التفات نہین رئیسۂ عالیہ نے بستم جمادی الاول ۱۳۰۵ھ ہجری مطابق یکم ملی ۱۸۸۸ء کو مقام شاہجہان آباد محلہ ٹھیکیگنج مین افیون کی میزان قائم کی اور مستقل طور پر اس کا محکمہ قائم کرکے افیون کی ترقی پیداوار مین کوشش کی جس سے ریاست کے مالیات اور اقتصادی حالت مین بہت کچھ اضافہ ہو گیا -

جنگل کا انتظام

اراضیات قابل کاشت کی طرح جنگلونکا انتظام بھی محتاج توجہ اور لایق اصلاح تھا - ملک محروسہ مین صحرائے گنور ایک وسیع جنگل ہے جسکی لکڑی اوسطاً عمدہ اور قابل عمارت ہوتی ہے اس کے چند اقسام ہین - ساگون - ساج - ہردل - شیشم آبنوس - کیم - بیجا - سار - اکثر اشخاص بلا امتیاز چوب تعمیر و ہیزم لکڑی کاٹ کر دریائے نربدہ کے پار لیجایا کرتے تھے - اور فی عراد ایک روپیہ محصول ادا کر دیا کرتے تھے - ریاست کی جانب سے اُس کی باقاعدہ پیمایش کی گئی جاگیرون کے

جنگلون کو بھی اس مین شامل کر لیا گیا - اور جنگلون کی دو قسمین قرار دی گئین - محفوظہ اور غیر محفوظہ جو جنگل محفوظہ تھے انکی حدبندی کرکے عمدہ چوب عمارتی کی پرورش و پرداخت کے وسائل مہیا کیے گئے - اور اُن کے حسابات کو باضابطہ رکھنے کے لیے بصرف چار ہزار روپیہ سالانہ ایک پورا محکمہ قائم کیا گیا -

غیر محفوظ جنگلونکے لیئے قواعد بنائے گئے اور کل جنگلونکے انتظام حفاظت و نگرانی کے لیے ضابطہ جدید قانون نافذ کیا گیا اور غیر ضروری جنگلونکو کاٹ کر دوستایان دہ کو حکم دیا گیا کہ وہ زراعتی ترقی اور سرسبزی ملک کے بڑھانے مین کوشش کرین - اور زمین کو ویران نہ چھوڑین -

چوکیات

بعض چھوٹے چھوٹے ناکارہ جنگل اور جھاڑیان جو رہزنون اور سارقون کیلیئے مسکن اسن کا کام دیتی تھین جنگلون کے باضابطہ انتظام کے ساتھ انکی صفائی کی بھی کوشش کی گئی - چونکہ بھوپال ایک کوہستانی ملک ہے اس وجہ سے اُس مین بعض مقامات نہایت خطرناک واقع ہوئے ہین - جہان سے مسافرون اور کاروانون کے صحیح سلامت گزر جانے کے لیئے ایک مستقل انتظام کی ضرورت تھی -

از منۂ سابقہ مین ریاست کی جانب سے معدودے چند فوجی سوار اور پیدل سپاہی رہزنون کی حفاظت کے لیئے مامور رہا کرتے تھے اُس زمانہ مین اس سے زیادہ ضرورت بھی نہ تھی - قوم مین اوصاف مردانگی باقی تھے ہر شخص ایک مسلح سپاہی ہوا کرتا تھا

اور حفاظت خود اختیاری اور ہمراہیون کی مدد کو اپنا اولین فرض شمار کرتا
موجودہ زمانۂ امن مین لوگ کاہلی اور راحت طلبی کے عادی اور فنون سپہ گری
سے تہیدست اور بیگانہ ہو چکے تھے اِس لیئے قوافل اور صادر و وارد کی حفاظت
کے لیئے ایک زبردست انتظام کی حاجت تھی۔

رئیسۂ عالیہ نے چند معتبر تجربہ کار افراد ملک کی ایک تحقیقاتی کمیشن خطرناک
مقامات کے معائنہ کے لیئے بھوپال سے روانہ کی اور اُس کو ہدایت کی کہ وہ
بعد معائنہ و تحقیق اِس قسم کے مقامات کا صحیح مکمل نقشہ مرتب کرکے والا جاہ کی
مین پیش کرے۔

جب اِس کمیشن کی رپورٹ تیار ہو کر ملاحظہ سے گزری تو والا جاہ نے رئیسۂ عالیہ کو ہمراہ
بروقت دورۂ محالات اُن مقامات کا معائنہ کرایا۔ جہان خطرہ کم نظر آیا اُس کو
نظر انداز کرکے جو اصلی جگہین خطرات کی معلوم ہوئین وہان مضبوط پولس اسٹیشن
قائم کیئے ایک سو چھپن سوار اور دو سو سے زائد پیدل رنگروٹ بھرتی کیئے گئے اور
تین افسر مقرر کیئے گئے اُن کا مستقر چھیپانیر۔ بھرندہ۔ اور مردان پور رکھا گیا۔
ہر ایک افسر کے ساتھ پندرہ سوار اور چوبیس پیدل مسلح سپاہی مامور ہوئے تاکہ وہ
اِس قسم کے خطرناک مقامات کی گشت و گرداوری کرتے رہین اور دامن کوہستان
اور ساحل نربدا کے گزرگاہ کی نگرانی رکھین۔

اِن تینون افسرون پر ایک چیف افسر تعین کیا گیا کہ وہ اُن سب کی ادائے

انکا ذمہ دار و نگران کار رہے۔ درندون سے مسافرون کی حفاظت کیلیے
ما سابق مین شکاریون کو فی شیر پانچ روپیہ انعام ریاست سے ملا کرتا تھا
رئیسۂ عالیہ نے مزید دفع ضرر کی نظر سے بیس روپیہ فی شیر انعام مقرر کیا۔

اوزان کا تعیّن

ہندوستان کے مختلف حصص مین اجناس کی تول کے لیئے مَن کا وزن مقرر
ہے ایک مَن چالیس سیر کا ہوتا ہے۔ اور سیر کے اوزان مختلف ہوتے ہین۔
مالوہ مین زمانۂ دراز سے برخلاف ہندوستان کے دوسرے صوبون کے اوزان
کے اندازہ کے لیئے مانی کا رواج ہے کسی جگہ چار من کسی جگہ چھ من اور کسی جگہ آٹھ من
کو مانی کہا کرتے تھے۔ اور سومانی کو منتاسہ اور سومنتاسہ کو کنتاسہ کے لفظ سے تعبیر کیا کرتے
تھے ہندوستان مین عام طور پر پانچ سیر کو پسیری کہتے ہین ایک من آٹھ پسیری کا ہوتا ہے
اور ایک سیر اسّی روپیہ کا ہوتا ہے اور کسی جگہ سو روپیہ کا بھی ہوتا ہے۔
مالوہ کے پرگنون مین پسیری کے وزن کے لیئے ایک خاص پیمانہ رائج تھا جس کو
کوڑہ کہا کرتے تھے۔ اور سیر کے لیئے ایک اور پیمانہ چلا آتا تھا جس کو پائی کہا کرتے تھے
جس طرح ملک عرب مین صاع اور مُد وزن کرنے کے لیئے مخصوص پیمانے تھے۔
یہ کوڑہ ملک مالوہ مین مختلف الوزن تھا کسی جگہ پانچ سیر کا اور کسی جگہ سات سیر کا
ہموزن ہوتا تھا۔

والاجاہ نے رئیسۂ عالیہ کا منشاء پیکران اوزان[۵۱] کی طرف توجہ کی اور ان اختلاف کو رفع کرکے ہر جگہ مساوی کردیا اور پرانے آہنی باٹ جو کم وزن ان کو گلا کر دار الضرب بھوپال سے جدید اوزان مسکوک کراکر تاجران اجناس کو تقسیم کیئے۔

سیر[۵۲] ایک سو روپیہ کا۔ پسیری پانچ سیر کی اور مانی بتیس پسیری کی قرار دی گئی اور وزن کشون کا حق المحنت مقرر کردیا گیا۔

دہات مین سواری کا انتظام

حوالی بھوپال کے دہات مین صادر و وارد مسافرون کو سواریون کی تلاش اور اُن کے تصفیۂ اُجرت مین اکثر وقت پیش آیا کرتی تھی۔ اور ناواقفیت کی وجہ سے اُن کو بہت حیران و پریشان رہنا پڑتا تھا اور عام طور پر عاملان دہات کی کم التفاتی اور بیدردی کی شکایتین رہا کرتی تھین۔ بروقت ضرورت رسد رسانی مین بھی مشکلات پیش آتی تھین اس تکلیف مالایطاق کے رفع کرنیکے لیے ایک محکمہ گردہی قائم کیا گیا۔ اُس کا افسر اپنے اختیارات مین تھانہ دار کا مماثل رکھا گیا بھوپال کے ہر چہار اطراف مین تین تین کوس پر آدمی مقرر کیئے گئے جو مسافرون کو

۵۱ تاج الاقبال دفتر سوم فصل دوم صفحہ ۲۰

۵۲ تاج الاقبال دفتر سوم فصل پنجم صفحہ ۵۵

ایک نیم آنہ فی میل کرایہ پر حدود دہات سے گاڑیون اور بیگاریون کو فراہم کردیتے تھے۔

توسیع اختیارات

جدید ترقی یافتہ نظامت کو مستحکم کرنے کے لیے ایسی ضرورت تھی کہ افسران محکمات کے اختیارات مین توسیع کی جائے۔ زمانہ سابقہ مین تحصیلدارون کو پچھتر[۵۳] روپیہ اور ناظمان ضلع کو دو سو پچاس[۵۴] روپیہ تک کے فیصلے صادر کرنے کا اختیار تھا۔ اور مقدمہ فوجداری مین دو مہینے کی قید اور پچاس روپیہ تک جرمانہ کا اختیار اُن کو عطا کیا گیا تھا۔ رئیسۂ عالیہ نے تحصیلدارونکو دو سو روپیہ تک کے فیصلے کا اور فوجداری مین دو ماہ کی قید اور پچاس روپیہ تک کے جرمانہ کا اختیار عطا فرمایا۔ اسیطرح ناظمان اضلاع کو پانچسو روپیہ تک کا اور فوجداری مین سو روپیہ جرمانہ اور چار ماہ کی قید کا اختیار دیا گیا نائب ریاست[۵۵] کو پانچ ہزار روپیہ تک کا اور فوجداری مین دھائی سو روپیہ تک جرمانہ اور ایک سال کی قید کا اختیار بخشا گیا۔

محاصل اراضی

ابتداء تاسیس ریاست کے زمانہ سے چونکہ طوائف الملوکی اور جنگجوئی کا دور دورا تھا اس لیئے ریاست کی آمدنی معین نہ تھی۔ نواب غوث محمد خان مرحوم کے زمانہ مین

ریاست پر اس قدر تباہی آئی کہ مُلک محروسہ کی کل آمدنی صرف ایک لاکھ دس ہزار روپیہ سالانہ رہ گئی۔

نواب جہانگیر محمد خان مرحوم کے عہد میں جمع خرچ ۱۲۵۵ فصلی کے مطابق کل ریاست کی آمدنی بارہ لاکھ اٹھائیس ہزار پانسو چہتر روپیہ دو آنہ تھی۔ جب خلد نشین کا زمانہ آیا تو اُن کے حسن انتظام سے ریاست کی آمدنی جمع خرچ ۱۲۸۰ فصلی کے مطابق سولہ لاکھ اکتیس ہزار اٹھتر روپیہ دس آنہ تک ترقی کر گئی بعد اس کے جب رئیسۂ عالیہ کے عہد حکومت کا آغاز ہوا تو اُس وقت والاجاہ کے حسن مساعی سے جمع خرچ ۱۳۰۰ فصلی کے مطابق ریاست کی آمدنی چوبیس لاکھ پچھتر ہزار چھ سو اٹھاون روپیہ چار آنہ تک پہونچگئی اور بعد وفات نواب قدسیہ بیگم صاحبہ تنتیس لاکھ روپیہ کی کل جمع بندی قرار پائی۔

صیغۂ عدالت

یہ صیغہ تمدنی ترقی کا پہلا زینہ ہے اور شائستگی حکومت کا طغرائے اولین ہے اس صیغہ کی عمدگی رجحان فصل خصومات میں پوری عدل و انصاف کی توقع کیجاتی ہے۔) اُصولاً چند امور پر منحصر ہے۔

(۱) قابل متدین وزرا کا انتخاب۔

(۲) مکمل قانون کا اجرا جسکے مطابق فیصلے عمل میں آتے ہیں۔

(۳) عدالتی اور انتظامی صیغوں کی تفریق۔

(۴) آبادی اور ترقی مُلکی کے لحاظ سے صیغوں کی افزایش و تقسیم رئیسۂ عالیہ ...سنج اور دوررس نگاہ سے بہت کچھ ان امور کی تکمیل کردی جو محکمات سابق قائم تھے اُن کی اصلاح و درستی اور تہذیب فرمائی کوشش موفور کی گئی اور آبادی اور ملکی ضرورتوں کی افزونی کے لحاظ سے جدید صیغے قائم کیے گئے سب سے پہلے ہم انتخاب وزرا اور اُن کے ماتحت محکموں کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے ...وں اور اُنکے اصلاحات کا بیان کرینگے۔

محکمۂ مدار المہامی

منشی محمد جمال الدین خان بہادر مرحوم عہد خلد نشین سے منصب مدار المہامی پر ...راز تھے رئیسۂ عالیہ نے اُن کی مسلّمہ دیانت اور تقدّس و دینداری و بزرگی کے ...ظ سے اور کمال علو ہمت و انصاف پرستی سے بزرگوں کے خیرخواہوں دوستوں اور رشتہ داروں کی قدر ملحوظ نظر رکھ کر نہ صرف منصب مدار المہامی پر اُن کو بدستور سابق ...ستور برقرار رکھا بلکہ اُن کے ازدیاد مراتب احترام میں ہمیشہ بیش از بیش توجہ مبذول ...رماتی رہیں اور ان کی اولاد کی معاش بدستور سابق بحال رکھی یہ ہی سلوک نائب دوم کے ساتھ بھی کیا گیا ؎

وزیرے چنین شہریارے چنان
جہان چون نہ گیرد قرارے چنان

جس محکمہ کے وہ افسر اعلیٰ تھے اس مین اُمُور ذیل انجام پایا کرتے تھے

(۱) تمام مقدمات مالی و دیوانی و فوجداری جو ناظمون کے حدود اختیار سے باہر ہوتے تھے انکا فیصلہ یہین سے صادر ہوتا تھا۔

(۲) جو مقدمات صدور احکام اخیر کے لیئے اجلاس سرکاری مین پیش ہوا کرتے تھے وہ مدار المہام صاحب بہادر مرحوم کی تجویز ثبت ہونے کے بعد اسی محکمہ سے روانہ کیئے جاتے تھے۔

(۳) ریاست کے سیاہۂ آمدنی کی نگرانی اور بخشی گری کے کلی و جزوی امور اور ہر چہار نظامت و محکمہ سائرا اور جملہ معاملات و محکمات کی خبرداری و گرداوری کا اسی محکمہ سے تعلق تھا۔

محکمۂ معتمد المہامی

اول محکمۂ معتمد المہامی کے منصب پر راجہ کشن رام آنجہانی ممتاز تھے بعد ازاں رئیسۂ عالیہ نے والا جاہ کو اس منصب جلیلہ پر سرفرازی بخشی اُن کے زمانہ مین اس محکمہ کے فرائض مین یہ امور داخل تھے۔

(۱) انتظام مالگذاری

(۲) تنقیح جمع خرچ ریاست۔

ك تاج الاقبال دفتر سوم فصل پنجم صفحہ ۶۳

(۳) آغاز سال فصلی سے تخمینہ مداخل و مخارج ریاست کا تیار کرنا بجٹ اور فرد پٹہ مرتب کرنا۔

(۴) ریاست کا زر بقایا وصول کرنا۔ اور اُسکی نگرانی رکھنا۔

(۵) ریاست کے زر قرضہ کو جو عہد خلد نشین سے چلا آتا تھا قرض خواہون پر تقسیم کرنا

(۶) نقشۂ مصارف زائد تکملہ و نقشۂ مصارف یومیہ و ہفتہ وار و سالانہ مرتب کرنا۔

(۷) مقدمات تغلب و تصرف مال کی تحقیقات

(۸) کاغذات محکمۂ مال و دیوانی و فوجداری کا جائزہ لیتے رہنا۔

(۹) اسناد جاگیرات کا مطابق شرائط مرتب کرنا۔ اور مقدمات جاگیرداران ریاست کا تصفیہ کرنا۔

(۱۰) محصول سائر مین تغیر و تبدل کرنا یا معاف کرنا۔

(۱۱) گورنمنٹ آف انڈیا کے قوانین و طرز عمل مروجہ وقت پر غور و خوض کرکے اپنی رائے رئیسۂ عالیہ کی رائے کے ساتھ شامل کرنا۔

جب والا جاہ۔ امیر الملکی کے منصب رفیع الشان پر فائز ہوئے تو اُس وقت یہ محکمہ توڑ دیا گیا۔ اور امور صدر کا تعلق دوسرے صیغون سے کر دیا گیا بعد وفات مدار المہام صاحب بہادر دو نیابتین از سرنو قائم کی گئین اور دونو کا مشاہرہ مساوی ہزار ہزار روپیہ قرار دیا گیا۔

محکمہ تنظیمات شاہجہانی

خلد نشین کے عہد مین اوّل اوّل باقاعدہ تاسیس نظامات ریاست کی ابتدا ہوئی اور دستور العمل مرتب ہوا۔ مگر ریاست مین کوئی خاص جداگانہ محکمۂ قانون (لیجسلیٹیو ڈپارٹمنٹ کا) نہ تھا۔ رئیسۂ عالیہ کے عہد مین ترقی ملک اور توسیع انتظام کی ضرورت کو محسوس کر کے ایک مستقل محکمہ وضع قوانین اور ترتیب ضوابط ملکی قائم ہوا۔

گورنمنٹ آف انڈیا کے تمام قوانین رائج الوقت پر غور کر کے اور مقامی خصوصیات و رواج ملک کو مدنظر رکھ کر قوانین مال۔ دیوانی۔ فوجداری و قانون رخصت و قانون اختیارات۔ اور قانون سائر و کارخانہ جات مرتب و وضع کیے گئے۔ ان قوانین کا مجموعی نام تنظیمات شاہجہانی رکھا گیا یکم رجب ۱۲۹۵ھ ہجری سے تنظیمات دیوانی اور یکم ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ سے تنظیمات فوجداری کا نفاذ ہوا۔

سب سے بڑا انقلاب جو اس صیغہ نے ملک کی حالت مین پیدا کیا وہ ملکی ضرورتون کا استقصا تھا جس کے سبب سے رعایا کی آسودگی اور خوشحالی مین نمایان ترقی ہوئی لیکن سب سے بڑی خصوصیت جو اس صیغہ کو تمام قوانین ازمنۂ ماضیہ و عصریہ سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام قوانین و ضوابط کی وضع و ترتیب و تمدین کے وقت قضایاے شرعیہ اور مقاصد فقہیہ معمول بہا کا لحاظ اصول اساسی کے طور پر

ملحوظ رکھا گیا جس سے عام و خاص کی معاشرتی اور اخلاقی ترقی مین بڑی مدد ملی۔

محکمۂ دیوانی

اس محکمہ مین عام مقدمات دیوانی کے علاوہ بیشتر مقدمات داد و ستد مہاجنی کی اپیل کے بعد پنچایت سے اور عامۂ مسلمین کے مقدمات فتواے شرعی کے مطابق و فرقۂ ہنود کے مقدمات دھرم شاستر کے ذریعہ سے فیصل ہوتے ہین۔ تحریر قبالہاے مکانات اور فرقہاے عوام ہنود کی سند دہرجنہ اور زر باقی سرکاری کے مقدمات تصفیہ بھی اسی محکمہ سے متعلق ہے۔ زمانۂ سابق مین انفصال مقدمات کے لیے کوئی میعاد مقرر نہ تھی اس سبب سے فصل خصومات مین بہت تعویق و حرج واقع ہوتا تھا رئیسۂ عالیہ کے عہد مین والاجاہ نے اس کی اصلاح کی مقدمات دیوانی کے انفصال کی میعاد تین ماہ اور فوجداری کے مقدمات کی میعاد پندرہ یوم اور مقدمات مالی کے انفصال کی میعاد ایک ماہ اسی طرح کیفیات جوابی کی میعاد پندرہ روز مقرر کی گئی اور عام اعلان کر دیا گیا کہ بغیر مانع قوی (جس کی اطلاع بھی میعاد معینہ کے اندر واجب ہوگی)۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف عمل کرے گا تو مناسب جرمانہ اور سزا کا مستحق ہوگا۔

۵ تاج الاقبال دفتر سوم فصل سوم صفحہ ۲۵

عہد سابق مین زیر تجویز مقدمات اور انفصال مقدمات کے دریافت حال کا کوئی طریقہ جاری نہ تھا اس لیے سہ ماہی نقشۂ اسکیبار یعنی (رجوع و انفصال مقدمات) کے مرتب کرنے کا قاعدہ عام طور پر جاری کیا گیا۔ اور نقشۂ احکام کی طلب کا مرتب کرنا اور اُس کا اجرا عمل مین آیا اور حکم دیا گیا کہ پندرھوین روز اجلاس سرکاری مین یہ تمام نقشے داخل ہوتے رہین خلاف ورزی کی حالت مین دستک جاری کرنیکا حکم دیا گیا۔

دیوانی مین سب سے اہم مسئلہ حفظ حقوق کا ہے عہد سابق مین یہ قاعدہ مرّوج تھا کہ جب کسی مقروض پر ڈگری جاری ہوتی تھی تو مدیون کی ظاہری جائداد نیلام کرکے مدعیون کی حق رسی مساوی طور پر کی جاتی تھی اور مدعا علیہ کو کل زر قرضہ کی فارغخطی لکھکر حوالہ کردی جاتی تھی۔ اس صورت مین اخفائے جائداد کی وجہ سے قرض خواہون کی حق تلفی ہوتی تھی اور مفسدون کو بدمعاملگی کے لیے ایک وسیع میدان ملجاتا تھا اس نقص عظیم کے رفع کرنے کے لیے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ ظاہری جائداد کے نیلام کے بعد جس قدر روپیہ وصول ہو اس سے مساوی طور پر حق رسی کی جائے اور بجائے فارغخطی کے مدعیون سے زر وصول شدہ کی رسیدین لیجائین اور جب کوئی مدعی کسی دوسری جائداد کی نشاندہی کرے تو اُس کو نیلام کرکے مدعیون کی حق رسی کی جائے۔

عہد سابق مین ساکنان علاقہ بھوپال کے قرض اور داد و ستد کے مقدمات

...اعت کے لیے میعاد پندرہ سال اور باشندگان چھاؤنی سیہور کے لیے صرف ...سال رکھی گئی تھی۔ چونکہ اس مین چھاؤنی کے باشندون پر ایک طرح کی ...نی ہوتی تھی اس لیے کل مدعیان شہر اور چھاؤنی کے لیے میعاد سماعت ...رہ سال مقرر کی گئی۔

عہد سابق مین جن مہاجنون کا دوالہ نکل جاتا تھا اُن کے مقدمات کے لیے ...ئی قاعدہ مقرر نہ تھا۔ حکام کو تصفیہ مقدمات مین غیر معمولی دقت پیش آتی تھی اور قرض خواہون ...ہر قسم کی حجتین پیش کرنے کا موقع ملتا تھا اس لیے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ جو دوالیہ اپنے دوالیہ ہونے کا اقرار کرکے درخواست کرے کہ قرض خواہونکی مساوی طور پر ...سی کی جائے بشرطیکہ اُس کا دوالیہ ہونا بھی ثابت ہو چکا ہو تو اول اُس کی ...ہری جائداد قلمبند کرکے عدالت اسکو اپنی حفاظت مین لے اور اسکے دوالہ نکلنے ...اصلی اسباب کو تحقیق اور دریافت کرے اُس کے بعد قرض خواہون کے نام ایک ...عادی اشتہار اس مضمون کا جاری کیا جائے کہ جس کو قرضہ کا دعویٰ کرنا ہو وہ پیش کرے ...وگ قرض خواہ اور مدعی ہون اُن کی ایک فہرست مع شرح تعداد قرضہ کے ...تب کی جائے اور بعد انقضائے میعاد جائداد مقروض کی مقدار سے اُن کو اطلاع ...ی جائے اس وقت جو مدعی اپنے حصہ کے مطابق اسٹامپ داخل کرکے حق رسی کا ...تدعی ہو اور نالش کرے تو بعد تحقیق کارروائی ضابطہ عمل مین لائی جائے۔ اور ...شرط ضرورت مدعا علیہ کو نظر بند رکھ کر مدعیون کی نشاندہی کے مطابق اُس کی

جائداد کی کلاً و جزاً تلاش و تفتیش کی جائے یا اگر قرض خواہان مذکور جائداد طلبندی اور کارروائی عدالت کے بعد مدعا علیہ کی جائداد کو مساوی طور باہم تقسیم کر لینا چاہین تو بقدر نصف زرفیس کے اُس جائداد سے وضع کر کے اُنکے سپرد کر دیجائے۔

عہد سابق مین مدعیان مفلوک الحال چونکہ ضمانت کی زرفیس ادا کرنے کی استطاعت نہین رکھتے تھے یا عدم اثبات دعوے کے وقت مطالبہ کے خوف سے دعوی دائر کرنے کی جرات نہین کرتے تھے اس سبب سے اکثر وہ استحصال حق سے محروم رہا کرتے اس قسم کے نقصان کے رفع کرنے کو یہ قاعدہ جاری کیا گیا کہ جو مفلس کوئی جائداد نہ رکھتا ہو اور نہ کوئی شخص اس کی ضمانت دینے پر راضی ہو تو بغیر اخذ زرفیس اُس کے دعوے کی سماعت کی جائے اور عدم اثبات دعوے کی صورت مین زرفیس اُس کو معاف کر دیا فریقین اہل مقدمہ کی جو دستاویزین لکھی جاتی ہین اُن کی تحریر حلیہ سے متعلق حکم نافذ کیا گیا کہ وقت و خال وہ شامل کی جائے۔ تاکہ فتور واقع ہونے کے وقت دستاویز کا حال جس طرح پر کہ وہ داخل ہوئی ہے معلوم ہو جائے۔

محکمۂ فوجداری و پولس

مقدمات فوجداری کے لیئے اس صیغہ مین مطابق دستور العمل قدیم عمل در آمد کیا جاتا تھا۔ رئیسۂ عالیہ کے عہد مین والاجاہ نے اُس کا مستقل قانون مرتب کرا کر

نافذ کیا۔ تھانۂ جہانگیر آباد کی نگرانی جیل خانہ کا بندوبست۔ احل بلد کی چونگیات انتظام۔ کارگیرائی صیغۂ خبر رسانی کا باقاعدہ اہتمام صیغۂ صفائی و روشنی شوارع عام و خاص (مینو پلٹی) کا سرانجام دینا مجرمان فوجداری کے ضبط شدہ اموال اور لاوارث کے مال کا نیلام۔ فروخت اجناس کے نرخ نامہ کا مرتب کرنا امور وکالت اور ایجنسی سیہور کے قیدیون کا چالان۔ یہ اُمور اس محکمہ کے خاص فرائض مین داخل تھے۔

عہد سابق مین چونکہ شور و شر کا زمانہ تھا اس لیئے قدرتاً اس زمانہ کے حکمرانون کے طبائع بھی درشتی پسند واقع ہوئے تھے بعض اوقات ایک مجرم کے وقوع جرم پر تمام محلے والون کو مبتلائے آفت ہونا پڑتا تھا۔ اور اہل عملہ کو بھی گاہ گاہ سزائے تازیانہ برداشت کرنا پڑتی تھی ۵؎

گنہ بود مرد ستمگارہ را | چہ تاوان زن و طفل بیچارہ را

جب رئیسۂ عالیہ کا عہد آیا تو اُس وقت زمانہ بہت کچھ ترقی کر چکا تھا اور تہذیب و شائستگی کا خواہان تھا جس کا سنگ بنیاد رئیسۂ عالیہ نے خود اپنے ہاتھون سے رکھا اور یہ ساری سختیان یک قلم دور کی گئین۔

بعضے قیدیون کو تحقیق و تجویز کی غرض سے زائد از میعاد قید بھگتنا پڑتی تھی کوئی ان مین سے اس دوران تحقیق مین فوت بھی ہو جاتا تھا۔

۵؎ اج الاقبال دفتر سوم فصل پنجم صفحہ ۶۳

اِن تمام اُمور کی اصلاح کے لیئے سابق مین جو حکم سرشتۂ دائم الحبس یا قید... یا برطرفی کا صادر ہوتا تھا وہ قطعی و ناطق سمجھا جاتا تھا اُس مین کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ نہین ہوتی تھی۔

رئیسۂ عالیہ کے عہد مین اسکا خاص طور پر اہتمام کیا گیا اور جو حکم انفصال قابل ترمیم سمجھا گیا بعد غور فوراً اُس کی ترمیم و اصلاح کردی گئی پہلے ایک قاعدہ یہ بھی تھا کہ جب کوئی حادثہ وقوع مین آتا تھا۔ تو سپاہیان افواج پولیس کے ماتحت کردیئے جاتے تھے۔

چونکہ یہ بات فوجی اعزاز کے خلاف تھی اِس لیئے رئیسۂ عالیہ کے عہد مین وقوع حادثہ کے وقت فوج کے سپاہیون کو سپہ سالار کی زیر نگرانی خدمات انجام دینے کا حکم نافذ کیا گیا۔

قیدیون کے متعلق حکم دیا گیا کہ اُن سے سڑکون کی درستی و مرمت کا کام نہ لیا جائے اور اُن کو مزید رسوائی کا عادی نہ بنایا جائے بلکہ بجائے اِس کے قیدیون کو دریان تیار کرنے اور اسی قسم کے مختلف پیشون کی تعلیم دیجائے تاکہ وہ شریفانہ طور پر اپنی پُرامن زندگی بسر کرنے کے عادی بنجائین۔

اجرائے کارخانۂ دری بافی مین پانچ ہزار آٹھ سو سترہ روپیہ بارہ آنہ صرف ہوئے قیدیون کی نسبت فرمان صادر ہوا کہ ماہ مُبارک رمضان مین اُن کو تکلفی طعام یعنی بلاؤ زردہ اور شیر برنج دیا جائے۔

یہ رئیسۂ عالیہ کے دیندارانہ احترام مذہبی کا ایک نمایان کارنامہ ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

اولاً قلعہ کہنہ مین ایک سنٹرل جیل تھا۔ پھر جہانگیر آباد کی ایک بلند پہاڑی پر جو مسافرون کو ریل پر سے بھوپال کے اسٹیشن کے قریب صاف طور پر نظر آتا ہے تعمیر کرایا۔

محکمۂ گیرائی

صیغۂ فوجداری کے ماتحت جرائم پیشہ قوم موگیان کی تادیب کے لیئے ایک محکمہ بنام محکمۂ گیرائی قائم کیا گیا۔ رہزنی۔ تاخت و تاراج و قتل و غارت اِس قوم کا قدیم شیوہ ہے اس کی مجرمانہ حرکات کے انسداد کے لیئے ایک مستقل عملہ مقرر ہوا جسکا کام یہ تھا کہ اُنکے جرائم کی تحقیق و تفتیش کرے اور اُنکا استیصال کرتا ہے۔

محکمۂ سائر

زمانۂ سابق مین سائر کا کوئی قانون نہ تھا۔ رئیسۂ عالیہ کے عہد مین اُس کی تدوین عمل مین آئی۔

اِس صیغہ کی انجام دہی کے لیئے ایک بہت بڑا عملہ مقرر کیا گیا سائر بھوپال کے چبوترے کا داروغہ اور تمام داروغہائے پرگنات ریاست اور ناکہ دار لوگ اِس کے

ماتحت کیے گئے۔

اِس صیغہ کے باضابطہ انتظام سے ریاست کی مالیات مین خاطر خواہ اضافہ ہوا اور اقتصادی حالت مین حیرت انگیز ترقی ہوئی۔

سابق مین اخذ محصول کا طریقہ ایک روش پر نہ تھا۔ تسویۂ نظامات کی غرض سے والاجاہ نے اخذ محصول کا ضابطہ مرتب کراکر جاری کیا اس طرح پر تمام اختلافات سابقہ خود بخود رفع ہوگئے سائر کی آمدنی ابتداءً دو لاکھ تھی عہد والاجاہ مین اور منہائی خرچ بارہ لاکھ داخل خزانہ ہونے لگی۔

مجلس شوریٰ

ہر حکومت مین خواہ وہ شخصی خود مختار حکومت ہی کیون نہ ہو کچھ نہ کچھ ارباب صلاح بھی شریک کار ضرور رہا کرتے ہین، ایک شخص کیسا ہی قابل بیدار مغز اور مدبر ہو مگر وہ تمام شعبہائے ملی و معاشرتی و تمدنی و تجارتی کا تجربہ کار اور ماہر کامل نہین ہو سکتا۔ کوئی حکومت کبھی اُصول شرعی کے مُطابق اُس وقت تک شائستہ اور مہذب حکومت نہین کہی جاسکتی جب تک کہ لائق ارباب حل و عقد کی ایک باضابطہ مجلس شوریٰ وہان موجود نہ ہو اور تمام مہمات اُمور سیاسی و انتظامی اُس کی رائے و مشورہ سے عمل پذیر نہ ہون۔ خدا وند کریم نے قرآن حکیم مین فرمایا ہے۔ وَاَمرُھُم شُورٰی بَینَھُم۔ رئیسہ عالیہ کے آغاز حکومت مین محکمہ مرافعہ (اپیل) قائم تھا[۱] جس مین مقدمات دیوانی و فوجداری کا اپیل ہوا کرتا تھا اور رہائی یافتہ قیدیون کے ضمانت نامے وہان تحریر کیئے جاتے تھے۔

رئیسہ عالیہ نے شرعی اصول پر اُس کو کافی نہ سمجھکر مجلس شورے کا افتتاح کیا۔ اگرچہ اُس زمانہ کی نامساعدت کی وجہ سے مجلس شورے کے تمام اُصول و فروع کی تکمیل جیسی کہ چاہیئے نہ ہو سکی تاہم وہ چیز جو شریعت بیضا کے اصل اصول اور آئینی حکومت کا دیباچہ ہے اُسکی بُنیاد قائم ہوگئی۔

اِس مجلس کے ارکان مین اہل علم اور تجربہ کار اہل الرائے دونون شامل تھے جو ہمیشہ لازمی طور پر شریک مجلس ہوا کرتے تھے۔

دار الشورے کے وجود مین آنے سے صیغۂ مرافعہ اُسمین ضرورتاً مدغم ہوگیا۔ اِس مجلس کے فرائض حسب ذیل قرار دیئے گئے۔

(۱) مقدمات دیوانی و فوجداری کا مرافعہ۔

(۲) مہمات اُمور غور طلب مین کثرت رائے کی بنا پر ارباب حل و عقد سے مشورہ طلب کرنا۔

مرافعہ کی میعاد سماعت جس دن سے کہ نقل روبکاری حاصل کی جائے تین ماہ رکھی گئی تھی اکثر اوقات فریق مغلوب میعاد مرافعہ کو وسعت دینے کی غرض سے نقل فیصلہ حاصل کرنے سے عمداً اعراض کیا کرتا تھا اس لیئے یہ قاعدہ جاری کیا گیا۔ کہ بعد فیصلہ فریقین کو نقل حاصل کرنے کے لیے نوٹس دیا جائے۔ اور اسی تاریخ سے سماعت مرافعہ کی میعاد محسوب ہو

[۱] تاج الاقبال دفتر سوم فصل پنجم صفحہ ۱۲

محکمۂ تحقیقات رُوبکاری

اقتصادی اور ملکی ترقی کے ساتھ قاعدہ ہے کہ اُس کی آبادی اور تمدنی ضرورتیں بھی بڑھتی جاتی ہیں اس لیے ضرورت ہوئی کہ ایک محکمۂ تحقیقات روبکاری قائم کیا جائے اور اہل مقدمات کی تشفی خاطر اور مقدمہ کی اصل حقیقت تک پہونچنے کے لیے اُن کو ایک اور موقع عطا کیا جائے تاکہ عدالت و نصفت کے دونوں پلّے برابر ہو جائیں اور اہم مقدمات کی آخری تحقیقات کا تکملہ براہ راست اجلاس سرکاری سے ہو۔

قطع نظر اسکے یہ خبریں بھی متواتر گوشگزار ہو رہی تھیں کہ کارپردازان ریاست میں مادۂ رشوت ستانی روبہ ترقی ہے اور مال سرکاری کی خیانت میں دریغ نہیں کیا جاتا ان تمام اُمور پر غور کرکے ایک محکمہ تحقیقات رُوبکاری کے نام سے قائم کیا گیا۔ اور اُسکا مستقل عملہ مقرر ہوا افسر محکمہ فوجداری اور نائب بخشی فوج احمس کے دو رکن خاص قرار دیے گئے۔

اس طریقہ سے بہت کچھ رشوت و خیانت کا انسداد ہو گیا اور جسکے ذمہ زر سرکاری برآمد ہوا اگر وہ خوشحال تھا تو اُس سے یکمشت روپیہ وصول کر لیا گیا اور اگر غیر مستطیع و مفلوک تھا تو اس سے باقساط وصول کر کے اہل حقوق کی حق رسانی کی گئی۔

محکمۂ تحقیقات مقدمات سنین ماضیہ

ایک عام شکایت یہ بھی چلی آتی تھی کہ صدہا مقدمات جنکا عہد خلد نشین میں فیصلہ

ن ہوا تھا اور وہ تحقیقات و تصفیہ کی غرض سے مختلف مہتمان محکمات کے پاس بھیجدی گئی تھیں وہ ہنوز غیر منفصل پڑی ہوئی ہیں اور عدیم الفرصتی کی وجہ سے ان کے متعلق ہنوز کوئی کارروائی عمل میں نہیں آئی جسکی وجہ سے اہل مقدمہ سخت تکلیف اٹھا رہے ہیں جب یہ شکایت والا جاہ کے کان تک پہونچی تو اُنھوں نے رئیسۂ عالیہ کی اجازت سے ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ھ مطابق نوزدہم اپریل ۱۸۷۳ء سے محکمۂ تحقیقات مقدمات سنین ماضیہ قائم کیا اور انفصال مقدمات کے لیے بھوپال میں ایک منصرم اعلیٰ مع عملۂ خاص اور نظامتوں میں تین منصرم مع عملۂ منصرم بھوپال کی ماتحتی میں مقرر فرمائے اور حکم صادر کیا کہ ہر افسر محکمہ تین مہینہ کے اندر مقدمات موجودہ کا فیصلہ کر دے۔ جب تمام مقدمات کا فیصلہ ہو چکا تو آخر محرم سنہ ۱۲۹۵ ہجری مطابق فروری ۱۸۷۸ء کو یہ محکمہ توڑ دیا گیا۔ اور اہل عملہ کو دوسرے صیغوں میں جگہ دی گئی۔

دار الضرب

زمانۂ قدیم سے ریاست میں یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ جو جدید فرمان روا ریاست کی مسند حکومت پر متمکن ہوتا تھا، وہ اپنے عہد میں قدیم سکہ کا چلن موقوف کر کے جدید سکہ اپنے نام کا رائج کرتا تھا جب رئیسۂ عالیہ نے تخت حکومت پر جلوس فرمایا، تو قاعدۂ قدیم کے مطابق دار الضرب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں بہت کچھ

اصلاحات جاری فرماکر سکۂ قدیم فلوس کا موقوف کرکے سکۂ جدید جاری کیا۔
سکۂ بھوپال کا روپیہ چونکہ سکۂ انگریزی کا ہموزن نہ تھا اور بھوپال کی
ہمسایہ ریاستون مین مختلف البلاد سکّے رائج تھے اس لیئے اس پر بٹہ لگتا تھا
اس نقصان کو رفع کرنے کے لیئے رئیسہ عالیہ نے بعد غور و مشورہ خالص چاندی
کا مسکوک سکہ جو انگریزی چہرہ دار سکّہ کا ہموزن تھا اس پر ایک جانب حرف شین
(جس مین اشارہ عہد شاہجہانی کا پایا جاتا تھا) اور دوسری جانب سے مہری
نقش کراکر رفاہ عام کی غرض سے جاری کیا۔[۱]

اس سے کاروبار تجارت مین بہت سہولیت پیدا ہوگئی۔

ریلوے لائن اور ٹیلیگراف آفس کا اجرا

گورنمنٹ برطانیہ عظمٰی کی پُرامن اور شائستہ حکومت مین جس سُرعت رفتار
کے ساتھ تمدنی تحریک مراحل ترقی طے کر رہی تھی وہ کسی سے مخفی نہین۔
ہندوستان کے طول و عرض مین تجارتی۔ صنعتی۔ دماغی۔ اور عقلی ترقی کے
طاقتور محرکات نے جو اہم تبدیلی باشندگان ہند کے شعبہائے زندگی اور اُن کے

[۱] بعد وفات والاجاہ مرحوم اسی خیال رفاہ عام کا اثر تھا کہ یکم فروری ۱۸۹۷ء مین رئیسہ عالیہ نے سکۂ رایج
کا چلن قطعًا موقوف کرکے سکۂ انگریزی تک محروسہ مین رائج کیا اور محض رعایا کے آرام و ترقی تجارت
کے لیئے چند۔ وہزار روپیہ سالانہ کا نقصان ریاست گوارا فرمایا۔

معاشرتی حالات اور اخلاقی صفات مین پیدا کر دی تھی اگر اُس کی تحلیل و تجزی
کی جائے تو اُسکا حقیقی مرجع یہی دو چیزین ٹھہرتی ہین۔ یعنی ٹیلیگراف اور ریلوے
کا اجرا۔

مگر افسوس ہے کہ بھوپال ان قدرت کی فیاضیون اور انسانی دماغ کے
ایجادات و کمالات سے محروم تھا۔ اور باشندگان ریاست کو ان ترقیون کی اصلاح
میں قرون ماضیہ کے خیالات اُنکے دماغون اور طبیعتون پر احاطہ کیئے ہوئے تھے ؎

ان مین آج جہان تھے یہ دس صدی پہلے	گیا ہے قافلہ دور اور ٹوٹے ہین غبار

رعایائے بھوپال کو رئیسہ عالیہ کا تہ دل سے شکر گزار اور احسانمند ہونا چاہیئے
کہ انکے عہد مبارک مین اہل بھوپال کو خدا کی نامتناہی نعمتون سے متمتع ہونے اور اپنے
ہمسایہ اقوام باشندگان ہند کے قدم بقدم آئندہ ترقی کرنے کا زرین موقع ملا۔ اور
ہمیشہ کے لیئے نعم و منن الٰہی کے ابواب فتوح انپر مفتوح ہوگئے۔

رئیسہ عالیہ نے ابتداءً چھوٹی لائن کے ریلوے کا اجرا اٹارسی سے بھوپال اور
بھوپال سے اُجین تک تجویز کیا تھا۔ لیکن پھر بعد غور و تامل رئیسہ عالیہ نے مصمم ارادہ
کیا کہ بڑی لائن تیار کی جائے تاکہ درآمد و برآمد مال مین ہر طرح کی آسانی ہو
اور مسافرونکو بھی کافی طور پہ آرام ملے۔

گورنمنٹ آف انڈیا سے بوساطت جناب سر ہنری ڈیلی صاحب بہادر ریلوے کے متعلق
تمام ضروری شرائط اجراطے کیئے گئے اور معاہدات کی تکمیل اور انکا تصفیہ کرکے یہ قرار

دیا گیا۔ کہ بھوپال کی لائن اٹارسی سے براہ ہوشنگ آباد (جو بھوپال سے بچپس کوس فاصلہ پر واقع ہے) بھوپال تک اور بھوپال سے براہ بھیلسہ و جھانسی ریاست گوالیار کی لائن سے ملادی جائے۔ (جو آگرہ ریلوے لائن کی ایک برنچ ہے۔)

(۱) اول رئیسۂ عالیہ نے پچیس لاکھ روپیہ اجرائے ریلوے کے لیے ریاست خزانۂ عامرہ سے دینا اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی سے دس لاکھ روپیہ دینا منظور کیا تھا پھر کچھ دنوں کے بعد اس رقم مین اضافہ ہو کر پچاس لاکھ روپیہ کی قرار پائی بعد اس کے پندرہ لاکھ روپیہ کا اُس پر اور اضافہ ہوا۔ اور حفظ حقوق کے زاویہ نظر سے معاہدات مین یہ شرط کر لی گئی کہ اگر کسی وقت ریاست کو ریلوے کی شرکت سے جدا ہونے کا خیال ہوگا تو ریاست کا تمام و کمال روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

(۲) دوسری شرط یہ قرار پائی کہ ریلوے کا منافعہ حسب قرارداد رئیسۂ عالیہ کو نسلاً بعد نسلٍ ملتا رہے گا۔ اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کو حین حیات تک۔ بعد وفات اُن کے یہ منافعہ بھی رئیسۂ عالیہ کی طرف منتقل ہو جائے گا اور تمام و کمال منافعہ خزانۂ ریاست مین داخل ہوتا رہیگا۔

اِن تمام معاہدات مین رئیسۂ عالیہ کی کمال اولوالعزمی اور تقوی کی (جنکو صحیح معنون مین حامی شرع و متبع ہونے کا شرف حاصل تھا) یہ ایک ادنیٰ مثال ہے کہ اُنھون نے ایسے زرخطیر اور رقم کثیر پر ریلوے کمپنی سے سُود لینا گوارا نہین کیا۔ اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ

کو بھی اس رقم ناجائز سے دست بردار ہونا پڑا۔

۱۸۔ محرم ۱۲۹۶ھ یعنی آغاز ۱۸۷۹ء سے ریلوے کا کام جاری ہوا بھیلسہ سے ہمارے سرحد بھوپال تک پندرہ سو چالیس بگیہ زمین بلا قیمت ریلوے ڈپارٹمنٹ کو دی گئی۔ اور باشندگان ریاست کی فلاح و ترقی کے لیئے لاکھون روپیہ کا نقصان ریاست کو برداشت کرنا پڑا۔ اسٹیشن قائم کرنے کی غرض سے مناسب مقامات منتخب کرنے کے لیئے والا جاہ جناب سر ہنری ڈیلی صاحب بہادر کو جس طرف ریلوے لائن تعمیر ہو رہی تھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ کاتب الحروف بھی معیت مین تھا۔ دو ایک مقام دیکھ کر آخری تجویز یہ قرار پائی کہ زمین نوبہار کے آگے باغ فوجدار محمد خان کے عقب مین اسٹیشن تعمیر کیا جائے۔ یہ مقام جہانگیر آباد سے متصل شہر سے کسی قدر فاصلہ پر اور تاج محل سرکاری سے تقریباً ایک میل کی مسافت پر واقع ہے اور عمدہ مقام ہے۔

اسی اسٹیشن پر ایک خاص بنگلہ رئیسۂ عالیہ کے قیام کے لیئے تعمیر کیا گیا۔

۱۳۰۱ ہجری مطابق ۱۸۸۴ء کو ریلوے لائن کا کام اختتام کو پہونچا خاص رئیسۂ عالیہ کے سفر کے لیئے تین سیلون گاڑیان تیار کرائی گئین اور گورنمنٹ آف انڈیا کے ذریعہ سے جی۔ آئی۔ پی۔ آر۔ کمپنی سے یہ معاہدہ ہو گیا کہ ان گاڑیون کا محصول نہین لیا جاویگا اور علاقہ بھوپال مین بلا کرایہ ریلوے پر سفر کرنیکا اختیار حاصل رہیگا ٹیلیگراف آفس کے جاری کرنے کے لیئے رئیسۂ عالیہ نے چار ہزار روپیہ خزانۂ ریاست سے عطا کیا۔ سچ یہ ہے کہ تار اور ریل کے اجرانے ریاست کی کایا پلٹ دی اور اہل بھوپال

کے منجمد و فرسودہ خیالات مین ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا جیسا کہ اُسکی موجودہ ترقی سے واضح و روشن ہے۔

ریلوے جاری ہونے کے بعد مسافرون کے آرام اور مزدورون و قلیون کے نزاعات رفع کرنے کے لیئے ریاست کی جانب سے ایک عملہ متعین کیا گیا اور ریلوے بورڈ کا تقرر عمل مین آیا ریلوے اسٹیشن کے رفریشمنٹ روم۔ کی تعمیر مین چار ہزار روپیہ سے مرمت ہوا۔

ڈاکخانہ

سلسلۂ خبر رسانی کی ہر زمانہ مین ضرورت رہی ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ نامہ بر کبوترون سے خبر رسانی کا کام لیا جاتا تھا۔

جب دنیا نے گہوارۂ طفولیت سے قدم نکالکر تمدن کے میدان مین جولانی شروع کی تو اس وقت اس سلسلہ کی از سر نو تجدید ہوئی اور خبر رسانی کے لیئے ہرکارے مقرر ہوئے۔ خلد نشین[1] نے بھی اپنے عہد مین ڈاکخانہ کا طریقہ ریاست مین جاری کر کے ایک محکمہ خبر رسانی قائم کیا تھا۔

اس محکمہ مین ایک افسر چار محرر اور پینتیس ہرکارے مامور کیئے گئے تھے تمام کاغذات و خطوط سرکاری تینون نظامتون مین ہرکارے لیجایا کرتے تھے۔ اور محالات مین اس

[1] تاج الاقبال دفتر سوم فصل پنجم صفحہ ۱۷۔

خدمت کو قوم بلا ہی انجام دیا کرتی تھی۔

اس وقت چار ہزار دو سو اڑسٹھ روپیہ چار آنہ پائی بالا سالانہ ڈاک خرچ تھا۔

جب رئیسۂ عالیہ کا عہد حکومت شروع ہوا تو اُنھون نے ترقی یافتہ ممالک کیطرح باضابطہ ڈاکخانہ کا بندوبست کیا اور پانزدہم ربیع الاول ۱۳۱۹ھ ہجری سے ڈاک کا انتظام سرکار انگریزی کے طریقہ پر جاری کیا۔

تمام ریاست مین ڈاکخانے تعمیر ہوئے۔ بھوپال مین صدر ڈاکخانہ بنایا گیا جناب کرنیل ولیم ولبی آسبرن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ سے گفتگو کر کے ٹکٹ جاری کرنے کا معاملہ طے کیا گیا اور انگریزی پوسٹ آفس کے محصول کے مقابل مین ٹکٹ محصول رکھا گیا اور مبلغ چودہ ہزار آٹھ سو ستتر روپیہ ساڑھے گیارہ آنہ سالانہ خرچ مقرر ہوا۔

ہر چند اس کارروائی سے نظامات ریاست مین بہت سہولیت پیدا ہوگئی اور سرکاری کاغذات وقت پر پہونچنے لگے۔ مگر رعایا کی ضرورتین جنکا زیادہ تر تعلق ممالک غیر سے تھا اور جنکی وجہ سے رعایا کو بہت کچھ تکلیف اُٹھانا پڑتی تھی اُن مین کوئی کمی نہین ہوئی۔ اس لیئے رئیسۂ عالیہ نے حکام بالادست کی تجویز اور والا جاہ کی اتفاق رائے سے زمانۂ موجودہ کے مطابق پوسٹل سسٹم (Postal System) ریاست مین جاری کیا۔ اور گورنمنٹ انگریزی کا ایک ہیڈ پوسٹ آفس بھوپال مین اور متعدد پوسٹ آفس تمام محالات مین قائم کیئے جس سے سرکار بھوپال اور رعایا دونو

فائدہ پہونچا۔

دار القطن یعنی کاٹن مل

کاروباری دُنیا مین زراعت کے بعد صنعت و حرفت کو ایک ممتاز منزلت حاصل رہی ہے اور جب سے یورپ کی تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا اُس وقت تو صنعت و حرفت کا مرتبہ زراعت سے بھی بدرجہا بڑھ گیا ہے اب تو گویا تمدنی اور شہری زندگی کا اصلی زیور یہی صنعت و حرفت ہے۔

رئیسۂ عالیہ پہلی فرمانروا ہین جنھون نے اہل بھوپال کو خواب غفلت سے جگا کر اُنمین صنعتی بیداری پیدا کی۔

سنہ ۱۳۱۰ ہجری مین سات لاکھ روپیہ کے صرف سے متصل شاہجہان آباد دار القطن یعنی (کاٹن مل) کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

کپاس کے کاشت کی ترقی مین سرگرم کوشش کی گئی۔ گھاس کا بہت بڑا ذخیرہ جسکا بیشتر حصہ رائگان جاتا تھا اُس کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔

اِس انتظام سے نہ صرف ریاست کو فائدہ پہونچا بلکہ پیشۂ مزدوری مین ایک تازہ جان پڑ گئی۔

افسوس ہے کہ اِس کارخانہ کا افتتاح والاجاہ مرحوم کی حیات مین نہ ہوسکا اسکی تکمیل سنہ ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ع مین ہوئی۔

اِس کارخانہ مین گھاس اور روئی کے گٹھے باندھے جاتے ہین۔ اور ریلوے کے ذریعہ سے ہندوستان کی مختلف تجارتی منڈیون مین روانہ کیئے جاتے ہین۔

چونکہ اِس کارخانہ کا موقع قریباً تاج محل اور ریلوے اسٹیشن کے وسط مین واقع ہوا ہے اسلیئے اِس کی سربلند چمنی اپنے دھوان دھار شرارون کی چمک سے والاجاہ کے کارنامون کو ہمیشہ روشن اور رئیسۂ عالیہ کے مبارک نام کو تابان و درخشان رکھے گی۔

صیغۂ حفظان صحت

تندرستی کی جیسی کچھ ضرورت ہے وہ ظاہر ہے۔ بغیر حفظ صحت انسان نہ دُنیا کا کاروبار انجام دے سکتا ہے نہ مذہبی فرائض پورے طور پر ادا کر سکتا ہے۔ رئیسۂ عالیہ کی چشم رحم و کرم یقین نہ ایسی اہم ضرورت کی جانب سے کیونکر چشم پوشی کر سکتی یقین انھون نے غرۂ محرم سنہ ۱۳۰۲ ہجری سے حفظ صحت کا ایک باضابطہ محکمہ قائم کیا اور والاجاہ نے تمام اضلاع بھوپال مین متعدد شفا خانے اور خاص بھوپال مین وسیع پیمانہ پر دار الشفاء کا افتتاح کیا جیل خانہ۔ اور صیغۂ فوج کے لیئے جُدا جُدا شفا خانے تعمیر کیئے گئے۔ اور اُن مین اطبّاء حاذق اور نامی ڈاکٹرون کا تقرر کیا گیا۔ اور تمام طبیبون پر ایک افسر الاطبا، مقرر ہوا۔ ہندوستان کے نامور طبیب حکیم حافظ عبد العلی صاحب لکھنوی مرحوم بھی رئیسۂ عالیہ کے عہد مین افسر الاطبا رہ چکے ہین اُن سے قبل حکیم محمد احسن صاحب مرحوم۔ اور حکیم مظفر الدینؒ خان مرحوم شارح قانون شیخ ۵؎ اس

۵؎ حکیم صاحب موصوف نے ایک شرح قانون بنام کنز الکنون لکھی ہے جو چھپکر شائع ہوچکی ہے ۱۲

منصب جلیلہ پر فائز تھے۔

خاص بھوپال میں اُنیس طبیب اور اضلاعِ ریاست میں پینتالیس طبیب ما
ہوئے۔ معالجات کے لیے ہر قسم کا ضروری سامان فراہم کیا گیا۔ اور بیس ہزار دو
چالیس روپیہ سالانہ اُسکا مد رکھا گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ ایک مکمل نقشہ جسمیں ادو
کا صرف اور مریضوں کے نام اور مرض کی کیفیت مفصل درج ہو وہ ماہ بماہ ارسال
ہوتا رہے۔

۱۳۰۵ ہجری میں پرنس آف ویلز ہاسپٹل تعمیر کیا گیا۔ اُس کی عمارت میں ستائیس
چارسو چھیانوے روپیہ چیارہ آنہ صرف ہوئے اور ایک اسسٹنٹ سرجن اُس کا نگراں
اور افسر مقرر ہوا اُس کے بعد ایک جدید اسپتال ہراکسیلنسی لیڈی ڈفرن کے نام
سے مستورات کے علاج کے لیے کھولا گیا اس کی افسر اعلےٰ ایک لیڈی ڈاکٹر مقرر
کی گئی۔

ان تمام شفاخانوں میں تقریباً ایک لاکھ غریب مفلس مریضوں کا علاج مفت کیا
ہے۔ جو ہر سال اکثر شفایاب ہوکر وہاں سے نکلتے ہیں۔

غرہ رمضان ۱۳۰۸ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۸۹۱ء سے ہاسپٹل ایجنسی سیہور کے
چھ سو روپیہ سالانہ ریاست سے دینا منظور کیا گیا۔

سلسلۂ امراض میں سب سے زیادہ مہتم بالشان اور خوفناک مرض جدری یعنی چیچک
ہے جس کے مہلک حملوں سے ہر سال ہزاروں معصوم بچے اور صدہا جانیں ضائع ہوا

ل ہیں"

طبی و ڈاکٹری تجربات شاہد عادل ہیں کہ ویکسی نیشن یعنی ٹیکہ سے زیادہ مفید
ب کوئی علاج نہیں اس لیے اس مفید کام کے انجام دینے کے لیے سترہ ویکسی نیٹر
زم رکھے گئے۔ اور اُس کا ایک جداگانہ عملہ بھرتی کیا گیا۔ سترہ ہزار دو سو ساٹھ روپیہ
لانہ اُس عملہ کا صرف متعین کیا گیا۔ اور حکم صادر ہوا کہ مفلس اور بے نوا لوگوں
غذا اور دوا تا صحت سرکار کی جانب سے مفت دی جایا کرے اور اُن کے اموات
کے لیے تجہیز و تدفین کا صرفہ خزانۂ ریاست سے ادا ہوا کرے۔

باشندگان بھوپال ابتدا میں چونکہ اس طرز علاج کے عادی نہ تھے اور اُس کے
فائدہ سے ناواقف تھے اور فرقۂ جہال میں طبقۂ ہنود کی طرح سیتلا مائی یعنی چیچک کی نسبت
طرح طرح کے مزخرف روایات و خیالات دلوں میں جاگزیں تھے اس لیے عوام الناس
اس طریقۂ علاج سے نہایت بیزار اور متوحش اور خائف تھے"

رئیسہ عالیہ نے انکی تصحیح خیالات میں پوری کوشش کی۔ اور اُن کی ترغیب
و ہمت افزائی کے لیے انعامات مقرر کیے۔

صیغۂ فوج

نظام حکومت کی اجزائے ترکیبی میں غالب عنصر ہمیشہ فوجی سسٹم کا رہا ہے
خصوصاً اسلام کے قالب میں تو یہ سسٹم حرارت غریزی کا حکم رکھتا ہے مارشل اسپرٹ

کے بغیر حکومت کا وجود ایک نعش بیجان سے زیادہ نہین۔

چونکہ خارجی اثرات اور زمانہ کے تغیرات دوسرے نظامات کی طرح فوجی
بھی بہت کچھ اثر ڈالا کرتے ہین اور اُس مین تبدیلیان پیدا کرتے ہین اس لیے
کا فوجی نظام یورپ کے ترقی یافتہ ملیٹری سسٹم کے مقابل مین غیر منتظم فرسودہ
اصول طریقہ جنگ کے خلاف چلا آتا تھا خلد نشین کے عہد مین زمانۂ حاضرہ کے مطابق
کا کوئی منتظم بندوبست نہ تھا۔

فوجی سپاہیون کی بارکین کہنہ سفالہ پوش تھین توپ خانون مین بجائے گھوڑون
کے بیلون سے کام لیا جاتا تھا۔ قدیم دیسی باجہ فوج مین جاری تھا۔

رئیسۂ عالیہ نے اپنے عہد حکومت مین اُس کی تنظیم و تنسیق کی طرف خاص طور
توجہ فرمائی۔ جہانگیر آباد کے متصل مبلغ اُنسٹھ ہزار نو سو اکیس روپیہ آٹھ آنہ سہ پائی
بالا صرف کرکے فوج نظامی کے لیے اور شاہجہان آباد کی ایک سمت پر ساٹھ ہزار
پچپن روپیہ دس آنہ صرف کرکے فوج ملکی کے لیے نہایت خوشنما پختہ بارکین تیار
کرائین۔

فوج نظامی و ملکی کو زمانۂ دراز سے یہ شکایت چلی آتی تھی کہ ہمکو فوجی قواعد
کی محنت۔ حاضر باشی۔ وردی کے مصارف اور خوراک اسپ کے بار کا متحمل ہونا پڑتا
ہے با این ہمہ ہمکو تنخواہ بیرونجات کی فوج تعیناتی کے برابر دیجاتی ہے۔ رئیسۂ عالیہ
نے اُن کے عذر معقول و واجبی کو قبول فرما کر غرۂ محرم سنہ ۱۲۹۶ ہجری سے اٹھارہ ہزار

... سواسی روپیہ سالانہ کا اضافہ فوج کی تنخواہ مین اور تین ہزار چھیانوے روپیہ
... اضافہ گولہ اندازون کی تنخواہ مین منظور فرمایا علاوہ اس کے سنہ ۱۲۹۶ ہجری سے
... کے لیے پنشن کا قاعدہ جاری کیا۔

عہد سابق مین محض فوجی افسرون کی سفارش پر عہدہ کی ترقی عمل مین آتی تھی
... اس کے رئیسۂ عالیہ نے ملیٹری رول کے مطابق سپہ گری کے جوہر قابلیت پر
... فوج کی ترقی منحصر و موقوف کی۔

چونکہ قدیم زمانہ سے ریاست بھوپال اور سلطنت برطانیہ کے باہمی تعلقات عمیق اتحاد
و یگانگت کے مستحکم عہد و پیمان سے منسلک رہے ہین اور گورنمنٹ برطانیہ کو جان و مال
اور فوج سے مدد دینا رئیسۂ عالیہ نے ہمیشہ اپنا فرض سمجھا۔ اس لیے فوج کی اصلاح
اور اُس کو زمانۂ حاضرہ کے مطابق جنگی ساز و سامان سے آراستہ کرنا ضروری خیال کیا
تا کہ ضرورت کے وقت ریاست کی فوج مثل انگریزی سپاہ کے سلطنت برطانیہ کے
تحفظ اور وقار قایم رکھنے مین کافی مدد دے سکے چنانچہ خلد مکان نے توپخانہ مین
عمدہ قسم کے متناسب قد و قامت کے گھوڑے داخل کیے فوج کے لیے زمانۂ موجودہ
کے مطابق فوجی وردی (یونی فارم) تیار کرائی۔ بینڈ باجہ۔ فوجی سامان تجمل اور
ترقی یافتہ اسلحہ سے اس کو آراستہ کیا۔ اور ایک رسالہ باڈی گارڈ مرتب کیا۔ اور
اُس کو نہایت خوبصورت وردی سے مزین فرمایا۔ جدید وضع کے شاندار فوجی پرچم
و نشان سپاہ مین رائج کیے۔ نوجوان طاقتور ذی وجاہت لوگ فوج مین بھرتی

کے گیے۔ بوڑھے ناتوان سپاہیون کی پرورش محکمہ مصارف وظائف سے کی گئی

سپاہی لشکر نیاید بکار	یکے مرد جنگی بہ از صد ہزار

اسلحہ خانہ کلکتہ کی تبعیت مین قدیم و جدید آلات حرب و ضرب کا میگزین قلعہ مین قائم کیا اور اُس کو نہایت دلفریب طریقہ سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

درجۂ اوّل مین بندوقین۔ ریوالور۔ کرچ۔ اور فوجی نشان وغیرہ کے جنکو۔ ملیٹری ڈپارٹمنٹ سے تعلق تھا۔

دوسرے درجہ مین اسلحۂ خاص سرکاری یعنی۔ بندوقین۔ رائفلین۔ قرابین سپر شمشیر۔ ماہی مراتب۔ اور نشان و علم سقف مکان مین قرینہ سے سجائے گئے اور سنگینون و تینچون کو در و دیوار پر اس خوبی اور خوبصورتی سے آویزان کیا گیا کہ اُسنے گلکاری کی صورت مین تمام میگزین کے مکان کو چمنستان کا نمونہ بنا دیا۔

زمانۂ جنگ سوڈان و کابل اور زمانۂ بغاوت عربی پاشا مرحوم مین رئیسۂ عالیہ نے والا جاہ سے خرائط و خطوط مشعر ہمدردی و اعانت لکھواکر ہز اکسیلنسی ویسرائے بہادر کی خدمت مین روانہ فرمائے آخری خریطہ مین تا اختتام جنگ ریاست سے دو لاکھ روپیہ سال کی گرانقدر امداد کا وعدہ کیا گیا تھا چنانچہ ایجنٹ گورنر جنرل صاحب بہادر سنٹرل انڈیا نے بہ نفس نفیس ریاست مین تشریف لاکر جلسۂ عام مین گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے دلی اتحاد و یگانگت کا اظہار اور گران قدر پُرجوش امداد کا دلی شکریہ ادا کیا۔

صیغۂ تعمیرات

سلاطین تیموریہ مین اگر شاہجہان بادشاہ غازی کا عہد سلطنت ہندوستان مین وسیع عمارات استحکام۔ جدت طرازی اور تزئین ملک کے دور ترقی کا بہترین نمونہ کہا جا سکتا ہے تو رئیسۂ عالیہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کا عہد فرمانروائی بھی بھوپال مین جدید مستحکم عمارت نادرہ کاری اور تزئین ملک اور دور شائستگی کا دیباچہ کہلانیکا ہر طرح مستحق ہے۔

رئیسۂ عالیہ کو شاہجہان بادشاہ غازی کے ساتھ جو مشارکت اسمی اور اتحاد عملی کا شرف حاصل ہے وہ اہل ملک اور سیاحان ہند سے پوشیدہ نہین ہے

فی الجملہ نسبتے بہ تو کافی بود مرا	بلبل ہمین کہ قافیہ گل شود بس است

شاہجہان بادشاہ نے دہلی قدیم کے باہر ایک جدید شہر شاہجہان آباد اپنے نام پر آباد کیا تھا جس سے اب نئی دہلی مُراد لی جاتی ہے اور دریائے جمن کے کنارے قلعۂ معلّٰے تعمیر کیا تھا جس کو نشیمن ظل الٰہی ہونیکا افتخار حاصل تھا۔

رئیسۂ عالیہ نے بیرون بھوپال اپنے اسم گرامی پر ایک نیا شہر بسایا اور اُس کا نام شاہجہان آباد رکھا اس مین ایک مثمن بازار تیار کیا گیا اور اُس کے وسط مین ہشت پہلو خوشنما ایک عمارت بنائی گئی جس کی تعمیر مین ساٹھ ہزار نو سو انتیس روپیہ چار آنہ پانچ پائی صرف ہوئے۔

شاہجہان آباد کی آبادی کی مزید ترقی کے خیال سے رعایائے شہر کو مکانات اور دوکانات کی تعمیر کرنے کے لیئے خزانۂ عامرہ سے لاکھون روپیہ قرض حسنہ کے طور عطا فرمائے۔

علیاحضرت قیصرۂ ہند کی عطائے خطاب کی خوشی مین محلۂ قیصر گنج کی بنیاد ڈالی۔ اور اُس مین متوسلین کے لیئے ایک طول سلسلہ مین مکانات تعمیر کرائے جنکی لاگت اکتیس ہزار چھ بہتر روپیہ سات آنہ سہ پاؤ ہوتی ہے۔

ہز رائل ہائنیس پرنس آف ویلز بہادر کے نام نامی پر مدرسۂ پرنس آف ویلز اور ڈیوک آف ایڈمبرا کے اسم گرامی پر مدرسۂ ڈیوک آف ایڈمبرا قائم کیا۔

سو خر الذکر کی تعمیر مین چھبیس ہزار آٹھ سو اکتالیس روپیہ تیرہ آنہ چھ پائی صرف ہوئے ایک وسیع خوش فضا میدان مین سرکاری تالاب کے متصل جسکی تعمیر مین ایک لاکھ ستر ہزار دو سو چھ نستھر روپیہ سات آنہ ایک پاؤ صرف ہوئے تھے ۱۲۸۸ھ مین ایک عالیشان قصر شاہی کی بنیاد ڈالی اور اُسکا نام تاج محل رکھا۔ بارہ لاکھ روپیہ اس محل کی تعمیر مین صرف ہوئے۔

جب تاج محل بنکر تیار ہوا تو شعرائے پائے تخت نے بہت سے قطعات تاریخی لکھے اور اُسکے تاریخی نام نکالکر رئیسۂ عالیہ کے حضور مین پیش کیئے۔

ایوان محتشم قصر مسعود عدیم المثال بے نظیر خورنق جلوہ گاہ۔ در دولت خانہ
۱۲۹۶ ۱۲۹۶ ۱۲۹۶ ۱۲۹۶

کاخ خدیو بھوپال
۱۲۹۶

مولوی عبد المجید صاحب نے قطعۂ تاریخ ذیل لکھکر رئیسۂ عالیہ کے حضور مین پیش کیا

حضرت شاہجہان بیگم ذی جاہ چو شد	بانی قصر شگرف صفت قصر بہشت
نام نامیش بود تاج محل وہ چہ محل	کہ در و غیرت خورشید بود ہر خشت
زمین وار ژنگ بجیب آمدہ ہر نقش درو	بود معمار گر مانی و بہزاد سرشت
گر از حضرت نواب[1] بود ایجادش	کہ بنیا بد بر ہش راہ گہے سایۂ زشت
شد اوردیدہ مجید از پئے سال تاریخ	رونق افزائے جہان تاج محل شد بہ نوشت
	۱۲۹۶

تاج محل کے عقب مین ارباب خصوصی اور اخوان ریاست کے لیئے بارہ محل۔ نواب منزل۔ امیر گنج۔ اور ادنیٰ و اعلےٰ ملازمان آستانۂ خاص کے لیئے محلات مغلپورہ اور خواص پورہ تعمیر کرائے۔

تاج محل کے پہلو مین ایک نہایت شاندار عمارت جسکا نام عالی منزل رکھا گیا تعمیر ہوئی اسکے سامنے پائین باغ اور فرن ہاؤس قائم کیا۔

پشاور اور کشمیر تک سے فواکہات وغیرہ کی قلمین اور درخت منگائے گئے کشمش اور انگور کے کابلی درخت کاتب الحروف نے بھی پیش کیئے تھے۔

تالاب کے مغربی جانب تاج محل سے ملحق ایک نہایت خوبصورت عمارت بے نظیر کے

[1] نواب والا جاہ بہادر مرحوم۔

نام سے تعمیر کی گئی جس کی سقف و دیوارین مرتفع پاکیزہ شفاف آبگینون اور رنگا رنگ تصاویر سے نگار خانہ چین و نقش ارژنگی کا لُطف دیتی تھین اُس کا سنگین صحن مستطیل جس کے وسط مین نہر تیار کی گئی تھی اور جسمین فوّارے جا بجا لگے ہوئے تھے انکو دیکھکر۔ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۔ کا منظر پیش نظر ہو جاتا تھا۔

اُس صحن سے تالاب تک زینہ بنا یا گیا تھا۔ اور نہر کے پہلو مین ایک مختصر سنگین عمارت ساوَن بھادون کے نام سے بنائی گئی تھی جسمین چہار طرف آبشارین اور اُسکی چھت مین صدہا فوّارے نصب تھے۔

اسی قسم کی ایک اور عمارت مگر ذرا اُس سے وسیع ساوَن بھادون کے نام سے تاج محل کے وسط صحن مین بھی تعمیر کرائی گئی تھی عالی منزل کی جانب جنوب ایک مینا بازار بنا یا گیا تھا جو پری بازار کے نام سے موسوم تھا اِس کی دوکانین سرتاسر چوبی گلکاری کی اعلیٰ نمونہ تھین اور دلفریب طریقہ سے انکی تعمیر ترتیب عمل مین لائی گئی تھی افسوس ہے کہ ایسا دلکش اور خوشنما بازار دفعۃً ناگہانی آتش زدگی سے جلکر خاک سیاہ ہو گیا۔

تالاب کے شمالی جانب تاج محل کے محاذ مین ایک رفیع الشان مسجد کی بنیاد ڈالی جسکا نام تاج المساجد ہے۔

اُسکی عمارت اور صحن اور حجرے جامع مسجد دہلی کے مطابق سنگ سُرخ کے تجویز کیے گئے تھے۔

رئیسہ عالیہ کی جدت طرازی نے رجو اُن کی طبیعت کا خاصہ تھا) اُس مین ایک ایسی نئی شان پیدا کرنی چاہی تھی کہ اگر وہ انکی حیات مین تکمیل کو پہونچ جاتی تو نہ صرف ہندوستان مین بلکہ دنیا مین تاج المساجد کی دوسری نظیر نہ ہوتی اور سیاحان عالم کے دلونکی کشش کیلئے مقناطیس کا کام دیتی۔

اُس مسجد کے حوض و ممبر اور اُس کے تمام مُصلّے اور نگس منقش بلّور کے ڈھلے ہوئے براہ راست یورپ سے لاکھون روپیہ صرف کرکے منگائے گئے تھے صرف اسی ایک بات سے اُس کے بقیہ سامان و زینت آراستگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ رئیسہ عالیہ اپنے اس مقدس شاندار مقصد مین کامیاب نہ ہو سکین۔ اور اجل موعود کے بیدرد ہاتھ نے تاج المساجد کے باعظمت و تقدس کام کو اور اُس کے سربلند مینارون کو ناتمام و ناکمل چھوڑ دیا ؎

چھوڑا مہ نخشب کی طرح دستِ قضا نے
خورشید ہنوز اُس کے برابر نہ ہوا تھا

شاہجہان آباد کی مغربی پہاڑی پر سو گز طویل اور سو گز عریض عمید بگاہ تعمیر کرائی اور اُس کو دو حصّون پر تقسیم کیا۔ ایک مردانہ حصّہ اور دوسرا زنانہ حصّہ پردہ دار خاص شہر بھوپال مین جو قدیم محل تھا اُس کی ازسرِ نو ترمیم کی اور ۱۲۹۰ھ مین دیوان عام۔ دیوان خاص۔ پائین باغ۔ سیرگاہ۔ حمام۔ مطبخ۔ توشک خانہ۔ آبدارخانہ خوابگاہ۔ دار الانشاء محل سرائے نواب والیعہد صاحبہ اور قصر دلنشین والا جاہ جسکی تاریخ بنا۔ بیت الشرف ہے تعمیر کراکر محل قدیم مین اضافہ کیا۔ ایک لاکھ چار ہزار

تین سو چار روپیہ آٹھ آنہ سہ پاؤ بالا اُس مین صرف ہوے محل سے متصل ایک
مسجد سنگ مرمر کی تعمیر کی گئی اور اُس کا نام موتی مسجد رکھا گیا۔ آیۂ کریمہ یَا اَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا اُس کی تاریخ بناے علاوہ
اور بہت سے جدید مکانات اور کارخانے تیار کرائے جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) دفتر سار اس مین ستائیس ہزار چار سو اکیس روپیہ تیرہ آنہ چھ پائی [عہ ۱۳ / ۶]
ہوے۔

(۲) دار الضرب اس مین گیارہ ہزار نو سو انتیس روپیہ چہاردہ آنہ یک
بالا خرچ ہوے۔

(۳) دار الشفا اس مین اکتیس ہزار چار سو چھیانوے روپیہ چہاردہ آنہ
صرف ہوے۔

(۴) نجار خانہ اس مین تین ہزار سات سو اکتالیس روپیہ تیرہ آنہ سہ پاؤ بالا
خرچ ہوے۔

(۵) اصطبل جس مین شتر خانہ۔ فیل خانہ۔ بگھی خانہ۔ رتھ خانہ۔ وغیرہ بھی
شامل ہے۔ اس مین چھبیس ہزار تین سو ساٹھ روپیہ گیارہ آنہ یک پاؤ لاگت آئی

(۶) کارخانہ دری باقی مین پانچ ہزار آٹھ سو ستر روپیہ بارہ آنہ صرف
ہوے۔

(۷) خلد نشین نے جامع مسجد دہلی کے نمونہ پر ایک شاندار مسجد کی جو تی مسجد کے نام سے تعمیر

ع کی تھی جو اُن کے عہد مین ناکمل رہی رئیسۂ عالیہ نے تین لاکھ چونسٹھ ہزار
سات سو تین روپیہ تیرہ آنہ سہ پاؤ صرف کر کے اسکو تکمیل تک پہونچایا۔

(۸) شوارع عام بھوپال اور تمام قلمرو کی سڑکین وسیع اور بعض جدید
کرائین۔ سڑکون کے دونون جانب پختہ مکانات تعمیر کرائے۔

(۹) باغ نشاط افزا شہر سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تعمیر کرایا۔ یہ خاص
رئیسۂ عالیہ کا باغ تھا اور بلا مبالغہ اپنے بوقلمون میوہ دار درختون رنگارنگ مختلف
اقسام کے سرسبز و شاداب پودون اور پھولون سے تختۂ جنّت بنا ہوا تھا۔ اور اپنے
فضا سبزہ زار روشون اور تازگی بخش جوئبارون اور آبشارون سے سعدی شیرازی رح
کے اس دلکش قطعہ کا نزہت افزا منظر نظارگیان باغ کی نگاہ کے سامنے پیش کرتا تھا

رَوْضَةٌ مَاءُ نَهْرِهَا سَلْسَالٌ	دَوْحَةٌ سَجْعُ طَيْرِهَا مَوْزُوْنٌ
این پر از لالہ ہاے رنگارنگ باد در سایۂ درختانش	وین پر از میوہ ہاے گوناگون گسترانیدہ فرش بوقلمون

اس باغ کی نگرانی اور آراستگی و پیراستگی سیّد احمد صاحب مرحوم سے متعلق تھی
جو جدید ترقی یافتہ فن باغبانی اور علم نباتات کے ماہر کامل تھے۔ اور اس فن مین
اُن کو ایسی عجیب قدرت و دستگاہ تھی جو باغ کے گلگشت کرنے والون اور سیاحان عالم
کی زبان سے بے اختیار احسنت و آفرین کا صلہ وصول کر لیتی تھی اسی باغ مین رئیسۂ عالیہ
خلد مکان کا مجرۂ مزار ہے غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَنَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهَا۔

(۱۰) سکندر قلیخان فولاد جنگ کی ایک مہانسرائے تھی۔ جو آثار قدیمہ میں [illegible] حیثیت سے حالت کس مپرسی نے اس کو شکستہ دلون کی طرح کسور اور قابل [illegible] بنا دیا تھا۔ رئیسۂ عالیہ نے اُس کو منہدم کرا کر بارہ ہزار نو سو ستر روپیہ [illegible] صرف کرکے ۱۳۱۹ ہجری مین مہمانون کے لیے از سر نو پختہ اور مستحکم بنوائی۔

بزرگان مسافر بجان پروردند	کہ نام نکوشان بعالم بردند

(۱۱) رئیسۂ عالیہ نے اپنی مادر مہربان خلد نشین کا مجوزہ [illegible] نو ہزار [illegible] تیس روپیہ نو آنہ سہ پاؤ صرف کر کے تعمیر کرایا اور اس کا صحن مربع نہایت خوش [illegible] سنگ سرخ سے بنوایا اور ریلوے اسٹیشن کے متصل اُن کے نام پر ایک جدید مہمانسرا تعمیر کرائی جو سرائے سکندری کے نام سے مشہور ہے۔ منشی فدا علی صاحب فارغ مرحوم قطعۂ تاریخ ذیل لکھکر رئیسۂ عالیہ کے حضور مین پیش کیا۔

یہ ریاست شاہجہان بیگم نے حسکم	مہتمم صاحب کو جو ہین نیک راے
ریلوے لائن کے اسٹیشن کے پاس	جلد بنوا دو سرائے دل کشا
تاکہ پہونچے میری مادر کو ثواب	جو مسافر آئے وہ آرام پائے
کلک فارغ نے لکھا سال بنا	خوب و سنگین بن گئی مہمان سرائے

ایک اور صاحب نے جنکا نام مجکو یاد نہین رہا قطعۂ تاریخ ذیل لکھکر پیش کیا۔

تاجور شاہجہان بیگم والا حشمت	رانی کشور بھوپال بجاہ و حشمت
بہر آمرزش نواب سکندر بیگم	ساکن عالم باقی جوار رحمت

[illegible] این پختہ و دلکش چو مسافرخانہ	در ہزار و سہ و صد پنج سنین ہجرت
[illegible] اسود شب کرد دعا وقت سحر	دست بر داشتہ در حضرت رب العزت
[illegible] باد آنجا بسرور و شوکت	مادرش باد ز افضال خدا در جنت

(۱۲) اسی طرح اپنے والد ماجد نواب جہانگیر محمد خان بہادر کا مجوزہ [illegible] پانچ ہزار [illegible]ستیس روپیہ تین آنہ ایک پاؤ خرچ کر کے تیار کرایا۔ اور متصل تاج المساجد [illegible] مدرسۂ قرآن مدرسۂ جہانگیری کے نام سے جاری کیا۔

(۱۳) جہانگیر آباد کی کوٹھی جو صاحبان عالیشان یورپین اور محترم مہمانون کی [illegible]دوگاہ ہے اسکے چمن اور جلوخانہ کی مرمت و تزئین مین تیرہ ہزار تین سو چھتیس روپیہ [illegible]ت نیم آنہ صرف کیے۔

(۱۴) مدرسۂ سلیمانیہ کے قریب طلبہ اور مدرسین کے آرام کے لیے ایک [خو]ش وضع مختصر مسجد بصرف پانچ ہزار چھیاسی روپیہ دس آنہ ایک پاؤ تیار کرائی۔

(۱۵) ایک سڑک (جو چھاؤنی سیہور سے اشٹہ ہوتی ہوئی سوہن گنج علاقے [illegible]کار سیندیا سے ملگئی ہے) رئیسۂ عالیہ نے تیار کرائی۔ اور اس مین ایک لاکھ دس ہزار روپیہ صرف ہوئے۔

(۱۶) پھر ایک سڑک پاربتی ندی سے سیہور تک بنوائی گئی جسمین ستانوے ہزار سات سو چھیاسٹھ روپیہ صرف ہوئے۔

(۱۷) ہوشنگ آباد کی سڑک پر تین لاکھ سے اوپر صرف ہوا۔ تیرہ ہزار سات سو سولہ روپیہ

اسکا سالانہ صرفہ قرار پایا۔

(١٨) تھیور کے تالاب کی درستی اور اُسکی ندی کے باندھ باندھنے مین پا[illegible]
خزانۂ ریاست سے دیئے گئے۔

(١٩) زمانۂ وزارت کرنل وارڈ صاحب بہادر مین ایک نہایت عالیشان وسیع [illegible]
جولال کوٹھی کہلاتی ہے ریاست کی جانب سے تیار ہوئی اب یہ کوٹھی ہز ایکسلنسی میل[illegible]
اور اعلی افسران سرکار انگریزی کی فرودگاہ ہے۔ علاوہ انکے اور بہت عمارات مین [illegible]
ایک اضافہ دراز ہے۔

یہانتک تو اُن عمارات کا ذکر تھا جو والاجاہ کے عہد امیر الملکی مین رئیسۂ عال[illegible]
تعمیر کرائین۔

اب ہم اُن عمارات کا ذکر کرتے ہین۔ جو والاجاہ مرحوم نے اپنے عہد امیر الملکی
مین اپنی اولاد کے لیئے بذات خود تعمیر کرائین اور آثار باقیہ کے طور پر بھوپال مین بطور یا[illegible]
چھوڑین۔

اس سلسلہ مین سب سے پہلے قابل بیان نور محل کا حال ہے یہ نام والاجاہ مرحوم [illegible]
برادر معظم میر نور الحسن خان مرحوم کے نام کی مناسبت سے رکھا تھا یہ ایک وسیع ر[illegible]
اراضی پر نہایت خوشنما شاندار عمارت ہے جو شاہجہان آباد اور شہر بھوپال کے وسط مین
خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا کے طور پر واقع ہے اور دونون قدیم و جدید شہرون
کے اتصال کا ذریعہ ہے۔ جہان یہ عالیشان عمارت تیار ہوئی ہے وہان اول رئیسۂ عال[illegible]

[illegible] مکان نے بعض دفترون کے لیئے عمارت کی طرح ڈالی تھی۔ ہنوز مکانات تیار نہین
[illegible] پائے تھے کہ والاجاہ مرحوم نے اُس موقع کو پسند کیا اور خلد مکان نے عمارت
[illegible] واقع اراضی نور محل انکی اولاد کو عنایت مرحمت فرمانیکا قصد کیا مگر والاجاہ اس پر راضی نہین
[illegible] اور مبلغ بیاسی ہزار چھ سو ترانوے روپیہ پانچ آنہ سہ پاؤ نقد مع سہ قطعات
[illegible] قدیم قیمتی بچاسی ہزار روپیہ جملہ ایک لاکھ سرسٹھ ہزار چھ سو ترانوے روپیہ
[illegible] آنہ سہ پاؤ دیکر محکمۂ عدالت ریاست سے باضابطہ اُسکا قبالہ بورخہ شانزدہم محرم
[illegible] ہجری حاصل کیا۔

[illegible] نیازی ہمتے دارد کریمان واقف اند		ما ہم از دست رد خود چیزہا بخشیدہ ایم

والاجاہ نے اپنی اولاد و احفاد کی بود و باش کے لیئے اُن کی خانگی ضرورتون کی
[illegible] سے انکے مرتبہ و حیثیت کے موافق تین محلسرا اُن کی بُنیاد ڈالی اور ان تینون کا مجموعی نام
نور محل۔ رکھا ہر محلسرا کے مین متعدد قطعات ہین۔ خوابگاہ۔ نشست گاہ۔ توشہ خانہ
[illegible] دار خانہ۔ باورچی خانہ۔ کچہری۔ کتب خانہ۔ مہمان خانہ۔ درس گاہ۔ حمام۔ خدام
[illegible] مکانات۔ بالاخانے۔ وسط محل مین ایک دلنشین بارہ دری۔ اور تین پائین باغ۔
[illegible] قدس علیہ صاحب فارغ مرحوم نے بارہ دری کی تاریخ بنا مین یہ قطعہ لکھکر والاجاہ کے حضور مین پیش کیا۔

ہست این قصر جلوہ گاہ کلیم		چون نہ گویم کہ غیرت طور است
سالش از چرخ ذہن فارغ یافت		او کامل نشیمن نور است ١٣٠٢ھ

ع کلیم میر نور الحسن خان مرحوم کا تخلص تھا۔

مولوی سید اعظم حسین صاحب سندیلوی مرحوم نے قطعۂ تاریخ ذیل پیش کیا ؎

این عمارت زنزول نور ست	بشرف گاہ عطارد ہمتاب
سیر نور الحنش چون آراست	سال شد منزل خورشید جناب

نورمحل کے متصل محاذ مین جانب جنوب ایک خوش فزا تالاب بنایا۔ اور مغرب کے جانب ایک خاص مکان مربع مستطیل خانقاہ کے نام سے تعمیر کیا۔ اس کی پشت ایک وسیع و رفیع الشان مسجد بنوائی (جو مسجد نورمحل کے نام سے مشہور ہے اس مس بیضاوی حوض تمام تر سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ اور اپنی خوش وضعی کے اعتبار دلفریبی کا مکمل نمونہ ہے۔

نورمحل کی جانب مشرق صدر دروازہ کے مقابل مین ایک اور وسیع عمارت اصطبل تعمیر کرائی (جو پائیگاہ کے نام سے مشہور ہے) اس مین متعدد قطعات عمارات ہین جانب جنوب خاص اصطبل واقع ہے جسمین گھوڑیان ۔ اسپ و فیل و شتر ۔ سب کے جدا جدا مقامات بنے ہین اصطبل کے جانب مشرق جو عمارت ہے اس مین مدرسہ تھا جسکو بعد وفات والاجاہ مرحوم رئیسۂ عالیہ نے متصل مزار والاجاہ منتقل کر د تھا اور اسکے مصارف ریاست سے مقرر کر دیئے تھے۔

یہ مدرسہ والاجاہ مرحوم نے اپنے صرف خاص سے جاری کیا تھا۔ اس مین قرآن کر اور علوم مذہبی وغیرہ کا درس دیا جاتا تھا نورمحل کی تعمیر و تکمیل مین کل مجموعی رقم جو والاجاہ مرحوم نے صرف کی اسکی تعداد تین لاکھ تیس ہزار تک پہونچتی ہے۔

فی الحال نورمحل ہم لوگون سے ترک وطن کرکے لکھنؤ چلے آنیکی وجہ سے خالی پڑا اور ریاست نے قبضہ و تصرف کرکے اس مین کرایہ دار آباد کردیئے ہین۔ لَعَنَ اللہُ ت بَعْدَ ذٰلِكَ آمَنَّا۔

مکان اصطبل کی پشت پر جانب شمال والاجاہ مرحوم نے اپنی والدۂ معظمہ کے ایصال ثواب کی غرض سے ایک مسجد تیار کرائی۔ اور ایک مہمان سرائے مع چاہ بموضع واقع شاہراہ ہوشنگ آباد مین تعمیر کرائی۔ علاوہ ان کے چند مساجد شہر اور تالاب برین نورمحل بنوایا۔ مصارف باغ و اصطبل وغیرہ کے مخارج اس سے جداگانہ ہین ؎

نہ مُرد آنکہ ماند پس از وے بجائے	پُل و مسجد و چاہ و مہمانسرائے

صیغۂ نظارت عامہ

اس صیغے مین سب سے پہلے ہم جاگیرات پر نظر ڈالتے ہین جنکو خاندان ریاست اور اہل حقوق سے قریبی تعلق ہے۔

عہد سابق مین عطائے جاگیر کا انحصار صرف رجال پر تھا خواتین اس حق سے محروم تھین۔ خلد مکان نے اس صنف نازک کے حقوق کی حمایت و تائید کی اور انکو

لہ اب ایک مدت کے بعد رئیسۂ حال علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ باقابہا دام ملکہا نے اپنے مراحم شاہانہ سے بحکم مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۹ء واگذاشت کردیا۔

لازمی طور پر مستحق جاگیر قرار دیا سابق مین جاگیر دارون کے مواضعات جاگیر بعض اوقات بطور خود تبادلہ کر دیا جاتا جس سے ایک گونہ اُن کو تکلیف ہوتی تھی اور نقصان واقع ہوتا تھا۔ خلد مکان نے بغیر کسی جاگیر دار کی خواہش کے مواضعات مین ردّ و بدل نہین فرمایا البتہ اگر کبھی تقسیم ترکہ کے وقت مواضعات کے متعلق ورثا مین کوئی منازعت پیش آجاتی تھی تو اس حالت مین اُنکے مواضعات تبدیل کر کے رفع نزاع کر دیجاتی تھی اور اگر کسی خاص مجبوری سے اتفاقاً کسی کی جاگیر ضبط بھی کی گئی تو جلد سے جلد سال دو سال ہی کے اندر تلافی مافات کے طور جاگیر سابق بحال کر دیگئی۔

سابق مین اگر بعد وفات جاگیر دار کوئی مستحق باقی نہ رہتا تھا یا جاگیر بازیافت ہو جاتی تھی تو اسکے متعلقین کے لیے بظاہر کوئی صورت پرورش کی باقی نہین رہتی تھی۔

خلد مکان کے عہد مین جس کسی کی جاگیر بازیافت ریاست ہوئی تو اسکے متوسلین کو ریاست مین جگہ دیدیگئی اُن کو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ ان کا کوئی ولی نعمت اُن کے سر پر سے اُٹھ گیا۔

خلد مکان کی ذات اقدس تمام ملک کے لیے مادر مہربان تھی۔

سابق مین بعد وفات جاگیر دار مثل فوتی کی ترتیب مین سال دو سال صرف ہوتے تھے اور اُسکے پس ماندگان کو حیران و پریشان رہنا پڑتا تھا۔ خلد مکان نے

ایک نقشہ جاگیر قائم رکھا جسکی ترتیب زیادہ سے زیادہ دو ماہ مین ہوجاتی اور مستحق کو سند عطا کر دیجاتی تھی۔

جاگیرات

خلد مکان نے عہد والاجاہ مرحوم مین جن لوگون کو جاگیرات عطا کین اُن کے اسمائے گرامی جہانتک یاد مین وہ یہ مین۔

(۱) نواب والاجاہ بہادر کو مطابق قاعدۂ قدیم پچھتر ہزار چار سو بہتر روپیہ دس آنہ یک پاؤ کی جاگیر نوابی عطا کی۔

(۲) نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ ولیعہد ریاست کو پچپن ہزار دو سو چہتر روپیہ پانچ آنہ دو پاؤ بالا کی جاگیر مرحمت کی گئی۔

(۳) نواب نظیر الدولہ احمد علیخان بہادر مرحوم کو چالیس ہزار روپیہ کی جاگیر دی گئی۔

(۴) نواب ملقیس جہان بیگم صاحبہ مرحومہ کی جاگیر بیس ہزار روپیہ سال کی مقرر کی گئی۔

(۵) میان لطیف محمد خان صاحب کو دو ہزار چار سو روپیہ ایک آنہ کی جاگیر عطا ہوئی۔

له ان کو نقد رقم ملتی تھی بعد ازان بمشورہ والاجاہ انکو جاگیر عطا ہوئی ۱۲

(۶) میان مجید محمد خان صاحب کو دو ہزار چار سو تیرہ روپیہ تین آنہ کی جاگیر ...

(۷) میان یٰسین محمد خان صاحب کو بعد وفات نواب معز محمد خان صاحب بموجب وصیت مبلغ چوبیس ہزار ستر روپیہ پانچ آنہ کی جاگیر عطا ہوئی۔

(۸) مسٹر عنایت مسیح کو مع والدہ و اولاد بعد انتقال دولھن صاحبہ سولہ ہزار دو سو روپیہ کی جاگیر عطا کی گئی۔

(۹) میان عالمگیر محمد خان صاحب کو بارہ ہزار ایک سو ترپن روپیہ بارہ آنہ دو پائی کی جاگیر عطا ہوئی۔

(۱۰) میان صدر محمد خان صاحب مرحوم کو بارہ ہزار ایک سو پچپن روپیہ سالانہ کی جاگیر مرحمت ہوئی۔

ل انکو بھی اولاً نقد رقم ملتی تھی بعد میں جاگیر عطا ہوئی۔

یہ ایک عیسائی فرنچ قوم کا خاندان ہے جو تقریباً نواب وزیر محمد خان صاحب بہادر کے عہد میں بھوپال آکر آباد ہوا اور اہل ملک کے ساتھ برسوں کے ارتباط و اختلاط سے اس خاندان کو بھی باشندگان بھوپال کے رنگ میں رنگ دیا اور رفتہ رفتہ اس خاندان کی قومی خصوصیات بھوپالی اور اسلامی خصوصیات میں جذب ہو کر زائل ہو گئیں بجز اختلاف مذہب کوئی امتیازی نشان ان میں باقی نہیں۔ اچنانچہ وضع لباس معاشرت۔ نام رسم و تمام اعمال زندگی کے لحاظ سے گویا وہ بالکل مسلمان ہیں آنکی عورتیں مثل مسلمان مستورات کے پردہ نشین ہیں۔ اور ہر طرح اُن کیساتھ مشابہت رکھتی ہیں۔ البتہ ایک مذہبی چرچ انکا جہانگیرآباد میں ہے جہاں انکی آبادی زیادہ پائی جاتی ہے اور اہلیہ انکے جو مسیح ... عنایت مسیح جو دولھن صاحب کے نام سے مشہور ہیں انکا ایک عالیشان محل خاص شہر میں ہے۔

علہ انکو ابتداء میں نقد رقم دو سو پچاس روپیہ ماہوار ملا کرتی تھی بعد میں جاگیر عطا ہوئی ۵۳ انکو بھی ابتدا میں دو سو پچاس ماہوار کی رقم ملا کرتی تھی بعد میں جاگیر عطا ہوئی۔

میر نور الحسن خان صاحب مرحوم کو بارہ ہزار روپیہ کی جاگیر عطا کی گئی۔

کاتب الحروف (سید علی حسن خان) کو بارہ ہزار روپیہ کی جاگیر عطا ہوئی۔

(۱۳) صفیہ جہان بیگم صاحبہ مرحومہ دختر والاجاہ مرحوم کو چھ ہزار روپیہ کی جاگیر ... ی گئی۔

(۱۴) ممتاز الدولہ ابو تراب میر عبد الحی خان صاحب مرحوم خویش والاجاہ مرحوم کو ... ہزار روپیہ کی جاگیر مرحمت ہوئی۔

(۱۵) میان حامد حسین صاحب مرحوم کا مدار ڈیوڑھی خاص کو بقاعدہ قدیم ... ہزار روپیہ سال کی جاگیر عطا ہوئی۔

(۱۶) دیب سنگھ ولد امان سنگھ پٹیل کو پینتیس ہزار روپیہ سال کی جاگیر مرحمت ہوئی۔

(۱۷) اسٹر منشی حسین خان صاحب کو چھ ہزار روپیہ کی جاگیر عطا کی گئی ان جاگیرداروں کے علاوہ اور چند اشخاص کو جدید جاگیر مرحمت ہوئی جنکے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱۸) مولوی عبد اللہ صاحب۔

(۱۹) مشو خان صاحب بخشی فوج ریاست۔

(۲۰) سید قادر علی صاحب منشی بالا خانۂ خاص۔

(۲۱) حکیم فرزند علی صاحب۔

(۲۲) میان دوست محمد خان صاحب فرزند میان یار محمد خان صاحب۔

(۲۳) اُمراؤ بیگم صاحبہ مرحومہ۔

(۲۴) پونم چند صاحب کوتوال۔

(۲۵) بخشی قدرت اللہ صاحب۔

(۲۶) کابل خان صاحب۔

(۲۷) مفتی محمد رسول صاحب۔ قدیم جاگیر بحال ہوئی۔

(۲۸) قاضی حسین علی صاحب۔

(۲۹) وزیر بیگم صاحبہ دختر میان فاخر محمد خان صاحب۔

(۳۰) ہر دو دختران میان حامد حسین صاحب کا مدار بقاعدۂ قدیم۔

(۳۱) اگو سائین باڑی والا۔

(۳۲) منشی محمد امجد صاحب کو باغ مرحمت ہوا۔

(۳۳) منشی سراج الدین صاحب کو باغ عطا کیا گیا۔

بہت سے جاگیر داران قدیم انکے علاوہ ہین۔

خلد مکان کے عہد مین صرف دو جاگیرین میان یٰسین محمد خان صاحب اور مفتی محمد رسول صاحب کی ضبط ہوئین۔ جو تھوڑے زمانہ کے بعد بحال و واگذاشت کر دی گئین۔

پہلے ضبطی جاگیر ضوابط قدیم ریاست کے خلاف ورزی کی وجہ سے عمل مین آئی تھی۔ اور دوسری جاگیر کی ضبطی نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی جاگیرات کے شمول مین بازیافت ریاست ہوئی تھی۔ یہ دونون جاگیرین بعد مین عطا کر دی گئین۔

معافیات

تمام مصارف میونسپلٹی یعنی سڑکون۔ نالیون کی مرمت۔ اور شہر کے کل سامان روشنی کا کثیر خرچ اور زر چوکیداری جو رعایا سے وصول کیا جاتا تھا۔ یک قلم معاف کیا گیا۔ اور تیس ہزار روپیہ سالانہ ریاست سے مصارف مذکور کے لیے مقرر کیے گئے اور چوکیداری کے لیے دو سو چوبیس روپیہ ماہوار کا صرف منظور کیا گیا۔

سابق مین چراگاہ کا محصول لیا جاتا تھا۔ خلد مکان نے اس کو مطابق شرع شریف حق اللہ قرار دیکر کلیتہً معاف کر دیا۔

کل ملازمان ریاست سے زر دواہہ وصول کر کے خزانۂ ریاست مین جمع رکھا جاتا تھا۔ اور وقت تقرر رقم نذرانہ وصول کی جاتی تھی۔ اس کے متعلق فرمان صادر ہوا کہ کل ملازمان ریاست کو زر دواہہ واپس دیا جائے۔ اور آیندہ سالم تنخواہ ماہ بماہ تقسیم ہوتی رہے سنہ ۱۳[illegible] ہجری مین رقم نذرانہ معاف کر دی گئی۔

شاہجہان آباد مین نمایش ہوا کرتی تھی۔ اور تاجرون سے مال کا محصول وصول کیا جاتا تھا۔ وہ سب معاف کر دیا تاکہ تاجرون کی حوصلہ افزائی ہو اور مال و سامان مین بہتات ہو۔

اسی طرح نمایش قصبۂ سیہور کا محصول دو ہزار پانسو چالیس روپیہ بمشورہ کہ پولٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر بھوپال معاف کیا گیا۔ محکمۂ سائر مین جن اشیاء کے

در آمد بر آمد پر محصول لیا جاتا تھا ان مین سے اکیسو بیس چیزین جو عام ضرور
زیادہ کار آمد تھین اُنکا محصول معاف کر دیا گیا۔

سابق مین یہ قاعدہ تھا کہ زمیندار جو غلہ انگریزی چھاؤنیون مین فروخت ک
تھے۔ اُن سے نصف محصول لیا جاتا تھا۔ اور جو غلہ وہ خاص بھوپال مین لاکر
کرتے تھے۔ اُس پر پورا محصول لیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ سے شہر مین بہت گرا
رہا کرتی تھی غرۂ محرم ۱۲۹۶ھ ہجری سے حکم نافذ ہوا کہ جو غلہ بھوپال مین لاکر
کیا جائے اسپر محصول نہ لیا جائے۔

بہت سے غربا پارچہ ہاے کہنہ اور پرانے اسلحہ اور زیورات کم قیمت پر فروخت
کیا کرتے تھے۔ اور اسپر محصول لیا جاتا تھا وہ یکقلم معاف کر دیا گیا۔

ایک قاعدہ یہ بھی تھا کہ جو زیور فروخت ہوتا تھا وہ فوجداری کے روزنا
مین لکھا جاتا تھا اور فروخت کرنے والے سے اُجرت کتابت لی جاتی تھی۔ آیندہ اُ
لینے کا طریقہ بالکل موقوف کر دیا گیا۔

فروخت تنباکو پر بھی حسب قاعدہ محصول لیا جاتا تھا۔ یہ محصول بھی معاف
کر دیا گیا۔ اسی طرح تمرہندی کے فروخت پر جو محصول لیا جاتا تھا وہ بھی موقوف
و معاف کر دیا گیا۔

میرا چشم دید واقعہ ہے کہ ایکسال خشک سالی کے سبب سے پیداوار کم ہوئی تو رعایا پر
کی نظر سے خلد مکان نے تین لاکھ اٹھتر ہزار پانسو روپیہ نو آنہ معاف فرما دیئے۔

اندور۔ آشٹہ۔ اور دیواس کی سڑک سے جو مال اور اسباب گزرتا تھا
پر محصول راہداری لیا جاتا تھا جسکی اوسط آمدنی باسٹھ ہزار سالانہ تھی یہ محصول
قلم معاف کر دیا گیا۔

ایک مرتبہ زمانۂ شورش مین جس کا ذکر آگے آئے گا بعض شر انگیز فتنہ پردازان ریاست
حکام بالادست کے سامنے فرضی درخواستین سختی بندوبست کی شکایت مین
کین حالانکہ اس کی کوئی اصلیت نہ تھی اور اُس کی تہ مین بہت سے ذاتی اغراض
تھے خلد مکان نے جو بخشش و کرم کے لیے حیلہ ڈھونڈا کرتی تھین یہ شکایت منتابعی
گوارا نہ کی اور چاردہ لاکھ ستاسی ہزار پانسو گیارہ روپیہ تیرہ آنہ نیم پاؤ رعایا کو
لنت چھوڑ دیئے۔

عطیات

زمانۂ جنگ روم و روس مین ورثاء مقتولین اور مجروحین دولت علیۂ عثمانیہ
کی اعانت مین ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ مرحمت کیا گیا۔

آئرلینڈ کے قحط زدون کی امداد مین ایک ہزار پانسو روپیہ عطا کیا جناب سر ہنری
ڈیلی صاحب بہادر کی یادگار مین ایک مدرسہ قائم ہوا تھا اسمین ایک ہزار روپیہ
ریاست کی جانب سے اور پانسو روپیہ والاجاہ نے اپنی جیب خاص سے چندہ مین
عطا کیئے۔

اسی طرح ایک ہزار روپیہ خلد مکان نے اور پانسو روپیہ کی رقم والاجاہ مین طلبۂ ہندوستان کی تعمیر اقامت گاہ کے لیئے مرحمت کی اور ہفتم ۱۸۸۳ء کو پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر بھوپال کی وساطت سے پندرہ ہندوستان کے متعدد شہرون مین وہان کے باشندون کی استدعا پر جدید مسجد اور کنوئین تعمیر و مرمت کرائے کمتر کوئی مدرسۂ عربی یا انجمن اسلامی ہندوستان مین ایسی بچی ہوگی۔ جو رشحۂ عالیہ کی نظر کیمیا اثر سے فیضیاب نہوئی ہو۔

جشن تعمیر تاج محل کے موقع پر اخوان ریاست۔ اعیان ملک خدم و حشم سول آبادی اور افسران فوجی۔ اور متعینان بیرونجات کو خلعت پارچہ ہائے پوشیدنی۔ خوانہائے طعام بیشمار۔ ہار زرتار زیورات طلائی و نقرئی۔ ظروف طلا فیل پالکی۔ عماری اور ہودج نقرہ و گنگا جمنی وغیرہ عطا ہوئے۔ انکا شمار لاکھون روپیہ تک پہونچتا ہے۔

عام خیرات

محل سرکاری کے متصل آٹھ سو آدمیونکو روزانہ خوراک خام تقسیم کیجاتی تھی۔

محکمۂ مناصب

اہل مناصب مین سے جو لوگ پیرانہ سالی یا امراض مزمنہ کی وجہ سے

ادائے فرائض و خدمات سے معذور ہو جاتے تھے یا اُن کے صغیر السن بچے جو بحالت موجودہ ادائے خدمات سرکاری کے قابل نہین ہو سکتے تھے، اُنکی پرورش اور تربیت و تعلیم کی حالت کی نظر سے خلد مکان نے محکمۂ مناصب مقرر فرمایا تھا۔ جہان سے ماہ بماہ اُنکو مشاہرہ ملتا رہتا تھا۔

محکمۂ وظائف

جو لوگ ملازمان و متوسلان ریاست مین سے خواہ مسلمان ہون یا عیسائی یا ہنود ضعیف العمر اور معذور ہو جاتے تھے اُنکی پرورش کے لیئے محکمۂ وظائف جاری فرمایا۔ صرف مساکین ہنود اور عیسائی کے لیئے ایک ہزار روپیہ ماہوار کا صرف جداگانہ مخصوص و مقرر تھا۔

محکمۂ مصارف ریاست

جو مفلس غریب اپاہج مرد و زن اس قابل نہ تھے کہ محنت و مزدوری یا ملازمت کرکے اپنی تن پروری کر سکین اُن کی بسر اوقات کے لیئے محکمۂ مصارف جاری کیا گیا تھا۔ ہر ایک کا مشاہرہ جس کو اہل بھوپال (پیٹیہ) کہتے ہین تقریباً پانچ روپیہ کے مساوی تھا۔ اس طرح ایک ہزار اہل خاندان پرورش پاتے تھے۔

سدابرت

ہنود و غربا اور مسافروں کے لیئے خلد مکان نے محکمۂ "سدابرت" قائم کیا تھا اور بارہ سو آدمیوں کی روزانہ پرورش وہاں سے ہوتی تھی۔

متفرق انتظامات

سابق میں روز جمعہ اور بعض دوسرے دنوں کی تعطیلیں نصف یوم کی ہوا کرتی تھین۔ خلد مکان نے سب تعطیلیں پورے دن کی مقرر فرمائین۔ اور روز جمعہ کی حرمت کے لحاظ سے اُس روز قیدیوں سے مشقت کا کام لینا قطعاً مسدود فرمایا۔

پہلے کوئی خاص قاعدہ رخصت کا منضبط نہ تھا جس سے طرح طرح کی دُشواریاں پیش آتی تھین۔

خلد مکان نے تین برس کے بعد ملازمان ریاست کو عطائے رخصت کا قاعدہ جاری کیا۔

ملازمان ریاست کے پاس عام طور پر وقت کے صحیح اندازہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ خلد مکان نے بارہ بجے دھوپ گھڑی کے حساب سے قلعۂ فتحگڈھ سے روزانہ توپ سر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

چونکہ اس کی آواز بارہ بارہ کوس تک پہونچتی ہے اس لیئے اُس سے نہ صرف

ملازمان ریاست اور اہل شہر کو فائدہ پہونچا بلکہ بعض محالات اور مضافات تک کے لوگ اُس سے مستفید ہوئے۔

سابق میں جاگیرداروں کو بھی دیوانی اور فوجداری کے اختیارات اپنی جاگیرات میں حاصل تھے جنکی وجہ سے مرکزی حکومت میں ایک قسم کی طوائف الملوکی پیدا ہوگئی تھی۔

خلد مکان نے یہ کُل اختیارات اُنسے واپس لیکر مرکزی حکومت کو تفویض کردیئے اور اُنکے ذاتی اختیارات محدود کردیئے۔

صیغۂ مذہبی

ہندوستان زمانۂ طوائف الملوکی کے دورِ استبداد مین نہ صرف کارنامہائے اسلاف کو صفحۂ خاطر سے محو و فراموش کرچکا تھا بلکہ وہ اسلام کے بنیادی اُصول اور جلیل ترین مقاصد قوم و ملّت کو بھی صدی دو صدی پیچھے پس پشت ڈال آیا تھا۔ شعائرِ اسلامی۔ دعوت حق۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر۔ یہ الفاظ ایسے غیر مانوس ہوگئے تھے جن سے کسی حکومت قدیم و جدید اسلامیۂ ہندوستان کے کان آشنا نہ تھے۔

یہ قسط جلیل فیاض ازل نے خلد مکان کے عہد ہی کے لیئے مُقدّر کر دی تھی کہ ایک مرتبہ پھر حکومت اسلامی کے اُفق سے شعائرِ اسلامی کا آفتاب اپنے اصلی آب‌وتاب

ے ساتھ درخشان ہو۔ اور اسلام کے شاندار مگر سادہ جلوے اپنی اصلی صور
نمایان ہون۔

چند سال اُدھر تو شاید اس کہنے پر کم لوگ یقین کرتے۔ مگر اب تو برٹش گو
جیسی مہذب و شایستہ سلطنت کے ارکان حکومت کو بھی سالہا سال کے تجرو
یہ واضح ہوگیا ہوگا کہ اس طویل مدت مین جسقدر واقعات۔ سنڈیشن اور انا
کے پیش آئے ہین وہ ہرگز کسی پابند مذہب خداپرست طبقہ سے پیش نہین آ
اور نہ اسلام اس قسم کی بدامنیون اور فتنہ و فساد کا حامی ہے اسلام نے جس
کے ساتھ۔ اَطِيعُوا اللّٰهَ ۔ عِبَادَ اللّٰهِ اور وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا
کا اعلان عام کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہین۔

رزینہ عالیہ خلد مکان اور والاجاہ مرحوم اس نکتہ کو خوب سمجھے ہوئے تھے کہ
جب تک مسلمانون کے دلون مین شعائر اسلامی کا احترام راسخ نہ کیا جائیگا اور احکام
الٰہی کی پابندی کا جوش انمین نہ پھیلایا جائیگا اُس وقت تک نہ اُن کی تمدنی معا
اور اخلاقی حالت درست ہوسکتی ہے اور نہ اُن سے پُرامن زندگی اور ریاست
ورمینۂ عالیہ کی خیرخواہی اور سلطنت برطانیہ کی وفاداری کی توقع کی جاسکتی ہے

بقول علامہ شبلی مرحوم ؎

تم کسی قوم کی تاریخ اُٹھا کر دیکھو
وہی باتین ہین کہ جن پر ہے ترقی کا مدار
یا کوئی جذبۂ دینی تھا کہ جس نے دم مین
کردیا ذرہ افسردہ کو ہم رنگ شرار

یہ وہ قوت پُر زور کہ جس کی تکرار
سنگ خارا کو بنا دیتی ہے اک مشت غبار
اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن
فاش کرنے لگے جبریل امین کے اسرار
ی جاذبۂ ملک و وطن تھا جس نے
کردئیے دم مین قوائے عملی سب بیدار
پ دونون سے کئے دیتے ہین ہمکو محروم
نہ سیاست ہے نہ ناموس شریعت کا وقار

اس مین شبہہ نہین کہ خلد مکان کی آغاز حکومت کے وقت دوسری اسلامی
استون کی طرح بھوپال مین بھی مساجد۔ دارالقضا۔ اور دارالافتا کا محکمہ پہلے سے
ائم تھا مگر سوائے چند جزوی کامون کے یہ دونون محکمے اپنے حقیقی فرائض اسلامی
اور اعمال احتساب سے بالکل بیگانہ اور معرا تھے۔

محکمۂ قضا

سابق مین محکمۂ قضا کا صرف یہ کام تھا کہ نکاح خوانی کی خدمت انجام دے
اور مسلخ مین ذبائح کی نگرانی رکھے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ جو مثلین دیوانی
و فوجداری کی بعد تکمیل اس محکمہ مین آئین اُن پر محکمۂ قضا سے فتوائے شرعی کی مہر
بت کرالیجائے۔

محکمۂ افتا

اسی طرح محکمۂ افتا کا محض یہ کام تھا کہ قاضی کے فتوے کی تائید و توثیق کردے

تاکہ آیندہ کوئی شک وشبہہ کی گنجایش باقی نہ رہے۔

خلد مکان نے ان دونون محکمون کی از سرِ نو ترتیب وتنظیم کی انکے دائرے
مین توسیع اور صیغۂ احتساب کا اُنھین اضافہ کیا۔

صیغۂ احتساب

محکمۂ احتساب کے عام فرائض تو وہی ہین جو محکمۂ رفاہ عامہ کے ہین مگر انکے علاوہ
اسلام نے تہذیب اخلاق اور شعائر اللہ کے احترام قایم کرنے کے لیے کچھ مخصوص فرائض
بھی اُس کے ذمہ عائد کیے ہین یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ اِس سے مقصد یہ ہے
کہ مذہبی تمدنی اور اجتماعی اعمال وخیالات جو عام پبلک سوسائٹی اور ملت اسلامی
کے لیے سود مند ہون لوگون پر انکی پابندی لازم کی جائے اور جو امور مصلحت عامہ اور
مصالح شرعیہ کے مخالف ومزاحم ہون اُن سے لوگون کو باز رکھنے کی کوشش کیجائے۔

مثلاً فرائض خمسۂ اسلام اور مساجد وغیرہ کے احترام کی نگہداشت۔ امور خیر کی
نگرانی۔ امور اخلاقی واجتماعی کا جائزہ۔ غیر مشروع افعال اور بدعات مذہبی کی
روک تھام۔

چنانچہ اِس اصول کو ملحوظ رکھ کر ہر ہر موضع مین ایک ایک مُعلّم نماز اور نگرانی مساجد
کے واسطے مقرر کیا گیا اور اُس کو حکم دیا گیا کہ وہ سالانہ دورہ کرتا رہے اور ہر ہر قصبہ مین
ایک مُعلّم قرآن شریف مامور کیا گیا تاکہ وہ تعلیم قرآن کے ساتھ اسلامی تہذیب وشائستگی کی

کے نقش دل کرتا رہے علاوہ اِس کے کُہنہ اور بوسیدہ مساجد کی مرمت کے لیے
حکم دیا کہ جو اموات مومنین مسلمین لاوارث کا روپیہ داخل خزانۂ عامرہ ہو اُس سے
مرمت مساجد کی ہوتی رہے محافل رقص وسرود یک قلم مسدود کر دی گئین امر بالمعروف اور
نہی من المنکر کے لیے طبقۂ واعظین مقرر کیا گیا تاکہ وہ لوگ ہر جمعہ کو مساجد مین اور مختلف
اوقات مین لوگون کے گھرون پر جاکر وعظ ونصائح سے تہذیب اخلاق اور اصلاح
اعمال مین کوشش کرتے رہین۔

اعمال احتسابیہ کے صرف دو طریقے ہین۔

"اولاً قانونی طور پر تجبر وتنبیہ سے لوگون کو اعمال خیریہ کا پابند کرنا اور محذورات شرعیہ
سے باز رکھنا۔

دوسرا طریقہ ترغیب وتہدید کے ذریعہ سے ان اُمور کو سرانجام دینا ہے" جُہلا کے لیے
طریقۂ اوّل ایک حد تک ضروری ہے مگر متوسط اور اعلیٰ طبقون کے لیے اور خصوصاً اعمال خیر
کا رسوخ قلوب مین پیدا کرنے کے لیے مؤخر الذکر طریقہ ہی زیادہ کار آمد ہے۔

اور اِس سے بھی مفید تر اور بارسوخ طریقہ یہ ہے کہ خود صاحب امر حکمران وقت کی
ذات لوگون کے لیے ایک عملی مثال کا کام دے۔

چنانچہ اسی بنا پر خلد مکان نے اپنی ذات کو اوصاف اسلامی کا نمونہ اور اپنے آداب
مجالس ودربار کو اسلامی تہذیب واخلاق سے آراستہ کر کے اور محافل رقص وسرود اور موسیقی
کے طریقون کو سخت معیوب وممنوع قرار دیکر رعایائے شہر اور باشندگان ملک کے سامنے

تہذیب اور شائستگی کا دروازہ کھولدیا جسنے ایک قلیل مدت مین بغیر کسی قسم کی تاکید یا تہدید و ترہیت کے بھوپال کی کایا پلٹ دی اور ہرایک کو اسلام اور اہل اسلام کا شیدائی بنادیا۔

محکمہ زکوۃ یعنے محکمہ مصارف ڈیوڈھی خاص

غالباً آج تک کسی اسلامی حکومت مین اصول شرع کے مطابق کوئی محکمۂ زکوۃ ایسا نہین ہے جہان مالیات ڈیوڈھی مین سے رقم زکوۃ منہا کرکے جمع کی جاتی ہوا ور وہان حکم شرعی کے مطابق اقسام ہشت گانہ پر تقسیم کیجاتی ہو۔

خلد مکان نے یہ محکمہ بنام مصارف ڈیوڈھی خاص مقرر کرکے ایک خاص دفتر و عملہ تقسیم زکوۃ کے لیئے مقرر فرمایا ؎

زکوۃ مال بدر کن کہ فضلۂ رز را		چو باغبان برد بیشتر دہد انگور

چالیس پچاس ہزار روپیہ بنام زکوۃ۔ مسافرین۔ حجاج۔ طلبہ۔ ارباب حاجت مقروض اشخاص۔ اور بیوگان نکح و مساکین کو سالانہ تقسیم کیا جاتا تھا۔

محکمہ مساجد

تمام شہر اور بیرونجات و مفصلات مین بہت سی پختہ مستحکم اور خوبصورت مسجدین تعمیر کرائین۔ اور پرانی مسجدون کی مرمت و درستی اور توسیع مین کوشش کی تمام مسجدون

کی آرائش۔ فرش۔ روشنی۔ ظروف وضو اور گرم پانی کا ریاست کی جانب سے بندوبست کیا گیا۔ ہر ہر ضلع مین موذن۔ امام۔ جاروب کش اور ایک ایک معلم نماز مقرر ہوا۔ تاکہ وہ لوگون کو طریقۂ نماز سکھائے اور اُن کے دلون مین نماز کا ذوق پیدا کرے۔ مساجد کی نگرانی رکھے اور مختلف اوقات مین دورہ کرتا ہے۔

مسجدین پہلے بھی موجود تھین مگر وہ نمازیون سے اسطرح خالی پڑی رہتی تھین جس طرح خود غرض ارباب دل کے قلوب حق و صداقت اور خدا ترسی سے خالی ہوتے ہین صرف چند لوگ پابند صوم و صلوۃ نظر آتے تھے۔

احترام مساجد کو مد نظر رکھکر اُن کے محاذ مین باجہ بجانے کی ممانعت کی گئی قرآن کریم کے درس کے لیئے تمام مفصلات اور شہر مین مکاتب کھولے گئے۔

بعض مسجدون مین بنگ نوشی ہوتی تھی اور تاڑی رکھی جاتی تھی بطور نذر طاق بھرے جاتے تھے۔ اور چراغان کیا جاتا تھا۔ اس قسم کی تمام رسمیات و بدعات جو خلاف شرع جاری و ساری تھین وہ سب مسدود کر دی گئین۔

تعطیل برائے معتکفین

ماہ مبارک رمضان مین اعتکاف کرنے والون کے لیئے اور ایام تشریق ذی الحجہ مین تعطیل مقرر کیگئی۔

انتظام بماہ رمضان شریف

غیر مستطیع روزہ داروں کے لیئے افطار صوم اور طعام کا بند و بست کیا گیا اور چوکی پہرے کے کام پر ماہ مبارک رمضان مین غیر مسلم سپاہی مقرر کیئے گئے۔

تمام مساجد مین ختم تراویح کے وقت شیرینی اور طعام تقسیم کرنے کا ریاست سے اہتمام کیا گیا۔

وقت رویت ہلال رمضان اور رویت ہلال عیدین پر سات توپین سر ہونیکا حکم صادر کیا گیا۔ اسی طرح وقت افطار صوم اور وقت سحری کے ختم ہونے پر ایک ایک توپ سر ہونے کا فرمان نافذ ہوا۔ تاکہ روزہ دارون کو آرام ملے۔

جلوس عید

عیدین کے زمانہ سعادت نشان مین فوج کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے زرق برق جنگی یونی فارم سے آراستہ ہو کر عیدگاہ کے میدان مین دو رویہ صف بستہ کھڑی ہوا کرے اس کے عقب مین توپخانہ قائم کیا جائے ہاتھیون پر ریاست کا ماہی مراتب اور نشان قیصری سپاہ کے جلو مین رہے وسط مین ریاست کا فتح نشان رکھا جائے جس پر جلی حروف طلائی مین کلمۂ مقدس توحید منقوش ہے۔

انسداد میخواری و قماربازی

سابق مین میخواری کی یہ کثرت تھی کہ بڑے بڑے معزز عہدہ دار شراب پی کر دفتر و نین آیا کرتے تھے ؎

آن تلخ وش کہ صوفی ام الخبائثش خواند	اشہیٰ لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا

خلد مکان کے عہد حکومت مین ام الخبائث کا ایسا استیصال ہوا کہ کوئی نا کردہ تک شراب سے سرمست و مخمور کسی دفتر یا سڑک پر نظر نہین آتا تھا۔ قماربازی جسکا چلن عام تھا وہ قطعاً موقوف کی گئی ؎

جو دل قمار خانۂ بت مین لگا چکے	وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

نکاح ایامیٰ

نکاح ایامیٰ بدقسمتی سے بھوپال مین نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا اور اہل خاندان اسکو اپنی توہین اور ذلت سمجھا کرتے تھے۔

خلد مکان نے نہ صرف اس قبیح رسم کا انسداد کیا بلکہ بذات خود نکاح ثانی کر کے تمام رعایائے شہر و بیرو و نجات کے لیئے اپنا اسوۂ حسنہ اُن کے سامنے پیش کیا۔ جسکی وجہ سے بہت سے اخلاقی عیوب کا قلع قمع ہو گیا۔

قاعدہ ہے کہ انسان پر دلائل و براہین کا اسقدر اثر نہین پڑا کرتا جس قدر کہ

ایک ادنیٰ عملی مثال اور نظیر کا اثر پڑا کرتا ہے اسی لئے خداوند تعالیٰ نے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا اور ان کی ذات مقدس کو مکارم شریفہ اور اخلاق فاضلہ کا اُسوۂ حسنہ ٹھہرایا۔ تاکہ گمراہان وادیٔ ضلالت اُن کے طرز عمل اور خلق عظیم سے بہترین زندگی بسر کرنے کا سبق لین اور حسن معاشرت کے انوار اُن مین درخشان ہون۔

اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ریاست کے شریف اور معزز طبقون مین بھی نکاح بیوگان ایک افضل اور مستحسن امر قرار پاگیا۔ اور ادنیٰ طبقون مین جو خانگی بدعنوانیان عدم نکاح کی قبیح رسم سے پیدا ہوتی تھین وہ قریباً مفقود ہوگئین۔

تعدادِ زرِ مہر

عام رعایا مین طبقۂ امرا کی تبعیت کی بنا پر نکاح کے وقت مہر کی زیادتی کا کچھ لحاظ نہین کیا جاتا تھا روز بروز اس مین ترقی ہو رہی تھی جسکی وجہ سے نہ صرف دَین مہر کی اہمیت اور شرعی مصلحت ساقط ہو رہی تھی بلکہ اُس کے سبب سے انواع و اقسام کی دشواریان خانگی زندگی مین زوجین کے آرام و سکون و عزت و آبرو کو نقصان پہونچا رہی تھین اور اُن کی باصفا بزم صحبت و عیش کو تلخ کر رہی تھین۔ اسلیئے ریاست کی جانب سے احکام شرعی کو ملحوظ رکھکر حکم دیا گیا کہ کوئی شخص اپنی مقدرت سے زیادہ اور اپنی حیثیت سے بالاتر مہر نہ باندھے۔

احکام نسبت مستورات

اکثر عورتین جو مردانہ لباس سے ملبوس بازارون مین چلتی پھرتی نظر آتی تھین وہ اسلامی لباس و نقاب سے مزیّن اور برقع پوش نظر آنے لگین۔

اصلاح تقریبات

شہر مین کوئی ادنیٰ یا اعلیٰ تقریب ایسی نہین ہوتی تھی جسمین رقص و سرود کی گرماگرمی اور شاہدان بازاری کی جلوہ فروشی کی حیاسوز نمایش نہ ہوتی ہو۔ یہان تک کہ دربار کے لوازمات مین بھی ارباب نشاط کا ایک خاص درجہ تھا۔ خلد مکان کے عہد مین یہ درجہ توڑ دیا گیا۔ اور انکو دربار سے خارج کر دیا گیا۔ اُسوقت سے سرکاری محل حرم محترم بنگیا۔

چونکہ عامۃ الناس اپنے فرمان رواؤن کے مقلد ہوا کرتے ہین اس لیئے خود بخود یہ تمام اسباب فسق و فجور عام رعایا کے گھرون سے بھی کم ہوتے ہوتے معدوم ہوگئے اور بہت سے شرمناک امراض جو وسیلۂ بربادیٔ عزت و زر بنے ہوئے تھے انکا بہت کچھ انسداد ہوگیا۔

احکام نسبت زنان بازاری پیشہ ور

طائفۂ بازاری اپنی چھوکریون کو بوجہ حق پرورش و تعلیم رقص و سرود اپنا مملوک سمجھکر اُن کو نکاح سے باز رکھنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اسکے انسداد کے لیئے

حکم جاری کیا گیا کہ وہ فطرتاً آزاد ہین اس لیے کسی کو یہ حق نہین پہونچتا کہ وہ اُن کی فطری جائز آزادی مین مخل اور دست انداز ہو اُن کو اپنے نفس پر پورا اختیار حاصل ہے۔ وہ جب چاہین اپنا نکاح کر سکتی ہین۔ البتہ جب وہ اُن کے گھر سے رخصت ہونے لگین تو جو زیور و اسباب اُن کے پاس ہو وہ بوجہ حق پرورش اُن کو دلا دیا جائے۔

حُرمتُ یومُ الجمعہ

روز جمعہ جو مسلمانون مین ایک مقدس یوم اور عید المومنین ہے اسکے احترام کا خاص طور پر پہلے چندان لحاظ نہ تھا چنانچہ یورپین حکّام ذیشان کی تشریف آوری کے وقت مطابق قاعدۂ مجریہ جمعہ کے روز بھی قلعہ فتحگڈھ سے سلامی کی توپین کی جاتی تھین۔

یہ امر یوم جمعہ کے احترام کے منافی تھا دوسری قومین بھی کسی نہ کسی دن کو متبرک سمجھ کر اسکی عظمت کیا کرتی ہین۔ مثلاً عیسائی اقوام مین روز یکشنبہ کو متبرک و باعظمت خیال کیا جاتا ہے اور اس روز سلامی وغیرہ کے قسم کی کوئی رسم ادا نہین کیجاتی ہے۔ اسلیئے خلد مکان نے حکّام ذیشان سے استصواب کر کے روز جمعہ کی احترام کی نظر سے یہ رسم مسدود فرمائی چونکہ اس روز تمام مسلمان زن و مرد خواہ اُنکا تعلق اہل قلم سے ہو یا فوج سے نہانے دھونے اور اہتمام نماز جمعہ مین مشغول ہوتے ہین اور بعد نماز جمعہ تمام وقت اپنا

ضروریات خانہ داری کے مہیا کرنے مین گزارتے ہین اس لیئے اس انتظام جدید سے اُن کو بھی فائدہ پہونچا اور انکی عام شکر گزاری کا باعث ہوا۔

صیغۂ تعلیم

یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب مسلمانان ہند کے طبائع مین تعلیم افرنجی کی تحریک پیدا کی جا رہی تھی اور علماء ہند کی ایک بڑی جماعت اُس کی مخالفت مین سرگرم کوشش تھی اُسی زمانہ مین بلکہ کچھ اُس سے پہلے خلد مکان کی سرپرستی مین ابتدائی مدرسہ انگریزی ریاست بھوپال مین قائم ہو چکا تھا۔

قدیم الایام سے فنون صنعت و حرفت مین ہندوستان مشہور رہا ہے اُس کے مصنوعات سے یورپ و افریقہ کے بازار پٹے پڑے رہتے تھے جس وقت سے یورپ مین مشین سازی کا آغاز ہوا اور یورپ کے مصنوعات کثرت سے ہندوستان مین آنا شروع ہوئے اُسی وقت سے ہندوستان کی صنعت و حرفت اور دستکاری کا زوال شروع ہوا اور ایک قلیل مدت مین صفحات روزگار سے اُسکا نام و نشان مٹ گیا۔ باوجود اس کے کہ اب انگریزی علوم و فنون کی تعلیم کو جاری ہوئے نصف صدی سے زائد زمانہ گزر چکا ہے اور ہزاروں تعلیم یافتہ گریجویٹ پیدا ہو گئے ہین مگر اب بھی ہندوستان کی صنعت و حرفت طفل نوزائیدہ کی طرح خواب نوشین مین پڑی ہوئی گہوارۂ زوال مین جھوم رہی ہے اور ع

گلستان ما بہ شب ماہتاب می بافند کی مصداق ہے۔

لیکن رئیسۂ عالیہ خلد مکان کی روشن دماغی اور والاجاہ کی مساعی جمیلہ سے انکے دورِ حکومت کے آغاز ہی مین فنون و صنعت کے قیام و بقا اور اس کے تحفظ و سرپرستی کی جانب توجہ کی گئی اور مدرسۂ صنعت و حرفت ریاست مین قائم کیا گیا۔

اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اس پچھلے قومی تنزل کے دور مین متعدد مدارس عربیہ ہندوستان مین موجود تھے۔ اور بھوپال مین بھی خلد نشین کے عہد مین مدرسے قائم ہو چکا تھا جن مین معمولی مُروّجہ کتب درسیۂ فقہیہ وغیرہ پڑھائی جاتی تھین لیکن نہ قرآن حکیم کی باقاعدہ تعلیم تدبر و تفکر کے ساتھ کہین جاری تھی نہ کتاب و سنّت کے باعظمت مقدس نام سے عام طور پر مسلمانانِ ہند کے کان آشنا تھے جس پر عمل کرنے سے حقیقی ترقی کی زبردست غیر فانی روح پیدا ہو سکتی ہے ؎

جز حق حکمے کہ حکم را شاید نیست — حکمے کہ فزون ز حکم حق آید نیست
ہر چیز کہ ہست آنچنان می باید — وان چیز کہ آنچنان نمی باید نیست

سب سے پہلے خاتم المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالے نے علوم کتاب و سنّت کا چرچا ہندوستان مین پھیلایا تھا اور اُنھین کے خاندان فیض نشان کی بدولت اس ظلمت کدۂ ہندوستان مین حقیقی اسلام کے انوار درخشان و تابان ہوئے تھے۔ مگر افسوس ہے کہ تھوڑے عرصہ ہی مین قومی تنزل کی تاریکی نے اُن انوار کو نگاہون سے پوشیدہ کر کے ہندوستان کو پھر ایک مرتبہ ظلمت کدہ بنا دیا تھا۔

خدائے قادر ذو الجلال سرکار خلد مکان اور والاجاہ مرحوم کو انکا اجر عظیم عطا فرمائے کہ انھون نے اپنے عہد مین علوم و کتاب و سُنّت کا از سرِ نو احیا کیا۔ اور ہزارون لاکھون روپیہ کے صرفے سے نہ صرف بھوپال مین بلکہ کل ہندوستان مین سنن سید المرسلین کی برکات معنویہ کے دریا بہا دیے جنکا تفصیلی ذکر والاجاہ مرحوم کی علمی زندگی کے باب مین آئیگا ؎

اے دل طلب علوم در مدرسہ چند — تحصیل اصول و حکمت و ہندسہ چند
ہر چیز بجز ذکر خدا وسوسہ است — شرمے ز خدا بدار این وسوسہ چند

اب تو مغربی علوم کے تعلیم یافتہ گروہ کے حقیقت آشنا لوگ بھی اس کا اعتراف کرتے ہین کہ مغربی علوم کی اعلی تعلیم اگرچہ نہایت ضروری بلکہ شرط زندگی ہے لیکن مسلمانون کے لیے صرف یہ مغربی تعلیم بغیر مذہبی تعلیم کی اشتراک کے کبھی حقیقی ترقی کی مرادف نہین ہو سکتی نہ محض جذبۂ قومیت و وطنیت (جس پر اہل یورپ اور اقوام متمدنہ کی ترقی کا دار و مدار ہے) مسلمانون کے لیے حقیقی ارتقا کا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے اس لیے کہ مسلمانون کی قومیت کا مدار اسلام پر ہے نہ نسل و رنگ اور ملک پر۔

شمس العلما علامہ شبلی نعمانی رحمۃ کا یہ قول کس قدر واقعیت اور صداقت سے لبریز ہے "اگر اور قومون کو میدان ترقّی مین آگے بڑھنے کی ضرورت ہے تو مسلمانون کو میدان ترقی جیتنے کے لیے اپنے پچھلے زمانہ کی طرف ہٹنے کی ضرورت ہے" مین نے مولانا کے اس زرّین مقولہ کو نظم مین یون ادا کیا ہے ؎

طاہر زمان ما نہی ما خوش ز حال بود — اے کاش رو کند بقفا کاروان ما

مولانا کو جب مین نے یہ شعر سُنایا تھا تو وہ بہت محظوظ ہوئے تھے کچھ شبہ نہیں
بالکل مطابق واقعہ ہے اس لیئے کہ موجودہ اسلام وہ اسلام ہی نہیں جو روحا
دماؔدی ترقیون کا کفیل اور حقیقی واحد ذریعہ تھا۔

مولانا نے اپنی ایک نظم مین اس حقیقت کو نہایت خوبی سے واضح کیا ہے وہ
ہین سہ

اعتقادات مین ہے سب سے مُقدم توحید	آپ اس وصف کو ڈھونڈین تو کہین
آستانون کی زیارت کے لیئے شدِ رحال	ہمین کیا شان پرستاری اصنام
کیجیئے مسئلۂ شرک نبوت پہ جو غور	کفر مین بھی یہ جہانگیری او ہا
ان مسائل مین ہے کچھ ژرف نگاہی درکار	یہ حقائق ہین تماشائے لب بام
بحث مانیہ مین پہلی غلطی یہ ہے کہ آپ	جسکو اسلام سمجھتے ہین وہ اسلام
الغرض عام ہے جو چیز وہ بیدینی ہے	صاف یہ بات ہے دھوکا نہین اسلام
ان حقایق کی بنا پر سبب پستیٔ قوم	ترک پابندیٔ اسلام ہے اسلام

واقعی امر یہ ہے کہ اس احساس اور اذعان کامل کے خراج تحسین کا اگر استحقاق
کسی کو ہوسکتا ہے تو ریئسۂ عالیہ خلد مکان اور والاجاہ مرحوم کو ہوسکتا ہے
سرکار خلد مکان نے اپنے آغاز عہد ہی مین اُسکی باقاعدہ بنیاد ڈالی اور والاجاہ
مرحوم نے جدّوجہد اور تبلیغ و اشاعت اسلام کا پورا حق ادا کیا
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

خلد مکان نے بعد عقد ثانی اسی سال پانزدہم ذی قعدہ ۱۲۸۰ھ کو اطلاع عام
[...]ض سے ایک مطبوعہ اشتہار ریاست کی جانب سے شائع کیا جسمین تعلیم کے
[...]ں واہمیت اور علم کی قدر و قیمت ظاہر کرکے مدرسۂ سرکاری کے قائم ہونیکا
[...]ن کیا گیا تھا۔ اس مین عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ ہندی۔ ناگری۔ اور تفسیر
[...]ث۔ فقہ۔ اصول۔ بلاغت۔ انشا۔ حساب۔ پیمایش۔ تاریخ۔ جغرافیہ
[...]سودات۔ اور مشق خط وغیرہ کی تعلیم کا بالتفصیل ذکر تھا اور ترغیب د
[...]حقوق طلبۂ مدرسہ کی نظر سے یہ امر ملحوظ رکھنے کا اظہار کیا گیا تھا کہ جب تک
[...] شخص مدرسۂ سرکاری کا تعلیم یافتہ قابل انجام کار بہم نہ پہونچے گا اُس
[...]ت تک دوسرے شخص کا استحقاق کابل عطائے خدمت کے لیئے متصور
ہوگا۔

خلد مکان کے عہد حکومت مین مدارس کی تعداد خاص ریاست بھوپال مین
[...]سب ذیل تھی۔
مدرسۂ حفظ قرآن۔ مدرسۂ عربی سلیمانیہ۔ مدرسۂ جاگیرداران۔ مدرسۂ حدیث و فقہ
مدرسۂ جہانگیری۔ مدرسۂ انگریزی۔ مدرسۂ ہندی و ناگری سلیمانیہ۔ مدرسۂ ہندی
[...]انگیر آباد۔ کچھ زمانہ کے بعد مدرسۂ صدیقی۔ اور مدرسۂ مدارالمہام صاحب مرحوم
دونون مدارس ریاست مین شامل کرلیئے گئے مفصلات مین فارسی و ہندی کے
اکثر مدارس جاری کیئے گئے۔

ضلع مشرق مین اُنیس ضلع مغرب مین چودہ۔ ضلع جنوب مین اکیس ضلع شمال مین سترہ۔ ان مین پٹواری گری۔ قانون گوئی۔ گماشتہ گری اور سنسکرت کی تعلیم بھی دیجاتی تھی۔

آغاز حکومت مین کل مدارس کا صرف چھبیس ہزار اٹھتیس روپیہ چہار آنہ تھا۔ جو بعد مین بتدریج چالیس ہزار تینتیس روپیہ چھ آنہ تک پہونچگیا تھا۔

مدارس صنعت و حرفت

مدرسۂ وکٹوریہ اِس مین طلائی و نقرئی گوٹہ پٹھا ہر قسم کا اور پٹھک۔ لیس گوکھرو۔ سلمہ۔ ستارہ۔ بنت۔ کلابتون۔ کندے کا کام۔ کامدانی۔ کلاہ زردوزی شالہ بافی۔ اور کفش دوزی وغیرہ کا کام لاوارث اطفال کو سکھایا جاتا تھا تمام اخراجات خوراک ولباس ریاست سے ادا کیے جاتے تھے۔

مدرسۂ پرنس آف ویلز

اسمین دری بافی۔ نواڑ۔ قالین۔ چکن۔ خیمہ دوزی۔ جراب سازی خیاطت۔ پاپوش اور انکی ساخت گلکاری طلائی و نقرئی کی تعلیم دیجاتی تھی۔ اور طلبہ کی خوراک و پوشش کا صرفہ ذمۂ ریاست تھا۔

مدرسۂ بلقیسی

اِس مین ملک محروسہ کے یتیم لاوارث بچے پرورش اور ابتدائی تعلیم پاتے تھے۔

مدرسۂ سلیمانیہ

اسمین تعلیم کے درجات ذیل رکھے گئے تھے۔

مولوی۔ عالم۔ فاضل۔ مفتی۔ منشی قابل

یہ آخری خطاب اُس طالب علم کو دیا جاتا تھا جو خوشخطی۔ انشا پردازی قانون دانی اور حساب و ریاضی مین ماہر ہوتا تھا۔

جو شخص محرری کے امتحان مین کامیاب ہوتا تھا اُسکا ابتدائی مشاہرہ دس روپیہ سے پندرہ روپیہ تک مقرر کیا گیا تھا۔

جو شخص انشا پردازی کے امتحان مین کامیاب ہوتا تھا اُسکا مشاہرہ پندرہ روپیہ سے تیس روپیہ تک رکھا گیا تھا۔

منشی قابل کا مشاہرہ تیس روپیہ سے پچاس روپیہ تک قرار دیا گیا تھا مدرسۂ ہندی کے پاس شدہ طلبہ کے لیئے محکمۂ سائر کل۔ محکمۂ وزارت اور دارالانشا مین اختلاف درجات کے مطابق عہدونکا استحقاق عطا کیا گیا تھا۔

طلبۂ قرآن خوان جو غیر مستطیع ہوتے تھے اُن کو قرآن مجید کتب خانۂ فیض عام سرکاری سے درس و تدریس کے لیئے دیا جاتا تھا۔

اور بعد ختم وہ قرآن شریف عنایتاً انکو مرحمت کر دیا جاتا تھا۔

مدرسۂ جہانگیری

جو طلبہ مدرسۂ جہانگیری مین تعلیم پاتے تھے اُن کو سرکاری وظائف دیئے جاتے تھے اور اُن وظائف مین وقتاً فوقتاً اضافہ بھی ہوتا رہتا تھا ان طلباء وظیفہ خوار کی مجموعی تعداد چار سو تک پہونچی تھی۔ کل وظائف جو مختلف درجوں پر تقسیم تھے انکی تعداد بارہ ہزار ایکسو چالیس روپیہ سالانہ تھی۔ رمضان شریف مین سامان افطاری اور طعام ایک ہزار آدمیونکو جنمین تمام مدرسین و طلبہ وظیفہ خوار و غیر وظیفہ خوار اور ملازمین مدرسہ شامل تھے سرکار سے عطا ہوتا تھا۔

مدرسۂ صدیقی

اسمین مدرسۂ مدار المہام صاحب مرحوم بھی شامل تھا، اس مدرسہ مین دو سو طلبہ تعلیم پاتے تھے اور انکو مختلف درجات کے لحاظ سے وظائف دیئے جاتے تھے جنکی مجموعی تعداد پانچ ہزار چار سو تھی۔ اور مدرسۂ جہانگیری کے مطابق ماہ رمضان شریف مین سامان افطاری و طعام بھی سرکار سے عطا کیا جاتا تھا۔

امتحان مدارس

ہر ششماہی پر علمائے پائے تخت طلبہ مدارس کا امتحان لیتے تھے اور سالانہ امتحان خلد مکان کے مواجہہ مین والا جاہ مرحوم لیا کرتے تھے۔ نقشۂ امتحان مرتب کیا جاتا تھا اور درجات کامیابی کے مطابق بعد امتحان طلبہ پر انعام تقسیم کیا جاتا تھا۔ صنعتی مدارس کا بھی ہر سال تمام پر امتحان ہوتا تھا۔ اور طلبہ و طالبات کی حوصلہ افزائی کے خیال سے خلد مکان اُنکی دستکاری و مصنوعات کو بچشم خود ملاحظہ فرمایا کرتی تھین اور انعام تقسیم فرماتی تھین۔

کتب خانہ ہائے ریاست

توسیع معلومات و احیاء علوم قدیمہ اور اشاعت علوم مروجہ کے لحاظ سے کتب خانہ کا وجود ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور مہذب اور شایستہ حکومتون کا طغرائے اولین ہے۔"

خلد مکان نے طلبۂ علوم کی سہولت اور افادہ کے لیئے دو کتب خانے عام قائم کیئے تھے ایک مدرسۂ سلیمانیہ مین جس کا نام کتب خانۂ فیض عام رکھا گیا تھا اور دوسرا کتب خانہ مدرسۂ جہانگیری مین قائم کیا گیا تھا جس مین کم و بیش بارہ ہزار کتابین قابل تقسیم رہا کرتی تھین۔"

ان مین صحف کرسہ۔ کتب درسیہ۔ کتب مروجہ و مشہورہ اور تصنیفات
و تالیفات جدیدہ سب شامل تھین۔ طلبۂ مدارس و شائقین علم کی درخواست پر
صدہا کتابین ہر مہینے مین مُفت عطا کیجاتی تھین۔"
ہندوستان کے مختلف مقامات سے سلسلۂ عرائض عطایائے کتب کے متعلق
جاری رہتا تھا۔

کتب خانہ ہائے خاص

اِنکے علاوہ چند کتب خانۂ خاص بھی تھے جو اپنی نوعیت و عظمت کے اعتبار سے
ایک مُمتاز درجہ رکھتے تھے۔ اور اُمّہات و نوادر کتب سے مُزیّن تھے اُن مین قابل ذکر
دو کتب خانے ہین۔

(۱) کتب خانۂ خاص سرکاری جو تاج محل مین تھا اور اُس مین مختلف علوم و فنون کی
بیش بہا کتابوں کا نایاب ذخیرہ تھا۔

(۲) کتب خانۂ والاجاہی۔ یہ علوم کتاب و سُنّت تاریخ و سیر اور فنون ادبیہ اور تصوف وغیرہ
کی عزیز الوجود اور بے نظیر کتابون کا ایک خزینہ تھا جس کی مثال ہندوستان مین
قریباً دشوار ہے۔"

والاجاہ مرحوم کی کثیر التعداد اور ضخیم تالیفات نے کتب خانہ کی شان اور دوبالا
کردی تھی۔

اوّل یہ کتب خانہ یکجائی رہا بعد ازاں والاجاہ مرحوم نے اپنی وفات سے کچھ پہلے اس کو
اخلاف پر تقسیم کردیا،" مگر افسوس ہے کہ ترک وطنی اور زمانہ کی دستبرد اور
انقلاب سے انقلاب حالات کے سبب ورثا تقسیم در تقسیم ہوکر ایک معتدبہ حصّہ تو اُنکا ضائع
ہوگیا مگر پھر بھی اُس کا ایک بڑا گران بہا حصّہ باقی رہا جو کاتب الحروف و برادر معظم مرحوم
مغفور کے پاس محفوظ ہے،" مین نے وقت حاضرہ مین علوم قدیمہ کی جانب سے زمانہ
کی نگاہ پھری ہوئی دیکھکر یہ مناسب خیال کیا کہ نایاب کتب کا ایک بڑا حصّہ دار العلوم
ندوۃ العلما کے نذر کردیا جائے جو ہندوستان مین مسلمانونکا مسلّمہ مذہبی مرکز اور سب
سے زیادہ نامور و ممتاز ہے تاکہ کتب خانۂ صدیقی کے نام سے بطور قومی امانت کے یہ نایاب کتب کا حصّہ
محفوظ و مصئون رہے اور تمام مسلمانان ہندوستان اور شائقانِ علم کو یکسان مستفید ہونیکا
موقع ملے۔ البتہ ایک مختصر حصّہ اُس کا مین نے اپنے اخلاف کے لیے رہنے دیا ہے تاکہ وہ
اس سے فائدہ اُٹھاتے رہین۔

مطابع

اشاعت علم کا ایک بڑا ذریعہ پریس بھی ہے۔ کوئی ملک بغیر اسکے ترقی نہین کرسکتا۔
بھوپال مین یکے بعد دیگرے چار مطابع جاری ہوئے۔
مطبع سکندری۔ مطبع شاہجہانی۔ مطبع سلطانی
مطبع صدیقی

مطبع سکندری

اس مین اشتہارات نقشہ جات اور کاغذات ریاست چھاپے جاتے تھے۔

مطبع شاہجہانی

اسمین تالیفات والاجاہ مرحوم۔ اور کتب درسیہ اور ایک اخبار ہفتہ وار چھاپا جاتا
تھا۔ جو عمدۃ الاخبار کے نام سے موسوم تھا جس مین گورنمنٹ گزٹ کا خلاصہ۔ اور بھوپال
کی خبرین درج ہوا کرتی تھین اور اُس مین بعض مضامین علمیہ و لطائف شعریہ اور قصائد
وقطعات تاریخی وغیرہ بھی چھپا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ خلد مکان نے مطبع شاہجہانی مین خاص طور پر بڑے اہتمام بلیغ سے قرآن مجید طبع کرایا
تھا جو اب بھی جا بجا موجود ہے اُسکی نسبت یہ اتفاق عام ہے کہ اسمین ایک حرف ایک نقطہ اور
ایک اعراب کا بھی فرق نہین ہے۔

مطبع سلطانی

اسمین محکمات ریاست کے اسٹامپ طبع ہوا کرتے تھے۔

مطبع صدیقی

اسمین کتب مشہورہ قدیمہ اور والاجاہ مرحوم کی تالیفات و تصنیفات چھپا کرتی

تھین۔ کارپردازان مطبع شب و روز اُنکی نقل و تصحیح طبع مین سرگرم رہا کرتے تھے۔
مگر ہے یہ مطبع کثرت تالیفات کے لحاظ سے اُنکی مولفات طبع کرنیکے لیے کسی طرح کافی نہ تھا
اس لیے مطبع مفید عام واقع اکبرآباد مین والاجاہ نے طبع کتب کا اہتمام خاص طور پر
کیا تھا۔

چونکہ یہ مطبع اپنی خوشخطی شان مصریت اور نفاست طبع کے لحاظ سے اُس وقت
ہندوستان بھر مین ممتاز تھا اور جناب صوفی احمد خان مرحوم و مغفور جیسے باخدا اور
علم دوست بزرگ اُسکے مالک اور نگران کار تھے۔ اس لیے والاجاہ مرحوم کو زیادہ تر اس
مطبع کی سرپرستی اور ترقی کا ہر وقت خیال رہا کرتا تھا آخیر زمانہ مین تو والاجاہ نے اس مطبع کو
اپنے کتب مولفہ کے انطباع کے لیے مخصوص کر لیا تھا۔

انتزاع خطاب و اختیارات

کہن شد قصۂ مجنون حدیث درد من بشنو	۵	بہ افسانۂ عمر خود مکن ضائع سخن بشنو

والاجاہ مرحوم کی یہ مختصر کارنامہائے ملکی و علمی اور وہ واقعات زندگی جو ابتدائے
شعور سے اخیر عمر تک پیش آتے رہے جس طرح موجودہ اور آیندہ ہونہار نسلون کے لیے
ایک بیش بہا ورثہ ہین۔ اور اُن کے جذبات قومی دلی مین ولولہ انگیز جوش پیدا کرنیکا
بہترین ذریعہ ہو سکتے ہین اسی طرح والاجاہ کے انتزاع خطاب و اختیارات کا افسانہ
پُر رنج و ملال ارباب نظر اور اصحاب شعور کے لیے اپنے اندر بہت سی عبرتون اور بصیرتون کا

ایک ذخیرہ کافی مضمر رکھتا ہے بلکہ حکمت بالغۂ الٰہی نے شاید خود والاجاہ مرحوم کی اسی کے لیے اُن مصائب و نوائب، اور آلام و اسقام مین جو بالتواتر اُن پر نازل ہوئے تکمیل نفس، اور تزکیۂ روح کا مادّہ مخفی رکھا تھا۔ تاکہ تلوثات و مکروہات سے اُن کی روح صاف و مطہر ہو کر بآسانی اپنے مرکزِ اصلی تک پہونچ سکے ۔ اور جوار رحمت الٰہی مین اُس کو جگہ ملے۔ سونا جب تک تپایا نہ جائے اُس وقت تک وہ کندن اور طلائے خالص نہین بن سکتا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

شریف ار عاشقی جا بر سر کوئے ملامت کن	کہ عشق بے ملامت حکم علم بے عمل دارد

والاجاہ مرحوم کو شروع دورِ ترقی سے جن اسباب مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اگر اُن کی حقیقت مختصر لفظون مین بیان کی جائے تو صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ مَفَاسِدُ الْجَهْلِ كَثِيرَةٌ لَا تُحْصٰى وَالْمُعَاصِرَةُ اَصْلُ الْمُنَافَرَةِ۔

لیکن اگر اُنکی کسی قدر تشریح کی جائے تو یون کہا جا سکتا ہے۔ کہ منجملہ اسباب مخالفت کے جن امور کا نقش گہرا اور پائدار ہوا کرتا ہے وہ یہ ہین، نسلی و خاندانی عصبیت۔ مذہبی خیالات کی پستی و بلندی۔ اغراض کا تصادم۔ امیال کا اختلاف جاہ طلبی و منافع ذاتی کی ہوا و ہوس۔ اور ارباب حقد و حسد در سوخ طلب کی خانہ ساز اور افترا پردازی۔

اسی قسم کے اسباب عموماً جلیل القدر اشخاص کی مخالفت اور خاندانون اور قومون کے زوال کا باعث ہوا کرتے ہین۔

جب دین الفطرۃ اسلام کا ظہور ہوا ہے اُس وقت سرزمین عرب مختلف قومون اور گوناگون مذہبون کا دنگل بنی ہوئی تھی۔ جہان خاندانی عصبیت۔ قومی رقابت مذہبی تعصب و منافرت کی آئے دن زور آزمائیان رہا کرتی تھین۔ اور عرب کے تاریخی اوراق مین بجز خونین داستانون کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اسلام نے اپنے معجزانہ کمال اور تائید ربانی سے ایک نہایت قلیل زمانہ مین پشتہا پشت کی خاندانی دشمنی و عصبیت کو اخوت اسلامی۔ اور حمیت باہمی سے، اور نسلی مخالفت کو روحانی اتحاد سے اور قومی رقابت کو عالمگیر برادری سے۔ اور مذہبی تعصب و نفرت کو روا داری اور حکمت و موعظت حسنہ سے بدل دیا اور اُمت کے اختلاف کو رحمت سے تعبیر کیا۔

حضرت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مین خود اختلاف رائے و مذہب موجود تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مانعین زکوٰۃ سے جہاد پر آمادہ ہونا۔ اور حضرت عمر فاروقؓ کا ان کی رائے سے اوّل اوّل اختلاف کرنا۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کا وراثت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے باب مین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے مختلف الرائے ہونا اور انکو سمجھانا۔ اور معاملۂ فدک مین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے اختلاف کرنا۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت ابو ذر غفاریؓ کا۔ وَالّٰذِیْنَ صَاحِبُ الْمَالِ کا فتویٰ دینا اور حضرت عمرؓ کا اُن کے قول کو تسلیم نہ کرنا۔ اس دعوے کے شاہد عادل ہین گو کہ وہ اختلاف خلوص نیت۔ اتباع شریعت اور صدق دل و دیانت پر مبنی تھا۔ اس لیے

اُس سے اتحاد جامع اسلامیہ میں کسی قسم کا رخنہ نہیں پڑا نہ اُس سے قوم اور اسلام میں وانحلال پیدا ہوا۔ بلکہ برخلاف اس کے قوم کو روز بروز عروج اور اسلام کو ترقی اور ابنائے ملت میں یکجہتی بڑھتی گئی۔ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ اُن کے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا قومی ترقی کا اول اُصول اساسی تھا۔ اور وہ اُس کو عملی حیثیت سے خدائے احکم الحاکمین کا حکم سمجھتے تھے۔ اگر اتفاق سے کبھی اُن میں اختلاف رائے بھی ہو جاتا تھا تو دونوں فریق يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ پر عمل کرتے تھے اس لیئے کہ یہی شریعت بیضا کا ناطق فتویٰ اور خدائے ذوالجلال کا فرمان اعظم تھا۔

افسوس ہے کہ زمانۂ خیر و سعادت کے گزرتے ہی وہ اختلاف جس کو رحمت الٰہی فرمایا تھا۔ خلاف اور خانہ جنگیوں سے مُبدّل ہو گیا۔ اور زمانۂ جاہلیت کی عصبیت و خود پرستی اور تعصبات و بُغض و عناد پھر قوم میں عود کر آئے۔ اور ایک ایسی خوفناک ہلاکت آفرین صورت میں نمودار ہوئے جو باوجود صدیاں گزر جانے کے آج تک مسلمانوں کے لیئے باعث ذلت و ہلاکت و موجب بدنامی و بربادی بنے ہوئے ہیں۔

والا جاہ مرحوم اس طامۂ کبریٰ اور اپنے عصر حاضرہ کی نسبت لکھتے ہیں۔

دُنیا[1] از جور و ستم پُر گشتہ و نصفت و عدل از طبع ہمگنان برخاستہ و ...

[1] تقصار جیود الاحرار صفحہ ۱۲۰

...لم از دفتر جہان محو گشتہ، و ہوائے سیم و زر ہر یکے را بر کینہ و عداوت دیگرے برداشتہ ...امت شعائر اسلام سخت تر از صبر بر اخگر گردیدہ ؎

...است علاج دل بیمار تو واقف		افسوس کہ کم داری و بسیار ضرر و راست

...ز در علم برکتے ماندہ، و نہ در عمل اخلاصے، و نہ در عقیدہ صحتے و نہ در سلوک اخرے ...و در ملوک انصافے، و نہ در عوام صلاحیتے۔ و نہ در خواص انسانیتے الا الشاذ و الفاذ ...ن قبائل شتّٰی و بلاد لا یحیط بہا الّا وحتّٰی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

ابقاء المنن میں لکھتے ہیں"

"دُنیا جھوٹے دین داروں سے بھر گئی ہے، اور مدعیان ایمان نام کے مسلمان رہ گئے ہیں" "مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب"۔ "ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک عمر دراز سے گور پرستی اور پیر پرستی کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ علما اور مشائخ بھی اس میں مبتلا ہو کر داعی الی الشرک والبدع ہو گئے تھے اب جس قدر نشین علم و تصوف کے نظر آتے ہیں غالباً مشرک مبتدع، جاہل، کم علم، دنیا طلب، اصحاب شطحیات و طامات ہیں جو کچھ مصیبت اسلام پر آئی، اور جس قدر غربت ایمان ظاہر ہوئی وہ سب انہیں علماء سوء و دنیا طلب و مشائخ و پیرزادگان اور سلاطین بد دین کے سبب سے ہوئی ؎

وَمَا أَفْسَدَ الدِّينَ إِلَّا الْمُلُوكُ		وَأَحْبَارُ سُوءٍ وَرُهْبَانُهَا

طریقہ مخالف کا اس تیرہویں صدی میں طریقہ سلف سے ہر امر دینی و دنیوی میں

غالباً معاشرہ و مباین ہو گیا ہے یہانتک کہ اگر یہ کہا جائے کہ اصل شریعت حقہ اور اسلام
صاف و قطعاً اسلام گویا منسوخ ٹھہر گئی ہے تو ہو سکتا ہے"

سر سید احمد خان مرحوم بھی زمانہ حال پُر ملال کی شکایت سے خالی نہین رہے
لکھتے ہین۔

"قوم[۵] کی وہ حالت دیکھی کہ خدا کسی کو نہ دکھائے اسلام کی وہ صورت پائی کہ خدا
کافر بھی نہ پائے قوم کیا دنیا کی باتون مین اور کیا دین کے کامون مین ایسے تاریک
گڑھے مین پڑی تھی کہ ادھر ادھر کی چیزین تو درکنار وہ اُس گڑھے کو بھی نہ دیکھ سکتی
تھی جس مین پڑی تھی ہماری خواہش ہے کہ اسلام جسکا مزا صرف لوگونکی زبان پر آگیا
ہے اور حلق سے نیچے نہین اُترتا اُس کا اثر دل تک پہونچایا جاوے۔

ہماری آرزو ہے کہ اسلام جس کو ہم سب زیادہ عزیز اور سب سے زیادہ عمدہ
سمجھتے ہین اُس کا اثر مسلمانون کے دلون مین اُن کے اخلاق مین، اُن کے چال چلن
مین اُن کے معاملات مین اُن کے برتاؤ مین، سب مین پایا جائے۔

ہم نہین چاہتے کہ کوئی حاجی کہلانے کے لیئے حاجی بنے۔ بلکہ یہ چاہتے ہین کہ
حج کا جو اثر دل پر ہونا چاہیئے اُس کو حاصل ہو، اندھے والا حاجی بننے سے تو اسلام کو
کچھ عزت نہین ہوتی۔ اُن کے لیئے تو یہی کہنا بس ہے ع

کہ رحمت بر اخلاق حجاج باد

۵ تہذیب الاخلاق حصّۂ دوم صفحہ ۲۱۹

ادا سے اگر صرف ماتھے پر گھٹا ڈالنا مقصود ہے تو وہ تو پوری رو سیاہی ہے۔ نماز
سے نیاز پیدا کرنا چاہیئے، دل پر اُسکا اثر بٹھانا چاہیئے۔ اگر طہارت کو صرف ہاتھ پاؤن
دھونے پر منحصر سمجھا، تو اسلام کی کچھ پیروی نہین کی ظاہری طہارت تو باطنی طہارت
کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ پھر اگر باطنی طہارت حاصل نہین ہوئی تو یہ ظاہری
طہارت نجاست سے بدتر ہے"۔

انھین حالات نامرضیہ کی وجہ سے اس ستم آباد شور شکدہ ہستی مین قدیم
سے یہ قاعدہ مروجہ بطور اصول موضوعہ چلا آتا ہے کہ جس شخص نے اوسط دماغ
والونکے سطحی خیالات سے علیحدہ ہو کر ذرا کوئی بلند بات مُنھ سے نکالی اور نیک نیتی
اور عزم مُصمّم کے ساتھ قوم کی۔ دینی۔ اخلاقی۔ اور ملّی۔ اصلاح کرنی چاہی
یا اُنکی دنیوی ترقی کے لیئے درستی معاشرت، اشاعت تہذیب، و تمدن اور
اصلاح نظم مملکت، اور ہر طرح کی خیر خواہی مین کوشش کی۔ تو اس کے ساتھ
جو سلوک قوم و ملک کی طرف سے کیا گیا، اس کے حالات سے تاریخی اوراق لبریز
ہین ائمۂ اہل بیت۔ ائمۂ اربعہ مجتہدین۔ اور جماعت اولیا و علماء حسن اور
اکابر دین کے تمام واقعات پڑھ جاؤ تو اُن پر جو کچھ آفات و مصائب و بلیّات
کا ہجوم رہا وہ تمکو معلوم ہو جائیگا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام تشنہ جگر
میدان کربلا مین شہید کر دیئے گئے، امام مالک بن انسؓ کی اس بیرحمی سے مشکین
باندھی گئین، کہ مفصل سے اُنکا بازو اُکھڑ گیا۔ امام احمدؒ بن حنبل کے پاؤن مین بیڑیان

ڈالی گئین - کوڑے مارے گئے - رُخساروں پر طمانچے لگائے گئے، مُنہ پر تھوکا گیا ؎

آرایش زمانہ زبیداد کردہ اند	ہر خون کہ ریخت غازۂ روئے زمین

امام ابو بکر نابلسی کی کھال کھینچی گئی - امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ اعتقا
کا آج دنیاے اسلام کی کثیر آبادی دم بھرتی ہے اُن کو ملحد ٹھہرایا گیا، امام
حجت الاسلام غزالی کی نسبت مشہور قول ہے - قال صدیقٌ وقال زندیق ؎

ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست	حقائق ہائے ایمان را چہ دانی

خود ہندوستان مین حضرت شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کفر کا
فتوے دیا گیا - شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو گمراہ ٹھہرا گیا مولانا اسمٰعیل شہید
کے تکفیر کا فتوی مکۂ معظمہ سے منگایا گیا ؎

مردان رہ است کہ سرّ معنی دانند	در دیدہ کوتہ نظران پنہانند
این طرفہ ترا ست کہ چون حق راشناخت	مومن شد و خلق کافرش میخوانند

غرض کوئی قتل ہوا کسی کو زہر دیا گیا - کوئی جلاوطن کیا گیا - کسی کو سولی دی گئی
کوئی حبس دوام مین مرگیا کسی کو فریب و ظلم سے ہلاک کیا گیا ؎

محبت باعثِ رسوائے بسیار می گردد	بکوئے عشق اگر جبرئیل آید خوار می گردد

یہ تو اُن اسلاف کے حالات ہین جنھون نے مخلوق کو ضلالت و سیئات و بدعات
سے بچانیکی کوشش کی - اور اُن کے دین اور اخلاق کی اصلاح چاہی اب اپنے زمانہ کے
لوگون کا بھی حال سُن لو جنھون نے اس زمانہ مین اپنی قوم اپنے ملک یا اپنے ولی نعمت

کی خیر خواہی اور بہبودی و ترقی مین کوئی دقیقہ جد و جہد کا اٹھا نہین رکھا -
سرسید احمد خان مرحوم جنکی عمر گرامی کا بہترین حصّہ مسلمانون کی خاص دنیاوی
فلاح اور ترقی کی دُھن مین اور گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی مین بسر ہوا
اُنھون نے جب رسالۂ اسباب بغاوت ہند لکھا، اور اُس مین مسلمانونکو بغاوت
کے تمام الزامون سے بری ظاہر کیا اور وہ الزامات جو لوگون کے خیال مین خود
گورنمنٹ پر عاید ہوتے تھے نہایت دلیری و آزادی سے پوست کندہ بیان
کیے - اور جو غلط اسباب عموماً انگریزون کے ذہن نشین تھے - اُن کی تردید کی اور
اُن کی غلطی ظاہر کی تو مسٹر سیسل بیڈن نے جو اُسوقت فارین سکریٹری تھے سرسید کے خلاف
ایک بڑی اسپیچ دی - اور یہ رائے ظاہر کی "کہ اُس شخص نے نہایت باغیانہ
مضمون لکھا ہے اس سے باضابطہ بازپرس ہونی چاہیے اور اگر کوئی معقول جواب
نہ دے سکے تو سخت سزا دینی چاہیے"
اسی طرح سرسید کو قوم کی طرف سے کافر زندیق - دشمن مسلمانان و اسلام اور قوم کا ہاجی
اور عیب جو خطاب دیا گیا ؎

در ہمہ شہر یکے فتنۂ خوابیدہ نماند	کہ سر پا زدہ مژگان تو بیدار نکرد

اسی قسم کا دوسرا واقعہ سالار جنگ اعظم مرحوم کا ہے جو وزیر حیدرآباد دکن تھے
اُنکی زبردست شخصیت کسی سے مخفی نہین - اُنھون نے اپنی زمانۂ وزارت مین
ریاست حیدرآباد دکن کی حکومت کو نہایت جانفشانی کے ساتھ ایسی مستحکم اور پایدار

بنیاد پر قائم کر دیا تھا کہ اس وقت تک سخت ترین حوادث وانقلابات زمانہ بھی جنبش نہین دے سکے۔ اور انھین کی حُسن تدبیر اور تیغ آصف جاہی کی مدد سے انگریزی حکومت ہندوستان مین برقرار رہی۔ مگر غدر کے چند ہی سال کے بعد محض اس وجہ سے کہ اُنھون نے رزیڈنٹون کی ناجائز مداخلت کو ریاست کے اندرونی معاملات مین روکا تھا۔ دفعۃً گورنمنٹ آف انڈیا کا انکو نہایت خوفناک دشمن ٹھہرایا گیا شاپورجی پارسی نے شیعہ سنی کے مسئلہ کو نہایت خوفناک صورت مین امیر کبیر نواب رشید الدین خان مرحوم کے سامنے پیش کرکے یہ بات اُن کے ذہن نشین کی کہ سالار جنگ مذہبی تعصب کی وجہ سے شیعہ جاگیردارون اور شیعہ ملازمین کے حق مین ہر قسم کی رعایت کرتے ہین۔ اور سُنّی جاگیردارون سے سا[illegible] سختی سے پیش آتے ہین غرض اُن کو بھی سالار جنگ کی مخالفت پر آمادہ کر دیا اور اُن کا سخت دشمن بنا دیا۔ آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ سابق ویسرائے ہند لارڈ لٹن صاحب بہادر نے مسٹر سانڈرس۔ اور پھر سر رچرڈ میڈ صاحب کے پاس تحریری حکم بھیجا" دو کہ سالار جنگ کو فوراً گرفتار کرکے مدراس مین قید کر دیا جائے"

یہی معاملہ والاجاہ مرحوم کے ساتھ پیش آیا۔ یہ ابتلا بہ نسبت دونون واقعات سابق الذکر کے زیادہ سخت تھا۔ حدیث شریف مین آیا ہے "کہ صاحب ایمان بقدر اپنی صلابت و رقت دین کے مبتلا ہوتا ہے۔ اگر وہ دین مین سخت ہے تو اسکی بلا بھی شدید ہوتی ہے اگر وہ دین مین ضعیف و رقیق ہے تو اسکی بلا بھی خفیف ہوتی ہے"

[illegible]لہ والاجاہ کی ذات مختلف و متضاد حیثیتون کی مجموعہ تھی وہ عالم مصلح دین بھی [illegible] اور موحد خالص اور عارف کتاب و سنت بھی۔ تابع و محکوم بھی تھے اور متبوع و حاکم بھی متوسل ریاست اور جاگیردار بھی تھے اور صاحب اختیار و ذی اقتدار بھی ایک طرف اگر ان کو خیرخواہی رئیسہ عالیہ اور سرسبزی و ترقی ریاست اور مختلف المذاہب رعایا کے حقوق کا لحاظ رکھنا پڑتا تھا تو دوسری طرف شوہر رئیسہ ہونے کی حیثیت سے ادائے فرائض زوجیت کا خیال مطابق شرع شریف و مراتب عزوجاہ کا تحفظ بھی رجال تعلق کی [illegible]نا پر منجانب ریاست و گورنمنٹ برطانیہ عظمی انکو عطا ہوئے تھے) مد نظر رکھنا پڑتا تھا پھر آئین ریاست اور حکومت اعلی کے مصالح اور باہمی تعلقات اور شرائط معاہدنامجات کی پاسداری بھی ایک لازم امر تھا اور ساتھ ہی اسکے ایک عالم دین ہونے کے اعتبار سے نشر علوم شرعیہ تبلیغ احکام الٰہی انسداد بدعات و سئیات اور رشد و ہدایت خلق وغیرہ کے فرائض جو منجانب اللہ ان پر عائد تھے اور جنکو وہ اپنی زندگی کا مقصد وحید تصور کرتے تھے انکی انجام دہی تو سب پر بالاتر تھی ایسے جامع الحیثیات شخص کے لیے ضروری تھا کہ اس کو مخالفت کے انواع و اقسام کا سامنا کرنا پڑے اور بہت سے مصائب جانکاہ اُس کو برداشت کرنا پڑین۔ جس تاریخ سے رئیسۂ عالیہ خلد مکان نے اپنا نکاح ثانی اُن سے کیا اور اُن کو اپنا معاون و مددگار نظم و نسق ریاست مین بنایا اُسی وقت سے اسباب مخالفت فراہم ہونا شروع ہوئے ۵

چنین جبین در اوّل سودائے عاشقی	از مصحف جمال تو آمد بفال ما

ایک طرف ان کو احیاء علوم کتاب و سنت اور اصلاح دینی دنیٰی کی وجہ سے
ارباب بدعات واصحاب مکابرہ و مجادلہ سے سابقہ پڑا۔ دوسری طرف انکو
ومددوہی رئیسہ عالیہ اور تنظیم و تجدید قواعد و قوانین ریاست کے سبب سے
ارباب دول اور عمال ضمیر فروش دنیا طلب سے معاملہ پڑا۔ جو حاطب اللیل
کی طرح ہمیشہ رطب و یابس الزامات اور مواد فاسد جمع کرنے مین مشغول اور
مناسب وقت اور موقع کے متلاشی اور منتظر رہا کرتے تھے اور اس کوشش مین
لگے رہتے تھے کہ کسی طرح گورنمنٹ کے حکام اور چند عائد ذی اقتدار کو اپنا ہم آواز
بنا کر اپنے دعوون اور الزامون کو زیادہ موثر اور پُر زور بنائین۔

بہرحال ابتدا اس حقد وعناد و غیظ و غضب کی اس طرح ہوئی کہ اوّل اوّل
رئیسہ عالیہ کے نام شکایتی خطوط و عرائض متعلق مددوہی والاجاہ متواتر آنا شروع
ہوئے جب انکا کوئی اثر مترتب نہین ہوا تو پھر ریاست بھوپال۔ اور ایجنسی سیہور
اور ہوشنگ آباد سے والاجاہ کے نام تخویف قتل اور سبّ و شتم کی تحریرین گمنام
آنے لگین ــہ

ہوتا ہے وہان مشورۂ قتل ہمارا	تو حضرت دل اور سنو تازہ خبر اور

جب اُس سے بھی کام نہ نکلا تو مختلف اخبارون مین اکاذیب باطلہ شائع کرا کر
والاجاہ کے ساتھ رئیسہ اور ریاست کو بدنام کرنا شروع کیا جب اس تدبیر مین بھی
ناکامی ہوئی۔ تو قصبہ ذیوری ضلع مشرق بھوپال مین رئیسہ عالیہ اور والاجاہ کو

دورہ ریاست کے موقع پر بعض متوسلان ریاست نے سازش کرکے کھانے
مین زہر دلوایا اور رئیسہ عالیہ اور والاجاہ کو استفراغ و اسہال شروع ہوگئے
خدائے ارحم الراحمین نے اپنے فضل عمیم سے دونو کو ہلاکت سے محفوظ رکھا والاجاہ لکھتے ہین
"مرا با بانوئے دولتکدۂ اقبال عافانا اللہ تعالیٰ یکجا زہر در کاسہ کردند اجل موجود
نبود کار زہر دو بہ قئے و اسہال کشید" ــہ

تمنّی رجالٌ أن أموتَ وإن أمتْ	فَتِلْكَ سَبِيلٌ لَسْتُ فِيهَا بِأَوْحَدِ

بہرحال جب یہ آخری مہلک تدبیر بھی تقدیر کے آگے کام نہین آئی تو ناچار
صرف ایک اندیشۂ مفروضہ کی بنا پر رئیسہ عالیہ کو بعض مستورات کے ذریعہ سے
ادویہ عقم استعمال کرائی گئین والاجاہ لکھتے ہین

"در ایام خالیہ بواویہ مستفیات رئیسہ عالیہ در مطاوی معالجات قابلات
باشارۂ بعض اعضائے ریاست و اعزۂ دولت ادویہ عقم بکار بردند با آنکہ این آرزو
اگر بہ کنار آید مجر در حمت الٰہی است انطوائے خیال انتزاع ریاست از این شیوہ
معنے چہ"

اگرچہ یہ تدبیر کسیقدر کارگر تو ضرور ہوئی۔ لیکن اصل مقصد اب بھی پورا نہین ہوا
بالآخر والاجاہ پر انواع و اقسام کے الزامات مذہبی، و انتظامی قائم کرکے

۵۱ روض الخصیب صفحہ ۱۰۶

۵۲ روض الخصیب صفحہ ۱۰۶

حکام گورنمنٹ انگلشیہ تک پہونچانا شروع کیے جناب سر ہنری ڈیلی صاحب
جب رزیڈنٹ سنٹرل انڈیا مقرر ہوکر وارد فرمائے اندور ہوئے۔ اور اول
بھوپال مین تشریف لائے تو رئیسہ عالیہ کسی عذر خاص کی وجہ سے مطابق
مجریہ ریاست اُنکے استقبال کو نہ جا سکین اور بجائے اپنے جناب نواب ولیعہد
دام اقبالہا کو بھیجدیا۔ یہ امر صاحب موصوف کی طبع نازک پر گران گزرا اور
باعث ناخوشی ہوا۔ چنانچہ آیندہ کے لیے وہ یہ جدید قاعدہ جاری کر گئے کہ اول
یعنی فرسٹ وزٹ فرودگاہ صاحب رزیڈنٹ بہادر یعنی جہانگیر آباد کی کوٹھی
ہوا کرے بعد ازان صاحب موصوف سرکاری محل پر تشریف لاکر رئیسہ عالیہ
ملاقات بازدید کیا کرین ؎

ارباب خدع وحیل نے رزیڈنٹ صاحب کی اس ناراضی کو غنیمت سمجھا
ناجائز فائدہ حاصل کرنیکی کوشش کی اور والاجاہ کے متعلق اتہامات لایعنی
تراشکر بذریعۂ عرائض جنرل صاحب بہادر موصوف کو پہونچانا شروع کیے
صاحب موصوف ناخوش تو تھے ہی اس لیے بغیر ریاست سے دریافت کیے اور بلا ثبوت
وہ سب عرائض گورنمنٹ آف انڈیا کے پاس بھیجتے رہے مگر گورنمنٹ آف انڈیا نے
دانشمندانہ آئین حکمرانی کے مطابق کبھی ان پر توجہ نہین کی اور کوئی اسٹیپ نہین
یہانتک کہ بجائے صاحب موصوف جناب سر لیپل گریفن صاحب بہادر کابل سے
عہدۂ رزیڈنسی اندور پر مقرر ہوکر تشریف لائے اور جنرل صاحب موصوف جو کہ

والاجاہ کے متعلق لکھکر چھوڑ گئے تھے انکی نظر سے گذرے۔ ساتھ ہی اس کے اس
سازشی گروہ نے یہ خیال کرکے کہ محض ذاتی شکایات اور انتظامی الزامات سے
اصل مقصد کے حصول مین کامیابی محال ہے بعض جاہل القلب اور عالم اللسان لوگون
کی وساطت سے مذہبی الزامات لگاکر والاجاہ کو مصدر بغاوت وجہاد و شرور و فتن
ثابت کرنیکی کوشش کی اور اپنے دعوے کے ثبوت مین والاجاہ کی بعض مولفہ کتابین
پیش کین جن مین علمائے سالفین وغیرہ کے مضامین نقل کیے گئے تھے اور طرفہ ترا
یہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے متعلق اُنھین کتابون مین والاجاہ نے جو اپنی ذاتی خیالات
اور مضامین لکھے تھے اُن کو کمال جسارت کے ساتھ نظرانداز کر دیا گیا ؎

لا تقربوا الصلوٰۃ زنہیم بخاطر ہست		و ازا مر پاد نا ندہ کلوا واشربوا مرا

فرد قرار داد جرم جو والاجاہ پر لگائی گئی وہ بہت طویل ہے اور اُن سب
کی نقل فی الحال فضول ہے ناقدین سابق اپنی تحریرات و تالیفات سے اُن پر کافی روشنی
ڈال چکے ہین البتہ جو اہم الزامات مذہبی اور انتظامی اُن پر لگائے گئے وہ یہ ہین

۵ بعض مخالفین والاجاہ مرحوم کی تحریرین اسوقت تک میرے پاس محفوظ ہین جنمین نہ تو الزامات بہ پایۂ ثبوت پہونچانیکی کوشش کی گئی ہے مگر بایں ہمہ تحریرت یہ امر ہے کہ مخالفین کو باوجود سخت کوشش و کاوش کے بھی اپنے مقصد مین ناکامی ہوئی اور کوئی قطعی ثبوت اور مسلم [illegible] وجہ اپنے الزامات [illegible] ثابت کرنے [illegible] ناقدین انصاف پسند کی نظر مین وہ جو قابل تسلیم ہو سکے [illegible] والاجاہ مرحوم کی نیت پر حملہ کرنیکی کوشش کی گئی ہے حالانکہ نیت کا حال سوائے خدائے عالم الغیب کے کسی کو معلوم نہین ہو سکتا جو شخص [illegible] والاجاہ مرحوم کی جبکہ تمام مصنفات و عادات و اعمال زندگی پر نظر غائر ڈالیگا اور منصفانہ طریق پر [illegible] معاملات کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کریگا تو خود بخود واضح ہوجائیگا کہ الزامات فرضی کی حقیقت کیا ہے [illegible] ۱۲

(۱) ترغیبِ جہاد اور گورنمنٹ کی مخالفت۔

(۲) مذہب وہابیت کی تبلیغ۔

(۳) رئیسۂ عالیہ کو پردہ نشین بناکر مدد وہی رئیسہ کے نام سے تمام ترانتظام اپنے ہاتھ مین لے لینا۔

(۴) جاگیرات کی ضبطی۔

(۵) حقی بند وبست

(۶) نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کو رئیسۂ عالیہ کا مخالف ظاہر کرنا۔

(۷) رئیسۂ عالیہ اور نواب ولیعہد صاحبہ مین ناموافقت پیدا کرانا۔

ان اہم الزامون پر ایک تنقیدی نظر ڈالنا ضروری ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ ان مین کہان تک واقعیت ہے۔ اور وہ کیا وزن رکھتی ہے۔

اس سے موجودہ اور آیندہ نسلون کو بہت کچھ مفید سبق اور عبرت حاصل کرنیکا موقع مل سکتا ہے۔ ہم اسی ترتیب کے ساتھ ہر ایک الزام پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہین۔

اوّل الزام ترغیب جہاد

حسد تہمت آزادی سروم گذخت
این مرا شرف است کہ بر تہمت او ہم حسد است

والاجاہ مرحوم نے اپنی بعض کتابون مین مسائل شرعیہ کے ذیل مین جامعیت

کے شوق اور وسعت معلومات کے لحاظ سے مسئلۂ جہاد کے متعلق علامہ سید حسن ابن جلال یمنی کے رسالۂ بانیان۔ اور سید عبداللہ بن عبدالباری یمنی کے رسالۂ سیف تبار کا ترجمہ اور اسی طرح دوسرے علماء متقدمین کے اقوال اور تحریرونکو یکجا جمع کر دیا ہے۔ اور بعض مقامات پر انکا حوالہ بھی دے دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے انھین کتابون مین بطور قول فیصل اپنی رائے مسئلۂ جہاد اور زمانۂ غدر ہندوستان کی نسبت مختلف مضامین مین ظاہر کرکے گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ بپابندی شرع شریف ایفائے عہد و وفاداری پر ثابت قدمی اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ مخالفین نے نہایت دلیری اور چالاکی سے والاجاہ کی تحریرونکو دانستہ نظرانداز کرکے تحریرات و مضامین منقولہ کو بطور دستاویز اثبات جرم گورنمنٹ کے سامنے پیش کیا اور مسئلۂ جہاد کی محض نقل و بیان کو گورنمنٹ کی مخالفت اور بغاوت کا مرادف ٹھہرایا۔ اور کتاب ہدایت السائل ترجمان وہابیہ۔ اقتراب الساعہ اور موعظۂ حسنہ یعنی مجموعۂ خطب جس مین اتفاقاً مولانا اسمٰعیل شہید کا وہ خطبہ بھی جو سکھون سے جہاد کرنے پر مبنی تھا چھپ گیا تھا۔ اُن کو اپنے دعوے کی دلیل قرار دیکر حکام کے سامنے پیش کیا۔ ع

جرم اِس عہد مین ٹھہرا ہے مسلمان ہونا

زنہتی بنگر کسا دین کہ پیش برہمن
زائر بیت القدس تحفہ زنار آورد

جس قدر یہ امر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے اسی قدر مضحکہ آمیز بھی ہے

مضحکہ آمیز اس لیئے کہ قرآن کریم کے صفحات کتب حدیث کے اوراق اور فقہ مُروّجہ مثلاً طحطاوی - بحرالرائق - فصول عمادیہ - شرح وقایہ - دُرِّ مختار فتاوے عالمگیری - فتاوے قاضی خان - کنز - ہدایہ - قدوری - شامی وغیرہ کے ابواب مسائل جہاد سے بھرے پڑے ہین - اور عربی - فارسی - ترکی پشتو - جرمنی - فرانسیسی - رومن - یونانی - لاطینی - اردو - انگریزی ہر زبان مین اُن کے متعدد ترجمے شائع ہو چکے ہین بچہ بچہ اُن کو پڑھتا ہے - اور ان کے احکام سے کچھ نہ کچھ واقف ہے اور اُن پر ایمان رکھتا ہے طرفہ تماشا یہ ہے کہ خود مخالفین والا جاہ بھی جہاد کی فرضیت پر ایمان رکھتے ہین - اور کبھی اس فریضۂ دینی کے تسلیم کرنے سے انکار نہین کر سکتے، کیونکہ مسلمانون کے اعتقاد مین قرآن کریم کے ایک جملہ ایک لفظ بلکہ ایک حرف کے انکار سے بھی مسلمان کافر ہو جاتا ہے ؎

اے دل طریق رندی از محتسب بیاموز
مست است در حق او کس این گمان ندارد

مسئلۂ جہاد کے ماننے مین - حنفی - شافعی - مالکی - حنبلی - اہل حدیث - سُنّی شیعی خارجی - ناصبی - عربی - ایرانی - ترکی - نجدی - سندی - ہندی - سب برابر ہین پھر کسی ایک شخص کو مشارٌ الیہ ٹھہرانا اور بدنام کرنا کہان تک جائز ہو سکتا ہے ؎

ہر جفائے کہ کنی راحت جان ہست مرا
رسم انصاف مباد از جہان بر خیزد

حیرت انگیز اور تعجب خیز اس لیئے کہ گورنمنٹ برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت

ہوئے ایک صدی سے زائد زمانہ گزرا - اور دُنیا بھر مین سب سے زیادہ تعداد مسلمانون کی سلطنت برطانیہ کی زیر نگین ہے اُس کو روزانہ اپنی رعایا کے اعمال و حرکات و سکنات کا مُراقبہ اور احتساب کرنا پڑتا ہے - سیکڑون علماء اسلام اب بھی موجود ہین اور ہر زمانہ مین رہے ہین مگر کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ کسی مسلمان نے محض تعمیل احکام جہاد کی نظر سے کسی عیسائی یا کسی غیر قوم کو مار ڈالا ہو یا محض جہاد کے نام سے کسی عالم یا جاہل مسلمان نے ہندوستان مین علم بغاوت بلند کیا ہو حاشا و کلا ؎

عقل درین دائرہ سرمست اند
عافیت از صبر تہی دست اند

پھر ایک ایسے عالم دانشمند ذی ہوش پر جو ایک دوستدار گورنمنٹ اور گورنمنٹ عالیہ کا شوہر اور اسکا ہمدم اور دمساز ہو، اور احکام قرآنی اور شرائط جہاد کا عارف کامل ہو، اور اپنے ارتقائے مراتب اور ترقی جاہ اور اختیارات مین گورنمنٹ کی مہربانیون اور احسانون اور روز افزون عزت افزائیون کا دل سے ممنون ہو - جس کے علم و فضل اور انتظامی کارنامون کی تعریف اور اعمال کا امتحان صاحبان عالیشان بہادر - اور ویسرایان ہند اپنے خرائط و خطوط اور تقریرون اور پرائیوٹ چٹھیون مین متواتر کر چکے ہون جو گورنمنٹ کی جبروت و صولت سے بخوبی واقف ہو، اور اپنی قوم کے اسباب پستی و تنزل کا علم رکھتا ہو، اور اپنے چارون طرف ارباب حسد و عداوت اور اعدائے ضمیر و ملّت فروش کا ہجوم غفیر پاتا ہو

ایسے شخص کی نسبت کیا ایک لمحہ کے لیے بھی یہ یقین آسکتا ہے کہ وہ گورنمنٹ [illegible] کی مخالفت کا سودائے خام اپنے دماغ میں رکھ سکتا ہے اور ایسا خیال محال [illegible] لاسکتا ہے؟ کیا ایسا اہم واقعہ جو طشت از بام ہو کر اخبارات اور حکام بالا [illegible] پہونچ جائے، وہ رئیسہ عالیہ خلد مکان سے جنکی ہمدمی اور دمسازی کا والاجاہ [illegible] کو ہر وقت جلوت و خلوت میں افتخار حاصل تھا پوشیدہ رہ سکتا ہے؟ اور [illegible] ظاہر ہونے کے بعد بھی رئیسہ عالیہ جیسی سچی دوستدار و وفادار گورنمنٹ۔ والاجاہ کی حمایت کو دولت برطانیہ عظمیٰ کی پائدار خیر خواہی و وفاداری پر ترجیح دینا [illegible] پسند کرتیں؟ میرے نزدیک تو کوئی ذی عقل انسان ایسی ہوشمند اور وفادار [illegible] کی نسبت ایسی تحقیر اور صریح بدگمانی کرنے کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ پھر والاجاہ کی ذات پر ایسا اشتباہ اگر مضحکہ انگیز اور تعجب خیز نہیں تو کیا ہے؟ سچ یہ ہے کہ مخالف [illegible] اور متوہم آنکھ میں ایک رسی بھی سانپ نظر آنے لگتی ہے ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است	گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است

آداب ذرا جہاد شرعی کے نفس حقیقت پر بھی ایک نظر ڈال جائیں۔ غیر مسلم قومیں اپنی ناواقفیت یا غلط فہمی سے جہاد شرعی کو خواہ کیسا ہی خوفناک اگر سمجھتے ہوں اور یہ لفظ ان کے قوائے متخیلہ اور نظام عصبی پر کتنا ہی زہریلا اثر ڈالتا ہو۔ مگر حقیقت واقعی کو کون چھپا یا مٹا سکتا ہے ؎

گویند رمز عشق مگوئید و مشنوید	مشکل حکایتے است کہ تقریر می کنند

جہاد در حقیقت ایک فرض دینی ہے اور تمام لڑائیوں کے مقابل میں سب سے زیادہ [illegible] امن۔ کم خطر اور قیود و شرائط سے جکڑا ہوا ہے۔ وہ بجائے بدامنی۔ بغاوت [illegible] آزادی۔ اور وحشیانہ درندگی پھیلانے کے جو موجودہ زمانہ میں بعض مہذب یورپین [illegible]ن کے محاربات کا پیش خیمہ ثابت ہو چکی ہیں۔ انسانوں کی بے پناہ تلواروں کو بے گناہ غیر متحارب لوگوں کے قتل و ہلاکت سے روکدیتا ہے۔ وہ معصوم زن و مرد و اطفال کی خونریزی اور مشائخ صوامع کے قتل و ہلاکت کو ہرگز جائز نہیں رکھتا۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں کو بدامنی اور فتنہ و فساد، اور بغاوت کرنے سے باندھ دیتا ہے۔ مسلمانوں کی تمام خود مختاری۔ اور طبعی آزادی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ شرعی جہاد کے وقت مسلمانوں کے تمام افعال و حرکات و سکنات اور مصالح ذاتی اور نفسانی خواہشوں کا کوئی دخل اس میں نہیں ہوتا۔ قرآن کریم کے صفحات سب کے سامنے کھلے ہیں۔ ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ قرآن کریم جہاد کرنے کی صرف اسی حالت میں اجازت دیتا ہے جبکہ عبادات و شعائر اسلام کے ادا کرنے سے کوئی شخص یا قوم جبر و ظلم و تعدی کے ساتھ مزاحم ہو۔ مسلمانوں کو محض مخالفت مذہبی کی وجہ سے ستائے، ان کی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرے، تمام کتب حدیث کو پڑھ جاؤ تو تمکو معلوم ہو جائے گا کہ جہاد شرعی اس وقت جائز ہو سکتا ہے جبکہ مسلمان غیر مسلموں کی رعایا نہوں، اور امن و امان کے ساتھ نہ رہنے پاتے ہوں۔ اور ان کے بال بچے اور مال و اسباب غیر مسلموں کی حفاظت میں نہوں۔ اور کسی قسم کا

اُن میں عہد و پیمان نہ ہو، اور اپنی طاقت پر فتحیابی کا پورا بھروسہ ہو
ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں یہ اُمور و شرائط مفقود ہیں۔

اسلام اُن ملکوں پر بھی حملہ آور ہونے اور وہاں کے باشندوں سے لڑنے کو منع کرتا ہے جہاں کُفّار کی حکومت ہو یا کثرت سے کُفّار آباد ہوں لیکن مسلمانوں کو تعمیر مساجد ادائے شعائرِ اسلام اور اذان و اقامت سے روکا نہ جائے اور احکامِ شرع بجا لانے میں کامل آزادی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی ملک پر چڑھائی کرتے تھے تو اُس وقت تک حملہ آور ہوتے تھے جب تک صبح نہ ہو جاتی۔ پس اگر آپ وہاں سے اذانِ صبح کی آواز سُن لیتے تھے تو پھر حملہ نہیں کرتے تھے۔

قرآن کریم نے جہاد کو نہ صرف رُکن اسلام اور مسجدوں کی حفاظت کا ذریعہ ٹھہرایا ہے بلکہ یہودیوں کے کلیسا اور عیسائیوں کے چرچ کی حفاظت کو بھی اُسکا جزو ٹھہرایا ہے خدا فرماتا ہے۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ بچائے تو عیسائیوں کے گرجا اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب ڈھا جاتیں۔

یہ مسئلہ جہاد کے اہم شرائط اور جواز و عدم جواز کو خود والاجاہ مرحوم کی زبان سے سننا چاہیے۔ وہ اپنی کتاب مواہب لدنیہ[1] مطبوعہ ۱۲۸۲ھ کے صفحہ ۳۳ میں لکھتے ہیں۔

"اہل علم اختلاف دارند در انکہ ہندوستان بعد از در آمدن در قبضہ اقتدار حکام انگریزی دار الاسلام است، یا دار الحرب فتوائے حنفیہ آن است کہ دار الاسلام است۔ و چون بر اسلام باقی ماند جہاد در آن یعنی چہ؟ بلکہ مرتکب از گناہ کبیرہ از کبائر باشد۔ و نزد بعضے کہ دار الحرب است مثل علمائے دہلی۔ و ہر کہ موافق ایشان درین مدارک و مفاہیم ہست۔ پس نزد وے نیز جہاد درین ملک با حدے خواہ حکام انگلشیہ باشند، یا غیر ایشان ہرگز روا نیست۔ بجہت آنکہ تا از دار حرب ہجرت گزیدہ رحل اقامت در مملکت دیگر از دیار اسلام نیانداز ند۔ در سرزمین دار الحرب نشستہ جہاد کردن مذہب احدے از مسلمانان قدیم و حدیث نیست۔ علاوہ آن از برائے جہاد شرط نخستین بیعت کردن است با کسے کہ او صاف امامت بر وجہ کمال داشتہ باشد و اہل حل و عقد آن را پسند کنند و مردم دانشمند صاحب الرائے امامت اورا قبول دارند۔ و بعد از بیعت بر دست او اگر دیگرے دعوئ امامت کند باغی باشد۔ و دران معرکہ زن و طفل را نہ کشند۔ این ہمہ شروط در زمان غدر

[1] یہ کتاب واقعہ ہائلہ انتزاع خطاب والاجاہ و الزامات عائدہ سے دو تین سال قبل تالیف ہو چکی تھی ۱۲

مذکور یک قلم مفقود بود، تا زمان حاضر و وقت موجود نیز معدوم است
بر بنائے شریعت اسلام ہیچ یکے را از مسلمانان ہند درین مملکت جہاد
بلکہ اندیشۂ آن در خاطر گزرانیدن نمی رسد۔ و ہر کہ میدان صف آرا
یا بجمع مردم پرداختہ آتش جدال و قتال افروزد، وے در حقیقت
خلاف منشائے شریعت خود کردہ باشد۔ و بہ امید دروغ جان و مال
خود و دیگر مردم را برباد دادہ و ندانستہ کہ اجر ہیچ عمل کہ از برائے خدا کند
و دران رجا، ثواب دارند، حاصل نمی شود، مگر وقتیکہ آن عمل موافق حکم
خدا و رسول او واقع شود۔ و چون وقوع آن بر مقتضائے آمال و امانی خود
و با قیود شرع کار نمانند، ثمرۂ آن جز خسران دنیا و آخرت دیگر نیست"

پھر آگے چل کر امام کی نسبت جس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت ہو سکتی ہے
لکھتے ہیں۔

"این چنین امام خود در زمان عزیز الوجود است تا آنکہ اگر راست پرسی
ملوک اسلام کہ امروز حکمرانی در جہان می کنند۔ صفات امامت در خود حاصل ندارند
علما اتفاق کردہ اند برآنکہ احکام شریعت تعلق بمجرد اسم ندارند بلکہ بحقیقت
آن شے و اسما را در تحویل احکام اسلام تاثیرے نیست"

آپ اسی کتاب میں ہنگامۂ غدر اور والیان ریاست کے معاہدۂ دوستی اور گورنمنٹ
کی وفاداری میں ثابت قدم رہنے کی نسبت لکھتے ہیں۔

در حدیث ابوہریرہؓ مرفوعاً آمدہ۔ وَمَنْ لَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ فَـ
مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ گویا غادر را از اسلام بیرون فرمود
ازین احادیث کبیرہ بودن غدر و نقض عہد است، خواہ مسلمان باشد
مسلمان۔ و ہمین است مختار جمہور اہل علم، و برین است عمل اہل اسلام
و حدیثاً۔ و ازینجاست کہ ملوک و سلاطین و روسا با ہر کہ از اہل دولت
ومت معاہدۂ دوستی و مہادنۂ عدم حرب و جز آن می کنند، در حفظ عہود و
واثیق تا آخر زمان می کوشند، و نقض آن را خلاف شرع اسلام و منافی
نصاف و داخل گناہ بزرگ و بیوفائی می شناسند، و این معاہدہ کہ درمیان
ک و روسا صورت می بندد۔ رعایائے آن ریاست نیز در آن بدلالت
ضمنی و التزامی داخل می باشد۔ و ایفاء آن عہد واجب است بر ذمہ
ت ایشان۔ گو ذکر عہد رعایا در وقت آن معاہدہ درمیان نیامدہ باشد
پس معاہد گویا از طرف ہمگنان عہد می بندد نہ از طرف ذات خود تنہا
معاہدہ و مہادنۂ او عین اقرار و اعتراف تابعان اوست۔ و دیدہ باشی
در زمان غدر ہند اکثر یاران دولت برطانیہ منحرف شدند و آنچہ کردند برملا
انی کردند۔ اما روسائے ہند ہمچنان بر معاہدۂ خود استوار ماندند، و ہمین است
نمایان شان ایشان، و در خورد حکم دین و ایمان ایشان۔ و ہر کہ خلاف آن کردہ
کند، وے نہ تنہا نزد حکام مجرم قرار یافتہ بلکہ در دین خود نیز غادر و ناقض

عہد و ناکث عقد و مرتکب کبیرہ باشد۔ وانچہ پاداش آن روز محشر بیند
این آفت است ظاہر آنست کہ عہود و مواثیق روسائے ہند با دولت برطا
نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ معقود شدہ است۔ و بسائل چند مربوط گش
در عہد نامہائے ہر دا حارازانہا مبسوط است۔ پس این زمرۂ امراو جماعہ
کہ معاہد اند این عہود، مضبوط و موبد۔ ہرگز نمی رسد کہ سر مواز مواثیق
مررۂ مقبولۂ طرفین برگردند۔ و خود را بہ شکستن این اقرارات و اختیار
وا شمار جہادات و نحو آن رسوائے دنیا و آخرت گردند۔ و بہ پاداش آن
در ہر دو جہان، خوار و بے مقدار گردند،،

ترجمان وہابیہ مطبوعہ ۱۳۱۸ھ کے صفحہ ۸۲ مین لکھتے ہین "کہ جہاد کے معنی و
ہین جو ہمنے اور سر سید احمد خان بہادر نے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی نکتہ چینی کے جوا
مین لکھے ہین، نہ یہ معنی جو اِن لوگون (یعنی مخالفین) نے اپنی طرف سے تراش
ہین۔ اور ایجاد کیے ہین۔

اسی قسم کے متعدد مضامین انھون نے اپنی اُردو۔ فارسی اور عربی تالیفا
مین لکھے ہین جنکا یہان نقل کرنا غیر ضروری ہے۔

دوسرا الزام تبلیغ وہابیت

اِس الزام سے بھی مخالفین کا یہ ہی مقصود تھا کہ والا جاہ مرحوم کو ترغیب جہا

مخالفت گورنمنٹ کے ساتھ متہم کیا جائے [1]

...نے گر چاک شد در عالم رندی چہ باک	جامہ در نیک نامی نیز می باید درید

ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ جو سب سے زیادہ آزادی مذہب
کی حامی ہے اس کو کسی کے مذہب و مشرب سے کیا سروکار ہے۔ لیکن گورنمنٹ
کو مسلمانان ہند کی طرف سے سوءِ ظن پیدا ہونے کا اور اُن کو وہابی سمجھنے کا
یہ سبب ہوا کہ ۱۸۷۱ء مین ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے جو ہندوستان کے سلطنت کے ممبرون
مین سے تھے ایک کتاب (اور انڈین مسلمانز) کے نام سے ہندوستان کے
مسلمانون کے مذہبی خیالات پر لکھ کر شائع کی اِس کتاب مین اُنھون نے یہ ثابت
کرنیکی کوشش کی تھی۔ کہ مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو گورنمنٹ سے لڑنا
اور جہاد کرنا اپنا مذہبی فرض جانتی ہے، اور وہابیت و بغاوت مترادف الفاظ
ہین۔ پس گورنمنٹ کو ان کی طرف سے مطمئن اور بے پرواہ نہ ہونا چاہیے۔ اسی کتاب
مین ایک مقام پر لکھا تھا کہ تمام مسلمان اپنے بغاوت سکھانے والے پیغمبر کی
زہر آمیز نصیحتون کو نہایت ذوق و شوق سے سُنتے ہین اور ایسے بہت تھوڑے
ہین جو اپنی تیزی طبیعت سے اپنی شریعت کا کچھ اور مطلب ٹھہرا کر بغاوت کے
فرض سے بچ جاتے ہین۔ اگرچہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب کے شروع مین
یہ ظاہر کیا تھا کہ اِس کتاب کے مضامین صرف بنگالہ کے مسلمانون سے متعلق ہین

[1] حیات جاویہ حصہ اول باب پنجم صفحہ ۱۱-۱۲

کیونکہ مین صرف اُنھین سے زیادہ واقف ہون"

"لیکن جو فقرے اُن کی کتاب کے عنوان مین لکھے گئے تھے وہ یہ تھے

"کیا ہمارے ہندوستان کے مسلمانون پر از روے ایمان ملکۂ معظمہ سے بغاوت کرنا فرض ہے؟"

"ان فقرون سے صاف عیان ہے کہ اُنھون نے تمام ہندوستان کے مسلمانون سے گورنمنٹ کو بدگمان اور غیر مطمئن بنانا چاہا تھا"

اس پہ طرّہ یہ ہوا کہ یہ کتاب ایسے وقت مین شائع ہوئی جبکہ ۱۸۵۷ء کے غدر کی یاد انگریزون کے دلون مین تازہ تھی اور بنگالہ کے مسلمانون پر وہابیت کے جرم مین مقدمات چلائے جا رہے تھے، اور بہت سے قید کر دیے گئے تھے۔ اور اُن کے لیے حبس دوام بہ عبور دریاے شور کی سزا تجویز کی جا رہی تھی۔ اسی اثنا مین بخت و اتفاق سے مسٹر نارمن چیف جسٹس بنگالہ کو ایک مسلمان نے قتل کر دیا تھا۔ ان حالات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایسے وقت مین ڈاکٹر ہنٹر صاحب جیسے معزز اور مدبر شخص کی کتاب نے انگریزون کے دلون پر کیا اثر ڈالا ہوگا اور اُن کو مسلمانون کی جانب سے کس قدر بدگمان کر دیا ہوگا۔ جس وقت یہ کتاب شائع ہوئی اور سرسید مرحوم کو اُس کی خبر ہوئی اُنھون نے فوراً اُس کو منگا کر دیکھا اور اس پر ایک مفصل ریویو لکھ کر پاینیر کے متعدد پرچون مین چھپوا کر مشتہر کیا۔ سرسید اپنی اس ریویو مین لکھتے ہین "کہ مین نے یہ سمجھ کر کہ یہ کتاب

ایسے شخص کی لکھی ہوئی ہے جو مسلمانون کا بڑا دوست ہے نہایت شوق سے دیکھنی شروع کی۔ مگر افسوس ہے کہ مجھکو اس کے پڑھنے سے بڑی مایوسی ہوئی اور بے اختیار مُنھ سے نکلا کہ خدا مجھکو میرے دوستون سے بچائے"

سرسید نے اس ریویو مین نہایت وضاحت کے ساتھ روشن شہادتون سے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی غلطیان ظاہر کین۔ اور فرقۂ وہابیہ کی مختصر تاریخ شروع سے اخیر تک لکھی۔ اور جہاد کے شرائط اور وہابیت کے اُصول نہایت تشریح کیساتھ بیان کیے۔ اور بلند آہنگی کے ساتھ اس کا اقرار کیا کہ مین خود وہابی ہون اور وہابی ہونا کوئی جرم نہین ہے"

"حافظ احمد حسن صاحب مرحوم نے اسی ریویو کو ایک مستقل کتاب کے طور پر بصورت پمفلٹ۔ اُردو اور انگریزی دونون زبانون مین ہنری ایس کنگ اینڈ کمپنی کے پریس کارن ہل واقع لندن سے چھپوا کر شائع کیا۔ اور لندن مین جابجا اُس کو تقسیم کیا۔

چونکہ ہندوستان کے مسلمان اب بھی مذہب وہابیت کی حقیقت سے بہت کچھ ناآشنا ہین۔ اور مذہب وہابیت اور مذہب اہل حدیث کے فرق کو بہت کم تمیز کر سکتے ہین ؏

ارا بہ مستی افسانہ کردند
پیران جاہل شیخان گمراہ

اس لیے اختصاراً اوّل ہم مذہب اہل حدیث بیان کرتے ہین، اس کے بعد

فرقۂ وہابی کے مختصر حالات اور وہابیت کے اُصول وحقیقت کی تشریح کریگے۔

مذہب اہل حدیث

واقعہ یہ ہے کہ عہد رسالت مین سوائے کتاب اللہ کے نہ کوئی کتاب احادیث کی لکھی گئی تھی، نہ فقہی احکام کسی کتاب مین جمع کیئے گئے تھے، تمام صحابہ کرام کا معمول یہ تھا کہ وہ قرآنی احکام پر عمل کرتے اور اگر کچھ دریافت کرنا ہوتا تو رسول خدا صلعم سے پوچھ لیتے یا خود آنحضرت کوئی حکم فرماتے یا کوئی ارشاد کرتے یا کوئی کام کرتے تو جو لوگ اُس وقت موجود ہوتے وہ اُس کو یاد کر لیتے۔ اور جو اُس وقت غیر حاضر ہوتے اُن کو وہ بات معلوم نہ ہوتی۔ علاوہ اس کے چونکہ آنحضرت عادات ومباحات وسنن وعبادات مین ہر وقت کسی ایک خاص امر کے پابند نہین رہا کرتے تھے، اس سبب سے بھی بعض باتین بعض لوگون کو معلوم نہین ہوتی تھین۔ اسی بنا پر رسول خدا صلعم کے زمانہ مین تبلیغ احادیث اور اُن کے مطابق فتویٰ دینے کے لیے ایک جماعت صحابہ قائم ہو گئی تھی جسمین یہ لوگ شامل تھے۔

خلفاء راشدینؓ۔ عبدالرحمن بن عوفؓ۔ ابن مسعودؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ معاذ بن جبلؓ۔ عمار بن یاسرؓ۔ حذیفہ بن الیمانؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ ابو دردائؓ۔ ابوموسیٰ اشعریؓ۔ سلمان فارسیؓ۔

جب آنحضرت صلعم نے وفات پائی۔ اور خلافت راشدہ کا زمانہ آیا اور کثرت

سے ممالک مفتوح ہوئے، تو اُس وقت صحابہ متفرق ہو گئے کوئی شام چلا گیا کوئی عراق کوئی مصر کوئی بصرہ۔ وہان بھی اُن کا طریقہ یہ ہی رہا جو کچھ آن حضرت صلعم کو اُنھون نے کرتے یا کہتے دیکھا یا سُنا تھا۔ اُس پر خود بھی عمل کرتے تھے، اور دوسرون کو بھی یہی باتین تلقین کرتے تھے۔ اتفاق سے اگر ان کو کوئی جدید بات پیش آجاتی تھی تو وہ کسی دوسرے صحابی سے جو وہان موجود ہوتا پوچھ لیا کرتے تھے، اور اگر اُن کو کسی معاملہ مین کوئی صریح حکم کتاب وسنت مین نہین ملتا تھا تو منصوصات قرآن وحدیث پر غور کر کے اُسی پر اس معاملہ کو قیاس کر لیا کرتے تھے۔

بعد صحابہ کے جب تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ آیا تو اُنھون نے بھی صحابہ کے اسی طریقہ پر عمل کیا، جو صحابی یا تابعی جس ملک اور جس شہر مین ہوتا سب لوگ اُس ملک اور اس شہر کے اسی صحابی یا تابعی سے مسائل دین اور فقہ حدیث حاصل کرتے اور اُس وقت تک اُس کے فتوے سے تجاوز نہین کرتے تھے۔ جب تک کسی دوسرے صحابی یا تابعی موجودہ وقت سے کوئی بات معلوم نہین کر لیتے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ حضرت ابن عمرؓ کے فتوے پر عامل تھے۔ اہل کوفہ حضرت ابن مسعودؓ کے فتوے پر چلتے تھے۔ یہ ہی حال دوسرے ملکون اور شہرونکا تھا اس طرح پر اگرچہ عملاً بعض مسائل مین لوگ مختلف تھے، مگر کوئی کسی پر نکتہ چینی نہین کرتا تھا، نہ کوئی کسی کو بُرا جانتا تھا۔ کیونکہ سب کا مقصود اتباع کتاب وسنت تھا۔

دوسری صدی کے وسط مین جب فتوحات کی کثرت ہو گئی نئے نئے لوگون سے

سابقہ پڑا تو صد ہا قسم کے مفاسد دینی اور نزاعات ملکی اُٹھ کھڑے ہوئے اس ضرورت سے احادیث اور فقہی مسائل کی تدوین اور اُن کے جمع کرنے کی طرف لوگوں کو توجہ ہوئی ہے

آمادہ گشتہ ام وگر اشب نظارہ را ۔ پیوند کردہ ام جگر پارہ پارہ را

سب سے پہلے احادیث کو محمدؐ بن شہاب زہری نے مدون کیا پھر سعید بن عروہ اور ربیع بن صبیح نے بصرہ میں۔ معمر بن راشد نے یمن میں۔ ابن جریج نے مکہ میں اسی طرح سفیان ثوری نے کوفہ میں۔ حماد بن سلمہ نے بصرہ میں۔ ولید بن مسلم نے شام میں جریر بن عبد الحمید نے رے میں عبد اللہ بن مبارک نے مرو و خراسان میں اور ہشیم بن بشیر نے شہر واسط میں احادیث کے جمع کرنے میں کوشش کی اور تھوڑے زمانہ میں ایک ذخیرۂ کافی حدیث کا جمع ہو گیا۔ اسی زمانہ میں مسائل فقہ کی تدوین بھی عمل میں آئی اور مذاہب اربعہ یعنی مذہب حنفی و شافعی و مالکی اور حنبلی کی بنیاد پڑی۔ سب سے پہلے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے جو بڑے عابد زاہد اور متورع کامل تھے اور جنکو خدا نے قوت اجتہاد اور استنباط مسائل کی خاص طور پر قدرت عطا فرمائی تھی، اپنے اُستاذ امام نخعیؒ کی روایات حدیث و اقوال اور اُصول پر مذہب حنفی کی بُنیاد قایم کی، فقہائے کوفہ نے اُس کو استحسان اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ خلافت عباسیہ کے زمانہ میں امام صاحبؒ کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسفؒ کی امارت قضا اور تسلط عام نے اور امام محمدؒ صاحبؒ کی تالیفات نے اس مذہب کو تمام عراق و خراسان و ماوراء النہر میں پھیلا دیا اس کے بعد مدینۂ منورہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ نے جو حدیث و فقہ اور زہد و ورع کے کامل و عارف تھے، مذہب مالکی کی بُنیاد ڈالی۔ اِن کی بے نظیر صحیح و جامع کتاب مؤطا نے اسلامی دنیا میں شہرت و قبولیت عام حاصل کی۔ اُن کے شاگرد زیاد ابن عبد الرحمٰن بسطورؒ۔ اور یحییٰ بن یحییٰ اندلسیؒ وغیرہ نے اطراف مغرب و اندلس میں خلیفہ مرتضیٰ بن حشام کے ظلِ حمایت میں جو منتصر باللہ کے لقب سے ملقب تھا، اس مذہب کو خوب فروغ دیا، اس سے پہلے لوگ اوزاعیؒ کے طریقہ پر تھے اسکے بعد امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جو معارف کتاب و سنت کے ماہر اور زہد و عبادت اور تقویٰ و طہارت میں بڑا درجہ رکھتے تھے، ایک کتاب اُصول کی نئے طرز پر تالیف کر کے مذہب شافعی قائم کیا، اور اگلے دو مذہبوں میں جو کمی رہگئی تھی اُس کو پورا کیا۔ اصل یہ ہے کہ امام شافعیؒ سے پہلے حدیثوں نے وہ عام شہرت نہیں پائی تھی جو اُن کے زمانہ میں اُس کو حاصل ہوئی۔ اسی سبب سے جیسا کہ دراسات اللبیب میں لکھا ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں اُتْرُكُوا قَوْلِي بِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی رسول خدا صلعم کی حدیث کے مقابل میں میرا قول چھوڑ دو امام شعرانی لکھتے ہیں۔ لَوْ عَاشَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِلٰى تَصْحِيْحِ الْاَحَادِيْثِ لَتَرَكَ الْقِيَاسَ اگر امام ابو حنیفہؒ زندہ رہتے تو وہ حدیث صحیح کے مقابل میں قیاس ترک کر دیتے اس لیے کہ کثرت قیاس کا عذر موجب یہ ہی تھا کہ اُن کے زمانہ میں احادیث صحیح

موجودہ تعیین امام شافعی کا قول ہے۔

إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ جب حدیث پایہ صحت کو پہنچ جائے تو وہ ہی میرا مذہب ہے۔ ان تینون مذہبون کی طرح امام احمد بن حنبل نے مذہب حنبلی کی بُنیاد ڈالی، ان کا طریقۂ اجتہاد رائے و قیاس جداگانہ اور اصالت کتاب اور معاضدات روایت سے قریب تر تھا۔

بہر حال دوسری صدی کے وسط مین یہ چارون مذہب قائم ہوئے اور عقائد کے اعتبار سے ان چارون مذہبون کے لوگ تین گروہ پر منقسم ہوگئے۔ اشعری۔ ماتریدی حنبلی۔ اشاعرہ۔ اور ماتریدیہ مین دس بارہ مسائل کا اختلاف ہے۔ حنابلہ اور اشاعرہ و ماتریدیہ مین صرف تین چار ہی مسئلون کا اختلاف ہے بعض علماء نے ان تینون گروہ کے معتقدات مین تطبیق دیکر اختلافات کو نزاع لفظی بتایا ہے و للہ الحمد۔

ان تاریخی واقعات سے ظاہر ہے کہ چوتھی صدی کے قبل کسی ایک مُعیّن مذہب پر کامل تقلید کا اُس زمانہ تک رواج نہین ہوا تھا نہ کوئی حنفی و شافعی وغیرہ کہلاتا تھا بعد مین بنی اُمیہ اور بنی عباس کے عہد خلافت مین ایک حکم تمام مسلمانون کے نام اس مضمون کا جاری ہوا کہ وہ ان چار فرقون مین سے کسی ایک فرقہ کے مذہب کو قبول کرلین چنانچہ اس حکم نادری کے بعد جو لوگ اس کے خلاف ورزی کرتے تھے انکو سزا دیجاتی تھی۔ اس زمانہ سے آزادی رائے و تقریر کا دروازہ مسدود ہوگیا تاہم محدثین خفیہ طور پر طریقۂ سلف صالحین پر قائم رہے۔ اُن کا طرزِ عمل یہی رہا

کہ وہ کتاب الٰہی، اور احادیث مصطفوی، اور آثار صحابہ پر عمل کرتے تھے اور اگر کسی مسئلہ مین ضرورت ہوتی تھی تو وہ فقہ کی جانب رجوع کرتے تھے، اُن کو اس سے بحث نہ ہوتی تھی کہ فقہ حنفی ہو یا فقہ شافعی فقہ مالکی ہو یا فقہ حنبلی۔ وہ فقہی مسائل پر غور کر کے جس مسئلہ کو اشارات و مقتضیات و عمومیات کتاب و سنت کے مطابق پاتے تھے اُن پر عمل کرتے تھے ؎

ز مسکہ پیروی خلق گمرہے آورد	نمی رویم براہ کہ کاروان رفت ست

اُن کا عمل حضرت سالمؓ کی اس روایت پر تھا۔ أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ کیا تمھارے لیئے تمھارے نبی کی سنت کافی نہین ہے؟

ابو عیسیٰؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح کیا ہے۔ محدثین نے عقائد مین اشعری ماتریدی۔ اور حنبلی کسی کی طرف بھی منسوب ہونا پسند نہین کیا، اُن کا یہ ہی قول رہا ؎

ماتریدی و اشعری ہمہ خوب	لیک طور سلف بود مرغوب
چیست دانی عقائد ایشان	انتخاب فوائد ایشان
پائے بر جائے مصطفےٰ رفتن	بسر خویش نے زیار فتن

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہین۔ طَرِيْقَتُنَا هٰذِهٖ مُشَيَّدَةٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ہمارا طریقہ اتباع کتاب و سنت پر مبنی ہے۔

اس مختصر سرگذشت سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جماعت محدثین اور علمائے سنت کی

تاسیس عہد رسالت مین ہوئی اور وہ زماناً بعد زمانٍ وقتاً دون وقت ہر
ہر ملک مین ہوتے چلے آئے ہین۔ کتاب وسنت پر اُن کا عمل کرنا اصل دین تھا
وہ واقعات اور سوانح زندگی کے ذکر سے طبقات اور سیر کی کتابین لبریز ہین۔ اور
تمام عرب وعجم سے۔ اور یورپ وہند کے کتب خانون مین موجود اور مشہور
ہین۔ بیان ماسبق سے یہ بھی عیان ہوگیا کہ مسئلۂ خاص جہاد مین تمام فرقہائے اسلام
قدیماً وحدیثاً واعتقاداً وعملاً یکسان ہین۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مقدس
جماعت کے نام کے ساتھ ہندوستان مین وہابیت کے ذاایجاد لقب کا اضافہ کب
سے ہوا اور کیونکر ہوا اور کس غرض سے ہوا اس کے لیئے ہمکو شہر نجد اور مصر کی تاریخ
کی ورق گردانی کرنی چاہیئے۔

مذہب فرقۂ وہابیہ

باز گو از نجد و از یاران نجد

عبدالوہاب جنکی طرف غلطی سے مذہب وہابی منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ نجد کے رہنے والے تھے اُنھون نے نہ کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالی نہ کسی مذہب مُعیّن کی طرف لوگون کو دعوت دی۔ اصل داعی الی المذہب انکے بیٹے محمد تھے اس لیئے بجائے مذہب وہابی کے اگر اس کو مذہب محمدی کہا جائے تو زیادہ موزون اور واقع کے مطابق ہے۔ سلسلۂ نسب اُنکا یہ ہے۔

محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن زید آل مشرف۔

یہ قبیلۂ مضر یا بنی تمیم مین سے تھے ۱۱۱۵ ہجری مین شہر عیینیہ مین جو بلاد نجد مین واقع ہے پیدا ہوئے اور وہین اُن کا نشو و نما ہوا۔ مبادی علوم کی تعلیم اُنھون نے اپنے والد سے پائی پھر تحصیل علم کی غرض سے وہ حرمین شریفین مین پہونچے، اور حج و زیارت نبویہ سے فارغ ہوکر مدینۂ منورہ مین شیخ عبداللہ ابراہیم سے جو ابو المواہب بعلی دمشقی کے تلامذہ مین سے تھے کمالات علمیہ کی تکمیل کی، اور اپنے والد کے ہمراہ مقام حریملا مین سکونت گزین ہوئے۔ جب انکے والد کا انتقال ہوگیا تو وہ اپنے مسقط الراس شہر عیینیہ مین چلے آئے۔ اُن کا اور اُن کے تمام خاندان کا مذہب حنبلی تھا۔ یہ وہ ہی مذہب ہے جس کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جیسے جلیل اولیاء کبار کے مذہب ہونیکا شرف حاصل ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نے اگرچہ اپنے طریقہ کی بنیاد علامہ شیخ الاسلام العباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہ اور علامہ شیخ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن القیم جوزی رضی اللہ عنہم کے اتباع طریقہ پر رکھی تھی جو افضل علماء حنابلہ مین سے تھے۔ مگر اصل یہ ہے کہ اُن سے طریقۂ مذکور کی معرفت مین متعدد غلطیان بھی ہوئی ہین جو ارباب علم سے پوشیدہ نہین، اُنکے مولفہ رسائل عرب مین مشہور

ہین، اُن مین مقبول اور غیر مقبول دونون قسم کے اقوال شامل ہین۔ چنانچہ
سید سلیمان داؤد بغدادی نے اُن کی تردید مین ایک رسالہ صلح الاخوان کے نام
سے لکھا، اور اُس مین اُن کے اتباع اور شاگردون پر ردّ و قدح کی، چونکہ یہ رسالہ
بھی صواب و خطا اور راجح اور مرجوح سے خالی نہ تھا اس لیے مشہور محدث
شیخ محمد بن ناصر حازمی نے جو قاضی محمد بن علی شوکانی رح کے شاگرد ہین بطور محاکمہ
بین الفریقین ایک رسالہ بنام فتح المنان فی الترجیح الراجح و تزئیف الزائف
من صلح الاخوان تالیف کیا۔ اور اس مین حق و باطل و خطا و صواب کی تفصیل
کی۔ بہرحال محمد بن عبدالوہاب کو عینیہ مین آکر دعوت مذہب کا خیال پیدا ہوا اور
اُس کا اعلان کرنا چاہا۔ جب فرقۂ قرامطہ کو اس کا علم ہوا تو وہ اُن کا مخالف ہو کر
برسرِ فساد ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر محمد بن عبدالوہاب عینیہ کو چھوڑ کر شہر درعیہ مین
چلے آئے اور ابن سعود امیر درعیہ کے ظلِ حمایت مین پناہ لی ابن سعود کا نام بھی محمد
ہے۔ سلیم جبرئیل خوری نے جو ایک عیسائی عالم ہے اپنی کتاب آثار الادہار مین اور
کرنل ایڈورڈ فانڈیک نے اپنی کتاب مرآۃ الوضیہ فی الکرۃ الارضیہ کی چوتھی فصل
مین محمد بن عبدالوہاب اور ابن سعود کے حالات اور جماعت وہابیہ کے فرمانرواؤن
کے تاریخی واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے ہین جو غالباً ترکی تاریخون سے ماخوذ ہین
چونکہ وہابیون کی جنگ و آویزش سالہا سال عربون سے اور خاص کر ترکون سے
رہی ہے اس لیے جو واقعات ترکی تاریخون سے اخذ کیے گئے ہین وہ کسی طرح کلیتہً اغراض

نفسانیہ کی آمیزش سے مبرّا نہین خیال کیے جا سکتے تاہم اُن واقعات سے
ان محمد بن عبدالوہاب کے حالات اور دعوت وہابیت پر بہت کچھ روشنی پڑتی
ہے۔ مین نے محمد بن عبدالوہاب اور اس کی دعوت وہابیت کے متعلق ایک جداگانہ
رسالہ مرتب کیا ہے جس کسی کو جماعت وہابیہ کے مفصل حالات پڑھنا ہون وہ اُس
رسالہ کو مطالعہ کر سکتا ہے ہم اُن تمام تاریخی واقعات سے جو نتیجہ اخذ کر سکے ہین
وہ یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب حنبلی مذہب تھے اور اتباع مذہب مین وہ علامہ
ابن تیمیہ اور علامہ ابن جوزی کے طریقہ کی پیروی کیا کرتے تھے اُن کے موقفہ مسائل
مین اقوال مقبول اور غیر مقبول دونون شامل ہین جس مذہب کی وہ لوگون کو دعوت
دیا کرتے تھے وہ مذہب حنبلی تھا جس کو عامۂ جہلا اور اُن کے مخالفین نے مذہب
وہابی کے نام سے تعبیر اور مشہور کیا عرب کے ملکون پر جب اُن کا تسلط ہو گیا اور مکۂ معظمہ
اور مدینۂ منورہ دونون کو فتح کر لیا تو اُنھون نے اُن تمام مخترعہ رسمون اور بدعتون کا
سلسلہ مسدود کر دیا جو خالص مذہب اسلام مین لوگون نے شامل کر لی تھین اور
بعض مزارات مقدسہ کو جنگلی لوگ پرستش کرنے لگے تھے توڑ پھوڑ ڈالا تمام مسلمانون کو
ان زیادتیون سے جنکو وہ اپنے نزدیک عین جزو اسلام سمجھتے تھے نہایت رنج ہوا
اور انھین اسباب سے ترکون اور محمد بن عبدالوہاب کے معتقدون مین ایک
سخت عداوت پیدا ہو گئی اُنھون نے شرک و بدعات اور عبادت غیر اللہ کی نجاستون
سے عرب و حوالی عرب کو پاک صاف کر کے احکام شرعیہ اور خصوصیات اسلامی کے

پابندی کی طرف رغبت دلائی۔ یہ وہ خاص باتین ہین جو طبقۂ محدثین کے اوصاف مخصوصہ مین سے ہین اور ان کے اولین فرائض مین داخل ہین۔ محمد بن عبدالوہاب مذہب حنبلی کی دعوت دیتا جس کو مذہب وہابی کے نام سے مشہور کیا جاتا ہے۔ اور بلاد عرب پر تسلط جمانا سنہ ۱۷۶۰ء سے شروع کیا۔ سنہ ۱۸۰۳ء مین جماعت وہابیہ کا اقتدار منتہائے عروج پر پہونچا یہان تک کہ حرمین محترمین پر اُن کا قبضہ ہو گیا اور تمام حجاز پر وہ چھا گئے پھر سنہ ۱۸۱۰ء سے اُن مین آثار زوال شروع ہوئے۔

سنہ ۱۸۱۱ء مین محمد علی پاشا نے وہابیون پر فوج کشی کی اور اُن کو شکست دی سنہ ۱۸۱۸ء مین اُن کے غلبۂ اقتدار کا کلیۃً خاتمہ اور استیصال ہو گیا جسقدر لڑائیان اُن کی وہ اہل عرب اور ترکون سے ہوئین، جو اُن کی طرح مسلمان تھے۔ کسی غیر قوم سے کبھی اُن کی کوئی لڑائی بنام جہاد یا بغرض ملک گیری نہین ہوئی۔

اِس قسم کی لڑائیون سے یورپ کی قدیم اور ازمنۂ متوسطہ کی تاریخ خالی نہین ہے کلیسائیون مین کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقون کی لڑائیان محض اسی قسم کی تحریکات اصلاحی و تجدید مذہب پر مبنی تھین۔

مسلمان اور عیسائی دونون مورخون کے بیان سے یہ کہین نہین پایا جاتا کہ کبھی کوئی وہابی نجد و حجاز سے ہندوستان مین آیا ہو، اور دعوت وہابیت کا کبھی یہان اعلان کیا ہو، یا کبھی کوئی سلسلہ شاگردی یا اُستادی کا نجد اور ہندوستان کے درمیان۔ ابھی یہان تک کہ حنبلی مذہب جو محمد بن عبدالوہاب کا مذہب تھا

کے اصول اور قواعد و حقیقت تک سے سوائے معدودے چند علما کے آج تک ہندوستان مین واقف نہین۔ ہندوستان کا عام مذہب سلاطین مغلیہ سے بحکم النَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ۔ مذہب حنفی ہی۔ اور اسی مذہب کے فاضل قاضی مفتی اور حاکم سلطنت کی جانب سے ہوتے رہے اور نگ زیب عالمگیر سلطنت مین اُس کے حکم سے علما کی ایک جماعت کثیر نے ملکر کتاب فتاویٰ حنفیہ کی۔ جسکا نام فتاوے عالمگیری ہے اِس جماعت مین شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم دہلوی بھی شریک تھے۔ شاہ صاحب کا خاندان اگرچہ حنفی المذہب تھا مگر اتباع کتاب و سُنّت خاص اُس کا تھا۔ چنانچہ اُن کی ذات بابرکات سے ہندوستان مین بہت سی ... رسمین اور شرک و بدعت کی باتین اور وہ چیزین جو خالص اسلام سے خلاف تھین دور ہو گئین مگر کبھی کسی نے بھولے سے بھی اُن پر وہابیت کی ... نہین لگائی۔ پھر جب اُنکا زمانہ گذر گیا تو قوم مین رفتہ رفتہ شرک و بدعت وغیرہ کی سابقہ عادتین از سر نو عود کرنے لگین۔ یہ حالت دیکھ کر مولانا سید احمد صاحب ... اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی نے (جو شاہ صاحب کے پوتے تھے) اور اُن کیساتھ اور علماء نے جنمین مولوی عنایت علی صاحب مرحوم مولوی ولایت علی صاحب مرحوم اور مولوی ... قوم بھی شامل تھے اِن رسومات باطلہ و عادات غیر مشروع مثل گور پرستی اور پیر پرستی وغیرہ کے مٹانے مین کوشش شروع کی۔ جن کا خود آئمہ مذہب حنفی کی روایات

اور فقہائے سلف کے اقوال سے ناجائز اور حرام یا غیر مباح اور محدث فی الدین ہونا ثابت تھا۔ غرض اُنھون نے بہت سے شرک و بدعات کا استیصال کر دیا یہ بات بعض متعصب علما اور جاہل لوگون کو ناگوار گذری اور اُنھون نے ان لوگون کو وہابی کہنا۔ اور اسی نام سے مشہور کرنا شروع کر دیا۔ اس کی

ہندوستان مین وہابیت کے لقب کی اشاعت

مولوی فضل رسول صاحب بدایونی مرحوم اور انکے ہمخیال علما سے اسلی ابتدا ہوئی۔ اسی اثنا مین یہ خبر پہونچی کہ سکھ اپنے سرحدی مسلمان رعایا پر سخت ظلم و ستم ڈھا رہے ہین اس خبر نے ہندوستان کے مسلمانون کو بیچین کر دیا مولانا سید احمد صاحب اور اُن کے رفقا جنکو وہابی کے نام سے مشہور کیا گیا تھا یہ حالات سُن کر آمادۂ جہاد ہوگئے اور اُس کی تیاری کرنے لگے۔ انھین لوگون کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے وہابی قرار دیا ہے" اور سر سید مرحوم نے بھی اُن کی تبعیت مین ستم ظریفی سے اُن کو وہابی کے لفظ سے یاد کیا ہے" اور خود اپنے وہابی ہونے کا بھی اقرار کیا ہے" ہم بھی اس موقع پر انھین کے لفظون مین مولانا سید احمد صاحبؒ اور انکے رفقا کا حال نقل کرتے ہین۔

سر سید مرحوم نے اس واقعہ کو چند زمانون پر تقسیم کیا ہے پہلا زمانہ ۱۲۳… سے شروع ہوا۔ اس زمانہ مین مولانا سید احمد صاحب اور اُن کے رفقا نے سرحدی پہاڑون مین جاکر ڈیرے ڈالے، اور جہاد شروع کیا سرحدی قومین جو اپنے مذہب حنفی مین بہت ہی سخت تھین اور مذہب کی فروعی باتون کو بطور اصول کبھی نہین

اور ان لوگون کے خلاف عقیدہ رکھتی تھین اس لیئے وہ ان لوگون کے مخالف عقائد و مسائل ماننے پر تو کسی طرح راضی نہین ہوئین، اگرچہ وہ سکھون کے مظالم سے تنگ آگئی تھین اس لیئے جہاد مین اُن کے ساتھ شریک ہوگئین۔ سر سید مرحوم لکھتے ہین کہ یہ پہلا زمانہ بہت عمدہ تھا، اور جو کام وہابی کر رہے تھے گورنمنٹ اس سے واقف تھی اور کسی طرح ان لوگون کی طرف گورنمنٹ کی بدخواہی کا گمان تک نہ تھا، اس زمانہ مین علی العموم مسلمان۔ عوام کو سکھون پر جہاد کرنے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ سکھون کے مظالم سے مسلمانون کو نجات دلائین۔ مجاہدین کے پیشوا مولانا سید احمد صاحب تھے۔ مگر وہ واعظ نہ تھے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب واعظ تھے اُن کی نصیحتین نہایت ولولہ انگیز اثر رکھتی تھین، مگر اُنھون نے کبھی کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہین نکالا۔ جس سے اُنکے ہم مشربون کی طبیعت ذرا بھی گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے منحرف ہوکر برافروختہ ہو بلکہ ایک مرتبہ جبکہ وہ سکھون پر جہاد کرنیکا وعظ فرما رہے تھے۔ اثناء وعظ مین کسی شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ انگریزون پر جہاد کرنے کا وعظ کیون نہین کہتے، یہ بھی کافر ہین آپ نے اُنکے جواب مین فرمایا کہ انگریزون کے عہد مین مسلمان کو کچھ اذیت نہین ہے" اور چونکہ ہم انگریزون کی رعایا ہین" اس لیئے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزون پر جہاد کرنے مین ہم کبھی شریک نہ ہون۔ اس زمانہ مین ہزارون مسلمان مسلح موجود اور بے شمار سامان جنگ کا ذخیرہ فراہم ہوگیا تھا۔

مگر جب حکام کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھون نے گورنمنٹ کو اس کی اطلاع دی
گورنمنٹ نے اُن کو صاف لکھا کہ تمکو اس معاملہ مین ہرگز دست اندازی نہین
کرنی چاہیئے، کیونکہ اُن کا ارادہ گورنمنٹ انگریزی کے مقاصد کے خلاف نہین
غرض یہ لوگ جہاد مین مشغول رہے اور ہندوستان سے برابر اُن کے پاس روپیہ
پہونچتی رہی۔ اور گورنمنٹ بھی اس امر سے واقف تھی۔

بہرحال وہابیون اور سرحدی لوگون نے ملکر متفقہ حملہ کیا۔ اور دونون نے
ایک دوسرے کی مدد سے پشاور کو فتح کیا۔ اور بعد فتح کے امیر دوست محمد خان
والی کابل کے بھائی سلطان محمد خان کو تفویض کردیا گیا مگر سلطان محمد خان نے
تھوڑے عرصہ کے بعد فریب کرکے پشاور کو رنجیت سنگھ کے ہاتھ فروخت کرڈالا
اور پشاور پر سکھون کا پھر دوبارا قبضہ ہوگیا۔ اسی زمانہ سے وہابیون کا زوال
شروع ہوا۔ یہ واقعہ ۱۸۲۷ء کا ہے۔ اس واقعہ سے مولانا سید احمد صاحب اور
مولوی اسمٰعیل صاحب کے رفقا کا جی چھوٹ گیا۔ کیونکہ یہ ان کو معلوم ہوگیا تھا کہ سرحد
کے پٹھان اختلاف کی وجہ سے ہم سب سے عداوت رکھتے ہین اب ہم کو ان سے کسی قسم
کے امداد کی توقع نہین رکھنی چاہیے۔ اور ہماری یہ قلیل جماعت کسی طرح کامیابی
کے ساتھ سکھون کا مقابلہ نہین کرسکتی۔ انھون نے یہ بھی کہا تھا کہ اب ہمارے لیے
ہمارے مذہب کی رو سے یہ جہاد جائز نہین رہا۔ علاوہ اس کے خود مولانا سید احمد صاحب
کے رفقا مین اُن کے پیشوا ہونے کی قابلیت کی نسبت اختلاف پیدا ہوگیا، اور ان کے

ساتھی بہت کم رہ گئے۔ ۱۸۳۱ء مین مولانا سید احمد صاحب نے پشاور پر دوبارہ
سکھون کا قبضہ ہوجانے کے بعد پھر اپنے کئی سو رفیقون سے جہاد کی بیعت لی اور شیر سنگھ
سے انکا مقابلہ ہوا۔ مگر سرحدی قومون نے جیسا کہ پیشتر سے خیال تھا مذہبی مخالفت کی
بنا پر وہابیون سے دغا کرکے سکھون سے اتفاق کرلیا، اور خادی خان نے آخرکار
دغابازی سے مولانا سید احمد صاحب کو شہید کردیا، اُن کے بعد انکی جگہ پر مولوی
عنایت علی صاحب اور مولوی ولایت علی صاحب سردار ہوئے، اور انھون نے
سرحد پر حملہ شروع کیا۔ مگر ان سے جہاد کے سرانجام مین کچھ کوشش نہ ہوسکی، اور
اب پنجاب پر گورنمنٹ انگریزی کا تسلط ہوگیا، تو یہ لوگ اپنے گھرونکو واپس بھیجدیے گئے
یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مولوی محبوب علی صاحب جو مولانا سید احمد کے بڑے رفقا
مین تھے ان کی نسبت سر سید احمد خان مرحوم لکھتے ہین کہ یہ وہی شخص ہین جن کو
۱۸۵۷ء مین باغیون کے سرغنہ بخت خان نے عین ہنگامہ غدر مین بلایا۔ اور
ان سے درخواست کی کہ آپ اس زمانہ مین انگریزون پر جہاد کرنے کی نسبت
ایک فتوے پر اپنے دستخط کردین۔ مگر انھون نے صاف انکار کیا۔ اور بخت خان سے
کہا کہ ہم مسلمان گورنمنٹ انگریزی کی رعایا ہین، ہم مذہباً اپنے حاکمون سے مقابلہ
نہین کرسکتے، اس سے بڑھکر انھون نے یہ کیا۔ کہ جو انیز بخت خان نے اور اسکے
ساتھیون نے انگریزون کی میمون اور بچون کو دی تھی اس پر بخت خان کو سخت
لعنت ملامت کی ان تمام واقعات سے صاف روشن اور عیان ہے کہ مولانا

سید احمد صاحب بریلوی اور مولوی اسمٰعیل صاحب شہید اور انکے رفقا گروہ وہابی میں سے تھے، ان کو حنابلہ اور محمد بن عبدالوہاب کے مذہب حنبلی سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا، سکھوں کے مظالم نے جو وہ مسلمان رعایا پر کر رہے تھے، ہندوستان کے مسلمانوں میں عام بےچینی پھیلا دی تھی۔ مولانا سید احمد صاحب اور ان کے رفقا نے سکھوں کے جور و ستم سے مسلمانوں کو نجات دلانے کی غرض سے جہاد کیا تھا اس جہاد کی گورنمنٹ کو اچھی طرح اطلاع تھی، اور وہ اس کو گورنمنٹ کے مقاصد کے خلاف نہیں جانتی تھی۔ بلکہ اس کی ہرطرح مؤید تھی، اسی لئے اس کے حکام کو اس معاملہ میں دست اندازی کرنے سے سختی کے ساتھ باز رہنا۔

جماعت وہابیہ نجد اور گروہ اہل حدیث میں مذہباً اور اصولاً قدیماً اور حدیثاً فرق عظیم ہے۔

بڑا لطف تو یہ ہے کہ غلط استعمال اور عامۂ جہلا کے خیالات نے لفظ وہابی کے مفہوم میں بھی مقامی حیثیت سے عجیب عجیب تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں پہلے پہل لفظ وہابی کا استعمال بدعتی کے مقابل میں ہوا، بدعتی کی تعریف یہ ہے کہ وہ قدیم طریقۂ مذہب اسلام میں کوئی طریقۂ جدید، یا نئی راہ و رسم یا کوئی فساد کی بات ایسی نکالے جس کی کوئی سند کتاب اللہ اور حدیث نبوی میں نہ ہو اور سلف صالحین کے طرز عمل کے خلاف ہو۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی متعدد روایتوں سے اور حضرت عائشہ رض کی اس روایت سے ظاہر ہے قال رسول اللہ صلعم مَنْ اَحْدَثَ

فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد رسول خدا صلعم نے فرمایا جو شخص ہماری شریعت میں کوئی ایسی نئی بات داخل کرے جو اس میں موجود نہ ہو وہ مردود ہے۔ مگر کچھ زمانہ گذر جانے کے بعد ہر جگہ اور ہر مقام پر لفظ وہابی کا مفہوم ایک نیا رنگ اور پا گیا۔ ممالک متحدہ یعنی میان دوآب میں وہابی اس کو کہتے ہیں جو مزارات اولیا، اور قبور صلحا کی پرستش سے لوگوں کو روکے اور یارسول اللہ اور یا علی کہنے سے منع کرے۔ مجالس میلاد شریف کو طریقۂ سلف صالحین اور قرون مشہود لہا بالخیر کے خلاف سمجھے۔

دکن میں وہابی اس کو کہتے ہیں جو سیندھی نہ پیئے اسبال ازار، نہ کرے ڈاڑھی نہ منڈوائے۔ بمبئی میں وہابی وہ ہے جو یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا نعرہ نہ لگائے۔ پورب کے ملکوں میں وہابی وہ ہے جو چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب خاص کا مقلد اور پیرو نہو،

سچ یہ ہے کہ جماعت اہل حدیث کے حق میں لفظ وہابی ایک قسم کی دشنام ہے جو فرقہ بجز اتباع کتاب و سنت اور طریقۂ سلف صالحین کے کسی کی تقلید محض اور پیروی خاص روا نہیں رکھتا۔ عام اس سے کہ وہ شخص حضرات آئمہ اربعہ مجتہدین رضی اللہ عنہم میں سے ہو جیسے حضرت امام ابو حنیفہ رح یا حضرت امام شافعی رح وغیرہ یا ائمہ محدثین رضی اللہ عنہم کے طبقہ میں سے ہو جیسے حضرت امام بخاری رح یا حضرت امام مسلم رح وغیرہ ایسی جماعت محمد بن عبدالوہاب یا خود عبدالوہاب کی تقلید نے ننگ و عار کو

کیونکر گوارا اور برداشت کر سکتی ہے؟ بعض محدثین نے ملک نجد کی برائی میں ایک روایت بھی حضرت ابن عمرؓ سے نقل کی ہے: "وہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ملک یمن اور شام کے لیے دعائے برکت کی، تو لوگوں نے عرض کیا کہ ملک نجد کیلئے بھی دعا فرمایئے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ جب ان لوگوں نے تین بار یہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہاں سے جھگڑے اٹھینگے اور فتنے پیدا ہونگے اور وہیں سے قرن شیطان نکلیگا۔"

بفرض محال اگر والا جاہ مرحوم یا کسی ہندوستانی مسلمان کو وہابی کہنا درست مان لیا جائے، جیسا کہ سرسید مرحوم نے علی رغم انف معترضین خود اپنا وہابی ہونا تسلیم کر لیا تب بھی وہابیت کو گورنمنٹ کی مخالفت سے کیا تعلق و سروکار ہو سکتا ہے۔ یہی اسباب تھے جن کی بنا پر ہندوستان کی جماعت محدثین نے اپنے نام کے ساتھ لفظ وہابی کے استعمال پر عام ناراضی کا اظہار کیا، اور گورنمنٹ آف انڈیا نے ازراہ مہربانی و معاملہ فہمی ان کی درخواست منظور کر لی اور لفظ وہابی کے استعمال کی جماعت اہل حدیث کے نام کیساتھ تمام قلمرو برٹش انڈیا میں ممانعت کر دی گئی۔ ابتدا اس طرح ہوئی کہ مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم نے ارکان جماعت اہل حدیث کی ایک دستخطی درخواست لفٹنٹ گورنر صاحب پنجاب کے ذریعہ سے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کی۔ ہز آنر نے وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ انڈیا کے پاس بھیجدی۔ وہاں سے حسب ضابطہ اسکی منظوری کی اطلاع ہز آنر کو دی گئی اور ہز آنر نے اسکی ایک کاپی مولانا مرحوم کے پاس بھیجدی۔ اسی طرح گورنمنٹ مدراس کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۸۸۸ء کو

بذریعہ خط نمبری ۱۲۷ اور گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۴ مارچ ۱۸۹۰ء کو بذریعہ خط نمبری ۱۵۶ اسکی اطلاع مولانا کو پہونچی اور گورنمنٹ یو پی (آگرہ و اودھ) کی طرف سے بذریعہ خط مورخہ ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء نمبری ۳۸۶ اور ممالک متوسط کی طرف سے ۱۲ جولائی ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری ۲۰۷ اور گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے ۱۴ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبری ۷۳۲ اطلاع موصول ہوئی۔ اصل مراسلہ کا ترجمہ کی نقل حسب ذیل ہے: مراسلہ نمبر ۱۷۵۸ مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۸۶ء سکرٹری گورنمنٹ ہند داخلہ بنام سکرٹری صوبہ پنجاب۔ آپ کے خط کے جواب میں جس کا نمبر ۱۰۴۴ ہے جو ۸ جون کو ارسال کیا گیا تھا مجھکو ہدایت ہوئی ہے کہ میں آپ کو اطلاع دوں کہ گورنر جنرل باجلاس کونسل نے اس بات کو باعث مسرت خیال کیا ہے کہ وہ سر سی ایچیسن کے خیالات سے موافقت رکھتے اور اس بات میں متفق ہیں کہ لفظ وہابی کا استعمال آئندہ سرکاری خط و کتابت میں ممنوع قرار دیا جائے جو لوگ بلا قصور وہابیت کے جرم میں قید کر دئے گئے تھے،

Copy of the letter No. 1758, dated 3rd December 1886 from the Officiating Secretary to the Government of Home Department, India to the Secretary to the Government of the Punjab.

In reply to your letter No. 1044, dated the 8th June last, I am directed to say that the Governor-General in Council is pleased to express his concurrence with the view of Sir C. Aitchison that the use of the term "Wahabi" should be discontinued in official correspondence.

اُنکی نسبت گورنمنٹ ہند نے گورنمنٹ بنگال و پنجاب سے روداد مقدمہ کا حال
دریافت کرکے نواب گورنر جنرل باجلاس کونسل کے حکم سے سب لوگون کو رہا کردیا
ہندو اخبار بیٹریٹ نے گورنمنٹ ہند کو مبارکباد دی کہ اُس نے آغاز سال کا
خیر مقدم نہایت عمدہ کام سے کیا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کی اِس تجویز کو
نہ صرف مسلمانان ہند نے دلی مسرت کے ساتھ حسن قبول کی نظر سے دیکھا، بلکہ تمام
باشندگان ہندوستان نے اِس کام پر خوشنودی کا اظہار کیا! این ہمہ اِس اتفاق وقت
کو دیکھیئے کہ ایک طرف تو مجرمان وہابیت زندانون سے رہا کیئے جارہے تھے، اور
وہابی لفظ دفاتر سرکاری سے محو کیا جارہا تھا، اور دوسری طرف بعض افترا پرداز
اعدائے دین و ملت فروش والاجاہ مرحوم کو اخبار پاؤنیر کے ذریعہ سے وہابی مشہور
سے شہرت دینے مین ساعی تھے، اور ترغیب جہاد کا الزام اُن پر لگا رہے تھے۔ آخر کار
ان مفتریات ناسزا اور اخبارات مصنوعہ نے سرلیپل گریفن صاحب سابق ایجنٹ نواب گورنر جنرل
بہادر جیسے عاقل، اور مدبر، شخص کو خود رفتہ کرکے والاجاہ مرحوم کا نامہربان دوست
بنادیا۔ مگر ویسا ہی دوست جیسا کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی نسبت سرسید مرحوم نے
لکھا ہے۔ کہ "خدا مجکو میرے دوستون سے بچائے!!"

ایک دن وہ تھا کہ کرنل کنکیڈ صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال نے ۱۲ اگست
۱۸۸۲ء مین والاجاہ کو اپنی ایک تحریر مین جنگ مصر کے موقع پر لکھا تھا کہ مین نہایت
خوشی سے آپ کا شکرگزار ہون کہ آپ نے بلاشبہہ نہایت عمدگی سے نواب بیگم صاحبہ کو

اِس صلاح دیکر نہایت اچھی کارروائی کی۔ تمام بُری اور بیوفائی کی باتون کے بانے
اور رُوکنے کی ایسے وقت مین جبکہ سرکار انگریزی کی فوج مصر کے مخالفین سے جنگ کررہی
ہے فرمائی۔ ایسے بڑے شہر مین جہان ہر قسم کے مسلمان موجود ہین۔ نواب بیگم صاحبہ عالیہ
کی وفاداری کے بیشک آپ باعث ہین۔ سرڈانلڈ اسٹورڈ صاحب بہادر کمانڈر انچیف
افواج ہند نے اپنی ایک تحریر مورخہ ۱۸۔ دسمبر ۱۸۸۲ء مین والاجاہ کی نسبت لکھا
تھا "بھوپال کی ہر شئے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ (رئیسہ عالیہ) اور اُن کے شوہر والاجاہ
بہادر اپنی رعایا کے خیر خواہ ہین، مجھ سے اور نواب صاحب سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی
اور اِس امر کا اظہار کرنا بہت آسان ہے کہ وہ بہت عقلمند اور عالم ہین اور بیگم صاحبہ
کو انتظام ملک کے معاملہ مین بہت عمدہ رائے دیتے ہین"۔ جنرل سرہنری ڈیلی صاحب ایجنٹ
نواب گورنر جنرل بہادر نے رئیسہ عالیہ کو اپنی ایک تحریر مورخہ ۳۔ مارچ ۱۸۸۳ء مین لکھا
تھا "نواب صاحب بہادر سے میرا سلام کیئے جو بھوپال کے اور آنعالیہ کے نامور کرنے مین
ساعی ہین اور مجکو یقین ہے کہ کوئی امر انتظام کا اُن سے فروگذاشت نہوگا"۔ اسی طرح
واٹسن صاحب بہادر۔ کرنل بینز مین صاحب بہادر۔ ولیم ولبی آسبورن صاحب بہادر
بارسٹو صاحب بہادر۔ کرنل پریڈو صاحب اور متعدد حکّام نے والاجاہ کے کامون کی
اپنی تحریرات مین بیحد تعریف و توصیف کی۔ کرنل پریڈو صاحب والاجاہ کی تالیفات
کی نسبت اپنے خط مورخہ یازدہم مئی ۱۸۸۹ء مین لکھتے ہین "آپکی مولفہ دو کتابین جو
از راہ عنایت آپ نے مجکو دین میرے پاس پہونچین تھین آپ کی اِس عنایت کا نہایت

ممنون ہوا۔ یہ بات نہایت بہتر و مناسب ہے کہ اعلیٰ مرتبہ کے لوگ اور عالم ان لوگون کی جو علم سے محروم ہین اعانت کرین۔ اور مجھکو یقین ہے کہ جو بڑا کام آپکے متعلق اس ہے جس وقت آپ کو فرصت ملیگی آپ اور تصنیف و تالیف فرمائینگے۔ جو شائقین کی رہبر ہو گی۔ کرنیل صاحب موصوف اپنے ایک دوسرے خط مورخہ ۲۶ ستمبر ۹۵ء مین جو زبان عربی مین تھا لکھتے ہین۔

تعرف جنابکم بان اقبلنا الکتاب العزیز الذی ارسلتموہ بید السید عبد العلی بطور الھدیۃ وفرحنا کثیرا بوصولہ لانہ دلیل المحبۃ واشارۃ المودۃ ونشکر ذلک جدا۔

اور ایک یہ دن آیا جسمین بھوپال محشرستان آشوب بنا ہوا تھا۔ والاجاہ سے بڑھکر کوئی غیر وفادار اور بدخواہ ملک و گورنمنٹ نہ تھا، دار و گیر کی صدائین ہو رہی تھین۔ کوئی اخراج بلد کوئی حبس دوام کوئی قتل و پھانسی کی تجویز سوچتا تھا۔ ؎

لاؤ تو قتل نامہ مرا مین بھی دیکھ لون	کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

سچ یہ ہے کہ اس ستم آباد ہستی اور سیاست کدۂ ظلم و طغیان و کفر و ضلالت مین حق و صداقت کی پرستش، دیانت و رضا جوئی آقا، اور عام برائیون کی بیخ کنی طالبان دنیا کے نزدیک ایسا گناہ عظیم ہے جو کبھی قابل معافی نہین ہو سکتا۔ ؎

خدا گواہ اگر جرم ما ہمین عشق است	گناہ گبر و مسلمان بجرم ما بخشند

جس طرح کرۂ ارض پر جب زلزلہ آتا ہے تو زمین کے اندرونی گداختہ گرم و دخانی مواد

ہوائی مادہ کے بخارات سے سطح زمین پر ایک اضطراب پیدا ہوتا ہے اور اکثر اوقات ایک گرج سنائی دیتی ہے، اسی طرح بعینہٖ زمین بھوپال پر غرور و طغیان کا زلزلۂ عظیم طاری ہوا۔ جسکی وجہ سے سطوح قلوب مین رنج و اندوہ کے غار پڑ گئے، اور جاہ و عزت کے قصر معلیٰ کی بنیادین ہل گئین، مگر جس طرح زلزلہ باوجود خطرناک نقصانات کے سطح زمین کو مرتفع کرتے اور عمق سمندر کو زیادہ گہرا کرکے دنیا کو غرقابی سے بچانیکا باعث ہوتا ہے، اسی طرح اس نوحادث زلزلۂ عظیمہ نے بہت سے بصیرت افروز اور عملی تجربون کو منظر عام پر لاکر ارباب حل و عقد و صاحبان نقد و نظر کیلیے جادۂ عمل صاف کر دیا۔ اور ہر قسم کا مادۂ فہم و فراست فراہم کر دیا۔

غرض یہ وہ وقت تھا کہ دست ستم دراز ہو چکا تھا، تیغ بیداد بے نیام ہو چکی تھی، ایک آل رسول جگر گوشۂ دودمان بتول۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ۔ کی قربانگاہ آزمایش مین فیصلۂ سرنوشت کا منتظر کھڑا تھا۔ اور وہ وقت قریب آچکا تھا کہ یہ صدائے سرمدی بلند ہو ؎

عمریست کہ آن جلوۂ منصور کہن شد	من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

کہ ناگاہ مشیت ایزدی نے آگے بڑھکر ہاتھ پکڑ لیا، تیغ بیداد خمیدہ ہو کر سر بسجود ہو گئی ؎

طغیان ناز بین کہ جگر گوشۂ خلیل	آمد بزیر تیغ و شہیدش نمی کنند

جب گورنمنٹ آف انڈیا کے سامنے باضابطہ مقدمہ پہونچا تو اس نے اپنی مشہور

بیدار مغزی، نکتہ رسی، اور معاملہ فہمی سے سخت اور ناواجب مطالبات کو ر[د]
مصلحتاً بپاس خاطر سر لیپل گریفن صاحب والاجاہ مرحوم نے انتزاع خطاب [اعلیٰ]
پر قناعت کی۔ ۲۷۔ اگست ۱۸۸۵ء کو صاحب ممدوح نے شوکت محل مین رئیسہ عالیہ
سے ملاقات کی اور والاجاہ کے متعلق شکایات پیش کر کے ان کو مختلف الزامات کا [مورد]
ٹھہرایا بعد ازان چہاردہم ذیقعدہ ۱۳۰۲ ہجری کو صاحب عالیشان نے انتزاع
خطاب کا اعلان عام کیا، اور سترہ ضرب سلامی کی منسوخی کا حکم سنایا۔ ہفتم محرم
۱۳۰۳ ہجری مطابق ۲۶۔ اکتوبر ۱۸۸۵ء کو ممدوح رئیسہ عالیہ اور نظم ریاست
مین اُن کو دخل دینے سے ممانعت کی گئی۔ مگر وہ اس سے بہت پہلے رئیسہ عالیہ سے
استصواب کرنے کے بعد کنارہ کشی اور گوشہ گزینی اختیار کر چکے تھے با این ہمہ ان کو
رئیسہ عالیہ کے پاس رہنا بھی لوگون نے گوارا نہ کیا آٹھ مہینے کامل اُن کو رئیسہ عالیہ
سے علیحدہ نور محل مین قیام کرنا پڑا صرف شب کو تاج محل پر رئیسہ عالیہ کے پاس چلے جایا
کرتے تھے اس بیگانہ وش اندوہناک حالت سے متاثر ہو کر رئیسہ عالیہ نے غرۂ جمادی الاول
۱۳۰۳ ہجری کو ہز اکسیلنسی لارڈ ڈفرن صاحب بہادر سے ملنے کے لیے سفر کلکتہ اختیار
کیا جب رئیسہ عالیہ ورود فرمائے کلکتہ ہوئین تو ہز اکسیلنسی کی جانب سے حسب معمول
سکرٹری صاحب بہادر اور ایڈی کانگ صاحب بہادر نے استقبال کیا اور تمام وکمال
مراسم اعزاز ادا کیے گئے رئیسہ عالیہ نے معاملات ریاست کے متعلق خریطہ خط پیش
کیا اور جو جو تکلیفین اعدا کی سعایت اور حکام بالادست کے ہاتھون سے پہونچی تھین اُن کو

[بی]ان کیا اور زن و شوہر کے تعلقات مین جس بنا پر بیجا دست اندازی کی گئی تھی اُس کی
[اص]ل حقیقت سے ویسرائے کو آگاہ کیا ہز اکسیلنسی بہت ملاطفت کے ساتھ پیش آئے
[او]ر والاجاہ کو تاج محل پر رہنے کی اجازت عطا کی اور معاملات ریاست پر غور کرنیکا
[و]عدہ کیا رئیسہ عالیہ ایک ماہ قیام فرما کر کلکتہ سے ۶ رجب ۱۳۰۳ ہجری کو مع الخیر
[بھو]پال مین رونق افروز ہوئین۔

اس ہنگامۂ رستخیز مین والاجاہ مرحوم کا نہ کوئی یار غمگسار تھا نہ کوئی معاون
[و]صلاح کار۔ صرف خدائے حافظ حقیقی کی حفاظت و نصرت اور رئیسہ عالیہ کی سچی رفاقت
[او]ر بے نظیر وفاداری اُن کی پشت پناہ تھی والاجاہ مرحوم لکھتے ہین کہ ماہ شعبان
۱۳۰۳ھ مین غلبہ پریشانی و حیرانی کا مجھ پر بہت سخت تھا، اور کوئی شکل نجات اور
[ا]من کی بظاہر مرئی اور مسموع نہین ہوتی تھی، اسی اثناء مین ایک رات جب مین
نماز صبح کے واسطے اُٹھا تو میری زبان پر خود بخود یہ کلمہ جاری تھا لا تخف انک من الآمنین
پھر دوسری شب کو ایسا ہی اتفاق ہوا۔ کہ صبح کو جاگنے کے وقت یہ آیت کریمہ
میری زبان پر جاری تھی۔ وارادوا به کیداً فجعلناهم الاخسرین
مین نے یقین کر لیا کہ اس قرات و تلاوت کا بغیر میرے خیال و گمان کے میری زبان
جاری ہونا۔ ایک بشارت امن و امان ہے رحیم و رحمان کی طرف سے" اسی دوران عالم
یاس و خوف مین مولانا مولوی عبیداللہ صاحب مرحوم مؤلف کتاب تحفۃ الہند کا
حسب ذیل خط والاجاہ مرحوم کے پاس پہونچا جو جناب ممدوح نے زمانۂ انقلاب اور

ہنگامۂ دل آشوب مین والاجاہ مرحوم کو لکھا تھا۔ وہ بعد القاب وآداب لکھتے
میرے نزدیک آپکا نفس مطمئنہ ہے۔ اللہ تعالے تمسے راضی ہو اور تم اللہ سے راضی
واللہ حسیبک۔ آپکا حوصلۂ عالی ایسا نہین ہے کہ اندک زوال حشمتِ جاہِ دنیا
کا جو نزدیک اللہ کے ایک پرپشہ سے بھی حقیر تر ہے آپکی خاطر مکدر کرے۔

حضرت من کچھ اپنی بھی قدر پہچانو۔ تم لخت جگر زہرہ ہو تم نور چشم مرتضے ہو
تم وارث سید الانبیا ہو۔ تم جگر گوشۂ رسول مصطفےٰ ہو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تم مجدد دین ہو۔ تم محی سنت ہو۔ تم قامع بدعت ہو وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ
وَمَا تَوْفِيْقُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اگر خطاب نوابی نہ رہا تو کیا پرواہے۔ خطاب
وارث الانبیا کافی ہے۔ اگر امیر الملک والاجاہ نہین تو امیر المومنین تو ضرور ہو
اگر صدائے سلامی اتواپ نہ رہی تو بلا سے۔ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح تو خدا داد ہے
اگر خدمت مفوضۂ رئیسۂ بھوپال نہ رہی تو غم نہین خدمت مفوضۂ خدا ورسول غنیمت کبریٰ ہے
اس زوال بعض حشمت وجاہ کو ایسا سمجھو جیسا کہ کوئی سوئے جاتا اور ناخن دست و پا کو قطع کرکے
پھینکدیتا ہے اور جانتا ہے کہ اوساخ بدن کے دور ہو گئے۔ یہ وقت صبر و رضا و تسلیم کا ہے ہوتی منظر حسن
رحمۃ اللہ علیہ گاہ گاہ اس حدیث قدسی کو پڑھا کرتے تھے۔ تریدُ واریدُ ومایکون
الا ما ارید فمن رضی فلہ الرضا ومن سخط فلہ السخط وکما قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ آپکو اُن شخصون مین کرے جو اس آیت کے مصداق
ہین۔ انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب اللہ کا نمبر ۱ مفضل

کے مصداق ان دو آیتون کے ہو۔ پہلی آیت اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى وَوَجَدَكَ
ضَآلًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى دوسری آیت اَلَمْ نَشْرَحْ
لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ
اللہ تعالے نے آپکے ہاتھ سے وہ کام لیے ہین کہ کسی اور سے کم لیے گئے ہونگے۔ مین نہین
کہتا کہ اسکے حصول کی تدبیر نہ کیجیے۔ بلکہ اس تدبیر مین تو ہم سب تمھارے خیرخواہ لگ رہے
ہین اس واسطے کہ آپکی عزت وجاہ تمام اہلسنت بلکہ تمام اہل اسلام کی عزت وجاہ ہے اور ہمکو یہ تمنا
ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اعدا وحساد کو ہدایت کرے یا خوار و ذلیل فرمائے۔ غرض
عرض سے یہ ہے کہ خاطر مبارک کو مطمئن و فارغ رکھ کر بدستور خدمت خدا و رسول
مین مشغول رہو اور اگر کچھ خیال نفس کا شغیر پاؤ تو یہ کہو ؎

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود	ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد ست
نصیحتے گفمت یاد گیر و در عمل آر	کہ این حدیث ز پیر طریقتم یاد است
تو ای بلند نظر شاہباز سدرہ نشین	نشیمنِ تو نہ این کنج محنت آباد است
ترا ز کنگرۂ عرش می زنند صفیر	ندانمت کہ درین دامگہ چہ افتاد ست

غم جہان مخور و پند من مبر از یاد
کہ این لطیفۂ نغزم ز رہروے یاد ست

والاجاہ مرحوم خطاب نوابی کی نسبت لکھتے ہین کہ مین خطاب نوابی کو ایک انساب
رب الارباب سمجھتا ہون، اور امیر الملکی و والاجاہی کو ایک سبب ہلاکت یوم الحساب

دلیل اس دعوئی پر یہ ہے کہ مجکو اس جگہ تین خطاب ملے۔ اُمیرالانشا
دوسرا معتمد المہامی تیسرا یہ خطاب۔ مین کسی خطاب پر کبھی خوش نہین ہوا بلکہ
بشدّ و مد مانع ان تحریکات و ترقیات کا رئیسہ عالیہ کی خدمت مین رہا۔ مگر میری
قبول نہین ہوئی، اس امر کی شاہد خود رئیسہ عالیہ ہین۔ ایک بار اُنھون نے چاہا
کہ مجکو یہ منظور ہی نہ ہو۔ تاحیات خود مختار ریاست کر دین۔ چنانچہ اس تحریک کی
دفتر ریاست مین موجود ہے، مین نے بڑی جد و جہد سے اُن کو اس خیال سے باز رکھا
ورنہ دنیا کا جادو ہاروت و ماروت کے سحر سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ مین نہین جانتا
کہ کوئی شخص سوا میرے ایسے امر سے اس زمانہ مین تقاعد کرتا۔ یہ خطاب و القاب
نہ میری طلب و تدبیر سے مجکو حاصل ہوا تھا، اور نہ میری سوء تدبیری سے گیا، بلکہ جس
سبب سے ملا تھا اُسی کی وفاداری مین گیا۔ و للہ الحمد۔ اس زمانہ مین خطاب کی وقعت
یہ رہ گئی ہے کہ کرشناہون کو بہ صرف زر کثیر یا آشنائی۔ یا شرکت محفل فجور یا استعمال آلات
و اسباب فسوق سے یا کور نمکی آقا سے یا کسی چالاکی و فریب و دغا سے خطاب و لقب
مل جاتا ہے، یہ باتین کسی مسلمان سے بھلا کب ہو سکتی ہین"

پھر لکھتے ہین" جو نام میرا میرے باپ نے صدیق حسن رکھا تھا، وہ باقی رہ گیا
یہ بات میرے لیئے دُنیا و آخرت مین بڑی مسرّت کی بات ہے سلف اسلام ایسے امور
سے متنفر رہتے، اور ان کامون مین اپنے دین کا نقصان سمجھتے تھے، بلکہ وہ قید ہوئے
اور نکالے گئے، اور مارے پیٹے گئے، مگر اُنھون نے قبول مناصب سے انکار ہی کیا

میرے لیئے فقط اتنی کسر باقی رہ گئی ہے کہ مجکو میرا رب اس نام کی برکت سے جو لقب
صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا مصداق صدیقیت کرکے نار جہنم سے آزاد کردے،
اور مین اس نسبت سے صدیق کے بعد عتیق بھی ہو جاؤن اور دُنیا سے ایمان پر
اُٹھ جاؤن"

ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہین" بے وقوف لوگ خیال کرتے ہونگے کہ دُنیا مین
ان عوارض کی وجہ سے ایک طرح کی خفت مجکو لاحق ہوئی، اگر خدا نخواستہ کام سے
علیحدگی اور انتزاع خطاب جو محض ایک امر اضافی تھا" نہ وصف ذاتی، اور نہ
مایہ الفخر، ان بندگان شکم اور خدام دینار و درم کے نزدیک ایک وصمت ذلت
ہے۔ تو میرے لیئے اسکے جواب مین یہ فقرہ کسی عالم عاقل کا کفایت کرتا ہے۔ ذلیل الدنیا
خیر من ذلیل الآخرۃ"

تیسرا الزام

(۳) یعنی یہ کہ والاجاہ نے رئیسۂ عالیہ کو پردہ نشین بنا کر مدد دہی کے نام سے
تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین لے لیئے۔
اسکی حقیقت یہ ہے کہ رئیسۂ عالیہ کا پردہ بقاعدۂ شرعی نکاح اول کے زمانہ ہی سے
قائم تھا۔ بہت تھوڑے زمانہ تک وہ بہ قسر قاسرنے پردہ رہین۔ لیکن وہ دل سے
پردہ کی حامی تھین اور اس کو پسند کرتی تھین۔ والاجاہ کے نکاح ثانی کے بعد بھی

اسی قاعدہ پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ اہلکاران اعلیٰ برابر وقت ضرورت و طلب رئیسہ عالیہ کے حضور میں آتے جاتے رہتے تھے۔ دربار عام میں بلا تخصیص سب کا سلام لیا کرتی تھیں۔ اخوان ریاست بلا تکلف آمد و شد رکھتے تھے۔ رئیسہ عالیہ اسی پردہ اور برقع کے ساتھ چار وئیسرایان ہند۔ اور دو شاہزادگان انگلستان سے کلکتہ اور دہلی میں شرف نیاز حاصل کیا۔ انتظام ریاست سے متعلق جو کام والاجاہ کو رئیسہ عالیہ نے اپنے آرام و سہولت کی نظر سے تفویض فرمایا تھا وہ رئیسہ عالیہ ہی کے الفاظ میں یہ تھا "دارالانشا کے محرروں سے جو روزانہ حاضر محل رہتے ہیں احکام لکھوا کر اور احکام قطعی جنکو بعد سماعت کاغذات ہم نافذ کریں وہ میر دبیر ریاست سے تحریر کرا کر دستخطوں کے لیئے ہمارے اجلاس میں پیش کیا کریں" رئیسہ عالیہ والاجاہ کی نشستگاہ کے متصل بذات خود تشریف فرما ہا کرتی تھیں۔ یہی قاعدہ ہمیشہ جاری رہا بجز اس خدمت کے نہ اُن کو نظم ریاست میں کوئی مداخلت بطور خود حاصل تھی نہ کسی خاص طرح کی حکومت یا اختیار تھا خصوصاً عزیز دولت اور جاگیرداران ریاست کے معاملہ میں تو انکو مطلقاً کوئی اختیار ہی نہ تھا۔ یہ معاملات براہ راست رئیسہ عالیہ سے تعلق رکھتے تھے، والاجاہ کو احتیاطاً یہاں تک مرعی رہتی تھی کہ نہ کبھی اُنکے سامنے کوئی مثل مقدمہ مرتب ہوئی نہ کسی کے اظہار اُن کے سامنے لیئے گئے۔ نہ کبھی مثل وزرا پر اُنھوں نے اپنی تجویز لکھی۔

پیچیدہ مقدمات کا فیصلہ مدارج تحقیقات کے طے کرنے کے بعد ارباب الشوریٰ کی

کثرت رائے پر صادر کیا جاتا تھا۔ والاجاہ نے کبھی اپنی رائے میں شامل نہیں کی۔ اگر کوئی مدعی یا مدعا علیہ فیصلۂ مقدمہ سے اپنی ناراضی ظاہر کرتا۔ تو وہ مقدمہ دوبارہ اور کبھی تین تین محکمات بالا کو بغرض تحقیقات سپرد کر دیا جاتا تھا۔ اُسکے بعد آخری حکم صادر کیا جاتا تھا۔ رئیسہ عالیہ خود اپنی والدۂ محترمہ خلد نشین کے زمانۂ حیات و موجودگی میں ریاست کا کام بذات خاص کیا کرتی تھیں۔ وہ اپنے علم و فہم کے لحاظ سے کارروائی ریاست میں ہرگز کسی کی محتاج نہ تھیں۔

چوتھا الزام

(۴) یعنی یہ کہ والاجاہ نے بعض جاگیرات ضبط کرائیں۔ اسکا واقعہ یہ ہے کہ نواب میاں یسین محمد خان صاحب مرحوم قدیم اخوان ریاست میں تھے۔ اور نواب غوث محمد خان بہادر مرحوم والی ریاست بھوپال کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اسی خاندان سے ریاست بھوپال منتقل ہو کر نواب یار محمد خان بہادر مرحوم کے خاندان کو پہونچی تھی جسمیں تحت اُن کے حالات و واقعات کا علم خود رئیسہ عالیہ کو تھا اُسکا عشر عشیر والاجاہ کو نہ تھا۔ اور نہ ہو سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میاں یسین محمد خان صاحب کا اقرار نامہ دستخطی جو شامل مثل خام تھا اُسکی نسبت یہ اطلاع رئیسہ عالیہ کو پہونچی کہ وہ سنہ ۱۲۹۴ ہجری میں کسی طرح اُس مثل سے نکال لیا گیا۔ اسی اثنا میں وہ بلا اطلاع رئیسہ عالیہ جیبی اور اندور تشریف لے گئے۔ اس بنا پر رئیسہ عالیہ نے ناخوش ہو کر سنہ ۱۲۹۵ فصلی میں بحوالۂ نظارۂ اخوان سابق بذریعۂ خریطۂ خط مورخہ ۱۷ ربیع الاول

١٢٩٦ھ ہجری اُنکی ضبطی جاگیر کی اطلاع بکام گورنمنٹ انگلشیہ کو دی اور
منظوری کی اطلاع بذریعہ خط ۲۲- جولائی ۱۸۸۰ء کو رزیڈنسی عالیہ سے
وجہ معاش کے لیے ١٢٩٩ھ ہجری مین ساڑھے چھ سو روپیہ ماہوار
بعد ازان باغوائے بعض حُسّاد اُن کی ضبطی جاگیر کا الزام والاجاہ پر لگایا گیا اور
صاحب رزیڈنٹ بہادر کی جانب سے اجرائے جاگیر پر زور دیا گیا۔ آخر کار والاجاہ
کی فہمایش پر غرۂ محرم ١٣٠٢ھ مین کلیتۂ جاگیر سابق مع دیگر حقوق باغ و زمین
واگذاشت کردی گئی۔ سوائے اُن کی جاگیر کے والاجاہ کے عہد مین کوئی جاگیر
قرق نہین کی گئی۔ دوسرا معاملہ والاجاہ کے عہد مین مفتی رسول صاحب مرحوم کی
کا پیش آیا تھا۔ اُن پر نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کا قرضہ تمسک کے مطابق جب ال
جناب مفتی صاحب مرحوم قابل وصول تھا اور رئیسۂ عالیہ کو اُن کی نسبت بعض شکا
بھی تھے اس لیے اُن کو دہات جاگیر عطا کرنا ملتوی رکھا۔ لیکن جب اُن کی طرف سے
معذرت پیش ہوئی، تو ١٢٩٣ھ ہجری مین اُن کی جاگیر بحال کردی گئی، اور ١٣٠
مین تمام دہات جاگیر واگذاشت کردیے گئے۔ اِن دو معاملونکے علاوہ کبھی کوئی معاملہ
کسی جاگیر کی ضبطی یا التوا کا پیش نہین آیا۔

پانچوان الزام

(۵) یعنی یہ کہ والاجاہ نے ظلماً بندوبست ریاست کے پٹہ جات مین سختی روا رکھی

صورت حال اس کی یہ ہے کہ ابتداءً رئیسۂ معظمہ خلد نشین نے ریاست کا بندوبست
اور منشی وصیت علی صاحب مرحوم کی نگرانی مین چند تجربہ کار لوگون کے ذریعہ
پیمایش کہپاس کرائی، منتظم اور مہتمم کل بندوبست ملک محروسہ کے زمانۂ خلد نشین
یہ ہی منشی صاحب موصوف رہے۔ پٹہ جات مطابق پیمایش کہپاس کے مرتب کرنے کا
کام دیوان ٹھاکر پرشاد صاحب مہتمم دفتر حضور کے متعلق کیا گیا۔ وہ مدار المہام صاحب
مرحوم کی ماتحتی مین یہ کام انجام دیا کرتے تھے، کچھ عرصہ کے بعد مدار المہام صاحب
مرحوم کی درخواست پر جناب بخشی محمد حسن صاحب مرحوم بجائے دیوان موصوف
اس کام پر مقرر ہوئے۔ مگر اصحاب واقعہ طلبنے اُن کو بھی برقرار نہین رہنے دیا اور
اُن کی شکایات کا دفتر کھولا۔ آخر رئیسۂ عالیہ نے بعد سفر کلکتہ ۲۹- جمادی الاول
١٢٩٩ھ ہجری مین یہ کام پھر منشی وصیت علی صاحب مرحوم کو سپرد کیا۔ انھون نے
دو برس تک یہ خدمت انجام دی اور دیوان موصوف نے اُن سے قبل آٹھ برس تک
یہ کام انجام دیا تھا۔ ریت اور چاک بندی کا تعیّن منشی وصیت علی صاحب مرحوم کی
درخواست پر باتفاق رائے ارباب شوریٰ و دیوان ٹھاکر پرشاد عمل مین آیا۔ قاعدہ
یہ رکھا گیا تھا کہ کاغذات اقسام زمین پر اول تصدیقی دستخط متصدی پیمایش کے
ہوتے تھے۔ پھر گرداور پھر منصرم۔ پھر صدر منصرم۔ پھر مہتمم ضلع اور اُن کے ساتھ چار
چار پانچ مستاجر پرگنہ و تحصیلدار و قانون گو و پٹواری رہا کرتے تھے اُن سب کے
دستخط ثبت کیے جاتے تھے۔ جب اس طرح ڈول پٹہ مرتب ہو جاتا تھا اُسوقت وہ مستاجر کو

دیا جاتا تھا۔ ہر ایک مستاجر کو اضافہ پیدایش کپاسی کی جمع بنا دی جاتی تھی
مین چند مرتبہ رئیسۂ عالیہ نے مدار المہام صاحب مرحوم کو بذریعہ تحریر سررشتہ ہدایت کی
تھی کہ ہمکو افزایش آمدنی اس طرح منظور نہین ہے کہ رعایا پر سختی واقع ہو۔ قطع نظر
ان سب اُمور کے بندوبست ریاست بھوپال کا بہ نسبت بندوبست ریاست اندور
اور ممالک اودھ کے بہت نرم اور رعایت کے ساتھ کیا گیا تھا، اس کی تنقیح اب بھی
اُس وقت کے موازنہ کاغذات سے ہوسکتی ہے۔ یہان ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے
کہ باوجود اس قدر احتیاط اور مراعات کے پھر شکایت سختی بندوبست کیون پیدا
ہوئی؟ جہان تک مجکو تحقیق ہوا ہے اسکا صاف اور صریح جواب یہ ہے کہ بعض
ملازمان محکمۂ عالیہ ایجنسی سیہور نے ظاہر یا مخفی طور پر فرضی نام رکھ کر دیہات
پرگنہ سیہور کی مستاجری لے رکھی تھی اُن کو بہ اضافہ جمع بندوبست جدید کا ناگوار ہوا
اور باغوائے اعدائے ریاست انھون نے ۱۲۹۸ھ سے رزیڈنٹ صاحب بہادر تک
شکایتین پہونچانا اور شور و غوغا بلند کرنا شروع کیا۔ جب محکمۂ ایجنسی سے رفع
کی نسبت تحریرین آنا شروع ہوئین، تو رئیسۂ عالیہ نے بمشورہ والاجاہ اپنی منظوری
اور چشم پوشی سے جو اُن کا خاصۂ طبعی تھا عام رفاہ خلق پر نظر کرکے صحت و عدم صحت
عذرات کو تحقیقات آیندہ پر چھوڑکر اور بحکم تحقیقات ثانی دیگر معافی در معافی
دی چودہ لاکھ روپیہ باقی سابق کا اور پانچ لاکھ روپیہ دوامی آمدنی کا معاف
فرما دیا اور پچاس لاکھ معافی ہیژدہ سالہ سنین ماضیہ اور دوسری رقوم

علاوہ درج کاغذات معافیات ہوا۔

چھٹا الزام

(۶) یعنی یہ کہ رئیسۂ عالیہ اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مین مخالفت پیدا کرانے
کے باعث والاجاہ ہوئے۔ اسکی اصلی حقیقت یہ ہے کہ جس زمانہ سے ریاست بھوپال
کی حکومت نواب غوث محمد خان صاحب مرحوم والد ماجد نواب قدسیہ بیگم صاحبہ
کے خاندان سے نواب نظر محمد خان صاحب بہادر خلف نواب وزیر محمد خان بہادر مرحوم
کے خاندان مین منتقل ہوئی، اُسی وقت سے حسب اقتضائے طبعی دونون خاندانون
مین دلی رنجش کی بنیاد پڑگئی، اسی بنا پر نواب منیر محمد خان (جنکی منگنی نواب
سکندر بیگم صاحبہ خلد نشین سے ہوئی تھی) اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے
درمیان چہارم ربیع الثانی ۱۲۴۳ ہجری مین خانہ جنگی اور خونریزی کی نوبت پہونچی
آخرکار جناب ٹامس ہربرٹ مانڈک صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ بھوپال اور کپتان
جانسن صاحب بہادر کے مشورہ سے نواب منیر محمد خان صاحب کو چالیس ہزار سالانہ
کی جاگیر دیکر نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی تحریک پر یہ رشتہ منقطع کردیا گیا۔ اور نواب
جہانگیر محمد خان صاحب بہادر کی منگنی والدۂ رئیسۂ عالیہ خلد مکان کیساتھ قرار پائی
ہیژدہم ذی الحجہ ۱۲۵۰ ہجری مطابق پانزدہم اپریل ۱۸۳۵ء کو رئیسۂ مغفلہ کا عقد نکاح
نواب صاحب ممدوح کے ساتھ ہوا لیکن باہم شکر رنجی کی وجہ سے وہ ایک سال

نواب صاحب بہادر کو نظر بندی کی مصیبت برداشت کرنا پڑی بست و چہار
ماہ ذیحجہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق یکم اپریل ۱۸۳۸ء کو شب کے وقت نواب جہانگیر محمد خان
صاحب مخفی طور پر نکلکر سیہور پہونچے، اور ایک قلیل مدت مین فوج جمع کرکے پرگنات
اور وورا ہہ و دیبی پورہ وغیرہ پر قابض ہوگئے۔ نوزدہم ربیع الثانی ۱۲۵۴ ہجری
کو نواب قدسیہ بیگم صاحبہ اور نواب صاحب بہادر کے درمیان آشٹہ کے مقام پر
اور معرکہ جنگ پیش آیا، اور ایک ماہ کامل یہ ہنگامہ فساد قائم رہا۔ یہانتک کہ
ولکنسن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال فوج انگریزی ساتھ لیکر بیرون شہر
خیمہ زن ہوئے۔ اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ سے کہلا بھیجا کہ جناب لارڈ صاحب بہادر
فرماتے ہین کہ ریاست نواب صاحب بہادر کو تفویض کر دیجیے اور آپ سرکار کمپنی بہادر
کو اپنی عزت و جان اور جاگیر کا محافظ سمجھیے۔ ناچار سرکار قدسیہ مرحومہ چار لاکھ
بیالیس ہزار چھ سو اٹھانوے روپیہ چھ آنہ کی جاگیر قبول کرکے ریاست سے دست بردار
ہوگئین۔ بعد انتقال نواب جہانگیر محمد خان صاحب حسب الحکم صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بہادر
بھوپال ۱۲۔ محرم ۱۲۶۱ ہجری کو۔ نواب فوجدار محمد خان پسر نواب غوث محمد خان
نائب ریاست قرار پائے، اور رئیسہ عالیہ خلد مکان رئیسہ قرار دی گئین، لیکن کچھ مدت
گزرنے کے بعد ارکان ریاست نواب صاحب موصوف کے مخالف ہوگئے اور انکی جانب
سے کچھ بدگمانیان پیدا ہوئین۔ ۲۸۔ شوال ۱۲۶۲ ہجری کو تمام ارکان ریاست نے
اُن کی شکایت مین ایک درخواست جناب ہملٹن صاحب بہادر کے نام روانہ کی

صاحب ممدوح نے اُن لوگون کو تسکین دیکر رئیسہ معظمہ خلد نشین کو نواب صاحب
موصوف کے ساتھ شریک انتظام ریاست کر دیا۔ ۱۵ محرم ۱۲۶۳ ہجری مین گورنمنٹ آف انڈیا
کے حکم کے مطابق۔ نواب صاحب موصوف عہدہ نیابت ریاست سے معزول کر دیئے
گئے اور رئیسہ معظمہ خلد نشین مختار ریاست قرار پائین، اس اثنا مین چونکہ نواب
قدسیہ بیگم صاحبہ کا انتظام جاگیر اچھا ثابت نہین ہوا۔ متوسلان ڈیوڑھی کی خود مختاری
اور ستم شعاری سے خون ریزی اور ڈاکہ زنی اور ظلم و تعدی کی اکثر وارداتین
وقوع مین آئین۔ اور اُن کا کوئی تدارک ڈیوڑھی سے نہین ہوا۔ اس لیے
ہملٹن صاحب بہادر رزیڈنٹ اندور نے اپنے خریطہ خط مورخہ ۱۵۔ دسمبر ۱۸۵۹ء
و خریطہ خط ہفتم مارچ ۱۸۵۹ء مین صاف طور پر یہ تحریر فرمایا کہ عدالت ریاست
ایک ہی رہنا چاہیے۔ اور ڈیوڑھی نواب قدسیہ بیگم صاحبہ پر ایک معتمد ریاست
انتظام کے واسطے مامور کیا جائے۔ رئیسہ معظمہ خلد نشین نے بوجہ بزرگی نواب قدسیہ بیگم
صاحبہ احکام صاحب کلان بہادر کی پوری تعمیل تو نہین کی، البتہ صرف اتنا کیا کہ
فوجداری و مقدمات سنگین و چوکیات و سایرات کا انتظام اُن کے دست تصرف
سے نکال لیا یہ تمام واقعات والاجاہ مرحوم کے عہد سے بہت پہلے کے ہین بعد وفات
رئیسہ معظمہ خلد نشین۔ جب رئیسہ عالیہ خلد مکان مسند نشین ریاست ہوئین اور
انھون نے اپنا عقد ثانی والاجاہ مرحوم کے ساتھ کیا تو بسبب غیر ملکی اور غیر کفو ہونے
کے۔ نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی رنج و کدورت مین جو پولیٹیکل حیثیت سے چلی آتی تھی اور

اضافہ ہوگیا۔ اُن کا خیال پہلے سے غالباً نواب فیض محمد خان صاحب مرحوم و ...
یار محمد خان صاحب مرحوم کی طرف تھا خود غرض اہلکاران و متوسلان ڈیوڑھی
نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی ضعیف العمری سیر چشمی و فیاضی اور ...
کو غنیمت جانکر انتفاع ذاتی کی ہوا و ہوس مین تغلب و تصرف کرکے اموال و ...
دا منقولہ و زر و جواہر و حقوق رعایا پر خوب دل کھولکر دست درازی شروع کی ...
اخفاء جرائم و باز پرس ریاست سے بچنے کے لیئے والا جاہ کی مخالفت اختیار کی
اور ریاست کی شکایتین حکام بالا تک پہونچانا شروع کین۔ اور جو نظم دو ... مین
زمانہ کفالت نامہ سے مقرر ہوگیا تھا اُس مین خلل اندازی شروع کی، یہ حالت دیکھ...
ریاست سے ایک یادداشت مورخہ بستم محرم ۱۲۹۶ ہجری مطابق چہاردہم جنوری
۱۸۷۹ء اور ایک خریطہ خط مورخہ بست و پنجم فروری ۱۸۷۹ء موسومہ پولیٹیکل ایجنٹ
بہادر بھوپال اور ایک خریطہ خط موسومہ ہز ایکسیلنسی ویسرائے بہادر مورخہ یکم جمادی الاول
۱۲۹۶ ہجری مطابق یازدہم مئی ۱۸۷۹ء بھیجا گیا اور اُسمین نواب قدسیہ بیگم صا...
کے انتظام جاگیر کے لیئے ایک معتمد کے تقرر کی درخواست کی گئی یہ خبر سنکر قبل از منظور...
صدر ارباب کار ڈیوڑھی نے جناب جنرل ڈیلی صاحب بہادر کی وساطت سے بالا بالا
ایک ملازم گورنمنٹ انگریزی کو بطور معتمد ڈیوڑھی موصوف پر مقرر کردیا۔ مگر کوئی
معقول نظم قائم نہ ہوسکا ریاست کے ملازمان معزول شدہ نے ڈیوڑھی موصوف مین
پناہ لیکر ایک ہنگامہ عظیم برپا کردیا اسی دوران مخالفت مین یہ خبر بھی مشہور ہوئی

... نواب قدسیہ بیگم صاحبہ اپنا تمام مال و متاع اولاد نواب ولیعہد صاحبہ دام اقبالہا
... دینے کا قصد رکھتی ہین۔ بہرحال ایک مدت تک ایسی قسم کا معرکہ شور و شر
... رہا یہانتک کہ حکام گورنمنٹ پر اصلی حالات واضح ہونے لگے، آخرکار جناب
... ل ویلیم کنکیڈ صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال نے دخل دیکر اور حسن تدبیر
... سے کام لیکر جو نزاع باہمی نواب قدسیہ بیگم صاحبہ اور ریاست کے درمیان چلی آتی
... تھی باحسن وجوہ رفع کرادی سوم ذیحجہ ۱۲۹۶ ہجری کو ایک شقہ مہر شدہ نواب
... قدسیہ بیگم صاحبہ کا جسپر کا مدار ڈیوڑھی موصوف منشی فخر الدین صاحب کے دستخط ثبت
... تھے، اس مضمون کا رئیسہ عالیہ کے نام آیا کہ بعد میرے آنعزیزہ کو اپنی کل جائداد کا
... بلا استثنا کسی شے کے مالک و مختار کرکے یہ چند وصایا واسطے اجرائے دوام کے
منعقد کرتی ہون۔
(۱) مصارف خیرات و سدابرت، باغ مقبرہ، و جامع مسجد مقررہ سابقہ
قائم رہین۔
(۲) ملازمان مندرجہ نقشہ کو ماہوار پنشن ہمیشہ ملتی رہے۔
(۳) نہر کے صرفہ دوامی کا روپیہ گورنمنٹ مین جمع کردیا ہے، اُسکی آمدنی
سے نہر باہتمام شخص انگریزی جاری رکھی جائے پنجم ذیحجہ ۱۲۹۸ ہجری کو رئیسہ عالیہ
نے بذریعہ یادداشت صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بہادر کو تحریر فرمایا کہ دو تین امر کی
منظوری سے اور مطمئن فرمایا جائے اُمور مذکور یہ ہین۔

(۱) نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد اہلکاران دفتر ڈیوڑھی
سے کاغذات ریاست کو بھجا دین۔

(۲) جس قدر جائداد و نقد و زر و زیور، و جواہر، و ظروف وغیرہ باقی
موجود ہین، اُن کی تعداد کا ایک کاغذ جس پر کامدار ڈیوڑھی کے دستخط او
صاحب ممدوح کی تصدیق ثبت ہو وہ ارسال فرمایا جائے۔

(۳) ایک کاغذ آمدنی و خرچ و پس انداز جاگیر کا ماہوار ریاست مین تا
صاحب ممدوحہ داخل ہوتا ہے۔

اس یادداشت کے جواب مین صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بہادر نے بذریعہ یاد
مورخہ ۲۹۔ اکتوبر ۱۸۸۱ء تحریر فرمایا کہ آپکی درخواست مناسب او
بجا ہے۔

اس کے بعد غرّہ محرم ۱۲۹۹ ہجری کو نواب قدسیہ بیگم صاحبہ نے تحریر ریاست کے
جواب مین ایک شقہ اس مضمون کا رئیسہ عالیہ کے نام ارسال کیا کہ اینجانب کو
اس تحریر آنعزیزہ سے اطمینان خاطر حاصل ہوا جن لوگون کا مفسد ہونا نزدیک آنعزیزہ
کے ثابت ہوا ہے یا آیندہ ثابت ہو، اُن کے ساتھ آنعزیزہ کو اختیار ہے حسب سررشتہ
جیسی مناسب سمجھین کارروائی کرین۔ ایک نقل اس شقہ کی محکمۂ عالیہ ایجنسی مین
بھیجدی گئی ہے۔

ان تمام مراتب کے طے ہونے کے بعد نواب قدسیہ بیگم صاحبہ نے مبتلائے اسہال کبد

ہوکر بست و چہارم محرم ۱۲۹۹ ہجری مطابق ہفت دہم دسمبر ۱۸۸۱ء کو ساڑھے
ات بجے شب کے وفات پائی۔ اور اپنے تعمیر کیئے ہوئے مدفن مین جو باغ مقبرہ مین
اقع ہے مدفون ہوئین۔ غفر اللہ لہا۔ بعد وفات سرکار مرحومہ اُن کا تمام و کمال نقد
ال متروکہ وغیرہ پولیٹیکل ایجنٹ بہادر کے فرد مُفصّلہ کے مُطابق صاحب ممدوح
ے زیر نگرانی رئیسہ عالیہ کے حضور مین پیش ہوکر داخل خزانۂ عامرہ ہوا۔ اور
واضع جاگیر شامل ریاست کردیئے گئے۔

ان تمام حالات سابق و لاحق سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ والاجاہ کو نواب
سیہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے نہ کوئی قدیم رشتہ داری تھی نہ وطنی تعلق تھا،
کوئی تعارف و علاقۂ سابقہ تھا، نہ جناب ممدوحہ سے کوئی بناء تھی ان کو ضرر پہونچا
تھا، پھر وجہ مخالفت کیا ہو سکتی ہے؟ قطع نظر اس کے اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے
رئیسہ عالیہ اپنی جدۂ فاسدۂ محترمہ کے قریبی محبت و یگانگت و احترام کو محض والاجاہ
ی سعایت پر کیونکر خیرباد کہہ سکتی تھین، ظاہر ہے کہ رئیسہ عالیہ والاجاہ کی محسنۂ اعظم
تھین، پس وہ باین ہمہ علم و دانش و زہد و ورع ایسے افعال قبیحہ کو کیونکر جائز
ھ سکتے تھے جو سراسر محسن کی بدخواہی پر مبنی تھے، اور باین افعال رئیسہ عالیہ کے
ب مین والاجاہ کی صدق و محبت و رفاقت و خیرخواہی و دیانت کا نقش کیونکر
ئم رہ سکتا تھا۔ والاجاہ کو مین نے ایک موقع پر خود یہ کہتے سُنا ہے کہ نواب قدسیہ بیگم
صاحبہ میری خوشدامن صاحبہ مرحومہ کی والدۂ ماجدہ ہین، مین اُن کے لیئے

ول سے یہ دعا کیا کرتا ہون کہ خدا میرا اور اُن کا خاتمہ بخیر کرے۔

ساتوان الزام

یعنی یہ کہ والاجاہ نے رئیسۂ عالیہ اور نواب ولیعہد صاحبہ کے درمیان ناموافقت پیدا کرنیکی کوشش کی۔

سچ یہ ہے کہ والاجاہ مرحوم کی سوانح زندگی مین اس سے زیادہ افسوسناک اس سے زیادہ رنج دہ افسانہ اور اس سے زیادہ بدبختی آمیز کوئی واقعہ نہین ہو اس لیے کہ آغاز ملازمت اور نکاح ثانی کے وقت سے اُن کی عزیز زندگی کا ایک ایک لمحہ جس رئیسۂ عالیہ کی رفاقت وخیرخواہی، اور دلسوزی، اور ترقی جاہ وجلال اور ازدیاد دولت، واقبال کے فکر وتدبیر مین بسر ہوا اور جس خاندان عالیشان او دودمان ریاست وجہانبانی کی فلاح وبہبود کو (جیسا کہ خود اُنکی تحریرون سے ظاہر ہے) اُنھون نے اپنی عملی زندگی کا ایک جزو لاینفک سمجھا، اور جس ریاست کی سرسبزی وآبادی، ونیکنامی، اور مالی واقتصادی ترقی کی جد وجہد مین اُنکے سر کا پسینہ ایڑی تک آگیا، افسوس ہے کہ اُسی ریاست مین اور اُسی رئیسۂ عالیہ کے عہد دولت مہد مین اور اُسی رئیسۂ عالیہ کی لخت جگر ونور دیدۂ ریاست وجہانبانی یعنی نواب ولیعہد صاحبہ دام اقبالہا کے نسبت بعض افتراپردازون کی دراندازیون نے والاجاہ کے دامن عزت پر بیوفائی کا بدنما دھبہ لگانے کی

کوشش کی۔ اور وہ ذات جس کی تمام عمر ابتداے شعور سے آخری لمحۂ حیات تک اشاعت قرآن وحدیث واشاعت واحیاءِ سنت علوم شرعیہ کی خدمت اور قوم وملت کی اصلاح دینی واخلاقی وملی مین گزری اور جسکا تمام وقت عبادت آلہی وقال اللہ وقال الرسول ورضاجوئی آقا اور رفاہ خلق کے لیے وقف عام رہا، جسے اعلاء کلمۃ اللہ کے ذوق وشوق مین کبھی خویش وبیگانہ اور حاکم ومحکوم کسی کی خوشی وناخوشی کی پروا نہین رہتی تھی نہ اپنی جان وآبرو کا خطرہ اُس کے پاک مقصد مین اُسکا سنگ راہ ہو سکتا تھا افسوس ہے کہ اُسی کی جبین نیاز اور ناصیۂ عبودیت ایسے عظیم الشان گناہ کبیرہ کے سیاہ داغ سے داغدار قرار دی گئی۔ وہ شخص جس کی عقل وفراست کا حکام وقت اور مدبران ملک نے اپنی متعدد تقریرون اور تحریرون مین صاف اعتراف کیا ہے کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ ہی شخص اپنے علم وتشرع ودانائی حقوق عباد کو جو خود اُس کے نزدیک حقوق آلہی پر بھی مقدم تھے اور حق نمکخواری قدیم ولی نعمت کو قطعاً فراموش کرکے کمال نادانی وسفاہت کے ساتھ، جو ایک سمجھدار جاہل دنیادار سے بھی وقوع مین نہین آسکتی، علانیہ ایک ایسے فعل قبیح کا مرتکب ہو، جو نہ صرف باعث رسوائی دنیا وآخرت ہے بلکہ ہمیشہ کے لیے خود اُس کے حق مین، اُس کی اولاد کے حق مین، اُس کے خاندان کے حق مین باعث سخت ضرر وتباہی ہے۔ یہ ایک ایسا عقل کو حیرت مین ڈالنے والا

پر اسرار واقعہ ہے جسکی معرفت وادراک سے عقل انسانی عاجز اور جسکی تشریح
سے زبان وقلم قاصر و سرنگون ہین دیا للعجب۔ اس واقعہ تعجب خیز کا جب خیال
تو بے اختیار یہ آیت کریمہ۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ یاد آجاتی ہے اور
بے ساختہ یہ شعر زبان پر جاری ہوجاتا ہے ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت	سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

کسی نے خوب کہا ہے ؎

ما بہ زگردش فلک آبگینہ رنگ	بر آبگینہ خانۂ طاعت زنیم سنگ
بر آبگینہ سنگ زدن فعل ما و ما	تہمت نہادہ بر فلک آبگینہ رنگ
یکبارہ شوخ دیدہ و بے شرم گشتہ ایم	نے شرم از صغیرہ و نے از کبیرہ ننگ
جائے کہ جنگ باید آوردہ ایم صلح	جائے کہ صلح باید آوردہ ایم جنگ
چنگ اجل گرفتہ گریبان عمر ما	ما خوش گرفتہ دامن آز و ہوا چنگ

جس زمانہ کا یہ ذکر ہے اُس زمانہ مین اگرچہ میری عمر کم اور ایک طالبعلم کی حیثیت سے زیادہ نہ تھی
اور معاملات ریاست سے بھی اُس زمانہ مین مجکو کبھی کوئی سروکار رہا نہ بعد اُسکے اسلیئے ذرائع
معلومات بھی میرے محدود ہین تاہم مین اپنے علم ویقین کے مطابق صرف اسقدر کہہ سکتا ہون کہ
نانی کے رشتہ جدید کی نزاکت اور مدد و ہی ریاست کو اس واقعہ سے بہت گہرا تعلق ہے جسکے
کے ثبوت مین اسوقت تین مختلف تحریرین نقل کرتا ہون جو میرے پاس موجود ہین یہ بجائے خود ایک دستاویز
کا حکم رکھتی ہین۔ اول اسپیچ سرکار عالیہ جو چہارم ربیع الثانی ۱۳۱۹ہجری مطابق ۔ اپریل ۱۹۰۱ء مین ایک دربار

موقع پر پڑھی گئی۔ دوم صافی نامہ جو سرکار عالیہ نے مدد و ہی ریاست سے
رہ کشی کے وقت والاجاہ مرحوم کو عطا فرمایا۔ تیسری وہ تحریرین جو والاجاہ
مرحوم نے اپنی بعض کتابون مین اور اپنے آخری وصیت نامہ مین لکھی ہین
اس کو زمانہ مرض الموت ۱۳۲۱ ہجری مین اپنی اولاد کی ہدایت ورہنمائی
کے لیئے تالیف کیا اور چھپوایا۔ مین اس جگہ اُنھین کو نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہون

(۱) اسپیچ سرکار عالیہ۔ سب حاضرین دربار کو یہ بات معلوم ہے کہ
نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ خلد نشین نے قریب بیس پچیس برس کے بطور خودمختاری
اور استقلال حکومت اس ریاست کی کی اور اس کے انتظام اور درستی مین کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہین کیا۔ لیکن جو بات جناب ممدوحہ کو اس مدت دراز مین حاصل نہین
ہوئی وہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس تھوڑی مدت صدر نشینی
مین اس عاجزہ کو مرحمت فرمائی۔ اگرچہ یہ سب اُمور نیکنامی اور بلند آوازہ کے تقدیر
سے حاصل ہوتے ہین، لیکن عقلمند لوگ ایسے موقع پر ظاہر اسباب کو بھی دیکھتے ہین
دو سال بعد ہماری صدر نشینی کے جب نکاح ہمارا بہ منظوری ملکۂ معظمہ انگلستان وقیصر ہند
ہمراہ نواب صاحب بہادر ہوا تو اس وقت ذریعۂ تحریر یہ بات ٹھہر گئی کہ ریاست
کے کام مین نواب صاحب بہادر مددگار رہینگے چنانچہ اُسی دن سے آج تک جو کچھ مدد
ممدوح الیہ نے تمام اُمور ریاست مین ہمکو دی اور دیتے ہین وہ سب اخوان و
ارکان وملازمان ریاست پر اور جملہ صاحبان عالیشان بہادر پر بخوبی روشن ہے

انکی مدد ہی سے وہ وہ عمدہ انتظام ریاست اس زمانۂ صدر نشینی مین ہمارے ا
سے ہوئے جو ہمیشہ کے واسطے اس ریاست مین یادگار رہینگے۔ چنانچہ شمہ اُس
اشتہار مورخۂ امروزہ مین سُنایا گیا۔ علاوہ اس کے آج تک ابتدائے کارروائی
نواب صاحب بہادر نے باوجود اس خصوصیت و رشتہ داری کے اپنی ذات
ایک عام ملازم ریاست کی طرح سمجھکر بجز خیرخواہی ملازمان و رعایا و رضا جوئی
حکام انگریزی کے کوئی شان حکومت اور غصہ اور بدمزاجی اور ظلم اور حق تلفی
کسی نوکر اور رعیت کی ظاہر نہین کی۔ ریاست کو قرضہ سے پاک کرنے مین ا
بے رونقی شہر کو عمارات عمدہ سے رونق دینے مین اور درستی کارخانہ جات و
محکمات اندرونی و بیرونی ملک محروسہ۔ اور رعایت ہر شخص مین زیادہ اُس
کے منصب اور رتبہ سے کوشش کامل بجالائے۔ اور رئیس اور ریاست کی خیرخواہی
کو اپنی جان و مال اور اولاد سے زیادہ تر سمجھا۔ پس ایسے خیرخواہ دلی کا شکرگزار
ہونا عین شکریہ اپنے مالک حقیقی خدائے پاک کا ادا کرنا ہے۔ اکثر لوگوں کی دشمنی
بوجہ اس کام کرنے کے نواب صاحب بہادر کے ساتھ صورت حال و اخبار جابجا
بخوبی ظاہر ہے۔ حالانکہ نواب صاحب بہادر نے جو کچھ انتظام آج تک کیا وہ خاص
ہماری مرضی سے کیا اپنی خود رائی سے کوئی حکم نہین لکھا۔ چنانچہ اسی انتظام کا
یہ نتیجہ ہے کہ نیکنامی اس ریاست کی بخوبی سہولت سے تا انگلستان و در بھوپال سے تا روم و شام شہرہ
ہو رہی ہے جیسا کہ اشتہار امروزہ سے ظاہر ہے اور اسی خیرخواہی اور جانفشانی کا یہ نتیجہ ہے کہ سرکار

یزی سے انکی سلامی رئیس ٹونک اور رئیس رامپور وغیرہ سے زیادہ مقرر ہوئی
ر تمغۂ طلائی درجہ اول ملا اور ملاقات اُن کی لارڈ صاحب بہادر سے بطور مصافحہ
ئی ہے، اور دربار دہلی مین نواب گورنر جنرل صاحب بہادر نے اپنی زبان سے
ر یہ تحفۂ تصنیف نواب صاحب بہادر کا ادا کیا۔ پس اگر سب اہلکار و برادران
ت خصوصاً اولاد رئیس ایسی ہی بیدار مغزی اور خیرطلبی سے مددگار ریاست
ین، اور نفاق کو دل سے دور کرین، تو امید ہے کہ نام آوری اس ریاست
ی روز بروز زیادہ تر ہو جائے۔ جس طرح مدارالمہام صاحب بہادر نائب ریاست
یشہ خیراندیش ریاست کے رہتے ہین، اور جو کچھ کوشش دربارۂ ارسال زرچندہ
ن سے ظہور مین آئی، وہ سب پر روشن ہے جس کے نتیجہ مین آج یہ دربار منعقد ہوا
یکن نہایت افسوس کی جگہ ہے کہ ناانصاف لوگ بجائے شکر کے درپے بدنامی رئیس
صوصاً نواب صاحب بہادر کے رہتے ہین۔ اور اُن بداندیشون نے آج تک
ابتدائے کارروائی سے کوئی بات واسطے بدنامی ریاست و اخراج و قتل و زہر دہی
و سحر سازی نواب صاحب بہادر کی مخفی طور پر بذریعۂ تحریر اور بذریعۂ صرف کثیر
اٹھا نہین رکھی۔ ہم اس قسم کے لوگون سے خواہ ملازمان ریاست سے ہون
یا بھائی بند یا خاص ہمارے محل کے لوگ خوب واقف ہین، غافل نہین لیکن ان
کی کوشش بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ باطل ہوئی، اور بجائے اس کے نیکنامی و نامور ی
ور حسن انتظام نواب صاحب بہادر کا جو مطابق ہماری رائے کے ہوتا ہے۔

محکام بالادست اور نزدیک حکام وصاحبان عالیشان بہادر کے روز افزون
ہوتا جاتا ہے۔ ایک کمال نیک نہادی نواب صاحب بہادر کی یہ ہے کہ ا
معلوم ہونے اس حال کے کبھی اپنے دشمنون سے ارادہ انتقام کا نہین کرتے بلکہ
بیجا شکایت سرکار تک نہین پہونچاتے۔ ہمیشہ سب کے حال پر توجہ رکھکر سعی نیک
کرتے ہین۔ چنانچہ منجملہ اس کے یہ امر ہے کہ قبل ہماری مرضی کے واسطے عقد نواب
سلطان جہان بیگم صاحبہ کے ہمراہ سلطان دولہ احمد علی خان صاحب بہادر کے
نواب صاحب بہادر نے نہایت کوشش کرکے یہ شادی کرائی، اگر ہمین تو کتنا
احسان نواب صاحب بہادر کا ان کے حق مین ہے۔ یہ احسان اس لایق نہین
فراموش کیا جائے، بلکہ مقتضائے شکرگزاری یہ ہے کہ ہمیشہ اطاعت اُن کی
اپنے اوپر مثل فرزندون اور خردون کے واجب سمجھین۔ اسی طرح تعظیم وخاطر
ور عایت جملہ برادران ریاست کو ہمیشہ نواب صاحب بہادر ملحوظ رکھتے ہین علاوہ
اس کے جس قدر اضافہ تنخواہ عملہ جات اور فوج کا ہوا اور طرح طرح کے انتظام
محکمجات وکارخانہ جات وتعمیرات ہر چہار نظامت مین ہوئے، اور جس قدر اہل کار
اور عمدہ لوگ اس ریاست مین جمع ہین، یہ سب نتیجہ حسن انتظام وخیرخواہی نواب صاحب
بہادر کا ہے، جملہ اخوان وارکان ریاست کو چاہیے کہ دل سے خیر طلب اور مطیع
نواب صاحب بہادر کے رہین۔ اور اُن کی موجودگی اور زندگی کو اپنے حق مین
غنیمت سمجھین، اور یہ بات بھی سب پر ظاہر ہے کہ کام کرنا نواب صاحب بہادر کا

موری گورنمنٹ آف انڈیا اور محض ہماری داروگیر سے ہے۔ ورنہ بذاتہ اُن کو
ن لالچ حکومت اور دولت کا نہین ہے، جس طرح اور لوگون کو حرص ہے
حال چونکہ شکر کرنا اپنے خیرخواہ کا داخل عبادت ہے، اور ہر مسلمان پر فرض ہے،
س واسطے ہم اس تقریر کو ختم کرتے ہین شکر پر اُس خدائے پاک کے جس نے ہمکو
یسا مددگار لایق ذی علم کارگزار بخشا۔ جس کا نظیر آج دوسری ریاستون مین
م ہوگا۔ اللہ تعالی سے امید ہے کہ ان کو ہماری زندگی تک زندہ اور تندرست
رکھے۔

(۲) صافی نامہ جو مددوحی ریاست سے دست کشی کے بعد ملیکہ عالیہ نے
ت فرمایا۔

ہفتہ ہم ذیقعدہ ۱۳۲۰ ہجری سے بوجہ دراندازی دشمنان ریاست منافی مرضی
ل کنکیڈ صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ وصاحبان والا شان سر لیپل گریفن صاحب بہادر
یجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر آپ نے مددوحی کاروبار روبکاری سے کنارہ کشی اختیار
ی اور ہمنے بھی مصلحت اسی امر مین دیکھی، کہ آیندہ کسی انتظام اور معاملات ریاست
مین آپ دخل نہ دو تاکہ ہمیشہ آفات دنیاوی سے محفوظ رہو، لیکن چونکہ پندرہ سال
ل سے آپ نے متواتر سفر وحضر مین ہماری رفاقت وخیرسگالی واجبی اداکی ہے، اور
ہمارے علم وتحقیقات مین سوائے جانفشانی۔ اور جانکاہی۔ اور تکلیف کشی روز وشب
کے مددوحی امور ریاست مین کوئی امر خلاف ہمارے یا ہماری مرضی کے ظاہراً و باطناً

آپ سے وقوع مین نہین آیا ہے۔ اور ہم آپ سے بہ تہ دل راضی اور خوش
اور جس قدر احکام سررشتہ وقطعی کل اقسام وانواع کا غذات مالی و دیوانی و
وڈیوڑھی خاص وغیرہ کے ابتک ہماری روبکاری اور آپ کے دستخط وغیرہ سے
ہوئے وہ سب خاص ہمارے احکام سررشتہ وقطعی اوامر و نواہی ظاہر و مخفی تھے
نے اپنے اختیار سے کوئی کارروائی جزوی وکلی امور ریاست اور ڈیوڑھی خاص
نہین کی، اور نہ آپ سے کوئی عہدہ کسی درجہ کا متعلق تھا، جس سے آپ خدانخواستہ
معزول سمجھے جاوین بلکہ آپ خود نہایت خوشی کے ساتھ مدد ہی مذکور سے دست
ہوگئے۔ اس لیے کسی طرح مواخذہ شرعی وعرفی وقانونی آپ کے ذمہ نفس
مین آج تک عائد نہین ہوا، اور نہ آیندہ کسی طرح کا اب آپ کو تعلق کاروبار ریاست
سے حسب خواہش آپ کے باقی ہے، کہ خیال بازپرس مذکور کا کیا جائے۔ اس واسطے
ضروری ہوا کہ بغرض انسداد بازپرس وجوابدہی ہر گونہ صریح وغیر صریح ومصادرہ
ہر قسم بابت کسی صیغہ مصارف مال مثل صرف مطابع، وطبع کتب وامداد وخیرات
وزکوٰۃ وغیرہ یا احکام سررشتہ دیوانی وفوجداری۔ ومال وغیرہ کے زمانہ آیندہ مین
یہ خط آپ کے نام لکھا جائے تاکہ ہمارے حضور وغیبت مین کسی شخص کو مدعیان واخوان
ریاست وخاص ہماری اولاد۔ اور دوسرا زمانہ حال واستقبال سے گنجایش کسی طرح
کے مواخذہ اور جواب طلبی کے بابت جملہ امور کلی وجزوی متعلقہ ریاست وغیرہ کے
آپ سے اور آپکی اولاد سے ہو، اور یہ خط مع نقول سہ گانہ بطور صفائی نامہ نزدیک آپ کے

اور آپکی اولاد کے باقی رہے، تاکہ احتیاطاً وہ بھی ہر قسم کی بازپرس اور مصادرہ
اور نزاع امورات ریاست وڈیوڑھی خاص سے بشرح بالا بری وصاف وپاک
سمجھے جاوین، بناءً علی ہذا یہ خط بہ دستخط ومہر خاص خود لکھکر دیا گیا ہے تاکہ
دیگر حکام عالی مقام اور صاحبان عالیشان بہادر وجملہ اخوان خرد وکلان
ارکان ورعایائے ریاست اور ہماری اولاد کے واسطے آپ کی صفائی اور
نیک نہادی اور خیر سگالی وغیرہ مراتب واعزاز وآبرو کے گواہ صدق اور
شاہد عادل رہین فقط

مہر خاص رئیسۂ عالیہ

دستخط خاص رئیسۂ عالیہ

بہ زبان اردو وانگریزی مورخہ غرۂ ذی الحجہ ۱۳۱۲ ہجری

(۳) تحریر والاجاہ مرحوم۔

وہ لکھتے ہین کہ ایک افترا خلق کا میری نسبت یہ بھی ہے کہ مین باعث ناموافقت
درمیان اولاد اور والدہ کے ہوا ہون۔ حالانکہ یہ تفریق دین اسلام مین
گناہ کبیرہ ہے، اور دنیا مین میرے حق مین زہر قاتل ہے۔ کوئی فرد بشر دیدہ ودانستہ
اپنا برا نہین چاہتا ہے۔ پھر کیا مین ایسا نادان تھا جو اپنی جان کو اس تہلکہ مین
ڈالتا۔؟"

پھر لکھتے ہین "ایک افترا صریح یہ ہے کہ جو حرکت وسکون اندر محل اور شہر کے
ہوتا ہے وہ میری طرف منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ میرے فرشتون کو بھی اسکی خبر نہین ہوتی

اِس بارہ مین دو گروہ ہین ایک گروہ تو ایسا ہے کہ اگر اُن کے روبرو دو... مین حلف کرون یا شہود عدل لاؤن تب بھی وہ میری عدم مداخلت کو تسلیم نہ کریگا۔ حدیث شریف مین آیا ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ اَکۡذَبُ الۡحَدِیۡث... خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ پھر فرمایا اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا دوسرا گروہ بخوبی یہ جانتا ہے کہ فی الواقع وہ یعنی رئیسۂ عالیہ میری مُطیع و محکوم اور پابند رائے نہین ہین، بلکہ مین اُن کے ساتھ ہر امر مین موافقت و مماشاۃ کرنے پر مجبور ہون۔ اور مجکو کوئی قدرت اُن کی مخالفت خاص پر نہین ہے۔ اِس جگہ بالک ہٹ، تریا ہٹ، اور راج ہٹ سب... ہین سے

آب با سبزہ لب تشنہ ما کم لطف است	باغبان را چہ گناہ آب زبالا بستہ

وصیت نامہ کے صفحہ ۴۴ مین اپنی اولاد کو مخاطب کرکے لکھتے ہین "مین براہ نمک حلالی و وفاداری و حق شناسی ہمیشہ اولاد رئیسہ اور اولاد اولاد رئیسہ سے ایسی محبت رکھی جو تمھاری محبت سے زیادہ تھی، اور کبھی کوئی اندیشۂ فاسد حاضراً و غائباً۔ ظاہراً و باطناً اُن کے حق مین میرے دل مین نہین آیا۔ بلکہ ہمیشہ یہ ہی چاہا کہ دُنیا بھر کی خیر و خوبی اُنھین کے واسطے ہو، اور یہ بعد اپنی والدہ کے اِس ریاست کو حالت نیکنامی، و سرسبزی، و ترقی مین پائین۔ مین نے کبھی ایک پیسہ ظاہر و مخفی اپنے طور پر کسی اپنے کام مین ریاست کا صرف نہین کیا، نہ رئیسۂ عالیہ

...کبھی سوال ترقی و منصب اور عطا کا کیا۔ ہان جو اُنھون نے اپنی خوشی سے ...دیا وہ مین نے لے لیا۔ جو کوئی بعد تمھارے نانا مرحوم کے آیا اُس نے علاوہ اپنی معاش کے صدہا روپیہ ماہوار کا خرچ ریاست پر ڈالا۔ اور ایسا انتظام نکالا ...اس سے ساری رونق و دولت و ثروت ریاست کی برباد ہو گئی، مین تو فقط ایک دوستدار رئیس اور خاص اولاد رئیس کا تھا، اور تمام کوشش میری درستی و نیکنامی ریاست مین تھی جس کا نتیجہ اُنھین کو ملتا۔ نہ مجکو اور نہ میری اولاد کو" پھر لکھتے ہین" مین نے اِس معاملہ کو اللہ تعالے پر دن قیامت کے چھوڑ دیا ...جہان سارے ضمائر اور خواطر ظاہر ہو جائینگے"

بعد اِسکے لکھتے ہین" تم اطاعت ریاست حسب سررشتہ کرتے رہنا۔ اور اللہ پر توکل رکھنا اور خود کسی اندیشۂ فاسد کو از خود یا بہ اغواے دیگر نسبت اِس خاندان کے اپنے دل مین جگہ نہ دینا، یہ امر خلاف نمک حلالی اور مرضی خدا ہے۔ اور ظالم بننے سے مظلوم بننا ہمارا شیوۂ آبائی ہے۔ ہمکو نہ چاہیئے کہ ہم اِس طریقہ کو چھوڑ دین"

اپنی ایک دوسری کتاب مین ایک موقع پر لکھتے ہین" مین نے تمام وقت اپنا صرفِ رضا جوئی آقا رکھا، بڑا جادو میرا یہ ہی تھا۔ امتثال امر مین کبھی رعایت خویش و بیگانہ کی نہین کی۔ جس کسی امر کو اُنھون نے (یعنی مخالفین نے) میری طرف سے سمجھا ہے۔ مین نفس الامر مین اُس سے بری ہون۔ اور واسطے مباہلہ کرنے کے

تیار ہون" ۵

دشمنی فکر کسان دوستی اندیشۂ ما
عیب شغل دگران است و ہنر

آپنی ذات خاص اور اخوان وارکان ریاست کی نسبت لکھتے ہین "اکثر اخوان
وارکان ریاست پر وقوع اس معاملہ۔ (یعنی نکاح ثانی) کا گران اور ناگوار گزرا
وجہ اس ناخوشی کی یہ تھی کہ بیگم صاحبہ نے مجھ سے کاروبار ریاست مین مدد لی
اور مجھ پر اعتماد کلی کیا، مین نے چار ناچار اپنی فکر و ہمت کو انکی خیرخواہی مین
صرف کر دیا اور کسی دوسرے کی خوشی وناخوشی سے کام نہ رکھا۔ کیونکہ اگر مین
صرف نوکر ہوتا جس طرح کہ پہلے اس قرابت سے تھا، تب بھی مجھ پر پاسداری امانت
ودیانت وخیر سگالی کی بحکم خدا اور رسول واجب تھی۔ چنانچہ جب تک نوکر رہا بحمدہ تعالیٰ
اسی طرح عمر بسر کی اور اب تو بوجہ اس قرابت کے اُن کا کام کرنا اور لوگون سے
بحسن امانت ودیانت برتاؤ رکھنا اور بھی موکد تر ہو گیا، اگر مین یہ طریقہ اختیار نہ کرتا
تو انکا غاصب اور خدا کا ناشکرا اور گنہگار ٹھہرتا، دارین مین بجز رو سیاہی کے
اور کیا حاصل ہوتا، ہان یہ آفت نہ آتی کہ لوگ مجھ سے ناراض رہتے۔ بلکہ اگر اسکا عکس
کا سا طریقہ اختیار کرتا، تو بہت کچھ عیش ناجائز مجکو حاصل ہو سکتا تھا" ۵

زبان شکوہ اگر ہمچو خار داشتمے
ہمیشہ خرمن گل در کنار داشتمے
ہزار خانہ چو زنبور کردمے پر شہد
اگر گزیدن مردم شعار داشتمے
ز دست ما ست ندانستمے اگر چپ را
چہ گنجہا بہ یمین و یسار داشتمے

وصیت نامہ کے صفحہ ۱۰ مین لکھتے ہین " مین اپنے قضا و قدر پر راضی ہون
اور اللہ کا شکر گزار ہون۔ قدر انداز لوگ جانتے ہین، اور اُن کا کام۔ دنیا رو دے
غدا است و آخر کار با خداوند۔ آنکھ بند ہوتے ہی سارے اعمال کا انجام
کشف ہو جائیگا۔ فَاِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ۔

وفات

اب ہم ان واقعات کے ذکر مین اُس زمانہ تک پہونچ گئے ہین جسمین ہنگامہ شور وشر
اختتام پر پہونچ چکا ہے جذبات مخالفت کا جوش ٹھنڈا پڑ چلا ہے مذہبی اور ملکی الزامات
جو والاجاہ مرحوم پر عائد کیے گئے تھے اُن کا مرافعہ (ڈفینس) گورنمنٹ آف انڈیا
اور امپریل گورنمنٹ مین داخل ہو چکا ہے سر لیپل گریفن صاحب ایجنٹ نواب
گورنر جنرل بہادر اپنے عہدہ سے سبکدوش ہو کر انگلستان پہونچ گئے ہین اور
لارڈ ڈفرن صاحب بہادر کی جگہ لارڈ لینسڈون صاحب بہادر گورنر جنرل اور ویسرائے ہند
مقرر ہو کر گورنمنٹ ہوس کلکتہ مین فرمانروائی ہند کی کرسی پر رونق افروز ہین
اور مرافعہ ابھی زیر غور ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ ایوان گورنری سے آخری فیصلہ
صادر ہو کر گورنمنٹ برطانیہ عظمٰی کی نصفت شعاری اور معدلت پروری کا جوہر
اپنی اصلی شان مین منظر عام پر نمایان ہو کہ دفعۃً شہنشاہ حقیقی کی بارگاہ لم یزلی
سے صدائے اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً بلند ہوئی اور والاجاہ مرحوم کو

مرض الموت لاحق ہوا اور چند ماہ مرض استسقا مین اُنھون نے مبتلا رہ کر بعمر
شب پنجشنبہ بست ونہم جمادی الثانی ۱۳۰۰ہجری مطابق ۲۰ فروری
وقت تہجد وفات پائی خاندانی مقبرہ مین جو متصل نظر باغ نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ
ہوئے کل عمر اُنسٹھ برس تین مہینے اور چھ یوم ہوئی۔

اس حالت مرض الموت مین بھی اگرچہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ یکقلم
تھا مگر انگشتہاے دست جو تبلیغ احکام الٰہی اور اشاعت سنت رسالت پناہی کے شغف
مین سرگرم تحریر وکتابت رہا کرتی تھین وہ اس غلبۂ مرض موت اور حالت مدہوشی
بھی اکثر متحرک رہا کرتی تھین عین وفات کی شب کو قریباً آٹھ اور نو ساعت کے درمیان
جب ذرا افاقۃ الموت کی وجہ سے حواس مین سکون پیدا ہوا تو اُنھون نے حضرت اُستادی
سیدی سندی صدر العلما مولانا مولوی ذوالفقار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے
دریافت کیا کہ کتاب مقالات الاحسان ترجمۂ فتوح الغیب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی
رضی اللہ عنہ مطبع مفید عام اکبر آباد سے طبع ہو کر آئی یا نہین اُنھون نے جواب دیا کہ
پروف آئے تھے وہ تصحیح کے بعد بھیجدیئے گئے ہین اُن کی رسید بھی مطبع سے آگئی ہے
اور کتاب مذکور بھی غالباً کل پرسون تک تمام دکمال چھپکر آجائیگی پھر سر اُٹھا کر
دریافت کیا کہ آج کیا تاریخ ہے مولانا ئے ممدوح نے فرمایا کہ آج جمادی الثانی کی انتیس تاریخ
ہے یہ سُنکر والاجاہ مرحوم نے کہا کہ آج مہینا بھی تمام ہوا اور ہماری تالیف بھی تمام ہوئی
بعد ازان تھوڑی دیر تک غفلت وغنودگی کی حالت طاری رہی یہان تک کہ نصف شب

گذر کر تہجد کا وقت آگیا اور اُنھون نے بالین سے سر اُٹھا کر دریافت کیا کہ اب وقت
کیا ہے لوگون نے جو موجود تھے کہا کہ ایک بج چکا ہے یہ سُنکر خاموش ہو گئے نصف ساعت
کے بعد پھر سر اُٹھایا اور دو ایکبار اَحَبُّ لِقَاءَ اللّٰہِ کہکر پانی مانگا اور ساتھ ہی اس کے اُن پر
حالت احتضار طاری ہوئی ہنوز پانی کا ایک جُرعہ بھی حلق سے نہین اُترنے پایا
تھا کہ طائر قدس روح نے قفس عنصری سے پرواز کرنا شروع کیا اور آن واحد
مین وہ جامع علوم سنن سید المرسلین ومعارف کتاب رب العالمین کا روشن چراغ
ہمیشہ کے لیئے گل ہو گیا ؎

پر تو عمر چراغے است کہ در بزم وجود		بہ نسیم مژہ برہم زدنے خاموش است

صبح دس بجے تجہیز وتکفین عمل مین آئی تین مرتبہ گیارہ گیارہ اور تیرہ تیرہ
صفون کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی علما وملت اعیان دولت اخوان ریاست
افسران فوج رسالہ شہر کے کثیر افراد وطلبۂ علم اور یتیمان خردسال کا ایک جم غفیر
شریک جنازہ تھا جس وقت جنازہ تاج محل سے روانہ ہو کر شاہراہ عام پر گذرا
تو ایک درویش صوف پوش نے بے ساختہ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک
ذوالجلال والاکرام کا نعرہ لگا کر ایک رقت آمیز لہجہ مین نعش کی طرف اشارہ
کرکے والاجاہ مرحوم کے ذاتی مناقب کے متعلق بہت سے الفاظ کہے اُن مین سے
یہ چند لفظ یاد رہ گئے۔

سید والاخطاب بود تابع سنت وکتاب بود سفینۂ علم ووقار بود خزینۂ حلم وانکسار بود

وارائے عقل و فراست بود و سالار عزم و ارادت بود الغرض مرشے بود۔

جب جنازہ مقبرہ مین پہونچکر ایک درخت کے سایہ مین رکھا گیا تو اس ا...
ایک عربی وضع باوقار بزرگ روشن چہرہ قبائے عربی اور سبز عمامہ زیب سر کئے
عصا ہاتھ مین لیئے ہوئے جس کے حصۂ زیرین مین ایک آہنی پھل لگا ہوا تھا
اپنے چار پانچ توابع کے ساتھ تشریف لائے اور ایک مؤدب طریقہ سے سامنے
قبلہ رو ہو کر نعش کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور اپنے عصاؤنکو جھنڈا کی
کی طرح زمین مین گاڑ کر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت
کرتے رہے یہانتک کہ نعش کو قبر مین اُتارنے کا وقت آگیا اور وہ دفینۂ علم و فضل
اور خزینۂ شریعت و عرفان زیر خاک دبا دیا گیا ؎

گریبان جگر زمین کشادند	وان کان شرف درو نہادند

اللہم اغفرہ وارحمہ رحمۃً واسعۃً ظاہرۃً وباطنۃً

حقیقت حال یہ ہے کہ ایک عالم اور عارف باللہ جس کا ایک ایک قدم اپنے لئے
نہین بلکہ تبلیغ احکام الٰہی و اتباع سنن رسالت پناہی علوم شرعیہ معارف قرآنیہ کے
نشر و اشاعت کی جد و جہد مین اُٹھا ہو جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ جہاد دین
اصلاح عقائد عباد و تنظیم اعمال اُمت اماتت بدعات و سیئات اور کلمۃ اللہ ہی العلیا
کی حمایت مین صرف ہوتا رہا ہو اگرچہ اسکی موت واقعاً موت نہین کہی جاسکتی ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

لیکن اسکا فراق دائمی جس کو موت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ ایک شخص کی موت
نہین بلکہ ایک عالم کی موت ہے ع

اَلنَّاسُ مَوْتٰی وَاَھْلُ الْعِلْمِ اَحْیَاء

یہان تو والاجاہ مرحوم کی ذات مین دو جہتین موجود تھین عالم دین متین اور
عامل سنت سید المرسلین ہونے کے علاوہ وہ شہر حیدرآباد معظمہ ہونے کے لحاظ سے ایوان حکومت
کے مرکز ثقل و ستون اعظم اور تعلقات نظم ریاست کے اعتبار سے مرجع جزو کل تھے
اسی بنا پر جس وقت اس حادثۂ دل آشوب کی خبر گورنمنٹ آف انڈیا کو پہونچی اور ریذیڈنٹ اعلیٰ
کی فقدان متاع صبر و شکیب و سرمایۂ مسرت و شادمانی کا علم ہوا۔

گورنمنٹ انڈیا کیجانب سے اعزاز

تو اسی وقت ایک ٹیلیگرام نواب ایجنٹ گورنر جنرل مسٹر ایف ہنوی صاحب بہادر
نے گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے ریذیڈنٹ عالیہ کے نام اس مضمون کا دیا کہ منجانب گورنمنٹ
آف انڈیا انکی نعش کے ساتھ شاہی اعزاز عمل مین لایا جائے چونکہ والاجاہ مرحوم کی وصیت
کے مطابق سُنّت سنیّہ کے طریقہ پر انکی تجہیز و تکفین نہایت سادگی کے ساتھ عامۂ مؤمنین مسلمین
کی طرح عمل مین آچکی تھی اسلیئے مراسم اعزاز شاہی طور پر ادا نہو سکے۔

گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے ولیعہدی خطاب نوابی

بعد ازان مسٹر ہنوی صاحب بہادر ایجنٹ نواب گورنر جنرل سنٹرل انڈیا نے

دواز دہم اگست ۱۸۹۰ء مطابق بست و نہم ذی الحجہ ۱۳۰۷ ہجری کو مقام رزیڈنسی سے ایک باضابطہ چٹھی انگریزی زبان مین اس مضمون کی بھیجی کہ مین بڑی خوشی کے ساتھ آنعالیہ کو اطلاع دیتا ہون کہ گورنمنٹ ہند نے آنعالیہ کی درخواست کو منظور کیا کہ آنعالیہ کے شوہر عالی مقدار سرکاری مراسلت مین اور تحریرات مین نواب صاحب مرحوم شوہر رئیسہ کے خطاب سے یاد کیے جائین اس لیئے آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ تمام مہتممان محکمات اور جمیع جاگیرداران واخوان وملازمان ومتوسلان ریاست کو اطلاع دین کہ سید صدیق حسن خان مرحوم کے نام کے ساتھ مطابق حکم گورنمنٹ آف انڈیا جملہ تحریرات مین نواب صاحب بہادر مرحوم درج کیا کرین اور انگریزی اور اردو اخبارات مین بھی اس کے چھپوانے کا آپ بندوبست کرین جس وقت یہ چٹھی رئیسہ عالیہ کے پاس پہونچی اسی وقت رئیسہ عالیہ کے حکم کے مطابق جناب منشی امتیاز علی صاحب مرحوم وزیر ریاست نے اخبارات اردو وانگریزی مین اسکو چھپوا کر شائع کرا دیا اس جانگداز سانحہ وجانکاہ ہوشربا مین تائید ایزدی اور گورنمنٹ ہند کی حق نوازی کی صدائے جانفزا نے والاجاہ مرحوم کی اولاد واخلاف کے شکستہ اور نگار دلون کے ساتھ مومیائی کا کام دیا اور مملو از امتنان کے جذبات سے انکے قلوب کو معمور کر دیا۔

جناب رزیڈنٹ صاحب بہادر کی جانب سے ادائے تعزیت

سب سے پہلے ہمکو اور ہماری اولاد واخلاف کو خدائے قادر مطلق اور احکم الحاکمین کی

بارگاہ اقدس مین اُس کے افضال واکرام کا سجدۂ شکر بجالانا چاہیئے اور بحکم حدیث شریف من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ علیا حضرت رئیسہ عالیہ خلد مکان غفر اللہ لہا کے مراحم واشفاق مادرانہ اور عواطف شاہانہ کا دل سے معترف وشکر گزار ہوکر انکے حق مین ہمیشہ دعائے خیر وبرکت وغفران ورد زبان رکھنا چاہیئے اور ساتھ ہی اس کے جناب مسٹر ہنوی صاحب بہادر ایجنٹ نواب گورنر جنرل کی مہربانی اور احسان کا بھی ہم سبکو دل سے معترف اور منت پذیر ہونا چاہیئے کہ انھون نے بہ نفس نفیس تا محل پر تشریف لا کر نہایت مہربانی اور مکرمت کے ساتھ اپنی ہمدردی اور دلسوزی کا اظہار کرکے ہم دونون بھائیون سے رو در رو رسم تعزیت ادا کی علاوہ ایسکے ہم اُن سب کے ممنون والاشان گورنمنٹ آف انڈیا کے اور اُن تمام معزز یوروپین صاحبان وصاحبات کے بھی شکرگزار ہین جنھون نے ادائے تعزیت کی چٹھیان لکھکر ہم بھائیون سے گہری ہمدردی کا اظہار کیا

اکابر ملک وملت کی شکرگزاری بارہ تعزیت

تمام اکابر ملک وملت کی ادائے تعزیت کا بالعموم اور عالیجناب نواب نورالدولہ سعید الملک محمد سعد اللہ خان بہادر مرحوم صولت جنگ اور عالیجناب افتخار الامرا فخر الملک صاحبزادہ نواب عبید اللہ خان بہادر مرحوم فیروز جنگ سی۔ ایس۔ آئی نائب ریاست ٹونک کا خصوصًا ہمارا سارا خاندان از تہ دل ممنون ہے اور رہیگا جنھون نے بذات خاص بھوپال تشریف لا کر رئیسہ عالیہ سے اور ہم دونون بھائیون سے رسم تعزیت ادا کی

اور دلی خلوص محبت وشفقت کا ہمارے ساتھ برتاؤ کیا نواب صاحب مرحوم
امیر کبیر ہی نہ تھے بلکہ نہایت سادہ وضع متواضع منکسر المزاج مقدس دیندار متقی
کتاب وسنت اور علم دوست بزرگ تھے اسی طرح جناب صاحبزادہ صاحب مرحوم
نہایت فیاض مدبر منتظم دانشمند اور قدر شناس علم وہنر اور دوست پرور دیں
فردروزگار تھے غفر اللہ لہم ولنا۔

بعد وفات والاجاہ مرحوم رئیسۂ عالیہ نے بغرض ایصال ثواب دو ڈھائی سو پارچہ
پوشیدنی اور بہ تعداد کثیر طعام وزر نقد طلبۂ علم دین اور فقرا ومساکین کو تقسیم کیا اور
یہ مصارف خیر کا سلسلہ اپنے حین حیات تک جاری رکھا جو ملازمین وفرجاگیر والاجاہ مرحوم
مین ہم لوگون کی ضرورت وحیثیت سے زائد تھے۔ ریجکو ہم لوگون نے والاجاہ مرحوم
کی وصیت کے موافق بہ نظر تخفیف برطرف کر دیا تھا رئیسۂ عالیہ نے کمال فیاضی اور
دلسوزی سے ان کو ریاست کے مختلف محکمون مین امور فرمایا اور جن خدام نے والاجاہ
کی آخر وفات تک خدمت کی تھی ان کو قطعات زمین عطا فرما کر انکی خدمات کا صلہ ان کو
عطا فرمایا اور مدرسۂ صدیقی (جس کو والاجاہ مرحوم نے یتیم بچون اور غیر مستطیع طلبۂ العلم دین
کی تعلیم کی غرض سے اپنے مصارف جیب خاص سے قطعات پائگاہ متصل نور محل مین قائم کیا
تھا) رئیسۂ عالیہ نے اس کو اپنی سرپرستی مین لے کر اور ایک جدید خوش وضع عمارت
متصل مزار والاجاہ مرحوم تعمیر کرا کر اس مین مدرسۂ مذکور کو منتقل کر دیا اور اس کے
تمام مصارف ذمۂ ریاست مقرر کر دیے اور وقف تک مکان مدرسہ متصل مزار والاجاہ مرحوم

اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنی زندگی مین خدمت
قرآن کریم اور احادیث وسنن حضرت سید المرسلین صلعم سے زیادہ کوئی شغل
اور محبوب ومرغوب نہ تھا اس لیے مین نے اُن کا مدرسۂ قرآن وحدیث اُن
کے مزار سے متصل قائم کر دیا تاکہ قرآن خوانی وحدیث خوانی کی مبارک وتقدس آواز
اُن کے حجرۂ مزار کی جالیون مین ہر وقت گونجتی رہے اور اس کا ثواب انکی روح کو
پہونچتا رہے۔

ہم دونون بھائیون نے بھی والاجاہ مرحوم کی وصیت کے مطابق خاص اُن کے
مال متروکہ سے سات روز تک فقرا ومساکین کو طعام تقسیم کیا اور اپنی ذاتی آمدنی
سے حسب حیثیت نقد وجنس اور پارچہائے پوشیدنی خیرات وتقسیم کیے مسجد نور محل کے
متعلق مصارف ایصال ثواب کی غرض سے ہم سب نے اپنے ذمہ رکھے مین اس موقع پر
اس ہمچی سے ریاست اسلامی ہمدردی کو فراموش نہین کر سکتا نہ ان کا متشکرانہ ذکر
کیے بغیر آگے بڑھ سکتا ہون جو بعض غریب وتھید ست معتقدین وارادتمندان خاص
والاجاہ مرحوم سے مختلف ممالک مین بروقت وفات ظہور مین آئی سچ یہ ہے کہ
ان مین سے ہر ایک نے اپنی طاقت ومقدرت کے موافق ایصال ثواب مین پوری
کوشش کی اور حق ارادتمندی اور اسلامی ادا کیا شاہ جعفر حسین صاحب متوکل
نے دس مرتبہ اور حافظ شرف الدین خان صاحب نے چار مرتبہ اور خواجہ آغا میر صاحب
متولی مسجد سواران نے دو مرتبہ اور اہتمام طلبۂ مدرسۂ اسلامیۂ ہردولی نے بارہ مرتبہ

قرآن کریم پڑھکر اُن کی روح پر فتوح کو بخشا محمد عبد الرحیم صاحب رزاقی نے ایک
اور پچیس مرتبہ کلمۂ طیبہ اور دو مرتبہ قرآن مجید پڑھ کر بخشا اسی طرح ایک شا
بیوہ نور النسا صاحبہ نامی نے دس سیر خیرات کیا اور ایک مرتبہ قرآن شر
پڑھ کر بخشا جزاہم اللہ خیر الجزاء

ایک جماعت کثیر شعراء ہندوستان اور سخنوران ریاست نے والاجاہ مر
کے وقت وفات مختلف مراثی و قطعات تاریخ لکھے جنکی نقل کے لیئے ایک مستقل کتا
مرتب کرنے کی ضرورت ہے اس جگہ چند منتخب مراثی و قطعات بطور یادگار نقل کیے جاتے

(قطعات و مراثی)

قطعۂ تاریخ افتخار الشعراء حافظ خان محمد خان صاحب شہیر مرحوم

چو صدیق ابنِ حسن بست محمل	سوئے باغ فردوس از دار دنیا
دمیدند در گوش سالِ وفاتش	نوشتیم قد فاز فوزاً عظیما

مرثیہ نوشتۂ مولوی حافظ حکیم اعظم حسین صاحب سندیلوی سلمہ اللہ تعالےٰ

آن نہان بینم کہ پیدا روئے جانان دیدہ ام	آنچہ بینی در حجابِ دل بہ میدان دیدہ ام
کاروانِ سالکان را ناقۂ سیر و سلوک	بے مہار آوارۂ کوہ و بیابان دیدہ ام

[...]ے ہمچون زلیخا نیست اینجا ورنہ من	یوسفِ افتادہ در ہر چاہ پنہان دیدہ ام
[...]تہ ام در باغ و در رنگ نموئے لالہ زار	از زمین جوشیدنِ خونِ شہیدان دیدہ ام
[...]تیلے را شہید بدر شناسی کہ من	غرقِ خون افتادہ تن از رعل و ذکوان دیدہ ام
[...]وسان چمن را در لباسِ انبساط	رفتنِ چاک از گریبان تا بدامان دیدہ ام
[...]ن کمین گاہ ازل افتاد خالی از شکار	غول پندارم اگر خیلِ غزالان دیدہ ام
[...]رائے کشتیِ من اندرین طوفان مپرس	گاہ روئے آب و گاہی قعرِ عمان دیدہ ام
[...]ے خود بوسم بہر گامے کہ خود راہ سلوک	در پئے مردانِ راہ افتان و خیزان دیدہ ام

رہ نوردانے کز اینجا چون جنیبت راندہ اند
بر سرِ ما خاکیان مشتِ غبار افشاندہ اند

ہمنشین ہشدار کہ امشب فاش اندوہِ من است	سوم می گردد دلت گر خود ہمہ از آہن است
سینہ را شگافم و بے پردہ بنمایم ولے	تا بحالم زار گرید آنکہ با من دشمن است
خستۂ تیغم مگر خواہم کہ در کارم کنند	قسمتِ صیدے کہ یک لشکر بران تیر افگن است
اے دریغا پور دستان را سرآمد روزگار	عرصہ گاہ سیستان تاراجِ کین بہمن است
زار کشت آنرا فلک کز مہر پروردش بناز	این پدر را خونِ فرزندانِ خود بر گردن است
رفتہ دانائے کہ دانستے جواہر را بہا	این زمان مشتِ گہر بینی کہ وقفِ ہاون است
خوابگاہے کاندران تو آب و آتش خواب خفت	گنج گنج رازہائے علم و فن را مدفن است
یک فلک حلم و حیا و یک قمر حسن و جمال	آہ زیر خاک خوابیدست و جائے شیون است

تا کجا گنجد چنین اندوه کہ اندر چشم من
وسعت آبادِ دو گیتی تنگ تر از روزن

ہر سپہدارے کہ در میدان بود پرچم کشا
سرنگون گردید رایاتِ بلندش زین عزا

ہر کجا باشد مقام عشق قربانش منم
آتشے در باغ افروزد اگر از روئے گل
آشنایان را سلامت برد بر ساحل فلک
کاروان در کعبہ رفت و زد طواف و بازگشت
از کمانِ چرخ می بارد خدنگ چون ہدف
تا تو نگر بود دوران بودہ ام اندر حرم
پیش ازین ہنگامہ روشن در دنان گرم بود
وائے چنین ہنگامہ را ہنگامہ آرائے شگرف
فاطمی گوہر علی منظر کہ پیشِ روئے او

چون سنا اندر حرم نیز از ذبیحانش منم
بلبلش باشد کباب خام و بریانش منم
غرق طوفان ماندہ از کشتی نشینانش منم
بیخبر سایہ نشین زیر مغیلانش منم
بے حصار و بے سپر سرجا بہ میدانش منم
چون رسیدش نوبت دریوزہ مہمانش منم
نیم کشتہ یک چراغے از چراغانش منم
بود خندان روئے تو آبے کہ گریانش منم
لاف میزد خسرو انجم کہ سلمانش منم

چون گذشت او از جہان پنداشتم عالم نماند
عالمے گو باش مردے در بنی آدم نماند

سادہ ام دیدا آسمان طرح مدار از دہمن
با قضا تن دادہ ام دلگیر چون نادان نیم
کو سبک بال و پرے تا برپرم زین شاخسار

تا بروز حشر بغفلت راہ زن ساز دہمن
گر کشد مریخ تا ناہید کج باز دہمن
ہر کہ در این باغ آید سنگ اندازد ہمن

[illegible]امی فتنہ سراز خاک بر دارد کہ خضر
[illegible]س را پیوند با آب و گلم تا دادہ اند
[illegible]م آرا یار فیقان نیم شب بشستہ ام
[illegible]انداز ند و خون ریزند چون گیرند سخت
[illegible]خندان ہیچو تو آبے کہ بر نظمم ز وجد
چنان خمیازہ کش باشم بیاد عہد او

در رہ ناسن کوس و طبل بنواز دہمن
در صفِ قدسی سروشان گردن اندازد ہمن
کو شب خوبے کہ ناگہ لشکرے تا زد ہمن
ز آسمان شمشیر در کف ہر یکے باز د ہمن
دل دہد از دست و در دوران خود نازد ہمن
گر بجا بیش خسرو پرویز پردازد ہمن

کاخ مینو بودہ باشد منزلِ آرام او
می پرم زین آشیان تا پر زنم بر بام او

[illegible]ر بہار این ہست می بنی شود ہر خار گل
مخزن راز نہان خاک گلستان را نگیر
چون ننالد عندلیبانے دست گلچین دارد
شعلہ زد در سینہ گلچین ہزاران خار خار
غنچہ چون بند شود نافِ غزال مشک ناب
پیرہن کردم قبا و برگ پوشم در بہار
بر طریق مالکے کاورد یوسف را بمصر
روئے نواب او نباشد کز وفا بوئے دہد
من درو دے بر روانش میفرستم از نسیم

نخل خشک آرد در اندک فرصتے بسیار گل
نامیہ گویا بود تمام و ہست اسرار گل
خرمن اندر خرمن است افتادہ صد انبار گل
ریخت در دامانِ من چون دیدہ خونبار گل
باد چون جلنبد کشاید طبلۂ عطار گل
می روم تا بر زنم بر فرق بے دستار گل
گل فروش آمد کہ بفروشد سر بازار گل
بید ما غم ہرزہ می بویم ہمی [illegible] گل
[illegible] گل

تا نگردد بے چکاں تازگی زین روضه کم
مرنجا کش سیر سان لے ابر رحمت نم بنم

دوش غارت بر نجوم از دم سیم و زر نهم / دست بر جبین بردم چنگ در زنار زدم
فصل سرما بود روز ابر پنهان آفتاب / لاجرم خود را بر آتش با لباس تر زدم
جام مے در کف گرفتم جلوهٔ معنی نمود / شیشهٔ صورت نما بر روے سنگ [illegible]
برهمن زد طعنه در دیرم زدم آتش پذیر / گردنم زد گبر من زین بوسه بر خنجر زدم
می شنفتم دین خود در دیر ما روے بت / بمرد بو تم دم ز ابراهیم بن آذر زدم
هست سرگردان هنوز اندر فضا کائنات / در ازل چو بحق نگوے گنبد بیدر زدم
تشنه لب برگشته بودم از کنار آب خضر / در خم مے او فتادم غوطه در کوثر زدم
در حوالت کعبه یاد خواجه ام دیوانه کرد / بوسه بیزد خلق و من بر سنگ اسود سر زدم
تا نداردملک فرح جستابش در میان / گبر می لافد که عود و چنگ بر منبر زدم

دیر در خلوت چراغ کشته را در کرد باز
قشقه و زنار و صندل رابکار آورد ناز

دست ما بر انجم و افلاک گر پائے رسد / خوشه پروین نه ماه یه بخارے رسد
غافلان خانقه را راه در میخانه نیست / بے خبر در بزم رندان مرد هشیارے رسد
سود باشد یا نه یانے نخ ز سودا بر متاع / یوسفے شاید بدست تو ز بازارے رسد
در دیار قوم یغمائی شدم کالا فروش / میرود کان بغارت تا خریدارے رسد

[illegible]دان صاحب کرامت دانم بندم کز طریق / چون فرس تازان سوار پشت دیوارے رسد
[illegible]که دارد مشعلے از جان روشن بشیر و / غم نه دارد در بیابان گر شب تارے رسد
[illegible]دران بزمیکه می آراست در باغ بهشت / پیشتر از ره روان هر برق رفتارے رسد
[illegible]ادان بودیم ما باشد که عذرا ز مانهند / راه بس دور است دیر از راه بیمارے رسد
[illegible]صحرا از خاک نواب آورد باد نسیم / آنچه در نافهٔ غزال از چین و تاتارے رسد

آنکه دائم بار یاب محفل دلجوے او
می شنیدی بوے اخلاق نبی از خوے او

نقش بر آب فنا خشک و تر دریاستے / تا مژه بر هم زنی میدان همه دریاستے
هر که زیر آسمان است از ازل در خاک هست / بر سر ویرانه خالی خیمه بر پاستے
بشنوی صد نغمه و در آشیان جمائی اگر / بلبل و قمری تو گوئی یک قلم عنقاستے
تا تنها در کاروان آمد قطار اندر قطار / قیس حیران در تلاش محمل لیلاستے
آنکه صالح را بو خشوری نپرید بے دلیل / در نگاهش ناقه را هر سنگ و هر خاراستے
حیف کو ظلمت بود بے راه و در فتد بدلیل / آنکه روشن در رهش شمع ید بیضاستے
کار عالم ساختن بر کارسازان سهل نیست / زین سر دیوار بر افتاده هر بناستے
دیده باشد آنکه خارا را به سختی بشکست / کاندرون سنگ هم نازک دل از میناستے
پاسبانی را نیز دو هر سگے بر کوے ا / شیر مردے خفته از اصحاب کهف نجاستے
نیستم دلداده کو آهنگ نوائے زیر و بم / گوش دارم آشنائے نعرهٔ شیر و زم

رفتہ ام از خویش فرقت بر نتابم بیش ازین
ناتوانم بار محنت بر نتابم بیش ازین

در وطن گاہ سروشان خواطہ با نسبت
من در نیجا رنج غربت بر نتابم بیش ازین

یوسف ما را بود و مصر را دیرانہ کرد
از فلک بیداد و غارت بر نتابم بیش ازین

آرزومندان خاکش را رساند بوئے مشک
این فریب از باد تہمت بر نتابم بیش ازین

زار گریان ابر و من از صبر نتوانم گریست
آب گشتن زین ندامت بر نتابم بیش ازین

روز عیدش میکنم یاد و نمیرم لے دریغ
تلخی ایام عشرت بر نتابم بیش ازین

می فریبم خویش را بے او بہ دیدار قمر
کوری چشم بصیرت بر نتابم بیش ازین

مہر و سہ دارد طلوع و ماہ ما اندر غروب
در سرائے خویش ظلمت بر نتابم بیش ازین

نے سلیمانے بجایش نے بہ مہدی فتح خلق
رخنہ در کار خلافت بر نتابم بیش ازین

من دعائے میکنم آمین ز مہر و ماہ باد
با رسول ہاشمی مبعوث والا جاہ باد

مرثیہ نوشتہ مولوی سید جمیل احمد صاحب سہسوانی سلمہ اللہ تعالیٰ

روتا بلک بلک کے ہے کیون بار بار دل
کسکے غم فراق مین ہے سوگوار دل

بارش ہوئی ہے تیر کی دُنیا مین کیا جو آج
سینہ ہے چاک شق ہے کلیجا فگار دل

یا رب ہنسی خوشی مین نظر کسکی لگ گئی
روتا ہے بات بات پہ جو زار زار دل

سب حسرتون کا دلمین مرے خون ہو گیا
اے دل لے بن گیا شہدا کا مزار دل

کیا لکھون بیقراری دل کی مین روئداد
لینے تو دے مجھے کبھی پہلو قرار دل

ہنگامہ گرم سازی سوز درون نہ پوچھ
دوزخ ہے ہو بہو مرا پروردگار دل

کیا کر سکے تحمل بار ہجوم غم
لاغر بدن ضعیف کلیجا نزار دل

کیا شرح غم کرون کہ جگر منہ کو آگیا ہے
دم رُک رہا ہے جی مرا بیٹھا سا جائے ہے

تھی جسکے دم کے ساتھ خوشی اُسکا غم ہے آج
دلمین سکت ہے کسکے کہان دم مین دم ہے آج

اُٹھ اُٹھ کے درد دل مین یہ کہتا ہے بار بار
ہنگامہ نشور خدا کی قسم ہے آج

دیکھا تو ہم نشیمن عنقا ہے انبساط
شادی غریب جادۂ ملک عدم ہے آج

بیٹھے ہین سُنکے ولے کلیجون کو تھام کر
دل کی زبان پہ شکوۂ بخت دژم ہے آج

آنکھون کا کیا قصور یہانتک جو شکستہ حسن
لوگو تمھین بتاؤ کوئی غم سا غم ہے آج

رونا پڑا ہے طالع بخت مند کا
معمور درد و غم سے عرب و عجم ہے آج

کیون ہمتین دلونکی نہ یک لخت ٹوٹ جائین
روز وفات سرور عالی ہمم ہے آج

برداشتہ ز بسکہ طبیعت یہان سے تھی
نواب نامدار نے رحلت جہان سے کی

پہونچے جنان مین ہوکے جہانسے خفا سے کچھ
کیا کام انکو اور رونپہ گذرے بلا سے کچھ

آب و ہوائے خلد کی چاہت مین ہونہو
بیزار تھے زمانہ کی آب و ہوا سے کچھ

اُس با خدا کو دم مین خدا سے ملا دیا
کہتا ہے کون کام نہ نکلا قضا سے کچھ

جانے کو تو گئے وہ مگر غمزدون کو آج
کھو بیٹھتے سب آنکھون کو رو روکے ہجر مین
لازم ہے کچھ تسلی اہلِ عزا کرین
عالم مین وہ تو آکے ہدایت کرین کہ ہم

شکوہ یہی ہے خبر بھی نہ کی ابتدا سے
ملے کاش کام دل جو نکلتا بجا سے
دے جائین کاش خواب مین آکر دلا سے
واقف نہین ہین شیوۂ صبر و رضا سے

طاقت نہین ہے نام کو صبر و قرار کی
مرجاتے موت ہوتی اگر اختیار کی

غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا وا مُصیبتا
ہر چار سوئے دہر مصیبت کدہ ہے آج
جز حرفِ غم زبان سے نکلتا نہین کچھ اور
جسنے سُنا یہ واقعہ ہوش اُسکے اُڑ گئے
پھر دل مین یاد اُنکے شمائل کی آگئی
حُسنِ عمل نے اُنکی رفاقت قبول کی
دنیا مین کوئی دین کا حامی نہین رہا

یارا شکیب کا نہ رہا وا مُصیبتا
آتی ہے ہر طرف سے صدا وا مُصیبتا
دا حسرتا ہے ورد مین یا وا مُصیبتا
اک آہ سرد بھر کے کہا وا مُصیبتا
پھر درد میرے دل مین اُٹھا وا مُصیبتا
علم اُن کے دم کے ساتھ گیا وا مُصیبتا
یہ خانہ بے چراغ ہوا وا مُصیبتا

ہے قہر کا زمانہ قیامت کا وقت ہے
اسلام پر یہ سخت مُصیبت کا وقت ہے

اب کون یون کریگا اشاعت حدیث کی
لُطف اُسکا کس زبان سے سُنکر اُٹھائینگے

ہے کسکے دل مین اتنی محبت حدیث کی
قرآن کا یہ مزا ہے یہ لذت حدیث کی

[...]فورِ رفت سے اُنکی زبان آشنا نہ تھی
[...] اہلِ حدیث ہوئے کیسے مایہ دار
[...] رات صبح و شام یہی شغل رہا
اب قدردان کہان کوئی اہلِ حدیث کا
کیسا مُحدّث آہ زمانے سے اُٹھ گیا

کہتے جو کوئی بات تو آیت حدیث کی
کیسی لُٹی وہ عرصے سے دولت حدیث کی
حق تو یہ ہے کہ خوب کی خدمت حدیث کی
سمجھے ہوئے تھے کچھ وہی قیمت حدیث کی
حالت ہے آج قابلِ رقت حدیث کی

افسوس کارخانۂ ملت بگڑ گیا
ہے ہے شگفتہ باغِ شریعت اُجڑ گیا

اب کس کو جاکے ہم سخن اپنا سُنائینگے
ڈھونڈھینگے گو زمانہ مین شاعر سخن شناس
رکھتے تھے ہم نصیبون سے اُمید بہتری
ممکن ہے خیر خواہ ہونکو اپنے وہ بھول جائین
بے قدریون کا اپنے قلق اُنکے غم کا رنج
اوصاف اُنکے یاد کرینگے تمام عمر
غمخواری کرنیوالا تو دُنیا سے اُٹھ گیا

کسکی زبان سے دادِ سخن پاکے آئینگے
ایسا نہ پائینگے کوئی ایسا نہ پائینگے
اسکی خبر نہ تھی ہمین یہ دن دکھائینگے
اُمید ہے کہ خواب مین تشریف لائینگے
کیا کیا ہم اُنکے ہجر مین صدمے اُٹھائینگے
رو ئینگے اور جلیسونکو اپنے رلائینگے
اب کسکو اپنے غم کی کہانی سُنائینگے

دولت رہی نہ اپنی کوئی آبرو رہی
لے دے کے بہرہ حیات فقط ایک تو رہی

اے رہ نوردِ عالمِ بالا ادھر کو دیکھ
سرکارِ نامدار کے حالِ تباہ کو دیکھ

ہین دونون بیقرار علیؒ ہون کہ نور ہون — نخت جگر کو دیکھ کہ نور نظر کو د
ہے در دمند دختر و داماد و ہر عزیز — ہے پائمال صدمۂ غم گھر کے گھر کو د
غمناک ہے کوئی تو کوئی نالان کوئی حزین — اپنے ہر ایک خادم شوریدہ سر کو د
دلبر مرے نظر ہو کہ گلشن کا ہے نظیر — ہے ابر کا جواب مری چشم تر کو د
عبرت سرا ہے شہر مین ہر گھر ترے بغیر — دالان و صحن و غرفہ و دیوار و در کو د
کیا سخت ہین کہ جیتے ہین بے تیرے آجتک — دلکو ہمارے دیکھ ہمارے جگر کو دیکھ

اب کچھ مزہ حیات کا باقی نہین رہا
بے لطف انجمن ہے کہ ساقی نہین رہا

اللہ انکو روضۂ رضوان عطا کرے — حور و قصور و نعمت الوان عطا کرے
جو چاہین وہ حصول ہو جو مانگین وہ وصول — اپنی طرف سے اور انھین یزدان عطا کرے
دے تیز رو نجیب وہان سیر کے لیئے — خدمت کے واسطے انھین غلمان عطا کرے
پینے کو آب کوثر و تسنیم و سلسبیل — کھانیکو میوہ ہاے فراوان عطا کرے
ملک کبیر و فوز عظیم و سرور و عیش — اللہ انکو یان کے عوض وان عطا کرے
اپنے جمال پاک کی رویت کرے نصیب — نقد وفور رحمت و رضوان عطا کرے
جو کان نے سُنا ہو نہ دیکھا ہو آنکھ نے — جنت مین وہ نشاط کا سامان عطا کرے
انکو جگہ دے اپنے محبونکے خیل مین — بخشے خدا جمیلؔ کو اُن کے طفیل مین

ل۱ صفی الدولہ حسام الملک نواب سید علی حسن خان بہادر مؤلف کتاب ہذا خاتم اصغر والاجاہ مرحوم
ل۲ رضی الدولہ نظام الملک نواب سید نور الحسن خان بہادر مرحوم خاتم اکبر والاجاہ مرحوم

قطعات تاریخ

غم نواب نامدار مین آج — کوئی غمناک ہے کوئی محزون
مین نے لکھی وفات کی تاریخ — گر گیا دین مجتبےٰ کا ستون

دیگر

کیون نہ غم سے پارہ پارہ ہو جگر — روز موت ثانی صدیق ہے
اِس غم جان سوز کا سال اے جمیلؔ — یوم فوت ثانی صدیق ہے

دیگر

انتقال حضرت نواب سے — اِک جہان نالان ہوا غمگین ہوا
سال رحلت چاہتا ہے گر جمیلؔ — کہہ خسوف آفتاب دین ہوا

منشی محمد صابر حسین صاحب صباؔ مرحوم و مغفور سہسوانی

زین باغ الم بروضۂ خلد — صدیق ابن حسن برفتند
لبیک اجل بگوش کردند — از دار غم و محن برفتند
ظلمت کدہ گشت مجلس شرع — روشن گر انجمن برفتند
از منزل خاکدان غربت — سوے بہشتین وطن برفتند
پس ماند مرا بدل غم مرگ — از پیش نگاہ من برفتند

قائم بر دین چو چار اصحاب	جان و دل پنجتن برفتند
ثابت قدمی نمودہ بردین	بر شاہرہ سنن برفتند
غم دفع شود چو از دل من	غمخوار چو دفعتاً برفتند
خوش ۱۳۰۶ فنا کنم تمنا	عزت دہ اہل فن برفتند
بیجان گردید جسم عالم	مثل روح بدن برفتند
با روشنی چراغ ایمان	از تیرگی زمن برفتند
سوئے باغ جنان سبک روح	رنگ و بوئے چمن برفتند
بر حکم قضا بسوئے رضوان	بر وعدہ آمدن برفتند
تن پوش کہ جان بہ خلعت فیض	با پارچہ کفن برفتند
وحدت کثرت شدہ بہ تعظیم	چون محسن مرد و زن برفتند
برخواند صبا بہ شوق جنت	نواب زخویشتن برفتند
	۱۳۰۷ھ

دیگر

چو شد جانب خلد نواب من	ز دل صبر و تاب و توان گشت گم
بہ لبیک غم جان سپردم بمرگ	بہ دل کرد درد و الم اشتلم
صبا داد تاریخ غم را نشان	بماہ ششم یوم بست و نہم

منشی محمد شاکر حسین صاحب نکہت سہسوانی سلمہ اللہ تعالیٰ

حامی اسلام و دین نواب صدیق الحسن	یافت مسکن در جوار فضل ربہ ذوالجلال

خواند تا ریخے دلم نکہت کزآن آید بیاد	صورت رنج و مصیبت حالت حزن و ملال
بلبل بے سر شرع بے دل گشت و پا شکست علم	از غم سال و فاتش بے سخن یا شد نوال

دیگر

چرخ ستم و کوہ الم بر سرم افتاد	از رنج و غم رحلت نواب فلک جاہ
شد باعث بیتابی و بے طاقتی دل	این حادثہ ہوش ربا صدمہ جانکاہ
نکہت سر ہر لفظ بہ تاریخ کنم جمع	از رنج و بکا و غم و درد و قلق و آہ

ختم شد جلد سوم

تالیفات مؤلف مآثر صدیقی

شریعۃ الاسلام

مشہور رسالہ درۃ العباسیہ کا اُردو
سلیس عام فہم ترجمہ جسکو مصر کے فاضل
سید محمد آفندی نے بحکم وزیر سررشتہ تعلیمات
مصر تالیف کیا اور اسکو خدیو معظم
عباس حلمی پاشا کے نام نامی پر معنون
کیا اس کتاب مین عقائد اسلام کی تعلیم
سوال وجواب کے پیرایہ مین دیگئی ہے
مصر اور ہندوستان کے مدارس مین
داخل نصاب ہے کاغذ لکھائی چھپائی
نہایت عمدہ قیمت ۸ر

انتظام خانہ داری

خانہ داری کے ابتدائی اصول خانگی
مجلس، اسراف بخل کفایت شعاری،
حسن سلوک میاں بیوی کے تعلقات،
حقوق زوجیت بیجا رسوم وغیرہ وغیرہ
ضروری مضامین بیان کئے گئے ہین
قیمت ۳ر

اسلام اور اسکے طریقہ عبادات

یہ کتاب عنوانات ذیل پر مشتمل ہے ہندوستان
مین تقریب ذرہ کشائی کے متعلق لوگون
کا خیال، عبادات اسلامی کے فوائد قانون
قدرت سمجھنے مین لوگونکا غلطی کرنا انسان
اور خدا سے روح کا تعلق نماز کے فوائد
احکام قومی ترقیون کا راز وغیرہ وغیرہ قیمت ۸ر

فطرۃ الاسلام

اس کتاب مین تمام مہمات مسائل کو
آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور مستند
دلائل سے بڑی جامعیت کے ساتھ
سوال وجواب کے پیرایہ مین اس انداز
سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک معمولی سمجھ کا
آدمی بخوبی سمجھے اور اسکا دل مطمئن
ہو جائے یہی وہ کتاب ہے جو اس قرن
کی انوکھی تصنیف کہی جاسکتی ہے جیسا کہ
وکیل اخبار مطبوعہ ۱۹۱۰ء وغیرہ نے
لکھا ہے یہی وہ کتاب ہے جسمین یہ ثابت
کردیا گیا ہے کہ مذاہب موجودہ مین صرف
مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو
بالکل عقل وفطرت کے موافق ہے اور
ہر طرح کی مادی اور روحانی ترقیون کا
سرچشمہ ہے اسکا مطالعہ ہر شخص کے لئے
خصوصاً گریجویٹ اور طلباے مدارس
کے لئے نہایت ضروری ہے منشی رحمت اللہ
صاحب رعد کے نامی پریس مین نہایت
اہتمام سے اور ہی فنشن کاغذ پر چھپی ہے
قیمت غیر مجلد ۱۲ مجلد ۱ے

دیندار اور دنیادار

ضروری مسائل کی تعلیم طلباے مدارس
کے لئے بیحد مفید ہے قیمت ۱ر

اس کتاب کے جملہ حقوق نقل و ترجمہ دارالمصنفین کے حق مین محفوظ ہین مہتمم صاحب کی اجازت کے بغیر کوئی اقدام نہ فرمایا جائے

اس کتاب میں آیات قرآنی و احادیث صحیحہ سے ساز و سامان دنیا اور دنیاوی ترقی کو تفصیل اور زبردست دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے اور تمام مسلمانوں کو اسلامی احکام سے سید ہادات شخصی اور قومی ترقی کا بتلا دیا گیا ہے عبارت سادہ سلیس اور عام فہم ہے قیمت ۱۲ جسکو اسلام کے سچے اور پاک جذبات کی اپنی آنکھوں سے زندہ تصویر دیکھنی ہو اور سچے مسلمان کی سیرت و خصلت سے آگاہ ہونا ہو وہ اس کتاب کو دیکھے

اس کتاب کے تمام مضامین ایسے پُر درد اور پُر جوش لہجہ میں بطریق وعظ و نصیحت بیان کئے گئے ہیں کہ پڑھکر دل پر مقناطیسی اثر پیدا ہوتا ہے۔ قیمت ۶ر

مولانا محمد حسن صاحب مرحوم بلگرامی متوطن نیوتنی کی مشہور تالیف ہے جو نظم و نثر فارسی کے بادشاہ تھے یہ وہ بےمثل کتاب ہے کہ جس کے پڑھنے سے آدمی بلا محنت ناظم و ناثر اور وقائع نگار فارسی بن سکتا ہے قیمت ۸ر

المشتہر

خزین گل فارسی کا مشہور دیوان قیمت ۴

نالۂ دل اُردو کا بےمثل دیوان قیمت ۴

نواب صفی الدولہ حسام الملک ابو نصر محمد علی حسن خان صاحب کا پرزور لکچر عہدہ آنریری ڈائرکٹری سررشتہ تعلیم ریاست بھوپال کے زمانہ میں ایک تعلیمی جلسہ کے موقع پر دیا قیمت ۳ نواب صاحب موصوف کا فصیح و بلیغ لکچر ندوۃ العلماء کے چوتھے سالانہ اجلاس میں قیمت ۲ر

مآثر صدیقی

حصۂ اول اس حصہ میں ذکر نسب والاجاہی تا آنحضرت صلعم بہ تفصیل ہے۔ قسم اول قسم دوم

حصۂ دوم ذکر اکتساب علوم و فنون تشریح اسماء اساتذہ درج ہے۔ قسم اول قسم دوم

حصۂ سوم ملازمت ریاست بھوپال و اعزاز بحصول خطاب و انتظام سلطنت و دیگر حالات ریاست پر مشتمل ہے قسم اول

حصۂ چہارم خدمات علوم دینیہ و تالیفات و تصنیفات پر مشتمل ہے۔ قسم اول قسم دوم

حصۂ پنجم ذکر اولاد و احفاد والاجاہی مرقوم ہے قسم اول قسم دوم

حصۂ ششم نقول اسناد منجانب گورنمنٹ و والیان ملک قسم اول قسم دوم

سید کلیم احمد ندوی منیجر شبلی بک ڈپو بھوپال ہاؤس نمبر ۷ لال باغ لکھنؤ

اِنَّ آثَارَنَا تَدُلُّ عَلَيْنَا فَانْظُرُوا بَعْدَنَا إِلَى الْآثَارِ

مآثرِ صدیقی

موسوم بہ

سیرتِ والاجاہی

حصۂ چہارم

یعنی

سوانح و حالات خاندانی امام المحدثین و زبدۃ المفسرین آبی و مولائی (امیر الملک والاجاہ) نواب سید صدیق حسن خان حسینی البخاری القنوجی شوہر رئیسہ خلد مکان علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ۔ جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے ریاست بھوپال تغمدہ اللہ بالرحمۃ والرضوان

تالیف

ابو نصر سید محمد علی حسن خان المخاطب بہ صفی الدولہ حسام الملک صانہ اللہ تعالیٰ عن شرور الزمان

باہتمام تام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ مطبع

مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں چھپی

اشاعتِ نو ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء : جمعیۃ اہل سنۃ لاہور

حصّہ چہارم

عقائد و عبادات و اخلاق و عادات و معمولات و وصایا

عقائد سُنّی خالص محمدی موحّد کبیت متبع کتاب و سُنّت حنفی مذہب نقشبندی مشرب تھے اور ہمیشہ طریقۂ اسلاف پر مذہب حنفی کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے مگر عملاً و اعتقاداً اتباع سُنّت کو مقدم رکھتے تھے چنانچہ خود لکھتے ہیں۔

باقتفائے نیاکان بزرگ و دانشمندان سترگ در ظاہر انتساب بروشِ امام ابوحنیفہؒ معروف است لیکن ہموارہ گفتار و کردار را باتباع سُنّت آرایش دارد۔[۱]

حُسنِ اعتقاد لیکن باینہمہ تمام ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہایت عقیدت اور حُسنِ ارادت رکھتے تھے چنانچہ خود لکھتے ہیں

[۱] مغتنم البارد صفحہ ۱۲۔

مین[1] تمام اہلِ بیتِ اطہار وصحابۂ کرام وتابعین وائمہ مجتہدین وجماعت محدثین
وزمرۂ متبعین وفقہائے متقین وصوفیائے صالحین کے حق مین خوش اعتقاد
ہون اور اپنے دِل مین اُن کی محبت کا شہود پاتا ہون اور دل تمنا کرتا ہے
کہ کاش اُن کی صحبت نصیب ہوتی ہم ایسے زمانہ مین آئے ہین کہ ہمکو دین پر
ثابت قدم رہنا مشکل پڑگیا ہے۔ مقامات احسان وعرفان کا حاصل کرنا کیا
اَللّٰھُمَّ یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک

مذاہبِ اربعہ اُصول ہر چہار مذاہب کے نسبت وہ لکھتے ہین کہ "مذاہب
اربعہ کے اُصول ایک ہین اور اختلاف فروع کا منجر بہ ضلالت وکفر نہین ہوتا
بلکہ تشدید یا تخفیف پر محمول ہے شاہ ولی اللہ صاحب رحمت اللہ علیہ
قول جمیل مین لکھتے ہین ومنہم من کان لا یتکلم فی ترجیح مذاہب
الفقہا بعضہا علی بعض بل یضعہا کلہا علی القبول بجملہ ویتبع
منہا ما وافق صریح السنۃ ومعروفہا فان کان القولان
کلاہما مخرجین اتبع ما علیہ الاکثرون فان کان سواء فھو
بالخیار ویجعل المذاہب کلہا کمذہب واحد من غیر تعصب
ترجمہ مذاہبِ اربعۂ فقہا مین سے کسیکو کسی پر ترجیح نہین دینا چاہیے بلکہ
سب کو بنظر قبول دیکھنا چاہیے اور جو بات صراحۃً سُنّت معروف سے زیادہ

[1] اتقاء المنن صفحہ ۸۹ [2] اتقاء المنن صفحہ ۳۰۔

موافق ہو اُس کا اتباع کرنا چاہیے اور اگر دو مختلف قول سُنّت صحیحہ سے استنباط
کیے گئے ہون تو جسپر اجماع ہو اُس کا اتباع کرنا چاہیے اور اگر دونون اِس
صفت مین بھی مساوی ہون تو پھر اختیار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے
غرض تمام مذاہب کو مثل مذہب واحد کے سمجھے اور تعصب کو دخل نہ دے
مجکو معلوم ہے کہ ان مذاہبِ اربعہ مین حق دائر ہے مگر منحصر نہین اس لیے کہ
محدثین۔ وظاہریہ۔ وصوفیائے کرام سب مین حق متحقق ہے بلکہ یہ لوگ
افضل اہل حق ہین۔ مین[1] ان ائمہ اربعہ مین سے ہر ایک امام مجتہد کا مُحب وخادم
ہون۔ پس اگر اپنے کو کسی امام کی طرف مضاف کرون تو یہ اضافت درست
ہے۔ چنانچہ اکثر اضافات ائمۂ علم کی سلف امت کی طرف اسی قبیل سے تھے
کوئی مقلد کسی امام کا ایسا نہین ہے کہ وہ کسی ایک مسئلہ مین بھی اپنے امام کے
دائرۂ مذہب واقوال سے خروج نہ کرتا ہو۔ خواہ وہ مسئلہ متعلق اُصول ہو یا فروع۔
پس جب یہ بات ہر مقلد مذہب خاص مین موجود ومشاہد ہے تو پھر مجھپر یا کسی
اور متبع پر کوئی الزام کب عائد ہو سکتا ہے غایت یہ ہے کہ کسی نے اعتقاداً
یا عملاً ایک دو مسئلہ مین برخلاف اپنے امام کے کیا اور کسی نے دس پانچ
مسئلہ مین۔ یہ تفاوت تو صرف قلت وکثرت کا ہوا نہ تقلید واتباع کا چنانچہ
شیخ عبدالحق دہلوی نے سماع موتی مین مذہب امام شافعی اختیار کیا

[1] اتقاء المنن صفحہ ۱۲ لغایت ۳۲۔

اور مذہب جمہور حنفیہ کو جو عدم سماع تھا چھوڑ دیا اسی طرح وہ مشرب میں قادری الطریقہ تھے حالانکہ شیخ جیلی حنبلی الطریقہ تھے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اضافہ ثانیہ زکوۃ کے بارے میں مذہب حنفیہ کا اختیار کیا اس وجہ سے کہ مذہب شافعی اس معاملہ میں سخت ہے۔ ملا علی قاری حنفیؒ نے بعض مسائل فروع میں جمہور حنفیہ کے مذہب کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ طبقات ابن رجب حنبلی میں تراجم علماء کے ذیل میں اُنکے مختارات متفردہ لکھے ہیں جو انکے مذہب مشہور کے برخلاف ہیں حجۃ اللہ البالغہ میں اکثر جگہ مذہب شافعی کو راجح بتایا ہے معمولات مظہریہ میں جا بجا ظاہر حدیث کو اختیار کیا ہے۔ عدم رفع سبابہ میں مذہب مجدد الف ثانیؒ کو چھوڑ دیا ہے۔ ہندوستان کے احناف مطابق مذہب شوافع مجالس میلاد منعقد کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریق مجالس قدماء مذہب حنفیہ سے ثابت نہیں۔ اسی لیئے حضرت مجدد الف ثانی نے اُسکو اپنے مکتوبات میں بدعت قرار دیا ہے اور اس کا سخت رد کیا ہے وھذا الباب واسع جدا لا یاتی فی الحصر۔

علماء متقدمین اور اہل مذاہب میں اس طرح کا تعصب نہ تھا جس طرح کا تعصب اس تیرھویں صدی میں حادث ہوا ہے سب لوگ آپس میں موافق اور ایک دوسرے کے دوست اور طالب حق و متبع صدق تھے۔

مسائل فقہ اربعہ | کے نسبت وہ لکھتے ہیں "جتنے مسائل فقہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔ خواہ خود اُنکے اقوال ہوں، یا اُنکے تلامذہ اور اصحاب کے سب احکام قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو مذہب محدثین کے دائرہ سے خارج ہو جاتا۔ بلکہ جسقدر مسائل سنت صحیحہ کے ہیں، وہ ان چاروں مذہب کے اندر منتشر اور موجود ہیں ؎

چہ خوش گفت دانا کہ دانش بسے است　　ولیکن پراگندہ با ہر کسے است

ائمہ اربعہ کے اصول مذاہب میں بھی کچھ خلاف نہیں ہے صرف بارہ مسائل میں مابین ماترید و اشعریہ قدرے اختلاف ہے۔ لیکن وہ بھی مشابہ نزاع لفظی کے ہے باقی رہی فروع تو اُن میں بھی باوجود کثرت وسعت کے چار سو مسائل سے زیادہ اختلاف نہیں ہے۔ اور جب انکو میزان تشدید و تخفیف پر وزن کیا جاتا ہے، جسطرح کہ شعرانیؒ نے کیا ہے اور ان میں توفیق و تطبیق دیجاتی ہے جسطرح کہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے دی ہے تو بہت ہی قلیل مسائل ایسے باقی رہ جاتے ہیں جنمیں ترجیح و تضعیف کا مساغ ہوتا ہے"

مذہب حنفی خاص مذہب حنفی میں ہر مسئلہ مطابق مذہب اہلحدیث موجود ہے اگر قید مذہب حضرت امام اعظمؒ یا امام ابو یوسفؒ اور امام احمدؒ کی اٹھا دیجائے

ل؎ اتحاد المذہب صفحہ ۴۲

بلکہ انمین سے جسکا مذہب موافق ظاہر سنت ہو اُسی کو مفتی بہ قرار دیا جائے
اسی لیے شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ تمام مذاہب مین حدیث
سے زیادہ موافق مذہب حنفی ہے۔ لیکن اکثر لوگ عصبیت کی وجہ سے ایسا
نہین کرتے۔"

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نسبت وہ لکھتے ہین کہ امام اعظم کوفی رضی
عنہ کو ائمۂ اربعۂ اجتہاد مین شرفِ تقدم حاصل ہے، وہ اور امام دار الہجرت
مالک بن انس رح و امام شافعی رح و امام احمد رح یہ چارون اکابر قرون ہجرت
مشہود لہا بالخیر کے قرن ثالث مین موجود تھے عمران بن حصین رض سے مروی
ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے خیر امتی قرنی
ثم الذین یلونھم الحدیث متفق علیہ اس حدیث مین اگر
لفظ قرنی کو زمانۂ حیات نبوت سے مخصوص قرار دیا جائے جیسا کہ بعض علماء
اعلام کا مسلک ہے۔ تو دو قرن صحابہ اور تابعین کے باقی رہتے ہین اور
اُن لوگون کے نزدیک جو زمانۂ امام اعظم رح مین بعض صحابہ کا موجود ہونا تسلیم
کرتے ہین گو امام صاحب نے انکو نہ دیکھا ہو علی اختلاف خبرین فی تعریف التابعی
اِس صورت مین امام ہمام رح جماعت تابعین مین داخل ہین۔ اور اگر لفظ
قرنی سے صحابہ کا قرن مراد لیا جائے تو تبع تابعین بھی اس حدیث مین

۱؎ بلب المنفعۃ صفحہ ۶۵۔

شامل ہین۔ لیکن قول اول اظہر ہے۔ اس صورت مین حضرت امام اعظم
رضی اللہ عنہ تبع تابعین مین داخل ہین۔ یہ بجائے خود ایک عظیم الشان
فضیلت ہے اسلیئے کہ خیریت کا لفظ تینون زمانون پر حاوی ہے ان ائمۂ عظام
اور اصحاب خیر القرون کے حق مین جنکے فضائل و مناقب کتب صحیحہ مین مرقوم
ہین۔ حاشا وکلا۔ کبھی کوئی سوء ظن ہمارے دلمین خطور نہین کرتا و نعوذ باللہ
من جمیع ما کرہ اللہ اگر یہ اکابر ملت نہ ہوتے تو قرآن کریم کو کون ہم تک
پہونچاتا، اور اجتہاد کا باب کون ہمارے منہ پر مفتوح کرتا۔ اگر یہ حاملان علوم
نبوت و ناقلان روایات ملت مطعون اور مجروح قرار دیجائین اور انکی شان
مین سوء ظن روا رکھا جائے تو پھر وہ کون ہے جسپر سلف صالحین کا اطلاق
کیا جائے۔ یہ حسن عقیدت اور ارادت صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ
مخصوص نہین ہے۔ جو تمام مجتہدین مین علم و فضل و عمل کے لحاظ سے اول درجہ
رکھتے ہین۔ بلکہ تمام ائمۂ عظام۔ امام شافعی اور امام احمد اور انکے نظرا و جہابذۂ
حدیث و سنت تھے سبکے ساتھ ہے۔ اور حفظ مراتب و نگہداشت مناصب
مین سب کا حکم یکسان اور حکم واحد ہے قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا
حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ثابت جب صغر سنی
مین حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو
آپ نے اُنکے حق مین اور اُنکی ذریت کے حق مین دعائے برکت دی۔

حضرت امام فرماتے ہین کہ ہم اپنے حق مین قبولیت دعا کے امید وار ہین[1]
والاجاہ لکھتے ہین کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ عالم۔ عابد۔ زاہد۔ متورع۔ متقی۔ وہم التضرع
الی اللہ تعالیٰ اور کثیر الخشوع تھے امام شافعی فرماتے ہین کہ جو شخص فقہ مین
تبحر حاصل کرلے وہ عیال ابوحنیفہ مین داخل ہے۔ امام صاحب کے تقوی
وورع وغیرہ مین کوئی شک نہین ہے۔

قلت نحو اور ضعف حدیث کی نسبت امام ابوحنیفہؒ کی طرف

بعض علماء متقدمین نے قلت علم نحو اور ضعف حدیث کی نسبت حضرت
امام اعظمؒ کی طرف کی ہے اسکے متعلق وہ لکھتے ہین کہ ان عبارات سے انکا مقصد
اظہار طعن وجرح نہین ہے۔ بلکہ واقعہ کا اظہار ہے۔ اسلیئے کہ امام عالیمقام کے
فضائل اور مناقب مین مطاعن کی گنجایش نہین ہے اگر کوئی شخص ایسے اکابر
پر از راہ نفسانیت وتعصب جرح کرے تو یہ محاربہ خداوند تعالےٰ کے ساتھ ہے
دشمنی اولیا خدا کے ساتھ غضب الٰہی کا باعث ہوتی ہے۔ پھر لکھتے ہین کہ ہم اگر
حضرت امام ہمامؒ کو قلیل النحو اور قلیل الروایت فرض بھی کرلین تو اس سے
اُنکے علوم وفضائل مین کوئی خلل نہین واقع ہوسکتا۔ اسلیئے کہ صحابہ کرام افضل
امت ہین۔ اُنکے نسبت یہ بات اجماع امت سے ثابت ہے کہ ان مین ایسے
صحاب بھی موجود تھے جو حدیث کا علم قلیل رکھتے تھے پس اگر امام اعظم رحمۃ اللہ نے

[1] اتحاف النبلا صفحہ ۴۲۲ [2] جلب المنفعہ صفحہ ۶۳

بعض صحابہ کے مطابق روایت حدیث کم کی تو اس مین کون سی قباحت لازم آئی
نحو حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے ایجادات مین سے ہے اور
تمام صحابہ بوجہ حادث ہونے کے اسکی مزاولت نہین رکھتے تھے بلکہ وہ اس
علم کے نام ونشان تک سے آشنا نہ تھے جو شخص اس قسم کے امور کو امام مقبول
کے ازدرا پر محمول کرتا ہے وہ سخت نا معقول ہے اور خیر القرون کی قدر وعظمت
سے محروم ہے۔ یہ لکھنے کے بعد پھر آگے چل کر وہ لکھتے ہین کہ "جمیع احادیث
نبوت کے احاطہ کرنے کا ادعا افراد امت مین سے کسیکے امکان مین نہین ہے"

عنقا شکار کس نشود دام باز چین ۔ کہ آنجا ہمیشہ باد بدست است دام را

خلفاء راشدین اور اجلۂ صحابہ کے حال پر بہ نظر عبرت دیکھو، حالانکہ وہ
حالات وافعال رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسنت مطہرہ کے اعلم تھے
مگر ذرۂ احاطہ علم احادیث تک انکی بھی رسائی نہ تھی خصوصاً حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو بیشتر اوقات سفر وحضر مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور مسلمانون کے معاملات مین مشورہ اور انواع
واقسام کی گفتگو کیا کرتے تھے۔ یہ ہی حال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
کا تھا۔ آنحضرت اکثر فرمایا کرتے تھے۔ دخلت انا وابوبکر وعمر وخرجت انا
وابوبکر وعمر وذہبت انا وابوبکر وعمر وجئت انا وابوبکر وعمر یعنی فلان مقام پر داخل ہوا اور میرے
ساتھ ابوبکر اور عمر تھے اور فلان جگہ سے نکلا اور میرے ساتھ ابوبکر اور عمر تھے

اور فلان جگہ گیا اور میرے ساتھ ابوبکر اور عمر تھے اور فلان مقام سے آیا اور میرے ساتھ ابوبکر اور عمر تھے۔ باوجود اس معیت کے اکثر احادیث کا علم انکو نہ تھا ایک مرتبہ لوگون نے میراث جدہ کا مسئلہ دریافت کیا تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کتاب الہی مین اسکے متعلق ذکر نہین۔ اور نہ سنّت مین اسکو مین پاتا ہون خیر او لوگون سے پوچھون گا جب آپ نے لوگون سے اس کا استفسار کیا تو مغیرۃ بن شعبہ اور محمد بن سلمہ نے گواہی دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوایا عمران بن حصین کو بھی اس سنّت کا یقین تھا

رفع الاعلام اور اعلام الموقعین اور حجۃ اللہ البالغہ مین یہ مرقوم ہے اسی طرح شرح مسلم مین نووی نے اور ارشاد الساری مین قسطلانی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حدیث امرت ان اقاتل الناس الی آخرہ یاد نہین رہی تھی۔

صحیحین اور ترمذی اور اعلام اور ایقاف مین لکھا ہے کہ حدیث رجوع بعد استیذان سہ بار کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ تھا یہانتک کہ حضرت ابوموسی اشعری اور ابوسعید خدری اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم نے انکو اسکی خبر دی۔ اسی طرح سنن ابی داؤد و مسند دارمی اور ارشاد الساری اور حجۃ اللہ البالغہ اور دراسات اللبیب مین مذکور ہے۔ کہ حدیث دیت جنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہین تھی مغیرۃ بن شعبہ نے انکو مطلع کیا

بعض ابواب ربا پر بھی اُن کو اطلاع نہ تھی چنانچہ وہ یہ تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب مین گفتگو ہوئی ہوتی

اعلام و حجۃ مین ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا کہ زن متوفی عنہا کو جس مکان مین موت ہوئی ہے اسمین عدت پوری کرنی چاہیئے یہانتک کہ فریعہ بنت مالک اور ابی سعید خدری کی بہن نے اپنا قصہ جبکہ اُنکے شوہر وفات پا چکے تھے حضرت عثمان سے بیان کیا اور یہ روایت نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اُمْکُثِی فِی بَیْتِکِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَہٗ تم اپنے مکان مین ٹھہری رہو۔ یہانتک کہ زمانہ عدت گذر جائے تو حضرت عثمان نے اُن سے یہ روایت اخذ کی۔

اسی طرح وہ اقل مدت حمل سے بھی واقف نہ تھے حضرت ابن عباس رض نے انکو یہ آیت کریمہ وَحَمْلُہٗ وَفِصَالُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا دوسری آیت وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ یاد دلائی تب حضرت عثمان نے اسی طرف رجوع کیا۔

صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو باوجود کثرت دانش و علم و فضل جسکی نظیر موجود نہین، یہ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث ماترکناہ صدقۃ ۔ یاد نہ تھی اور ارشاد الساری مین لکھا ہے کہ انکو حدیث لا تعذبوا بعذاب اللہ ۔ محفوظ نہ تھی

صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت ابن عباسؓ حرمت حمار اہلی کی حدیث سے آگاہ نہ تھے، اور شرح صحیح مسلم مین ہے کہ عدم جواز نکاح متعہ کی حدیث بھی انکو معلوم نہ تھی۔ اسی طرح موطا۔ اور سنن ابن ماجہ مین مرقوم ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے حدیث مسح خفین مخفی رہی۔

اسی طرح حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حدیث شعار ہدی و رفع الیدین مواضع اربعہ نماز مین وجہر بہ آمین و قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ مخفی رہی اور امام مالک ابن انسؒ کو حدیث صیام شش گانہ شوال پر وقوف نہ تھا۔ وہ اسکو عمل اہل جفا اور رسم جاہلیت جانتے تھے اور کہا کرتے تھے لم یبلغنی ذلک عن احد من السلف اصل یہ ہے کہ جمع و تدوین کتب سنن کی انقراض متبوعین کے بعد ہوئی ہے۔

تقلید و تحقیق اگرچہ والا جاہ مرحوم درجۂ تحقیق کو پہونچکر تقلید کی تمام بندشون سے آزاد ہو گئے تھے تاہم انکو اس مین بھی تقلید کی جھلک نظر آتی تھی اور خود تحقیق مین بھی انکو اس کا پرتو دکھائی دیتا تھا چنانچہ خود خطیرۃ القدس کے صفحہ ۱۵ مین لکھتے ہین۔

تحقیقے نیست کہ از شائبۂ تقلید خالی باشد | کوئی تحقیق شائبۂ تقلید سے خالی نہین ہے

و تقلیدے نیست کہ رنگے از تحقیق ہمراہ خود نداشتہ باشد چہ تحقیق امر یست تقلیدی	اور کوئی تقلید ایسی نہین جسمین کچھ نہ کچھ رنگ تحقیق کا نہو کیونکہ محققین

کہ محققان خلف بہ تقلید محققان سلف ہمان طریق را می پیمانید، و بہ تقلید آنہا خویش ہم ارادۂ تحقیق میدارند، و تقلید امر یست تحقیقی کہ مقلدان پس رو بہ تحقیق محققان پیش رو ہمان جادہ می سپرند، و ایشان خویشتن ہم موقن بہ تقلید می گردند، پس محقق کسے را دانند کہ تحقیقش علت تقلیدش بود، و مقلد آنرا خوانند کہ تقلیدش باعث تحقیق او باشد، ورنہ اگر در نفس الامر بنگرند محقق ہم بیش از مقلد نیست و مقلد از برائے خود غیر از محقق نہ معہذا تحقیق در حقیقت آب حیات و لہاست و تقلید زہر ممات آب و گلہا۔	خلف اگلے محققون ہی کے تقلید مین اس راہ پر چلا کرتے ہین اور انھین کی تقلید پر خود بھی ارادہ تحقیق رکھتے ہین اسیطرح تقلید بھی ایک امر تحقیقی ہے۔ اسلیئے کہ مقلدان متاخرین محققان متقدمین کے جادۂ تحقیق کی راہ پیمائی کیا کرتے ہین اور تقلید پر ایقان رکھتے ہین پس محقق وہ ہے کہ جسکی تحقیق ہی اسکی تقلید کی علت ہو، اور مقلد وہ ہے کہ جسکی تقلید باعث تحقیق ہو اگر نفس الامر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو محقق بھی مقلد سے زیادہ نہین اور مقلد بھی تحقیق سے خالی نہین۔ باینہمہ تحقیق در حقیقت آب حیات ہے اور تقلید زہر ممات۔

وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

اسی کتاب کے صفحہ ۵ مین لکھتے ہین۔

محققان در انکشاف حقیقت ناچارند کہ بے قصد بر ایشان حقایق امور و احوال	حقیقت کے اظہار مین محققین مجبور ہین اسلئے کہ انپر بلا ارادہ حقایق امور و احوال

ودقایق دہور وافعال روشن می گردد
چنانچہ بینایان در دیدن ہر آن چیز کہ
پیش نظر ایشان آید، مجبور رند،
وخواہی نخواہی مے بینند
ومقلدان در ان احتجاب صور
بے اختیار ند۔ کہ بے تکلف پردہ کوری
بر روئے آنہا می افتد۔ چنانچہ
نابینایان در دیدن آن چیز کہ روبرو
ایشان آید معذور رند، وجا وبیجا
بقیاس وانداز می نشینند
هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ
لَا يَعْلَمُونَ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَ
الْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ
وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ۔

اور اسرار کائنات وافعال کا انکشاف
ہوا کرتا ہے جسطرح اہل بصارت کو کہ جو
انکے سامنے آئے اُسکے دیکھنے پر وہ مجبور ہیں
اور اُن کو دیکھنا ہی پڑتا ہے
اسیطرح مقلدین احتجاب صوری
کی وجہ سے معذور اور بے اختیار ہین
کیونکہ خود بخود انکے منھ پر بے بصارتی
کا پردہ پڑا رہتا ہے جسطرح فاقد البصر
اور کور چشم لوگ کسی ایسی شے کے نہ دیکھنے مین
جو انکے سامنے آئے معذور ولاچار رہین
اور اسی لیئے وہ جا وبیجا قیاس واندازہ کرکے بیٹھتے ہین
خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کیا ذی علم اور ان پڑھ
برابر ہین؟ نہ اندھا اور آنکھوں والا برابر ہے اور
نہ تاریکی و روشنی اور سایہ دھوپ برابر ہے۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہین کہ تقلید علم اصول فقہ کا ایک جزوی مسئلہ ہے
یہ مسئلہ اس قابل نہین کہ نوبت تضلیل وتکفیر تک پہنچائی جائے۔ اور اسقدر

لہ ابقاء المنن صفحہ ۶۳۔

قلاقل وزلازل برپا کیے ہین۔ ائمہ اربعہ مین سے یہ کسی امام سے ماثور ومروی
نہین کہ ہمارے اجتہاد کے مقابل مین تم قرآن وحدیث کو چھوڑ دو بلکہ ائمہ اربعہ
نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہین
اذا قلت قولا وكتاب الله يخالفه جب مین کوئی بات کہوں اور وہ مخالف
اترکوا قولی بکتاب اللہ فقیل اذا کتاب اللہ ہو تو اسکو چھوڑ دو کسی نے
کان خبر الرسول صلی اللہ علیہ کہا کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
والہ وسلم یخالفہ قال اترکوا کے حدیث کے خلاف ہو تو آپ نے
قولی بخبر الرسول فقیل اذا فرمایا کہ میرے قول کو ترک کردو پھر کسی نے
کان قول الصحابۃ یخالفہ قال کہا کہ اگر خلاف صحابہ ہو، تو آپ نے فرمایا
اترکوا قولی بقول الصحابۃ تب بھی میرا قول چھوڑ دو۔

اللہ اکبر حضرت امام صاحب کے انصاف کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ اپنے قول کو صحابی
کے قول پر بھی مقدم نہین رکھتے آنحضرت کی حدیث اور کتاب اللہ کا تو کیا
ذکر۔ پھر فرماتے ہین۔ لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا ما لم یعلم من این قلنا

یعنی کسی شخص کو جائز نہین ہے کہ وہ ہمارے قول پر فتوے دے جبتک وہ
ہمارے ماخذ دلیل کا علم نہ رکھتا ہو۔

لہ جلب المنفعۃ صفحہ ۶۷

ظاہر ہے کہ ماخذ دلیل سے مراد موافقت فروع وصول ہے یعنی کتاب وسنت کی مطابقت۔ اسی طرح امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں۔ کہ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّاْخُذَ بقولنا مالم یعلم من این اخذنا یعنی کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ ہمارے قول کو اختیار کرے جب تک یہ نہ جانے کہ ہمارا ماخذ کیا ہے۔

حضرت امام اعظم اتباع حدیث کو خاص اپنا مذہب قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اذا صح الحدیث فہو مذہبی جب کوئی حدیث صحیح طور پر ثابت ہو جائے تو وہ ہی میرا مذہب ہو۔

پھر بالتصریح فرماتے ہیں۔

لا یحل لاحد ان یاخذ بقولنا مالم یعرف ماخذہ من الکتاب والسنۃ او اجماع الامۃ او القیاس الجلی۔ کسی شخص کو جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول کو اختیار کرے جب تک کہ وہ ہمارے ماخذ کو نہ پہچان لے اور یہ نہ جان لے کہ اس مسئلہ کا کہاں تک کتاب وسُنّت و اجماع امت اور قیاس جلی سے تعلق ہو۔

امام صاحب نے اس قول میں چار چیزوں کا ذکر کیا ہے دو چیزیں یعنی کتاب وسُنّت اُن پر تو خود امت کا اجماع ہے۔ تیسری چیز اجماع امت ہے وہ خود انھیں کتاب وسُنّت پر مبنی ہے باقی رہا قیاس جلی وہ اس حالت میں

جائز ہے جبکہ کوئی دلیل کتاب وسنت کی موجود نہو اس سے کسیکو انکار نہیں ہو سکتا اور فرقہ ظاہریہ تک اس صورت میں قیاس جلی کا قائل ہے اور مطلقاً اس سے انکار نہیں کرتا۔

یہ ارشادات امام عالیمقام انکے کرامات برکت آیات میں سے ہیں رضی اللہ عنہ وعنا وجزاہ خیراً عنا ومن جمیع المسلمین ساتھ ہی اسکے دیگر ائمہ کرام کے ارشادات بھی سن لینا چاہیں کہ تقلید مصطلح اور مروّجہ کے نسبت انکا کیا خیال ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں۔

انما انا بشر اخطی واُصیب فانظروا فی رائی فکلما وافق الکتاب والسنۃ فخذوہ وکل مالم یوافق فاترکوہ۔	میں بھی ایک بشر ہوں خطا وصواب مجھ سے بھی صادر ہوتا ہے پس میری رائے پر نظر کیا کرو اگر وہ موافق کتاب وسنّت ہو تو اختیار کرو اور اگر مخالف کتاب وسنّت ہو تو ترک کرو۔

پھر فرماتے ہیں۔

لیس کل ماقال رجلٌ قولاً وان کان لہ فضل یتبع علیہ بقول اللہ تعالیٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ۔	آدمی کا ہر قول قابل قبول واتباع نہیں ہوا کرتا اگرچہ وہ کیسا ہی فاضل ہو خدا فرماتا ہے اے پیغمبر میرے ان بندوں کو بشارت دیدو جو لوگوں کے اقوال سنکر بہترین قول کو اختیار کرلیا کرتے ہیں۔

بعد ازآن فرماتے ہیں

الزم ما قال رسول الله صلى الله	رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کو
عليه وآله وسلم في حجة الوداع	گرہ میں باندھ رکھو کہ میں نے دو چیزیں چھوڑی
امران تركتهما فيكم لن تضلوا	ہیں جب تک تم انکو تھامے رہو گے کبھی
ما تمسكتم بهما كتاب الله و	گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ دوسری سنت
سنة نبيه صلى الله عليه وآله وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا آپنے فرمایا یروی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انہ قال کذا وکذا۔

آنحضرت ص سے مروی ہے کہ آپ نے یہ فرمایا اور یہ فرمایا۔

سائل نے کہا کہ کیا آپ بھی یہی فرماتے ہیں حضرت امام شافعی یہ سنکر لرز گئے اور آپ کا رنگ دہشت سے زرد پڑ گیا اور فرمایا۔

وَيحَكَ اَیُّ اَرضٍ تُقِلُّنِی وَاَیُّ افسوس ہے تجھ پر کونسی زمین ہے جو مجکو جگہ دیگی اور
سَمَاءٍ تُظِلُّنِی اذا رویت عن کونسا آسمان ہے جو مجھپر سایہ کریگا؟ جبکہ میں کوئی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کروں
وسلم وسلم اقل بہ نعم علی الراس اور یہ نہ کہوں کہ آپ کا ارشاد میرے سر
والعین نعم علی الراس والعین آنکھوں پر آپکا ارشاد میرے سر آنکھوں پر۔

پھر فرماتے ہیں

اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنة	جب تم میری کتاب میں کوئی بات خلاف
رسول الله صلى الله عليه وآله	سنت پاؤ تو سنت پر عمل کرو۔ اور
وسلم فقولوا بالسنة ودعوا ما قلت	میرے قول کو چھوڑ دو۔

اقوال صحابہ کے نسبت آپ فرماتے ہیں۔

اقاویل اصحاب رسول الله صلى الله	اقوال صحابہ میں جب اختلاف ہو تو ہم
عليه وآله وسلم اذا تفرقوا فيها	اس قول کو اختیار کرتے ہیں جو موافق
نصير منها الى ما وافق الكتاب والسنة	کتاب وسنت ہو۔

اسیطرح حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لا يصار الى شيء غير الكتاب	کتاب وسنت دونوں موجود ہیں جو شے
والسنة وهما موجودان وانما	اسکے خلاف ہو وہ لاشے محض ہے علم ہمیشہ
يوخذ العلم من الاعلى	جہت اعلیٰ سے اخذ کیا جاتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

انه اعلم بالحديث والرجال مني	تم علم حدیث اور فن رجال سے زیادہ واقف ہو
فاذا كان الحديث الصحيح عند	اگر تمھارے پاس کوئی صحیح حدیث ہو تو مجھ سے
كم فاعلموني به اي شيء يكون	بیان کرو خواہ کسی کوفی سے پہنچی ہو یا بصری
كوفيا او بصريا او شاميا حتى اذهب اليه	یا شامی سے تاکہ میں اس پر عمل کروں۔

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے زیادہ اقوال نقل کرنا فضول ہے۔ اسلیئے کہ اُنھون نے بجز دلائل کتاب وسُنّت نہ کوئی کتاب فقہ مصطلح معروف مین لکھی، نہ مدون کی۔ یہ تمام اقوال جن کتابون سے نقل کیئے گئے ہین اُنکے اسما اور مقامات کی تصریح والاجاہ نے اپنی کتاب دین الخالص مین کی ہے۔ شیخ محمد سندی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہین لو تتبع الانسان النقول لوجد کثیرا ابلاذکر قال ودلائل العمل بالخبیر اکثر من ان تذکر۔

اِن تمام ارشادات ائمہ عظام سے یہ ثابت ہے کہ مقلد صحیح وصادق وہی شخص ہے جو اُنکے اِن مقدس ارشادات سراسر حق پر عمل کرتا ہے۔ نہ وہ مسلمان جو برخلاف اُنکے احکام ونواہی کے چلتا ہے، ایسا شخص اُنکا مخالف ہوا نہ مقلد متبع۔

جمع بین المذاہب

والاجاہ لکھتے ہین کہ مین امور دین مین جو مذہب اصح واقوی اور احوط ہو اُسکو اختیار کرنا پسند کرتا ہون اور اقوال اہل علم کے مقابل مین دلیل کتاب وسنت کو ترک کرنا پسند نہین کرتا بلکہ جمع بین المذاہب کو بہتر جانتا ہون۔

وکل ذلک طلبا لتکون عبادتی صحیحۃ تاکہ میری عبادت جمیع مذاہب کے طریق پر علی جمیع المذاھب او اکثرھا وجملۃ صحیح ہو یا اکثر کے اعتبار سے اور مقتضائے

سلہ ابقاء المنن صفحہ ۲۹۔

الاحتیاط اجتناب المکروہ کأنہ حرام ولا اعتناء بالسنن کأنھا واجبۃ

احتیاط یہ ہو کہ مکروہ شرعی کو مثل حرام سمجھکر اس سے اجتناب کیا جائے اور سُنتون کی طرف اعتنا مثل واجب کے تصور کیا جائے

آدمی کو چاہیے کہ شبہات سے بچے یہ شبہات تفریعات فقہیہ مین کثرت سے پیش آتے ہین یہ ہی سبب ہے کہ فقہا اور انکے فتادے مین کثرت سے اختلاف پایا جاتا ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا مین ہر مذہب کی دلیل کو علماء جامعین کے قاعدے پر میزان تحقیق مین وزن کرتا ہون جس مسئلہ کو دلیلاً راجح پاتا ہون اسکو قبول کرتا ہون جو شخص مذہب وطریق واحد پر جمود کرتا ہے وہ فیوض وبرکات دین سے محروم رہ جاتا ہے مین کسی مذہب کا ترک یا تردید از راہ تعصب نہین کرتا نہ کسی مذہب کو ہوائے نفس کے لیئے اخذ کرتا ہون۔ مثلاً پانی کے مسئلہ مین امام مالکؒ کا مذہب قوی تر ہے اور مسئلہ صیغ تشہد مین حضرت امام ابو حنیفہ رضؓ کا مذہب صحیح تر ہے اور مسئلہ صفات مین حضرت امام احمدؒ کا مذہب زیادہ قوی ہے مین ان ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم مین سے ہر ایک امام مجتہد کا محب وخادم ہون۔

مجرد رائے سے احتراز

وہ لکھتے ہین کہ دین مین رائے مجرد سے

سلہ ابقاء المنن صفحہ ۳۱ و ۳۲۔

احتراز کرتا ہون اگر کسی مسئلہ مین مجکو تصریح شارع نہین ملتی تو مین اسپر عمل کرنے سے متوقف ہو جاتا ہون۔ اقدام نہین کرتا مگر اس حالت مین کہ کوئی نص یا اجماع اور قیاس جلی مجکو اسپر ملجائے الرائے فی الدین تحریف وفی القضاء مکرمۃ بلکہ جو شخص عالم اور عابر کتاب وسنت کا ہوتا ہے وہ اجماع وقیاس جلی کا بھی محتاج نہین ہوتا وہ خود کلیات وعمومیات اوس سے مسئلہ کا حکم استنباط کرلیتا ہے اسپر اجتہاد غیر لازم نہین آتا۔

رد و قدح و طعن و تشنیع و مناظرہ و مکابرہ

والاجام لکھتے ہین کہ[2] از آفات آخر این زمان ست کہ سخن مثلاً در رد تقلید سبب رد و طعن تا ائمہ می رسد و ذلک ہو الضلال المبین۔ یعنی اس زمانہ کے آفات مین سے ایک یہ آفت بھی ہے کہ تقلید کے رد و قدح مین حضرات ائمہ عظام تک طعن و تشنیع کا دروازہ کھولدیا جاتا ہے۔ اور یہ ایک بدبختی اور صریح گمراہی ہے۔

چند بدنام لوگ سلف صالحین کے رسوا کرنے مین اپنے منھ کو اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کرتے ہین۔ ونعوذ باللہ من الخذلان۔ اگر کوئی متبع کسی امام یا عالم پر بالتعیین طعن وقدح کرتا ہے تو وہ مغتاب ہے اور غیبت

۱ جلب المنفعہ صفحہ ۶۵، ۲ ابقاء المنن صفحہ ۶۵،

زنا سے بھی بدتر ہے جب احاد امت کی غیبت کرنا حرام ہے تو پھر جو ائمہ و علماء آخرت ہین جو شخص انکی غیبت کرتا ہے تو اسکا لعن وطعن اسی مغتاب پر عود کرتا ہے۔ یہ مذہب رفض کا شیوہ ہے نہ مذہب اہل سنت کا۔

مسلمان طالب آخرت کو اسقدر کافی ہے کہ وہ علم حق حاصل کرکے بقدر استطاعت خود عمل کرے اور مناظرہ اور مکابرہ سے بچے اور بحث ومجادلہ سے دور رہے ؎

دانی کہ چنگ و عود چہ تقریر می کنند — پنہان خورید بادہ کہ تکفیر می کنند

ابتدائے طالب علمی سے ابتک میری عمر پچپن برس کو پہونچی مگر مین نے کبھی کسی طالب علم یا عالم یا درویش سے مناظرہ مباحثہ مجادلہ اور مکابرہ نہین کیا نہ کوئی کتاب یا رسالہ کسی شخص معین کے رد وقدح مین لکھا حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل ثم قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہذہ الآیۃ ما ضربوہ لک الا جدلا بل ہم قوم خصمون۔	کوئی قوم ہدایت پانے کے بعد گمراہ نہین ہوئی جبتک ان مین مجادلہ شروع نہین ہوا پھر آنحضرت نے یہ آیت شریف پڑھی۔

بہرحال[1] جو شخص علم محض خدا اور آخرت کے لیئے حاصل کرتا ہے وہ ہرگز

۱ المنن صفحہ ۲۷۔

اس قسم کے خرفشار مین نہین پڑتا یہ گاؤ زوری اور انتفاخ عروق گردن ا
بالاخوانی انھین لوگون کا کام ہے جو لذت علم اور طلب آخرت سے محروم ہین
حدیث مین اس فعل کو نفاق کا ایک شعبہ فرمایا ہے۔

تکفیر اہل القبلہ وہ لکھتے ہین کہ تکفیر اس زمانہ مین اسقدر ارزان ہے
کہ ایک خفیف اور بے حقیقت جزئی اور فرعی فقہی
مسئلہ پر ایک شخص دوسرے کو کافر کہتا ہے۔ حالانکہ وہ مسئلہ نہ عقائد سے
تعلق رکھتا ہے۔ نہ وہ ضروریات دین مین داخل ہے یہ لوگ اس سے بالکل
خالی ہین کہ تکفیر مکفر کی خود مکفر پر عود کرتی ہے۔ اور کوئی غیر لاعب شخص تاویل
کرنے سے کافر نہین ہوتا جبتک کہ اس سے کفر بواح صادر نہو۔ ایسی جرأت
وہی لوگ کیا کرتے ہین جو عوام ہو کر عالم بن بیٹھے ہین یا حرف شناس ہو کر
فاضل ہو گئے ہین۔ نہ اُن مین ادب ہے نہ تمیز البتہ اصول دین کا اختلاف
مفضی الی الکفر ہو جاتا ہے۔

پھر لکھتے ہین کہ ہر شے کی جودت و رزالت بذاتہ ہوا کرتی ہے نہ قدیم وجدید
ہونے کے لحاظ سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ امتی لا دری
اولھا خیر ام آخرھا کچھ بعید نہین کہ خدا نے بعض متاخرین
کے لیے وہ چیز اٹھا رکھی ہو جو متقدمین کو نہین ملی۔ کم ترک الاول للآخر۔

ہنوز آن ابر رحمت درفشان ست ۔ خم و خمخانہ با مہر و نشان ست

مقلدین مذاہب کے نسبت والاجاہ کا عقیدہ

والاجاہ لکھتے ہین کہ مین نے[1] آجتک
کسی مقلد مذہب کو بُرا نہین کہا اگرچہ
ترک تقلید پر بہت کچھ لکھا ہے کسی مقلد
صادق صحیح الارادہ عامل صالح متقی کو بُرا نہین جانتا اور عوام متبعین سنت
جو علم و عمل سے محض بے بہرہ ہین اُنکو بھی اچھا نہین سمجھتا۔ اب نہ فقہا باقی رہے
اور نہ عامل با حدیث یہی تلاعب باقی رہگیا ہے ؎

لطف حق با تو مواسا ہا کند ۔ چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

میرا[2] اگر بس چلتا تو مین یہ نیت رکھتا ہون کہ نہ کسی کتاب کو جو مخالف کتاب اللہ
ہوتی روئے زمین پر باقی رکھتا۔ نہ کسی بدعت کو جو مصادم سنت ہوتی باقی
چھوڑتا اور نہ کسی فسق کو جہاراً و لیلاً و نہاراً عمل مین آنے دیتا اور اگر ایسا
وقوع مین آتا تو حدود شرع سے اسکا تدارک کرتا اگرچہ مجکو اپنا فسق و عصیان
ثابت و متحقق ہے لیکن بنیاد اس خیال کی نیت پر ہے اور نیت پر اجر ملتا ہے
اگرچہ وقوع عمل کا کسی مانع خاص کی وجہ سے نہو سکے مجکو اپنے سیئات
کا اعتراف ہے مین کسی اپنے فعل بد کی تاویل نہین کرتا اور نہ کسی عمل صالح پر
اعتماد رکھتا ہون۔

---

[1] القاء المنن صفحہ ۹۵ [2] القاء المنن صفحہ ۵۳

توحید باری تعالےٰ

توحید جو روح العقائد و راس الطاعات ہے اس کی تفصیل واشاعت وتبلیغ میں والا جاہ اہتمام بلیغ رکھتے تھے اور اُنکی زندگی کا کثیر حصہ اسی توحید کی اشاعت میں گزرا اسلیئے ہم اُنکے مولفات واقوال سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

توحید کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

توحید یگانہ گردانیدن دل ہست یعنی تخلیص وتجرید او از تعلق ماسوائے حق ہم از روے طلب وارادت وہم از جہت علم ومعرفت یعنی طلب وارادات او از ہمہ مطلوبات ومرادات منقطع گردد وہمہ معقولات ومنقولات از نظر بصیرتش مرتفع شود از ہمہ روئے توجہ بگرداند وبغیر حق سبحانہ تعالیٰ آگاہی وشعورش نماند۔

توحید نام ہے تمام ماسوائے حق سے دل کو خالی کرکے خدا کے ساتھ خلوص پیدا کرنے کا جب ایسا ہوتا ہے تو تمام مطلوبات اور مرادات سے دل پھر جاتا ہے اور تمام معقولات ومنقولات کا پردہ چشم بصیرت سے اٹھ جاتا ہے اور بجز حق سبحانہ تعالےٰ کے کوئی شعور باقی نہیں رہتا۔

دین الخالص میں لکھتے ہیں۔

التوحید الذی ھو حقیقة اثبات صفات الکمال للہ تعالیٰ وتنزیہ عن اضدادھا۔

ذات باری میں صفات کمال کی حقیقت ثابت کرنا اور اُن صفات کے اضداد سے اُنکی ذات کو منزہ سمجھنا یہی توحید ہے۔

اس تعریف کے بعد توحید فلاسفہ۔ توحید جہمیہ۔ توحید جبریہ۔ توحید اتحادیہ وتوحید انبیا علیہم الصلوٰة والسلام کی تفصیل نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کی ہے اور ایک نہایت لطیف تقریر سے توحید فلاسفہ کو خلاف عقل وفطرت وشرع ظاہر کیا ہے جو شخص ان دلائل کو بالاستیعاب دیکھنا چاہے۔ وہ کتاب دین الخالص کا مطالعہ کرے اسکے بعد عام فہم طریقہ پر توحید کو چند درجات پر تقسیم کیا ہے اور یہ بتایا ہو کہ توحید الوہیت یعنی خدا کو علة العلل اور فاعل حقیقی ماننے میں موحدین خالص کے ساتھ تمام مشرکین بھی ہمیشہ شریک رہے ہیں لیکن وہ توحید جسکے لیئے بعثت انبیا کی ضرورت واقع ہوئی وہ توحید عبادت ہے۔

چنانچہ وہ دین الخالص کے صفحہ ۳۱ میں لکھتے ہیں۔

وھذا لا ینکرہ المشرکون ولا یجعلون للہ فیہ شریکا بل ھم مقرون بہ قال تعالیٰ ولئن سألتھم من خلقھم لیقولن اللہ ۔

توحید الوہیت سے تو مشرک بھی منکر نہیں وہ بھی الوہیت میں خدا کے ساتھ کسیکو شریک نہیں کرتے اور اسکا اقرار کرتے ہیں خدا فرماتا ہے اے پیغمبر

وتوحيد العبادة ومعناه افراد الله
وحده بجميع انواع العبادات
فهذا هو الذى جعلوا لله فيه
الشركاء ولفظ شريك يشعر بالاقرار
بالله تعالى فالرسل عليهم السلام
بعثوا لتقرير الاول ودعاء المشركين
الى الثانى مثل قولهم فى خطاب المشركين
افى الله شك هل من خالق
غير الله ونهيهم عن شرك العبادة
ولذا قال تعالى ولقد بعثنا فى كل
امة رسولا ان اعبدوا الله ان
التوحيد قسمان الاول ان
تقول بلسانك لا اله الا الله
ويسمى هذا القول توحيدا وهذا
التوحيد يصدر ايضا من المنافق
الذى يخالف سره جهره والثانى
ان لا يكون فى القلب مخالفة و لا

اگر تو انسے پوچھے کہ کسنے تمکو پیدا کیا ہو تو
وہ یہی جواب دینگے کہ خدانے اور
عبادت کے یہ معنی ہین کہ تمام طرق انواع عبادات
خالص ذات باری کے لیے مخصوص ہون اور انمین
کسیکو شریک و سہیم نہ ٹھہرایا جائے یہی وہ خالص
توحید ہے جسمین مشرکین اپنے بزرگوں اور دیوتاؤں
کو شریک خدائی کیا کرتے ہین۔
شرکت کا لفظ خود انکی اقرار توحید الوہیت کو
ثابت کرتا ہے لیکن توحید عبادت سے وہ منحرف
ہین اسلیئے خداے سبحانہ نے انبیا کو مبعوث
کیا کہ وہ مشرکین کو توحید الوہیت کے
ساتھ توحید عبادت کی تعلیم دین چنانچہ
خدا فرماتا ہے ہمنے ہر قوم مین پیغمبر بھیجے
تاکہ وہ خالص خداے وحدہ کی عبادت
بجا لائین۔ توحید کے دو جزو ہین ایک تو
توحید الوہیت یعنی زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا۔ یہ
توحید تو ایک ایسے منافق مین بھی پائی جاتی ہے

انكار المفهوم وهذا القول بل
يشتمل القلب على اعتقاد
ذلك والتصديق به وهذا هو
توحيد عامة الناس ولباب التوحيد
ان يرى الامور كلها لله تعالى و
منه سبحانه ثم تقطع الالتفات
من الوسائط وان يعبده يفرده
بها ولا يعبد غيره ويخرج عن
هذا التوحيد اتباع الهوى و
كل من اتبع هواه فقد اتخذ
هواه معبوده قال تعالى
افرايت من اتخذ الهه هواه وهذا
التوحيد مقام الصديقين۔

جسکا ظاہر و باطن یکسان نہین ہوتا۔ دوسری توحید
عبادت ہے جس سے مراد یہ ہے کہ حقیقی مفہوم توحید
ربانی کا ہو اس سے ذرہ برابر انکار اور مخالفت قلب
مین نہو یہانتک تو یہ عوام کی توحید ہے لیکن اخص الخواص کی
توحید یہ ہے کہ تمام خواہشات و سائط و اسباب سے
قطع نظر کر کے خالص خدا کی عبادت کیجائے
اور کسی غیر کا وہم تک بھی دل مین نہ لایا جائے۔
جو شخص اپنے خواہشات کا اتباع کرتا ہے
اسکا معبود اسکی ہوائے نفس ہوتی ہے جیسا کہ خدا
نے قرآن کریم مین فرمایا ہے اے پیغمبر تمنے
اس شخص کے حال پر نظر کی جسنے اپنی
خواہش نفس کو اپنا خدا بنا رکھا ہے یہ توحید
عبادت مقام صدیقین ہے۔

عبادت سے مراد توحید ہے

اللواء المقصود مین وہ لکھتے ہین کہ عبادت کے معنی ہی توحید کے ہین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن حکیم مین جس جگہ عبادت کا ذکر آیا ہے اسکے معنی توحید کے ہین مثلاً اس آیت کریمہ مین۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ - اى لِيُوَحِّدُوْن

ہمنے تمام جنّ و انس کو عبادت کے لیئے یعنی توحید اختیار کرنے کے لیئے پیدا کیا ہے دُعا بجائے خود عبادت ہے بلکہ بہتر اور مغز عبادت ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الدعاء ہو العبادۃ۔ دعا ہی عبادت ہے۔ یہ ترکیب دلیل ہے یعنی خبر مبتدا مین منحصر ہے بسبب فصل کے اسمین ایک طرح کی فضلیت کا امتیاز اور مبالغہ اور اہتمام ہے۔ دعا کی شان مین جب عبادت کے معنی توحید دعا کے ٹھہرے تو غیر اللہ کی دعا بھی شرک ٹھہری۔

توحید حقیقی اور توحید عددی

خطیرۃ القدس کے صفحہ ۱۸ مین وہ لکھتے ہین کہ توحید کی دو قسمین ہین توحید حقیقی اور توحید عددی انکی تفصیل یہ ہے۔

قال اللہ تعالی ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا

خدا فرماتا ہی جو لوگ خدا کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہین اور اسپر مستقیم رہتے ہین انپر نزول ملائکہ ہوتا ہی تا کہ وہ بخوف رہین اور غمگین نہون۔

ربنا اللہ عبارت از توحید اقرار است اللہ را یکتا گوئی ثم استقاموا اشارت بہ توحید معرفت ست کہ

ربنا اللہ کے لفظ سے توحید اقرار مراد ہے یعنے خدا کی وحدانیت کا زبان سے اقرار کرنا اور استقاموا کے لفظ سے توحید معرفت کی

و را یکتا شناسی یعنی از ہمہ جہت بوحدت او بینا گردی با آنکہ در عالم وحدت خود جہت نیست حق سبحانہ واحد حقیقی است نہ واحد عددی چہ ثانی در خورد تجزی و تبعض ست و اول ازینہا منزہ و مبرا است و واحد عددی را نسبت است با جملہ اعداد چنانکہ نصف الاثنین و ثلث الثلث و ربع الربع الی مالا نہایت لہ و واحد عددی در ہمہ اعداد ساریست بخلاف واحد حقیقی کہ ازین نسبتہا منزہ و مقدس است و او در ازمنہ و امکنہ فرود نیاید و در جہات و سمات نگنجد۔

جانب اشارہ ہی یعنی خدا کو تمام جہات سے بالا جاننا اور اسکی وحدت پر چشم بصیرت سے نظر ڈالکر یقین کرنا ظاہر ہی کہ عالم وحدت مین بجائے خود کوئی جہت نہین ہے پس حق سبحانہ تعالے واحد حقیقی ہی نہ واحد عددی اسلیئے کہ واحد عددی کے ٹکڑے اور اجزا ہو سکتے ہین اور واحد حقیقی اس سے پاک اور منزہ ہی واحد عددی کو تمام اعداد کے ساتھ ایک نسبت خاص ہے جسطرح نصف الاثنین یعنی دو کا نصف اور ثلث کا ثلث اور ربع کا ربع غرض واحد عددی تمام اعداد مین موجود ہی بخلاف احد حقیقی کے کہ وہ ان تمام نسبتون سے پاک و مقدس ہی نہ اسکو زمانون اور مکانون سے کوئی تعلق خاص ہی نہ وہ جہات و سمات مین سما سکتا ہی

توحید وجودی و توحید شہودی

مصطلحات صوفیہ کے یہ دو مُسلّمہ مسئلے ہین۔ والاجاہ مرحوم ان ہر دو مسائل کا اپنی کتاب دین الخالص اور کتاب **خطیر القدس** مین ذکر کرکے اس کا فیصلہ اس طرح کرتے ہین۔

وجودیان گویند کہ در حق تعالیٰ و عالم
عینیت حقیقی است و غیریت مجازی
چون دریا و حباب کہ در ظاہر حباب از
دریا جدا است و در حقیقت یکے
و شہودیان می گویند کہ در حق تعالیٰ
و عالم غیریت حقیقی است و عینیت
مجازی چون آتش و آہن
کہ ہرگاہ آہن برنگ آتش
رنگین گردد آتش می نماید حالانکہ
آتش جدا است و آہن جدا۔
مخدوم میلاپوری برآن رفتہ کہ در حق
تعالیٰ و عالم ہم عینیت حقیقی است و ہم
غیریت حقیقی و این حالت قول ثالث است

قائلین وحدت وجود کہتے ہین کہ ذات باری
تعالیٰ اور عالم مین عینیت حقیقی ہی اور غیریت
مجازی جسطرح دریا اور حباب ہین کہ بظاہر
حباب دریا سے جدا ہی اور حقیقت مین ایک ہے
اور قائلین وحدت شہود کہتے ہین کہ ذات باریتعالیٰ
اور عالم مین غیریت حقیقی ہے اور عینیت مجازی
جسطرح آگ اور لوہے ہین۔ لوہا جب
گرم ہوجاتا ہے تو وہ ہمرنگ آتش ہوجاتا ہے
اور مثل آتش نظر آتا ہے۔ حالانکہ آگ
اور چیز ہے اور لوہا اور چیز ہے۔
مخدوم میلاپوری فرماتے ہین کہ خدا
اور عالم مین عینیت حقیقی بھی ہی اور غیریت
حقیقی بھی اور یہ تیسرا قول ہے۔
خدا فرماتا ہی کیا ان لوگون نے قرآن
حکیم مین تدبر نہین کیا اگر واقعی جو
کہتے ہین وہ خدا کے طرف سے ہوتا تو
اسمین اسقدر کثیر اختلاف کیون ہوتا۔

پھر لکھتے ہین۔
قال الشیخ المحدث الدہلویؒ
ان لکل زمان قرنا
ولکل قرن علماً
اصابھم فی تقاسیم رحمۃ اللہ
عزوجل وان تاملتم حال اوائل
ھذہ الامۃ المرحومۃ حین
لم تدون علوم الشرع ولا فنون الادب
ولا وقع کثیر بحث وانہ لم یزل
الہام الحق بسرّ فی صدورھم
علماً بعد علم علی حسب حکمتہ
فی کل دور لم یخف
علیکم ھذا المعنی
وان نصیبنا فی ھذا الدور
من تقاسیم رحمۃ اللہ
ان یجتمع فی صدورنا
علوم علماء ھذہ الامۃ

حضرت شیخ احمد محدث دہلویؒ فرماتے
ہین کہ ہر ایک زمانہ کے لئے ایک قرن
ہوتا ہے اور ہر قرن کے مخصوص علما
ہوتے ہین جنکو رحمت الٰہی مین سے کچھ
حصے پہونچ جاتے ہین اگر تم اس امت
مرحومہ کے زمانۂ اوائل پر غور کرو جبکہ علوم
شریعت اور فنون ادب مدون نہین ہوئے
تھے اور نہ اسقدر کثرت سے بحثین ہوا کرتی
تھین صرف الہام حق سے اُنکے سینون
مین مطابق اقتضائے حکمت علوم کا القا
ہوا کرتا تھا اور ہر ایک دور کا یہی حال
تھا تو تمسے یہ امر مخفی نہین رہ سکتا۔ کہ
ہمارے اس زمانہ مین رحمت الٰہی کے
حصون مین سے ہمکو ایک ایسا حصہ ملا ہی
جس نے تمام علماء سلف کے علوم کو
ہمارے سینون مین جمع کر دیا ہے۔

معقولها ومنقولها ومکشوفها وينطبق بعضها على بعض ويضمحل الخلاف بينهما ويستقر كل قول في مقره فهذا الأصل منسحب على فنون العلم من الفقه والكلام والتصوف وغيرها بحمد الله وتوفيقه واعلموا ان معرفة الحق على ما قاله الخضر عليه السلام كبحر لجي لا يستدرك اوله ولا منتهى وان المتكلمين بها كالابرة مغموسة فيه لم ينقص من البحر شيئا او كالعصافير تشرب منها حاجتها ثم

خواہ وہ علوم معقول ہوں یا منقول یا انکشافات بعض علوم تو ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ اور جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں ان کا ضعف خود بخود ظاہر ہوتا ہے غرض ہر ایک قول کے لئے ایک حد اور مستقر ہے یہی اصول تمام فنونِ علم پر خواہ فقہ ہو یا کلام یا تصوف وغیرہ پر حاوی ہے معرفت حق کے متعلق حضرت خضر علیہ السلام کا قول ہے کہ معرفت الٰہی ایک دریائے ناپیدا کنار ہے اسکی ابتدا ہے نہ انتہا اور متکلمین معرفت الٰہی کے خوض میں ایسے ہیں جس طرح دریا میں کوزے ڈوبے ہوئے ان کوزوں سے دریا کے پانی میں کچھ کمی نہیں واقع ہوتی یا مثل پرندوں کے ہیں جو اپنی چونچ سے بقدر حاجت پانی پی لیا کرتے ہیں پس

تصدر فكل واحد لا يخبر الا عن كمال ولا يصف الا جمال دون جمال

وعلى تفنن واصفيه بوصفه
يفنى الزمان وفيه ما لم يوصف

ہر ایک متکلم اور محقق جو کچھ بیان کرتا ہے وہ کمالات ربانی میں سے کسی ایک کمال کو اور شیون جمال الٰہی میں سے کسی ایک خاص شان جمال کو ظاہر کرتا ہے

ہر ایک تعریف کرنیوالا ایک وصف اپنے مذاق کے موافق بیان کرتا ہے زمانہ یوں ہی ختم ہو جائیگا مگر تعریف نہیں ختم ہوگی۔

پھر لکھتے ہیں۔

وفي مثل هذه المواضع يتفرق المستمعون فرقا فمن عرف مسقط اشارة كل واحد و الموضع الذي اخبر عنه جعل كل قول وقيل في محله و صدق الجميع ومن هاله اختلاف العبارات وتنوع الاشارات ولم يقف على الخصوص

اس قسم کے موقعوں پر سامعین میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو شخص ان اختلافات کے اصل حقیقت و مقام سے واقف ہوتا ہے وہ ہر ایک شخص کے قول کے محل و موقع کو پہچانکر اسکو اسی حد پر قائم رکھتا ہے اور تمام اقوال کو صحیح جانتا ہے لیکن جو شخص مختلف تقریروں اور اشاروں کو سنتا ہے لیکن انکے محل و موقع سے واقف نہیں ہوتا ہے

منها الى حيز لا اختلاف هناك بقي في حيرة كمثل اناس عميان اكتنفوا الشجرة يلمسونها ويذوقونها فوجد بعضهم اوراقها وبعضهم اغصانها وبعضهم ازهارها وبعضهم اثمارها وبعضهم دوحتها ثم قعدوا يتحدثون فقال بعضهم الشجرة انما هي اجسام ملس وقال الآخر انما هي اعواد وقال بعضهم انما هي غاية اللين والنعومة وقال الآخر في غاية الخشونة والصلابة وقال الآخر في غاية الحلاوة وقال الآخر في غاية المرارة والعفونة

اس قسم کے اختلافات پیش نہیں آتے وہ ہو کر رہجاتا ہے جسطرح نابینا لوگ کسی درخت کے پاس آکر اسکو چھوتے ہیں اور اسکا ذائقہ چکھتے ہیں تو اُن میں سے کسی کا ہاتھ تو درخت کے تنہ پر پڑتا ہے اور کسیکا ہاتھ اسکے پتوں تک پہونچتا ہے اور کسی کے ہاتھ میں اسکی شاخیں آجاتی ہیں اور کسی کو اُسکے شگوفہ تک رسائی ہوتی ہے اور کوئی پھول یا اُنکے پھلوں تک پہونچ جاتا ہے پھر وہ آپس میں بیٹھکر باتیں کرنے لگتے ہیں کوئی ان میں سے کہتا ہے کہ یہ درخت جسم میں سے ہے دوسرا کہتا ہے کہ نہیں تیسرا کہتا ہے کہ یہ غایت درجہ تروتازہ و نرم ہے چوتھا کہتا ہے کہ یہ تو نہایت خشک اور سخت ہے اور پانچواں کہتا ہے کہ نہیں تو غایت درجہ کی حلاوت ہے چھٹا کہتا ہے کہ یہ تو نہایت کڑوہ اور بدبودار ہے۔

وقال الآخر انها لا طعم لها اصلا وقال بعضهم لها رائحة طيبة وقال الآخر لا رائحة لها فلما اختلفت آراؤهم وجعل بعضهم يكذب بعضا فجاء رجل آخر متميز منهم بالابصار وان كان دونهم في كثير من الاوصاف التي يمدح الناس بها بعضهم بعضا كحسن الصوت وقوة البطش وكمال السمع والذوق واللمس فقال كلامهم جميعا صحيح في الاصل خطاء باعتبار الحصر ثم انه ارجع كل قول الى مرجعه وبين لكل اشارة مسقطا يسقط عليه

ساتواں کہتا ہے کہ اسمیں تو کسی قسم کا ذائقہ ہی نہیں ہے۔ آٹھواں کہتا ہے کہ اسکی تو بہت پاکیزہ خوشبو ہے۔ نواں کہتا ہے کہ مجکو تو اسمیں کسی قسم کی بو کا شائبہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ غرض جتنے منھ اتنی باتیں سب ایک دوسرے کو جھٹلانا شروع کرتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک شخص آتا ہے اور وہ لوگ اُسکے سامنے ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کرتے ہیں اتنے میں ایک اور شخص آتا ہے جو صاحب بصارت اور بصیرت ہوتا ہے اور اسمیں بہت سے ایسے اوصاف ہیں جنکی لوگ مدح کیا کرتے ہیں مثلاً خوش آوازی طاقت و زور قوائے سامعہ ذائقہ اور لامسہ کا کامل ہونا۔ وہ انکی گفتگو سنکر کہتا ہے کہ تم سب کا بیان درحقیقت بالکل صحیح ہے البتہ تمہارا اپنی ہی تحقیق پر حصر کر لینا اور اسکو کامل سمجھ لینا سراسر غلط اور خطا ہے پھر وہ ہر ایک قول کا مرجع اور ہر ایک اشارہ کا جو مشار الیہ اور مرکز ہے وہ انکو سمجھا دیتا ہے۔

تمثیلی واقعہ بیان کرکے والا جاہ لکھتے ہین کہ میرے نزدیک مسئلۂ وحدت
وجود کا شرع شریف مین کہین صراحتًا ذکر نہین ہے حضرات صوفیہ رضی اللہ عنہم
نے اپنے کشف و شہود کی تائید کے لیے جن کا مدار اس مسئلہ پر ہے قرآن و حدیث
کچھ اشارات اخذ کیے ہین مثلاً یہ آیت اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ - یا یہ آیت
كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ - یا یہ حدیث لَوْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ
السابعة السفلى لهبط على الله - ارشاد قبل وجہہ اگر تم ایک رسی لٹکاؤ اور اسکو تحت الثریٰ
تک پہونچا دو تو وہ رسی خدا تک پہونچیگی - اور خدا اُسکے سامنے ہوگا ظاہر ہے کہ
یہ اشارات اس مسئلہ پر صراحتًا دلالت نہین کرتے اسی لیے علماء ظاہری نے
ان اشارات کو اُلٹ کر صوفیاے کرام کو الزام دیا ہے اور کہا ہے کہ آیت
اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ایک صریح دلیل غیریت پر ہے کیونکہ محاط
سے محیط ایک جداگانہ چیز ہے اسی طرح آیت کریمہ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
مین لفظ ہالک سے ہالک فی المستقبل مراد ہے نہ ہالک فی الحال علی ہذا یا بط یعنی رسی
خدا سے ایک جدا چیز ہے - غرض جب وحدت وجود کی بنا اسی پر ٹھہری کہ آگے
اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سب جگہ خدا ہی کی ذات ہے تو پھر قبل وجہ کہنے کی
تخصیص کی کیا ضرورت ہے یہ اشارات کسی طرح ثبوت مدعا مین پیش نہین ہو سکتے
بہرحال اس مسئلۂ وحدت وجود کا دارومدار حضرات صوفیہ کے کشف و شہود
پر ہے اور علماء اور صوفیہ نے اسکے متعلق بہت سی کتابین اور رسائل لکھے ہین

مثلاً طبقۂ قادریہ مین حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ - شیخ صدرالدین
قونویؒ - شیخ عبدالکریم جیلیؒ - شیخ عبدالرزاق جھجانویؒ - شیخ
محب اللہ پانی پتیؒ - اور طبقۂ کبرویہ مین شیخ جلال الدین رومیؒ - شیخ
شمس الدین تبریزیؒ - طبقۂ سہروردیہ مین شیخ فریدالدین عطارؒ طبقۂ چشتیہ
مین سید محمد گیسو درازؒ - سید جعفر بلگیؒ - طبقۂ نقشبندیہ مین خواجہ عبداللہ احرارؒ
ملا نورالدین جامیؒ - ملا عبدالغفور لاریؒ - خواجہ باقی باللہ کابلیؒ
شیخ عبدالرزاق کاشیؒ - شمس الدین فناریؒ - قیصریؒ - سعدالدین
فرغانیؒ وغیرہ اکابر گذرے ہین -

ہم لوگ چونکہ ان اختلافات کے بعد پیدا ہوئے ہین اس لیے ہمکو طرفین
مین سے کسی ایک کی طرف جزمًا میلان نہین ہو سکتا - مذہب وحدت وجود
اور مذہب وحدت شہود دونون پر اگر نظر ڈالی جائے تو جسطرح ایک جانب
بہت سے دلائل ہین اسی طرح دوسری طرف بھی بہت سی دلیلین ہین ہم پر
اعتقادًا لازم ہے کہ ہم کسی جانب بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دلمین نہ لائین
کیونکہ اسمین بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تضلیل و تکفیر لازم آتی ہے
وحدت وجود کے اثبات یا ابطال مین لب کشائی نہ کرنی چاہیے اگر خود
ذی فہم ہے تو اپنی فہم پر قناعت کرے اور اگر وہ نہین سمجھتا تو ان اقوال کو انکے
قائلین پر چھوڑ دے -

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ — ہم

نہین جانتے ہم وجود و شہود یہ باتین ہین دو اور خدا ایک ہر

پھر لکھتے ہین کہ مسئلہ وحدت وجود و شہود جس سے مراد ہستی حق اور ہستی خلق ہے اور یہی اعتقاد اس مسئلہ کا روح الروح ہے اگر مخلوقات کی ہستی کو زمانہ حال و استقبال مین پیش نظر رکھا جاے تو یہ امر شرع کے اصل مقصد کے منافی نہین ہے البتہ جو اختلافات اقوال و احوال اور اسکے شرح و بسط مین پیدا ہو گئے ہین۔ کچھ شک نہین کہ وہ شریعت سے کسی قدر بُعد رکھتے ہین اور ایک عالم کی گمراہی کا سبب بن گئے ہین اگر یہ خدشہ مانع نہ ہوتا تو مین اس مسئلہ وحدت وجود کو متکلمین کے ہفوات چھوڑ کر محدثین کے اقوال و اشارات اور دلائل عقلی و نقلی سے اس طرح ثابت کرتا کہ علماء ظاہری مین سے بھی کسیکو اس سے انکار نہ ہوتا اور وہ اسکے خلاف مین لب کشائی نہ کر سکتا مگر کیا کیا جاے مصیبت تو یہ ہے کہ جو ارباب رسوم ہین وہ الفاظ و معانی سے بیگانہ رہتے ہین اور جو ارباب علم ہین انکو نفس عبارات کی طرف توجہ رہتی ہو نہ معانی کیطرف ورنہ اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو اسمین کوئی مابہ النزاع بات نہین ہے ؎ الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل اس سے بڑھکر نادانی کیا ہو سکتی ہو کہ آدمی ہر مرتبہ اور ہر حال مین احکام وجود کا منکر ہو اور ہمہ اوست کے معانی نعوذ باللہ شریعت سے آزاد ہونا سمجھے۔

ذات وصفات باری تعالیٰ

ذات باری تعالیٰ

چونکہ توحید کا تعلق ذات وصفات باری تعالیٰ دونون سے ہے۔ اور جب تک ذات وصفات کا علم نہو اسوقت تک توحید کامل و مکمل نہین ہو سکتی اس لیئے والاجاہ نے ان دونون کی کسیقدر تفصیل اپنی کتابون مین لکھی ہے۔ ذات باری کی نسبت وہ خطیرة القدس مین لکھتے ہین۔

ذات من حیث ھی از ہمہ اسماء و صفات معرا است و از جمیع نسب و اعتبارات مبرا اتصاف او باین امور باعتبار توجہ وست بعالم ظہور از تجلی اول کہ خود بخود بر خود تجلی نمود نسبت علم و نور و وجود و شہود متحقق گشت و این نسبت مقتضی عالمیت و معلومیت شد و نور مستلزم ظاہریت و مظہریت و وجود و شہود مستتبع واجدیت و موجودیت

ذات باری اپنے ذات کے اعتبار سے تمام اسماء اور صفات سے معرا ہو اور تمام اعتبارون اور نسبتون سے مبرا ہو تمام صفتین اور نسبتین جو اسکی طرف منسوب کیجاتی ہین وہ محض اس توجہ کے سبب سے جو اسنے اس عالم ظہور کیطرف فرمائی اور اُس تجلی اول کے سبب سے جو خود اُسپر خود بخود اسکے ذات سے واقع ہوئی اور اسکے سبب سے علم و نور اور وجود و شہود کی نسبتین پیدا ہو گئین اور یہ نسبتین عالمیت اور معلومیت کی مقتضی ہوئین اور نور جو ظاہریت

وشاہدیت ومشہودیت وہمچنین
ظہور کہ لازم نور است مسبوق
است بہ بطون وبطون را
تقدم ذاتی واولیت است
نسبت باظہور۔ پس اسم
اول وآخر وظاہر وباطن
متعین شد وہمچنین در تجلی
ثانی وثالث الی ماشاء اللہ
نسب واضافات متضاعف
می شود کل یوم ہو فی شان
وہر چند تضاعف نسب و
اسماء او بیشتر ظہور او بلکہ خفائے
او بیشتر فسبحان من احتجب
بمظاہرہ وظہر باسبال ستور
خفائش باعتبار صرافت
واطلاق ذات اوست و ظہور
باعتبار مظاہر وتعینات او۔

اور ظہریت اور وجود وشہود کے لئے لازمی ہے وہ
واحدیت اور موجودیت اور شاہدیت ومشہودیت
کا باعث ہوا اسی طرح ظہور جو نور کے لئے لازم
اگرچہ وہ بطون پر سبقت رکھتا ہو لیکن نسبت ظہور
کے لحاظ سے اسپر بطون ہی کو تقدم ذاتی اور اولیت
کا شرف حاصل ہو انھیں اعتبارات سے ہوالاول
ہوالآخر ہوالظاہر ہوالباطن کے اسماء وجود مین
آئے یہی حال تجلی ثانی وثالث وغیرہ کا ہے
چنانچہ خدا فرماتا ہے کُلَّ یَوْمٍ ہُوَ فِی شَاْنٍ
غرض جسقدر نسبتین اور اسماء ذات باری کیطرف منسوب
کیے جاتے ہین اسی قدر بلکہ اس سے کہین زیادہ اسکا ظہور
نہین نہین بلکہ خفا زیادہ ہو پاک ہے وہ ذات جو اپنے
مظاہر کے پردون مین پوشیدہ ہے اور باوجود ان
حجابون کے ظاہر ہے۔ پوشیدگی اسکی صرافت اطلاق
ذات کے لحاظ سے ہے اور مظاہر وتعینات
کے اعتبار سے وہ ظاہر ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۴۰ مین لکھتے ہین کہ

صاحب لمعات گفتہ الحقیقۃ الکرۃ
یعنے ہر جا کہ انگشت نہی حاق وسط
او باشد پس بہر کہ یک
صفت کما ہی منکشف
گشت در ضمنش او را عرفان
جمیع صفات حاصل گردید۔

صاحب لمعات نے کہا ہے کہ اصل
حقیقت مثل کرہ کے ہے کہ تم جس
جگہ انگلی رکھو وہی اسکا وسط حاق
ہے پس جس شخص پر کہ ایک صفت بھی
کماحقہ منکشف ہو گئی اسی کے ضمن
مین اسکو جمیع صفات کی معرفت
حاصل ہو گئی۔

خطیرۃ القدس مین لکھتے ہین۔

صفات باری تعالیٰ

صفات غیر ذات اند من حیث
المفہوم والمعقول وعین ذات
اند من حیث التحقق والحصول
مثلاً عالم ذاتی است
باعتبار صفت علم وقادر
باعتبار صفت قدرت۔ و
مرید باعتبار صفت ارادت
وشک نیست کہ اینہا چنانکہ

صفات باری تعالیٰ عام مفہومات
اور عقول کے لحاظ سے تو غیر ذات ہین
لیکن اصل حقیقت کے اعتبار سے عین ذات
ہین مثلاً صفت علم کے لحاظ سے خدا
عالم ہے صفت قدرت کے لحاظ سے
قادر ہے صفت ارادت کے لحاظ سے
مرید ہے اسمین کچھ شک نہین کہ جسطرح
عام فہم کے مطابق بظاہر یہ صفتین

بحسب فہم بایکدیگر متغائر اند مرادات را نیز متغائر اند۔ اما بحسب تحقیق و ہستی عین ذات اند۔ بآن معنی کہ آنجا وجودات متعددہ نیست بلکہ وجود یست واحد و اسماء و صفات نسب و اعتبارات اوست اینچنین گفتہ اند اصحاب معرفت و جمعے لاعین ولا غیر گفتہ و سلف از ہمچو خوض در عافیت ماندہ و ھو الحق البحت والصواب الصرف وفیہ النجات فے الاولے والاخر۔

مختلف ہیں اسی طرح وہ اپنے مرادات کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے مختلف ہیں لیکن حقیقتاً اور ہستی کے لحاظ سے وہ عین ذات ہیں کیونکہ یہاں وجودات متعددہ نہیں ہیں صرف ایک ذات واحد اور ہستی مطلق ہے اور یہ اسماء اور صفات محض نسبتیں اور اعتبارات ہیں تمام ارباب معرفت اسپر متفق ہیں ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ صفات نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات سلف صالحین اس قسم کے خوض سے جدا اور عافیت میں رہے ہیں۔ اور یہی طریقہ حق محض اور راہ مستقیم ہے اور اسی میں انجام کار آفات سے نجات ہے۔

انتقاد الرجیح کے صفحہ ۶۶، ۶۷ میں لکھتے ہیں۔

سمیع بالاصوات لسمعہ القدیم الذی ھو نعت لہ بالازل بصیر

خدا سمیع ہے اپنے سمع قدیم کے لحاظ سے جو اسکی صفت ازلی ہے وہ بصیر ہے

بالاشکال بالبصارۃ القدیم الذی ھو صفۃ الازلیۃ فلا یحدث لہ سمع بحدوث مسموع ولا بصر بحدوث مبصر لا شبہ لہ ولا یشبہ شیئاً من الاشیاء من مخلوقاتہ لافی ذاتہ ولا فی صفاتہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ نقل علے القاری رح فی شرح الفقہ الاکبر عن شرح القونوے قال نعیم بن حماد الخزاعی شیخ البخاری من شبہ اللہ بشی من خلقہ فقد کفر و من انکر ما وصف اللہ بہ نفسہ فقد کفر۔

اپنے بصر قدیم کے اعتبار سے جو اسکی ازلی صفت ہے مسموع کے وجود کے ساتھ اسکی صفت سمع حادث نہیں ہوا کرتی نہ اسکی صفت بصر حدوث مبصر کے ساتھ پیدا ہوتی ہے نہ کوئی شے اسکے مشابہ ہے اور نہ وہ کسی شے کے مشابہ ہے اپنی مخلوقات میں ملا علی قاری رح نے شرح فقہ اکبر میں شرح قونوی سے نقل کیا ہے کہ نعیم بن حماد الخزاعی نے جو امام بخاری کے شیخ ہیں لکھا ہے کہ جس نے خدا کو مشابہت دی کسی چیز اور مخلوق سے اُسنے کفر کیا اور جس شخص نے ان صفات سے انکار کیا جنکو خدا نے اپنے نفس سے متعلق کیا ہے وہ بھی کفر کا مرتکب ہوا۔

شرک باللہ

شرک باللہ۔ اسلام مین شرک سے بڑھکر کوئی شے مخالف توحید اور دشمن ایمان نہین۔ خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْ اس لیئے والاجاہ نے اپنے مولفات مین توحید کی طرح جابجا اسکی تفصیل ت اور اسکے درجات ومنازل واقسام کے بیان مین کوئی دقیقہ فروگذشت نہین کیا اجمالاً انھون نے شرک کی دوقسمین بیان کی ہین شرک اصغر۔ اور شرک اکبر پھر در واعتبار کے لحاظ سے اُسکو حسب ذیل اقسام پر منقسم کیا ہے۔

اشراک فی الالوہیت۔ اشراک فی الربوبیت۔ اشراک فی العبادت۔ اشراک فی العادۃ۔ اشراک فی المشیت۔ اشراک فی العلم۔ اشراک فی التصرف اشراک فی التسمیہ۔ اشراک فی الافعال۔ شرک التعطیل۔ شرک التمثیل۔ شرک فی الارادات۔ والنیات۔ شرک فی المحبت یعنی عشق اشراک فی الکوکب والنجوم شرک فی الشفاعت۔ انھین اقسام کے ذیل مین استغاثہ۔ استعانت تشفع وتوسل بغیر اللہ یعنی غیر اللہ کو پکارنا موتی سے طلب حوائج کرنا۔ حلف بغیر اللہ کرنا۔ قبور کا مساجد بنانا۔ تعلیق تمائم۔ تولہ۔ عیافت۔ طرق وطیرہ پر عامل ہونا۔ ذبیحہ بنام غیر اللہ۔ حرث وانعام مین نذر ونیاز۔ کما قال تعالیٰ مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ غیر اللہ کی نذر ماننا۔ غیر اللہ کا سجدہ کرنا۔ شجر وحجر یا کسی مقام ومکان کی مثل بیت اللہ الحرام کے تعظیم وطواف کرنا ان سب امور کو نہایت

وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اُنکی تفصیل دلائل واضحہ کے ساتھ جسکو دیکھنا ہو وہ والاجاہ کے مولفات کو بغور ملاحظہ کرے۔ اس مختصر سوانح زندگی مین اُنکی تفاصیل وتوضیحات کی گنجایش نہین۔ تمام اقسام شرک کا ماحصل یہ ہے کہ تمام عبادات ومعاملات واعتقادات وارادات ونیات جنکا تعلق خاص ذات وصفات باری تعالےٰ کے ساتھ ہے اُنکو کسی غیر اللہ نبی مرسل یا ولی کامل۔ یا عارف باللہ یا مرشد یا استاد یا والدین یا جن وملائکہ وغیرہ کے ساتھ منسوب کرنا یا عملاً بجالانا شرک باللہ کے اقسام مین داخل ہے۔

تصوّف وسلوک

والاجاہ لکھتے ہین کہ علم تفسیر وحدیث وفقہ سُنّت اور علوم تصوّف کا مشغلہ میرے دل پر غالب ومتسلط ہے۔ علم نافع یہی چار علم ہین یا وہ علوم جو اُنکے آلات ومعدات ہین باقی تمام فنون اسی دنیا مین رہ جاتے ہین کوئی ساتھ نہین جاتا۔ تصوف وسلوک مین والاجاہ نے متعدد کتابین تالیف کی ہین اور اُن مین نہایت شرح وبسط کے ساتھ مسائل تصوف اور اُسکے مصطلحات اور اولیاء کبار اور عرفاء کامل کے حالات جمع کیئے ہین ریاض المرتاض اور تقصار۔ جیوُد الاحرار اور خیرۃ الخیرۃ وغیرہ اسی قسم کی کتابین ہین۔ ریاض المرتاض مین اوّلا صوفیاے کرام کے اقسام بیان کیئے ہین۔ مثلاً طلبہ وفقراء وعباد وزہاد وخدام وملامیتہ ومتشبہ محق ومتشبہ مبطل۔ ومریدان۔ وسالکان۔ وسائران۔ وطائران۔ وواصلان۔ واخیار۔ وابرار وغوث۔ ونقباء ونجبا۔ وبدلا۔ واولیا بعدازان مضمون ابن خلدون سے اقتباس کرکے صوفیۂ کرام کے حالات مین چار امر قابل بحث قرار دیئے ہین۔

(امر اوّل) مجاہدات انکا تعلق اذواق ومواجید اور محاسبہ نفس واعمال کے ساتھ ہے۔ انھین اذواق کی نتہا اور غایات کو مقامات کے نام سے تعبیر کرتے ہین۔

(امر دوم) کشف وادراک حقایق عالم غیب جسکا تعلق صفات ربانیہ عرش وکرسی۔ وملائکہ۔ ووحی۔ ونبوت۔ وروح۔ وحقائق موجودات غائب وشاہد وترکیب اکوان وغیرہ سے ہے۔

(امر سوم) تصرفات انواع کرامات کے ساتھ اکوان وعوالم مین۔

(امر چہارم) الفاظ موہمہ یعنی شطحیات۔

بعض لوگ ان امور چہارگانہ کے منکر ہین بعض محسن ہین اور بعض ولایات کے قائل ہین۔

بہر حال امر اوّل مین کوئی کلام وانکار نہین ہوسکتا۔ صوفیہ کرام کے اذواق بالکل صحیح ہین۔ اور ان کا تحقق عین سعادت ہے اسی طرح امر دوم صحیح ناقابل انکار ہے۔ اگرچہ بعض علما نے اس سے انکار کیا ہے مگر یہ انکار حق کے مقابل مین کوئی چیز نہین ہے استاذ ابو اسحاق اسفرائینی کے احتجاج پر اشعریہ نے جو انکار کیا ہے وہ صرف تحدی وکرامت کے فرق وامتیاز پر ہے وَقَدْ وَقَعَ لِلصَّحَابَةِ وَاَكَابِرِ السَّلَفِ كَثِيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ وَهُوَ مَعْلُوْمٌ وَمَشْهُوْرٌ

امر سوم یہ انواع متشابہات مین سے ہے اسلیئے کہ اسکا تعلق وجدان قلبی سے ہے محض الفاظ ولغت سے انکی مرادات پر اطلاع نہین ہوسکتی الفاظ تو محض محسوسات متعارفہ کی تعبیر کے لیئے وضع کیئے گئے ہین۔

امر چہارم شطحیات اسکا تعلق غلبۂ حال اور واردات سے ہے انصاف

یہ ہے کہ صوفیہ کرام غلبۂ حال وواردات کی وجہ سے محسوسات سے بیگانہ رہتے ہین۔ اسی سبب سے بعض اوقات اُنکی زبان سے ایسے کلمات صادر ہوجاتے ہین جو خود اُنکے قصد وارادہ سے نہین ہوتے ظاہر ہے کہ جو شخص مغلوب الحال ہو وہ ہر طرح معذور ومجبور ہے اس قسم کے لوگون مین جو شخص صاحب فضل ولائق اقتدار ہو اسکے کلمات موہمہ کو مقصد جمیل پر محمول کرنا چاہیے لیکن جو شخص صفت اقتدار اور شان فضل سے معرا ہو اور اس سے اس قسم کے کلمات صادر ہون تو وہ قابل بازپرس ہے۔ اسلیئے کہ جس شے نے اسکو ان کلمات کے کہنے پر برانگیختہ کیا ہمکو ان کا علم نہین ہے۔ اور جو شخص صاحب شعور وحس ہو پھر ایسے کلمات مُنھ سے نکالے تو ایسا شخص ضرور قابل مواخذہ ہے اسی بنا پر **فقہا** اور **اکابر صوفیہ** نے قتل ابن حلاج پر فتوے دیا **اولیائے سلف** جو اعلام امت تھے وہ کبھی کشف حجاب اور اس قسم کے ادراک کے جانب متوجہ نہین ہوتے تھے۔ بلکہ اُنکی تمام تر توجہ بقدر استطاعت صرف اتباع واقتدا پر مصروف رہتی تھی اور اس قسم کے ادراکات کو وہ عوائق ومحن مین شمار کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ مخلوق کے ادراکات حادثہ مین سے ایک ادراک حادث یہ بھی ہے۔

عملی طور پر وہ صوفیہ کرام کی رسوم کی تقلید کو جائز نہین سمجھتے تھے چنانچہ وہ لکھتے ہین[1] **نسبت صوفیہ غنیمت کبریٰ است ورسوم ایشان بہیچ نمی ارزد**

[1] مقالۃ الغنیہ صفحہ ۲۹،

یعنی صوفیہ کی نسبت ایک غنیمت کبریٰ ہے۔ لیکن اُنکے رسوم کوئی قدر وقیمت نہین رکھتے۔

معرفت شیخ[1] اسکے متعلق وہ لکھتے کہ کمال اور تکمیل شیخ کی اسپر منحصر نہین کہ اُس سے خوارق عادات کا ظہور ہویا وہ خواطر پر اشراف رکھتا ہو یا وجد وحال وشوق مین رہتا ہو اسلیئے کہ اس قسم کے بعض امور مین تو **فلسفی۔ جوگی** اور **برہمن** بھی شریک ہین یہ امور انسان کے لئیے دلیل سعادت نہین ہین **شناخت شیخ کامل مکمل** کی یہ ہے کہ وہ ظاہر شرع پر مستقیم ہو اور عامل کتاب وسُنّت ہو تاکہ صفت تقوے کا اسپر اطلاق ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو اِنْ اَوْلِیَاؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

طرق مشائخ مشائخ کے تمام طریقون کے ذکر مین لکھتے ہین کہ انکا مرجع نسبت حاصل کرنا ہے اور یہ **نسبت** خدا کے ساتھ ایک انتساب وارتباط ہے جس سے دل کو سکینہ اور نور حاصل ہوتا ہے **نسبت** ایک کیفیت کا نام ہے جو نفس ناطقہ کے اندر حلول کرجاتی ہے اسوقت نفس ملائکہ کے مشابہ ہوجاتا ہے یہ کیفیت نفس مین **طاعات** وطہارات اور اذکار الٰہی پر مداومت کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور یہی سب امور نسبت باطنی کے لئیے ایک ملکۂ راسخہ بنجاتے ہین **نسبت** کی

[1] اقبار المنن صفحہ ۹۰،

بہت قسمیں ہیں۔

نسبت محبت۔ نسبت شوق۔ نسبت کسر نفس

حظوظ نفسانی سے برائت اس نسبت کا نام نسبت اہل بیت ہے اور بعض اہل مشاہدہ بھی اسکو کہتے ہیں لیکن یہ گمان صحیح نہیں کہ مشائخ نے جو اشغال معین کیے ہیں اُنکے بغیر نسبت حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ ہان یہ اشغال بھی اس نسبت کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں اگر ایسا نہوتا تو تمام اکابر علما اس نسبت سے محروم رہتے حالانکہ علم کے فضائل عبادت کی فضیلت سے بالاتر اور فائق ہیں حضرت خواجہ نقشبندؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے شیوخ کا کیا طریقہ ہے آپنے جواب دیا کہ کوئی شخص کسی سلسلہ سے خدا تک نہیں پہونچا کرتا۔ مجکو ایک جذبہ پیدا ہوا اس نے مجکو اس حد تک پہونچا دیا حالانکہ اُنکے شیوخ کا سلسلہ مشہور و معروف ہے اسی بنا پر کہا جاتا ہے۔

جَذۡبَۃٌ مِنۡ جَذَبَاتِ اللّٰہِ تُوَازِیۡ عَمَلَ الثَّقَلَیۡنِ ۵

طے می شود این رہ بدرخشیدن برقے ما بیخبران منتظر شمع و چراغیم

پھر لکھتے ہیں کہ مین مشائخ کے تمام طریقوں کو موصل الی اللہ جانتا ہوں اور تمام مشائخ سے خواہ انکا کوئی طریقہ بھی ہو حسن ارادت رکھتا ہوں البتہ میرا اور میرے آبا اور اساتذہ اور مشائخ کا طریقہ نقشبندیہ ہے اگرچہ اور طریقوں کی بھی اجازت ہے حضرت میرزا مظہر جانجانؒ سے

کسی نے پوچھا تھا کہ آپ نے اس طریقۂ مجددیہ نقشبندیہ کو اور طریقوں کو چھوڑ کر کیوں اختیار کیا آپ نے فرمایا۔

من این طریقہ را منطبق بر کتاب و سنت فہم کر ثبوت آن قطعی است الحمد للہ کہ تا این زمان این طریقہ از جمیع طرق بدعت محفوظ است۔	مین نے اس طریقہ کو بالکل کتاب و سنت کے موافق پایا اور اُسکا قطعی ثبوت موجود ہے الحمد للہ کہ اس زمانہ تک یہ طریقہ بدعت کے تمام طریقوں سے محفوظ ہے

مولانا جامی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں ۵

قدر و گل و مُل بادہ پرستان دانند نے خود منشان و تنگدستان دانند

از نقش توان بسوئے بے نقش شدن این نقش غریب نقشبندان دانند

بیعت والاجازہ لکھتے ہیں کہ میں بیعت کرنے کو مستحب جانتا ہوں اگرچہ وجوب کا قائل نہیں ہوں مین نے کسی کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہیں کی اسلیئے کہ شرط قرآن و حدیث اور شرط سلف صالح کے مطابق مجکو کوئی شیخ میسر نہیں ہوا مین یہ جانتا ہوں کہ اگر زمانہ شیخ صالح سے خالی ہو تو اس حالت مین خلوص نیت کے ساتھ قرآن و حدیث کا اتباع اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود و سلام پڑھنا قائم مقام شیخ کے ہو سکتا ہے۔ حدیث مالک بن انسؓ مین مرسلاً آیا ہے

سلہ انقاد الکنن صفحہ ۳۷ و ۳۸

کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ رواہ فی الموطا میں نے تمہارے لیئے دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم انپر قائم رہوگے کبھی گمراہ نہوگے ایک کتاب الٰہی اور دوسرے اُسکے رسول کی سنت۔ عہد نبوت میں جو بیعت ماثور تھی وہ کبھی ہجرت پر اور کبھی جہاد پر کبھی ادائے واجبات پر کبھی ترک کبائر پر مبنی ہوتی تھی۔ حصول مقامات عرفان اور وصول منازل احسان سے اسکو تعلق نہ تھا کیونکہ جب انسان شرعاً متقی ہوجاتا ہے تو بقدر مقدور یہ سب مقامات خود اُسپر منکشف ہوجاتے ہیں اسلیئے کہ یہ سب اعمال صالحات کے نتائج اور ثمرات ہیں ورنہ نفس اعمال اور محض افعال کوئی چیز نہیں نہ وہ مطلوب شارع ہیں۔

سماع کا جواز و عدم جواز

بعض طرق مشائخ خصوصاً طریقہ چشتیہ میں سماع کا رواج ہے اسکے متعلق والاجاہ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تحریم سماع کے قائل ہیں اور ایک جماعت صوفیہ سماع کو مباح اور لا باس جانتی ہے۔ دلائل سنت صحیحہ سے بھی یہ ہی ثابت ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس سے منکرات شرعی کی طرف رغبت پیدا نہو امام محمد بن علی شوکانی

نے اپنی کتاب نیل الاوطار میں اسکی بخوبی تصریح کی ہے۔ سماع کے چند درجات ہیں اول خوش آوازی دوسرا درجہ موزون یا غیر موزون ہونا تیسرا درجہ مفہوم یا غیر مفہوم ہونا۔ پہلی چیز یعنی خوش آوازی۔ اسمین کوئی وجہ حرمت نہیں۔ وہ یقینی حلال ہے جسطرح بلبلین اور عنادل ترنم کرتی ہیں اسی طرح دیگر حیوانات اور انسان کے حلق و زبان سے بھی خوش آیند صدائیں نکلتی ہیں ان میں باہم کوئی تفاوت نہیں ہے دوسری چیز موزونیت ہے اس میں بھی کوئی وجہ حرمت نہیں خود جناب رسالتمآب صلعم کے سامنے اکثر اشعار پڑھے گئے ہیں کلام موزون کسی طرح حرام نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ اس کا مضمون و مفہوم منافی شرع نہو اگر کوئی بات خلاف مقصد شرع ہے تو وہ موزون ہو یا ناموزون دونوں حالتوں میں حرام ہے کلام موزون اور حسن آواز سے قلب میں سرور و انقباض اور نشاط و حزن کی ایک خاص کیفیت انسان کے قلب میں پیدا ہوتی ہے یہانتک کہ اطفال اور صبیان بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں اگرچہ وہ گہوارہ میں ہوں حیوانات پر بھی اُسکا اثر پڑتا ہے چنانچہ حدی خوان کے حسن صوت سے اونٹ پر بیخودی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے بہر حال یہ کسی طرح جائز نہیں کہ سماع پر قطعاً حرام یا حلال ہونے کا فتوے دیا جائے قلبی حالات کے اختلاف سے حکم جواز و عدم جواز میں اختلاف ہونا لازمی ہے ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ سماع سے قلب میں

کوئی نئی کیفیت نہین پیدا ہوا کرتی بلکہ قلب مین پہلے سے جو کیفیت مضمر ہوا کرتی ہے وہ ابھر آتی ہے پھر لکھتے ہین کہ مغلوبین اور ماؤلین سماع وغیرہ مین اعتراض و انکار نہین کرتا لیکن اپنے نفس کو اس امر کا تابع رکھنا چاہتا ہون جو سنت صحیحہ مین ثابت ہے اور جسپر محققین راسخین فی العلم گذرے ہین۔

فلسفہ و معقولات۔

والاجاہ مرحوم ابجد العلوم مین لکھتے ہین کہ

قال الغزالی فی الاحیاء ان العلم لایذم لعینه وانما یذم فی الحق العباد لاحد اسباب ثلاثة الاول ان یکون مؤدیا الی ضرر ما اما لصاحبه او لغیره کما یذم علم السحر والطلسمات وهو حق اذ شهد له القرآن الثانی ان یکون مضر الصاحبه فی غالب الامر کعلم النجوم الثالث الخوض فی علم لایستقل الخائض فیه	امام غزالیؒ نے احیاء مین لکھا ہے کہ کوئی علم بذاتہ مذموم نہین ہے لیکن اسکے مذموم ہوجانے کا تین سببون مین سے ایک سبب ہوجاتا ہے یا تو اس سبب سے کہ وہ علم طالبعلم یا اسکے غیر کے حق مین مضر ہو مثلاً علم سحر و طلسمات جسپر قرآن حکیم شاہد عادل ہے یا یہ کہ اس علم کا ضرر غالب ہو اسکے نفع پر مثلاً علم نجوم یا یہ کہ ایسے علم مین خوض کیا جائے

سلہ ابقاء المنن صفحہ ۹۳؛

...انه مذموم فی حقه کتعلم دقیق العلوم قبل جلیها وخفیها قبل جلیها وکالبحث عن اسرار الالٰهیة الی آخر ما قال ۔	جس سے خوض کرنیوالا عاجز رہے مثلاً دقیق علوم مین خوض کرنا قبل مبادی علوم کے یا مثلاً علوم خفیہ مین خوض کرنا قبل علوم ظاہر کے اور اسرار الٰہی سے بحث کرنا وغیرہ یہ طالبعلم کے حق مین مذموم ہے
...یث از مطرب و می گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

...پھر لکھتے ہین۔

لاشیء من العلوم من حیث هو علم ضار ولاشیء من الجهل من حیث هو جهل بنافع لان فی کل علم منفعة ما فی امر المعاد او المعاش او الکمال الانسانی وانما یتوهم فی بعض العلوم انه ضار او انه نافع لعدم اعتبار الشروط التی تجب مراعاتها فی العلم والعلماء فان لکل علم حدا لایتجاوزه ...العلوم مع اشتراکها فی الشرف ...تفاوت فیه فمنه ما هو	علم مین کوئی شے بحیثیت علم ہونے کے نہ مضر ہے نہ مذموم جسطرح کہ جہل مین کوئی شے جہل ہونے کی حیثیت سے نافع نہین ہے ایسا کوئی علم نہین جو معاد یا معاش یا کمال انسانی حاصل کرنیکے لئے مفید نہو بعض علوم کی نسبت مضر یا مفید ہونیکا جو وہم کیا جاتا ہے اسکی صرف یہ وجہ ہے کہ جن شروط و مراعات کا لحاظ رکھنا علم اور علما پر واجب ہے اسکی طرف اعتنا نہین کیا جاتا حالانکہ ہر علم کی ایک حد ہے جس سے

بحسب الموضوع كالطب فانه
موضوعه بدن الانسان
والتفسير فان موضوعه كلام الله
سبحانه تعالى ولا يخفى شرفهما
ومنه ما هو بحسب الحاجة اليه كالفقه فان
الحاجة اليه ماسة ومنه ما هو بحسب
وثاقة الحجج كالعلوم الرياضية
فانها برهانية ومن العلوم
ما يقوى شرفه باجتماع
هذه الاعتبارات فيه او اكثرها
كالعلم الالهي فان موضوعه
شريف وغايته فضيلة تامة و
وثاقة دليله او غايته ثم
ان شرف الثمرة اولى من شرف
قوة دليل فاشرف العلوم
ثمرة العلم بالله تعالى وملائكته
ورسله وما يعين عليه فان ثمرته

وہ علم متجاوز نہین ہو سکتا
تمام علوم مشترک طور پر یا موضوع
کے لحاظ سے شرف مین متفاوت ہین
مثلاً طب کا موضوع بدن انسانی ہے
اور تفسیر کا موضوع کلام الٰہی ہے
ان دونون کے شرف کا تفاوت ظاہر
ہے یا حاجت وضرورت کے لحاظ سے
علوم کے شرف مین تفاوت ہوا کرتا ہے
مثلاً فقہ جسکی طرف احتیاج لازمی ہے
یا حجت واثق کے اعتبار سے مثلاً
علوم ریاضی جن پر مدار برہان ہے
یا وہ علوم ہوا ان تمام اعتبارات اور اکثر کے
لحاظ سے شرف رکھتے ہین مثلاً علم الٰہی
جسکا موضوع شریف اور اسکی غایت ایک
فضیلت ہے اور اسکی دلیل موثق ہے
غرض نتائج کو قوت دلیل پر زیادہ
شرف ہے۔ اور نتیجہ کے اعتبار سے

السعادة الابدية

علم باللہ اور اُسکے ملائکہ
اور انبیاء کا علم سب پر شرف
رکھتا ہے اور انجام اسکا سعادت
ابدی ہے۔

سکے بعد لکھتے ہین۔

المرء عدو لما جهله او دم جاهل
متعالم لتعصبه على اهله بسبب
من الاسباب فانك لتسمعهم
يقولون بتحريم المنطق مع
كونه ميزان العلوم وتحريم
الفلسفة مع انها عبارة عن
معرفة حقائق الاشياء وليس
فيها ما ينافي الشرع المبين والدين
المتين غير المسائل اليسيرة التي
اوردها اصحاب التهافت -

آدمی اُس علم کا دشمن ہوتا ہے جس سے
جاہل رہتا ہے۔ یا ایک جاہل متعالم از راہ
تعصب کسی علم کی برائی کسی خاص سبب سے
کیا کرتا ہے تم نے لوگون کو کہتے سنا ہوگا۔ کہ
تحصیل علم منطق حرام ہے حالانکہ منطق
میزان العلوم ہے اسیطرح فلسفہ کو لوگون
نے حرام کہا ہے حالانکہ حقائق اشیا کے علم کا
نام فلسفہ ہے اس مین بجز اُن چند مسائل کے
کوئی بات منافی شرع مبین اور دین متین
کے خلاف نہین جنکی تردید اصحاب
تہافت کر چکے ہین۔

بلغنا العهد ان هذه العلوم الفلسفة ببلاد الافرنجة من ارض رومة وما اليها من العدوة الشمالية نافقة الاسواق وان رسومها متجددة ومجالس تعليمها متعددة ودواوينها جامعة متوفرة وطلبتها كثيرة والله اعلم بما هنالك وهو يخلق ما يشاء ويختار

ہمارے اس زمانہ مین تو تمام ممالک یورپ اٹلی اور اسکے ممالک شمالی مین علوم فلسفہ کی گرم بازاری حد کمال پر پہنچگئی ہر روز بڑے جدید اکتشافات ہوتے رہتے ہین اور متعدد تعلیمی سوسائٹیان اور کالج قائم ہوگئے ہین اور نہایت کثرت سے کتابین جمع کیجاتی ہین۔ اور جوق جوق طلباء تعلیم پاتے ہین خدا ہی کو علم ہے کہ انکی منتہا کہان پر ہوگی غرض جو خدا چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے اور وہ ہی مختار ہے

نصب الذریعہ مین لکھتے ہین۔

والحق ان اعظم الاسباب فی رواج العلم وکساده رغبة الملوک فی کل عصر وعدم رغبتهم فانا لله وانا الیه راجعون -

سچ یہ ہے کہ علم کے رواج اور اُسکے کساد بازاری مین بادشاہون کے میلان کو بڑا دخل ہے۔ خواہ کوئی زمانہ ہو۔

یہ عصر بھی دولت اور حکمت عملی کا زمانہ ہے اس زمانہ مین تمام علوم اسلام مضمحل ہوکر نقش ونگار طاق نسیان ہوگئے ہین ٥

یاد ہین ہمکو بھی زنگارنگ بزم آرائیان
لیکن اب نقش ونگار طاق نسیان ہوگئین

وَکَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا

دولت عباسیہ کے منقرض ہونے کے بعد علم عربی مین فتور شروع ہوا علما نے کتب علوم کو زبان فارسی مین لکھنا شروع کیا۔ یہانتک کہ نظم ونثر دونون کے لحاظ سے یہ زبان ترقی کے درجۂ غایت کو پہنچگئی اور بڑے بڑے منشی اور ناظم پیدا ہوئے۔ جب دولت اسلام مین زوال آیا اور رسوم اکاسرہ اور قیاصرہ کا سلاطین مین رواج ہوا تو اہل فوج کے اختلاط سے زبان اردو وجود مین آئی اور اُسنے خوب تراش وخراش پیدا کی۔ علوم وفنون کا ترجمہ لغت فارسی سے لغت اردو مین ہونے لگا اور نظم ونثر مین خوب جولانی طبیعت دکھائی گئی۔ جب شاہان مغلیہ کا (جنکی بدولت زبان اُردو نے رواج پایا تھا) زمانہ ختم ہوا اور سلطنت حکماء یورپ کے ہاتھ مین آئی تو اردو مین زبان انگریزی کا اختلاط ہوکر زبان اور ہی چیز بنگئی۔ اب تمام علوم کا مدار اسی زبان مختلط پر رہگیا ہے معلوم نہین کہ اب اسکے بعد زبان اور اہل زبان کا کیا رنگ ہوگا۔ اور انجام کیا ہوگا۔ قلت علم کثرت جہل اور فساد روزگار ابناء زمان کی نوبت کہانتک پہونچیگی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اسی انقلاب روزگار اور مساعدت زمانہ پر نظر کرکے والاجاہ مرحوم نے برادر معظم مرحوم ومغفور اور راقم الحروف کو انگریزی تعلیم کی طرف توجہ دلائی اور ہم دونون بھائیون

کی تعلیم انگریزی کا خاص طور پر اہتمام کیا لیکن بخت و اتفاق سے بھوپال مین بسبب اسلامی ریاست ہونے کے ضرورت شدید و حاجت اخص زمانہ مین اسکی داعی نہ تھی نہ مقتضاء وقت کے لحاظ سے وہان ایسی سامان تھین جو محرک ہوتین اس لئے یہ ضروری اور اہم مشغلہ علمی انجام کو نہین پہونچا۔

ایک مرتبہ عزیزی خواجہ سید رشید الدین حسین سلمہ اللہ تعالیٰ سے جو میرے بھائی کے خویش اور میرے برادر نسبتی ہین والاجاہ نے تعلیم انگریزی کے ذکر مین کہا کہ مین نے انگریزی نہ جاننے کی وجہ سے بہت سے نقصانات اٹھائے۔



اعمال و عبادات

نماز والاجاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے البتہ انکو فاتحہ خلف الامام اور اول وقت کا خاص اہتمام مدنظر رہتا تھا۔ رئیسۂ عالیہ کے نکاح ثانی سے قبل بالالتزام نماز پنجگانہ مسجد مین ادا کیا کرتے تھے بعد نکاح متعدد عذرات کی وجہ سے یہ التزام قائم نہ رہسکا لیکن نماز جمعہ بالالتزام مسجد ہی مین پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ اکثر خود پڑھایا کرتے تھے نماز عیدین بھی شروط سنت صحیحہ کے مطابق عیدگاہ مین بذات خود پڑھایا کرتے تھے اگر کوئی عذر ہوتا یا بارش کا موسم ہوتا تو نماز عید نور مسجد یا تاج محل کی مسجد مین بذات خاص ادا کرتے اور پڑھاتے تھے تعدیل ارکان نماز اور آداب وسنن کا قعود اور قیام و جلوس کے وقت سختی سے لحاظ رکھتے تھے۔ جب اذان ہوتی تو دعائے وسیلہ پڑھا کرتے تھے جب آنحضرت صلعم کا نام مبارک آتا خواہ اذان مین یا نماز مین تو وہ عادتاً درود شریف پڑھ لیا کرتے تھے

صوم رمضان جب رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوتا تھا تو روزہ ہمیشہ خرمہ سے افطار کرتے تھے اور وقت سحور کچھ نہ کچھ ضرور کھا لیتے تھے۔ رمضان مین زیادہ وقت تلاوت قرآن حکیم اور ادعیہ ماثورہ

مین گذرتا تھا نماز تراویح ہمیشہ آٹھ رکعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے اور نماز تہجد بالالتزام بارہ رکعت پڑھا کرتے تھے اور کبھی قضا نہین کرتے تھے۔ ادائے نوافل کے نسبت وہ لکھتے ہین کہ مجھ سے سوائے فرائض نماز و روزہ کے کوئی عبادت نفل ادا نہین ہوتی ابلیس کا ایک یہ بھی مکر ہوتا ہے کہ انسان عمل نہین کرتا مگر وہ اسکو یہ سمجھاتا ہے کہ اللہ غفور و رحیم ہے تیری مغفرت ضرور ہو جاویگی وہ آدمی اسی دھوکے مین مبتلا رہ کر مرجاتا ہے مین اللہ سے دعا کرتا ہون کہ وہ مجھکو مکر شیطان سے بچا کر عمل صالح کی توفیق بخشے۔

حج

حج کے مفصل حالات حصۂ اول مین ہم لکھ چکے ہین۔

زکوۃ

ہر سال مطابق نصاب زکوۃ ادا کرتے تھے اور اقسام ہشت گانہ کے مراعات کو مقدم رکھتے تھے مقدار زکوۃ الوف کثیرہ تک پہونچ جاتی تھی۔

ادعیہ و اوراد

والاجاہ کا بیشتر وقت شبانہ روز خلوت ہو یا جلوت مشغلۂ کتاب و سنت اور ذکر و فکر و یاد الٰہی مین گذرا کرتا تھا دنیا کے کاروبار اور معاملات نظم و نسق ریاست کے اوقات مین بھی اکثر تسبیح و تحلیل اور درود و سلام اُنکے ورد زبان رہتا تھا وہ ہمیشہ قبل فجر فراغ حاجت کے بعد نماز سے فارغ ہوکر تلاوت قرآن حکیم کی کیا کرتے تھے اسکے بعد مناجات اور حصن حصین کا کچھ حصہ روزانہ بالالتزام پڑھا کرتے تھے

ہو حتی الوسع کبھی ترک نہین ہوتا تھا رات کو جب بستر استراحت پہ جاتے تھے تو تسبیح فاطمہ۔ آیت الکرسی۔ سورۂ فاتحہ۔ ہر چہار قل۔ سید الاستغفار اور کلمۂ توحید و تمجید پڑھ کر سویا کرتے تھے اوقات وضو اور نماز مین آداب و سنن کو ملحوظ رکھا کرتے تھے آغاز وضو پر بسم اللہ اور ختم وضو پہ کلمۂ شہادت اور دعائے ماثور پڑھا کرتے تھے اسی طرح وقت اکل و شرب ولباس و قصد قضائے حاجت وغیرہ دعائے ماثور پڑھ لیا کرتے تھے۔

تورع و تقوی

تورع و تقوی اسقدر انکی طبیعت پر مستولی تھا کہ جو رقوم سوائی ناجائز اُنکے مواضع جاگیر یا ہم لوگون کے دہات جاگیر سے وصول ہوا کرتی تھین انکا لینا یکلخت ترک کر دیا تھا اور جسقدر رقوم ابتدائً وصول ہو چکی تھین انکا حساب کرکے مبلغ ستائیس ہزار روپیہ رقوم سوائی ناجائز کا خزانۂ عامرۂ ریاست مین واپس کر دیا تھا رئیسۂ عالیہ خلد مکان نے اُنکی ایثار نفسی اور پابندی شرع کو از راہ قدر شناسی و حق پرستی ملحوظ رکھکر اسکے معاوضہ مین ایک دوسرا موضع جمع اصلی پر ثانیاً عطا فرما کر اس نقصان کی تلافی کر دی اسکے متعلق والاجاہ لکھتے ہین کہ اللہ تعالی نے رقوم سوائے کے معاوضہ مین ایک گانون جمع اصلی پر دلوایا جو کام خالصتاً للہ تعالے ہوتا ہے اُسکا اجر نہ دنیا مین برباد جاتا ہے نہ آخرت مین۔

مین رئیسۂ عالیہ کو ایک واسطہ سمجھکر انکا شکر گذار ہون اور اللہ تعالے کے

شکر سے تو بالکل ہی قاصر ہون وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ جس مالک حقیقی نے یہ رزق بوجہ حلال دیا ہے وہ حی وقیوم ہے اگرچہ مین میّت ہون وہ چاہے گا تو یہ حالت باقی رہے گی اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ اور اگر وہ نہ چاہے گا تو پھر ساری دنیا چاہے کچھ نہو گا۔ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

خشیت الٰہی

وہ لکھتے ہین کہ باللہ العظیم جو احسان وانعام وامتنان واکرام اللہ تعالے کا مجھ ظلوم وجہول[1] روز ولادت سے اسوقت تک ہوا ہے انکا شمار دائرۂ حساب سے باہر ہے اور جسقدر معاصی ظاہر وباطن ابتدائے پیدائش سے ابتک مجھسے وقوع مین آئے ہین اور برق خاطف کیطرح ہر وقت اس دل غفلت شعار پر گزارا کرتے ہین انکا حساب واستحصا اندازۂ شمار سے خارج ہے ہر ایک خطرہ جو میرے دل مین گذرتا ہے وہ مجکو فی الفور طرد ولعن کا مستحق بنا دیتا ہے مگر اسکی رحمت مجکو مایوس نہین ہونے دیتی اسلیئے کہ مین مسلمان ہون اور میرے ماں باپ بھی مسلمان تھے ورنہ مجکو خسف ومسخ او خلود فی النار کا پورا استحقاق ہے۔ ہان اگر علم الٰہی میرے نجات کے لئیے سابق ہو چکا ہے

[1] ابقاء المنن صفحہ ۵

تو مین یقیناً جانتا ہون کہ یہ سارا کفر وضلال میری موت سے پہلے حسن خاتمہ کی وجہ سے انشاء اللہ تعالیٰ ہباءً منثوراً ہو جاویگا۔ اور اگر خدانخواستہ قلم تقدیر اور طرح پر جاری ہو چکا ہے تو مین اگرچہ علم اور عمل مین فرید عصر اور وحید دہر ہونگا۔ تب بھی یہ فضائل میرے کچھ کام نہ آئینگے معہذا چونکہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور سوء عمل کو میزان سعادت وشقاوت قرار دیا ہے۔ اسلیئے میرا دل یہی چاہا کرتا ہے کہ مجھسے وہ فعل ظہور مین آئے جو میرے معبود حقیقی وحدہ لاشریک کو پسندیدہ ہو واللہ مین اپنے نفس کو ایک ذرہ برابر کسی فضل خدا کا مستحق نہین پاتا نہ دنیا مین نہ آخرت مین۔ بلکہ روئے زمین پر جسقدر عاصی ہین مین انکے صف نعال مین کھڑا ہونیکا مستحق ہون اسلیئے کہ دنیا مین صدہا ہزارہا لوگون سے مال و جاہ دنیا مین زیادہ ہون حالانکہ جو لوگ عقل وشعور مین مجھسے بمراتب کہین زیادہ فہم ودانش رکھتے ہین اور دنیا مین مشارٌ الیہ ہین وہ تو حاجت مند ہین اور مین باین عدم عقل وشعور اور ناتوانائی ان سے اسباب ظاہری مین فوقیت رکھتا ہون یہ خدا کا مجھ پر احسان عظیم اور انعام عمیم نہین ہے تو کیا ہے کہ جو بظاہر اہل استحقاق ہین وہ تو محروم ہین اور ایک مجھ سا غیر مستحق اسطرح نعمت الٰہی مین مستغرق اور متقلب ہے مجکو بڑا خوف اسکا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا تو دوست و دشمن دونون کو دیتا ہے مگر دین بجز اپنے دوست کے کسیکو نہین دیتا۔

حُلیہ و اخلاق و شمائل

حُلیہ میانہ سڈول موزون قد نہ طویل نہ قصیر کھُلا ہوا ملیح رنگ مائل بہ صباحت بھرے ہوئے رخسار سیدھی سُتوان ناک کشادہ پیشانی کتابی خوبصورت چہرہ میانہ سر و گردن و ساقین چوڑا سینہ مختصر ریش متناسب اندام۔

عام سیرت و اخلاق نہایت خوش خلق شیرین کلام کم سخن ظریف الطبع آزاد و بے پروا مزاج لطیفہ سنج کثیر الحلم قلیل الغضب منکسر و متواضع سب و شتم سے کبھی آنکی زبان آلودہ اور آشنا نہین ہوئی جب اُنکو کسی خادم پر بہت غیظ و غضب آتا تو آنکی زبان سے جو سخت سے سخت دشنام نکلتی وہ یہ تھی کہ اسکو کاٹ کا احمق کہکر خطاب کرتے تھے اور دوران غضب مین پیشانی پر ہاتھ رکھکر لا الہ الا اللہ کہا کرتے تھے۔

عیدین اور جمعہ کو جب وہ عیدگاہ یا مسجد کے دروازے پر پہونچتے تو اپنا جوتہ خود اُٹھاتے اور جھاڑتے تھے اگر کوئی خادم سر پر آفتاب گیر لگانا چاہتا تو فوراً روک دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس دھوپ سے آفتاب محشر کی گرمی

ت زیادہ ہوگی اس سے کون بچائے گا۔

انکی ایک معمولی عادت تھی کہ کبھی کسی اعلیٰ یا ادنیٰ آدمی سے آنکھ ملا کر بات نہین کرتے تھے اور ہمیشہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کرتے تھے حسب و نسب اگرچہ دونون حیثیتون سے ممتاز تھے تاہم انکو اسپر کسی قسم کا فخر نہ تھا چنانچہ خود لکھتے ہین

فخر نسب سے احتراز مجھکو نہ اپنے نسب پر فخر و ناز ہے نہ اپنے حسب و جاہ پر مجھکو اعتماد نہ اپنے علم پر یہ مباہات مین خوب جانتا ہون کہ اگر مین بلا واسطہ فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہوتا تب بھی ثواب و عذاب مین عام امت کی طرح ہوتا اور اگر حسب مین کسی امام مجتہد یا کسی بادشاہ کا لخت جگر ہوتا تب بھی اس نسبت کو میری نجات اخروی مین کوئی دخل نہوتا۔ خدا کے نزدیک تقوے اور طہارت کا اعتبار ہے نہ شرافت و امارت کا ایک جاہل سی خبط مین گرفتار ہوکر ہلاک ہوگیا ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی است

ہان البتہ سید اگر عالم عامل اور عارف ہوتا ہے۔ تو وہ عالم و عارف غیر سید سے شرف مین زائد ہوتا ہے۔ اور اگر جاہل بددین بدعقیدہ بدعتی ہوتا ہے تو وہ حسب و نسب اُسکے کچھ کام نہین آسکتا ؎

پسر نوح با بدان بنشست خاندان نبوتش گم شد

سگ اصحاب کہف روزے چند — پے نیکان گرفت مردم شد

بظاہر تو صاحب حسب و نسب و علم ہونا فخر و امتیاز کا باعث ہے لیکن ان فضائل و مزایا کے نتائج و تبعات روح کو تحلیل کیئے دیتے ہیں شریف بے تقویٰ اور صاحب حسب بے طہارت اور عالم بے عمل کی عقوبت ان لوگوں سے بہت زیادہ ہوگی جو یہ فضائل نہیں رکھتے اگر ایک جہت سے وہ بچے گا تو دوسری جہت اسکے لیئے موجب ہلاکت ہے۔

فلوکان رُمحاواحدا لاتقیتہ — ولکنہ رمح وثان وثالث

ماکولات و مشروبات

طعام لذیذ اور اغذیۂ لطیف کے اگرچہ دل سے شائق تھے مگر کبھی اپنی زبان سے کسی شے کی فرمائش نہیں کرتے تھے جو وقت پر سامنے آجاتا کھا پی لیتے تھے۔ انہماک علم اسقدر رہا کرتا تھا کہ بعض اوقات مختلف الانواع طعام میں امتیاز انکو نہیں ہوتا تھا۔ ماش کی دال سے انکو بیحد رغبت تھی بعض وقت والدہ مرحومہ قبل نکاح ثانی رئیسۂ عالیہ تفنناً انکے سامنے ارہر کی دال رکھدیتی تھیں اور وہ اسکو ماش کی دال سمجھکر برغبت تمام کھالیتے تھے اور انکو خبر بھی نہیں ہوتی تھی اور والدہ مرحومہ ہنسا کرتی تھیں اگر کسی وقت انکو غذا پسند نہیں آتی تھی تو تھوڑا سا کھاکر ہاتھ کھینچ لیا کرتے تھے۔ کبھی زبان سے اسکو برا نہیں کہتے تھے کبھی کبھی موسم سرما میں چا بھی پی لیا کرتے تھے مگر اسکے

عادی نہیں تھے۔ سفر میں بھی کبھی کبھی ریلوے اسٹیشن کے رفریشمنٹ روم سے چاے منگاکر استعمال کیا کرتے تھے۔ ساری عمر میں دو چار بار حقہ اور سگریٹ پینے کا بھی انکو اتفاق ہوا۔ ترشی خصوصاً جغرات سے انکو خاص رغبت تھی اور سرد پانی کے بہت شائق تھے۔ پانی کو منھ سے پھونکنا مکروہ جانتے تھے۔ اور جرعہ جرعہ کرکے تین بار میں پیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ ہمارے آنحضرت صلعم کو بھی سرد پانی بہت مرغوب تھا شیرینی سے انکو بالطبع رغبت نہ تھی مگر مفید و سنت سمجھکر کچھ نہ کچھ ضرور کھالیا کرتے تھے کھانے میں کثرت تنوعات سے انکو نفور رہا کرتا تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ کھانے میں بھی اسراف و تبذیر ہوا کرتا ہے۔ خدا فرماتا ہے کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ سب سے زیادہ بہترین غذا چٹنی روٹی اور سرکہ ہے جسکو عرب کا شوربا کہنا چاہیے۔ کھانا کھاتے وقت زیادہ تر تین انگلیاں استعمال کرتے تھے۔

لباس و پوشاک و زینت

لباس سادہ اور سفید انکو بہت پسند تھا کرتہ گھنڈی دار اور دہلی کی وضع کا انگرکھا نیچی چولی کا اور دہلی کی وضع کی گول ٹوپی اور پاجامہ استعمال کیا کرتے تھے۔ پاپوش اکثر پنجابی وضع کی ساخت امرتسر استعمال کرتے تھے۔ بعض اوقات عام رواج کے موافق رئیسۂ عالیہ کی مرضی دیکھکر

مختلف الالوان اور نیم رنگ لباس بھی پہن لیا کرتے تھے البتہ اسکا لحاظ
بہت رہتا تھا کہ لباس خوش وضع اور خوش قطع ہو اور عطر اور خوشبو سے
بسا ہوا اور معطر ہو مواقع دربار پر یا تقاریب سرکاری اور عیدین میں
مجبوراً انکو مالائے مروارید زیب گلو اور سرپیچ مرصع اور کلاہ پیٹی مرصع
و جواہر زیب سر و کمر کرنا پڑتی تھی مگر ان تکلفات امیرانہ و شاہانہ سے انکے
قلب کو سخت اذیت محسوس ہوا کرتی تھی اور جلد سے جلد اسکی تبدیلی میں
کوشش کیا کرتے تھے وہ عباء عربی اور زیِ عرب کو دل سے عزیز رکھتے
تھے اور عیدین کو بالتخصیص عباء عربی سے ملبوس ہوا کرتے تھے مقالۃ النفیس
میں لکھتے ہیں کہ عربیت نسب اور عربیت زبان دونوں چیزیں ہمارے لیے
باعث فخر ہیں۔ وہ ہمکو حضرت سید اولین و آخرین اور افضل انبیاء و مرسلین فخر
موجودات علیہ و علی آلہ الصلوۃ والتسلیمات سے قریب کر دیتی ہیں۔ اسکے بعد
ابو عثمان نہدی کی روایت بغوی سے نقل کی ہے جسکا ماحصل یہ ہے وجلے میں
علیکم بلباس ابیکم اسمعیل وایاکم والتنعم
اپنے باپ اسمعیل کے لباس کو اختیار کرو اور تنعم اور وضع عجم سے بچتے رہو۔
اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا کسیکو اپنی نعمت اور غنا عطا کرے تو اسکا اظہار
بھی بندہ پر لازم ہے اچھے قیمتی لباس کا پہننا اگر عجب و غرور کے طور پر
نہو تو تحدث بہ نعمت اللہ میں داخل ہے لیکن ہر مسلمان خدا پرست پر

لازم ہے کہ وہ اپنا لباس سادہ رکھے اور موٹا خشن بھی کبھی کبھی پہن لیا کرے
انکی عادت تھی کہ بعض اوقات اگر کپڑا پھٹ جاتا تھا تو اپنے ہاتھ سے اسمیں
پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ اگر رئیسہ عالیہ کی نگاہ اتفاقاً اسپر پڑ جاتی تھی اور
وہ ناخوش ہوتی تھیں تو وہ مسکرا کر اور سر جھکا کر خاموش ہو جاتے تھے اسیطرح
اگر جوتا کسی جگہ سے نکل جاتا تھا تو خادم کو حکم دیکر اُس میں پیوند لگوا لیتے تھے
اور فرمایا کرتے تھے کہ پیوند لگانا رسولخدا صلعم کی سُنت ہے۔ کبھی کبھی
ایسا ضرور کرنا چاہیے انگشتری ہمیشہ دست چپ میں پہننا پسند کرتے
تھے اور کہا کرتے تھے کہ جمشید کا قول ہے کہ دست راست کو تو بجائے خود
شرف حاصل ہے فروتر کی عزت بڑھانا چاہیے انگریزوں کی نسبت
انکا قول تھا کہ مجکو اس قوم کی یہ بات بہت پسند ہے کہ اپنے لباس قومی
و معاشرت میں سب یکسان ہیں۔

سواری

زمانۂ امارت و غنا میں معمولاً وہ پالکی پر سوار ہوا کرتے تھے
اور مواقع دربار و جلوس یا سیر و تفریح کے وقت بگھی پر
سوار ہوا کرتے تھے ہاتی پر بھی چند بار سوار ہونے کا اتفاق ہوا۔ مگر طبعاً
اس سے کراہیت رکھتے تھے حالت سفر میں جب ریل بھوپال تک
نہ تھی قبل امارت و غنا اور بعد ترقی منصب و جاہ اکثر اوقات انکو گھوڑے
کی بھی سواری کا اتفاق ہوا۔ اور دوران زمانہ حج میں اونٹ پر بھی

وہ سوار ہوئے مگر گھوڑے کی سواری کو وہ تمام سواریون پر ترجیح دیا کرتے تھے اور یہ حدیث پڑھا کرتے تھے۔ الخیر فی نواصی الخیل

مکان و مصارف ذاتی

قبل امارت وغنا اور بعد امارت وغنا نہ کبھی کوئی مکان ذاتی اُنھون نے اپنے لئیے بنایا اور نہ مصارف ذاتی مین کبھی اُنھون نے اپنی استطاعت سے قدم باہر رکھا۔ بعد نکاح رئیسۂ عالیہ تو اُنکا ذاتی صرف نہایت قلیل واقل تھا۔ رئیسۂ عالیہ کے محل مین اُنکا قیام تھا اور تمام اُن کے مصارف کا بار رئیسۂ عالیہ کی ذات پر تھا صرف بوقت ضرورت وہ کاغذ وقلم و دوات اور خطوط وغیرہ کا معمولی خرچ اپنی جیب خاص سے کیا کرتے تھے۔ البتہ ہزارون روپیہ سالانہ وہ اپنی جاگیر سے صلۃ الارحام مراعات اہل حقوق امداد مساکین وبیوگان اور یتامی اور اہل حاجت اور غرباء وطن پر صرف کیا کرتے تھے جسکی صحیح تعداد کا علم خود ہم لوگون کو بھی باوجود انکی اولاد ہونے کے نہ تھا بعد وفات اُنکے جب باشندگان قنوج اور اہل حاجت کی درخواستین آنا شروع ہوئین اور انکی فہرست اسماء مرتب ہوئی اسوقت علم ہوا۔ انہین سے بعض لوگون کی امداد تو ہم لوگون نے بدستور جاری رکھی اور جو باقی بچے انکا وظیفہ رئیسۂ عالیہ نے مراحم شاہانہ سے اپنی ڈیوڈی خاص سے مقرر فرما دیا

جزاہا اللہ خیرا۔ ابقاء المنن مین وہ خود لکھتے ہین کہ میرے[1] پاس کوئی جائداد ذاتی نہین رئیسۂ عالیہ کے گھر مین مستعار رہتا ہون جس دن مر گیا اس دن میرا گھر خانۂ گور ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے احد الحرمین مین موت دی جسکی تمنا دامنگیر ہے تو محض اللہ کا فضل ہوگا۔ میرزا مظہر جانجانان شہید کرایہ کی خانقاہ مین رہا کرتے تھے حالت مقدرت مین بھی انھون نے کوئی گھر نہین بنایا کسی نے اُنسے اُسکا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ چھوڑ جانے کو اپنا گھر اور غیر کا گھر برابر ہے ؎

دشت لقمان لگے گرچہ تنگ — چون گلوگاہ نے وسینۂ چنگ

بوالفضولے سوال کرد ازوے — کاین چہ خانہ ست یک بدست وسہ پے

بادم سرد وچشم گریان پیر — گفت ہذا لمن یموت کثیر

معاملات خلق وعباد

معاملات خلق مین وہ غایت درجہ مسامحت سے پیش آیا کرتے تھے ایک جگہ لکھتے ہین کہ بہت سے لوگون نے مجھ سے ہزارہا روپیہ قرض لیا لیکن کسی نے نصف قرض ادا کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا شاذونادر ایسے بھی تھے جنھون نے پورا قرض ادا کر دیا۔ بعض نے محض دھوکا دیکر مال مار کھایا۔ من اخذ عنا باللہ اخذ عنا لہ ؎

[1] ابقاء المنن صفحہ ۲۸ ؛

دیدیم ہر کسے بجہان ہوشیار بود — کردیم طرح عالم مستی برائے خویش

مین نے اُن مین سے اکثر کو معاف کردیا اور آخرت کا مواخذہ اُنکے سر نہین رکھا بات یہ ہے کہ یہ لوگ اب بھی مجھ سے کہین بہتر ہین اگر مین ایک نقصان ہے تو صدہا ہزارہا کمال بھی ہین مین اگرچہ فریب دُنیا داری مین انکا شریک نہین ہون تو اس سے کیا ہوتا ہے مجھ مین صدہا عیوب ان سے زیادہ ہین عصمت نہ اُنکے لیئے ہے نہ میرے لیئے ؎

مَن ذالذی ماساء قط — ومن لہ الحسنیٰ فقط

اولاد واقربا کی محبت

اگرچہ انکو احقاق حق ابطال باطل امر بالمعروف ونہی عن المنکر مین یگانہ اور بیگانہ کیسکی بھی پروا نہ تھی اور خدا کی محبت کے آگے وہ دنیا مین خواہ کیسکی محبت ہولا شے محض سمجھتے تھے۔ مگر اُنکو اپنی والدہ و اخوات اور برادر مرحوم و مغفور اور بالخصوص اپنی اولاد سے غایت درجہ کی محبت تھی اور اسکو دنیا کی تمام چیزون سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ یہ محبت درجۂ عشق تک پہونچی ہوئی تھی اسی طرح اقارب کی پاسداری اور صلۂ رحمی انکی زندگی کی ایک جزو لاینفک تھی۔ اور اپنی اولاد اور خاندان کی عزت وجاہ و مال و حرمت کی نگہداشت مین وہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتے تھے۔

جَدّ مرحوم نے جب وفات پائی اسوقت وہ بہت کمسن تھے گھر مین جو کچھ سامان متروکہ تھا خواہ کتب خانہ ہو یا اسلحہ اور پارچہ جات وغیرہ وہ سب عموی مرحوم نے لیا اور جس طرح چاہا اس سامان مین تصرف کیا۔ اُنکو اپنے والد محترم کے ورثہ مین سے بجز چند کتب کے کوئی شے نہین ملی مگر وہ کبھی اپنے برادر معظم کے ساتھ کسی امر مین مزاحم اور اُن سے کسی شے کے طالب نہین ہوئے اللہ تعالے نے اُسکے معاوضہ مین انکو اُس مال و اسباب سے دوچند سہ چند بلکہ صدچند دیدیا۔ ابقاء المنن مین وہ لکھتے ہین کہ مین افسوس کرتا ہون کاش اگر وہ زندہ ہوتے اور والدہ اور اخوات بھی موجود ہوتین تو آج مین اُنکی خدمت کما حقہ بجالاتا۔ یہ آسودگی اور فراغ بالی مجکو اُنکے انتقال کے بعد حاصل ہوئی مین نے اپنے والدین اور برادر و اخوات کے جانب سے فریضۂ حج اداکرایا اور مسجد و پل اور سرائے تعمیر کرائی اللہ تعالیٰ اُن سب پر رحم کرے۔

پھر لکھتے ہین کہ مجکو میری اولاد حسب شرعی کے مطابق اسقدر محبوب ہے کہ مین کسی شے مین اُنسے دریغ نہین کرتا اور اللہ تعالے سے یہ دعا کرتا رہتا ہون کہ وہ بعد میرے کسیکے محتاج نہون اللہ ہی اُنکا متکفل دارین ہے وھو یتولی الصالحین۔

وصیت نامہ مین لکھتے ہین کہ بھائی بہن اور انکی اولاد سے اتفاق رکھنا

چاہیئے اسلیئے کہ صلۂ رحم واجب ہے نا اتفاقی سے خانہ بربادی ہوتی ہے اور دولت وعلم کی برکت زائل ہو کر تباہی اور بدنامی لاحق حال ہوتی ہے اگر بشریت کی راہ سے کوئی بات شکر رنجی کی پیش آجائے تو طرفین کو جلد ایک دوسرے سے صفائی کر لینا چاہیئے اور متعذر کا عذر قبول کر لینا چاہیئے ورنہ اللہ تعالیٰ اُسکا عذر بھی یوم الحساب مین قبول نکریگا ایسے ہم نشینون سے خواہ وہ دوست ہون یا عزیز و قریب جو جھوٹ اور سچ ملا کر ایک بات دوسرے کو پہونچاتے ہین اور باہم نفاق پیدا کرانا چاہتے ہین بہت بچنا چاہیئے۔ ہمنشین بد وہ ہے جو دین مین ضعیف اور دنیا کے عیش و تنعم مین مستعد و سرگرم ہو سلف سے خلف تک تمام اکابر یہ ہی نصیحت کرتے چلے آئے ہین۔

شکرِ محسن مجازی

محسن مجازی کا شکر بھی منعم حقیقی کے شکر کیطرح ادا کرنا بقاءِ نعمت کے لیئے ایک وسیلہ جمیلہ ہے اور کفران نعمت کرنا یا اسکی مدح و ثنا سے خاموش رہنا زوال دولت کا باعث ہے ایسا شخص اللہ تعالےٰ کے نزدیک مبغوض ہوتا ہے اور افضال الٰہی سے محروم رہتا ہے غیر معصیت خدا مین اُس کی رضامندی کو تمام امور پر مقدم رکھنا چاہیئے۔ اور اُسکا حفظ مراتب مدنظر رکھکر اپنے کو ایک ادنیٰ تابع فرمان اور خادم وفادار بنانا یہ ہی

کمال عدل ہے۔ رئیسۂ عالیہ ادام اللہ علیہا النعم پر ہمارا کوئی استحقاق نہ پہلے تھا نہ اب ہے انھون نے محض اپنے جود و کرم سے مجھ پر اور میری اولاد پر اسقدر نوازش فرمائی اور احسانات کیئے جو دائرہ حصر سے خارج ہین اور مجھ سے اُنکی خدمت واجب اور مکافات کا کوئی حق بجز اسکے کہ مین ہزار زبان اور لاکھ دل سے ہر دم انکا شکر ادا کرون اور انکے لیئے دعائے عافیت دارین مین مشغول رہون ادا نہین ہوا البتہ انکی اطاعت ظاہری جس کی کچھ حقیقت نہین ہے جہانتک مجھ سے ہو سکا اور ہو سکتا ہے بجا لاتا ہون اور کسی چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے امر مین اپنی نیت و ارادہ سے اُنکی مخالفت روا نہین رکھتا اسلیئے کہ شاید یہ بھی کہین کفران نعمت الٰہی مین داخل نہ ہو اسی طرح تم سب پر بھی فرض عین ہے کہ اپنے کو ایک ادنیٰ فدوی سمجھکر ہمیشہ مستعد رفاقت و خدمت و اطاعت رہو اور کسی حال مین اُنکی رضامندی کے خلاف کام نہ کرو اس سے بڑھ کر اور کیا احسان ہو سکتا ہے کہ انھون نے تمکو بلا استحقاق و لیاقت کے معاش کی جانب سے مستغنی کر دیا تم پر لازم ہے کہ اُنکے مخالفین و اعدا کے ساتھ کسی قسم کا واسطۂ ظاہری و باطنی نرکھو میرا یہ حال ہے کہ اگر وہ مجکو حکم دین کہ مین تم سب سے علیحدہ ہو جاؤن تو ہرگز مجکو انکی تعمیل حکم مین ایک دم کا تامل نہو گا یہ ہی شیوہ تمکو

اختیار کرنا چاہیے اُنکے مقابلہ مین کسی دوست و آشنا اور اہل و عیال کی محبت تمکو عائق و مانع نہو۔

راستبازی اور جرات و آزادی

حق و صداقت کے مواقع پر اور معصیت الٰہی کے مقابل مین کبھی انکو کسی خویش و بیگانہ اور حاکم محکوم کی مطلق پروا نہین ہوتی تھی وہ ایک شمشیر برہنہ اور سیف من سیوف اللہ مین سے تھے جب کیکو حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہوئے دیکھتے تھے یا میلان معصیت اور وہن و مداہنت دین اور ضعف اسلام کسی مین پاتے تھے تو تحریرًا اور تقریرًا فورًا اُسکی مدافعت و اصلاح پر آمادہ ہو جاتے تھے زمانۂ انتزاع خطاب مین مخالفین واعدا نے طرح طرح کے لایعنی الزامات اور مفتریات لگاکر انکے اخراج و حبس دوام و قتل و ہلاکت کی کوشش کی اور انکی مولفات کو جہاد اور مخالفت گورنمنٹ پر مبنی ٹھہرایا اور مشغلۂ تالیف و تصنیف مین مزاحمت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا مگر انکا قلم فیض رقم ایک لحظہ اور ایک لمحہ کے لئے احقاق حق اور ابطال باطل سے نہین رکا دوران انتزاع خطاب و حادثۂ فاجعہ مین جو کتابین انھون نے جس دلیری اور آزادانہ طریقہ سے لکھین اور شایع کین وہ اس دعوے پر شاہد عادل اور دستاویز موثق و محتتم ہین۔ وہ آخر وفات تک یہ ہی کہتے رہے۔

لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق معصیت الٰہی مین کسی شخص کی اطاعت لازم نہین ہے، وَمَن یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کریگا اوسکو خدا کبھی قبول نہ کریگا ایسا شخص آخرت مین خائب و خاسر ہوگا افضل الجہاد کلمۃ حق عِنْدَ سلطان جائر افضل جہاد یہ ہے کہ سخت گیر ظالم کیسامنے کلمۂ حق کہنے سے باز نرہے۔ من رای منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ ذلک اضعف الایمان۔ جب کوئی شخص کسی فعل منکر کو دیکھے تو اوسکو ہاتھ سے مٹا دے اگر اتنی قدرت نہو تو زبان سے اوسکی تردید کرے اور اگر اتنی بھی قدرت نہو تو دل سے اوسکو مکروہ اور مبغوض رکھے یہ ایمان کا ایک ادنے درجہ ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہین۔

شہبازے باید کہ درین رستخیز مصائب وطوفان ضلالت خود را بہمت عالی وعزم متلالی ازین ورطۂ ہلاکت بساحل نجات افگند و شعائر اسلام را بر جمیع مراسم عالم تقدیم نہد و برابر رضائے الٰہی و اتباع رسالت پناہی از جملہ خویش و بیگانہ بگسلد و از ہمگنان

اس محشر مصائب اور طوفان ضلالت مین ایک ایسے شہباز کی ضرورت ہے جو اپنے علو ہمت اور عزم راسخ کے ساتھ اس ورطۂ ہلاکت سے نکلنے اور ساحل نجات پر پہونچنے کی کوشش کرے اور شعائر اسلام کو تمام دنیا کے مراسم پر مقدم رکھے اور رضائے الٰہی

کنارہ گیر شدہ ہمنشین مجالس علوم
کتاب و سنت گردو۔

اور رسول محمد صلعم کے اتباع کے مقابل
اپنے بیگانے رب سے کنارہ کش ہو کر علم کتاب
و سنت مین مشغول رہے۔

بیلاے عشق رسول جام کرن یک چند ے
نصیحتہا بیدروان شنیدی آرزو دام

واللہ در القائل ے

ملت عشق از ہمہ ملت جدا است
عاشقان را مذہب و ملت خدا است

اسی طرح رئیسہ عالیہ کے جانب سے اگر کوئی ایسا امر ظہور مین آتا تھا جو اُنکے نزدیک خلاف کتاب و سنت ہوتا تھا تو فوراً بلا تامل اُنکے سامنے نصوص کتاب و سنت پیش کر کے اسکی تلافی مکافات کی کوشش کرتے تھے مثلاً ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ تمام الاکین و عمائد کی تصویرین کھچوائی گئین اُنکو بھی چند مرتبہ تصویر کھچوانا پڑی چونکہ یہ امر اُنکے نزدیک شرعاً جائز نہ تھا اسلئے خود انھون نے بذات خاص صدقات و حسنات اور استغفار سے اسکی تلافی کی کوشش کی۔ اور رئیسہ عالیہ کو بھی آمادہ کر کے اسکے مکافات پر توجہ دلائی متعدد مرتبہ اس قسم کے واقعات پیش آئے مگر وہ دلالت خیر سے باز نہین رہے۔

یہ ہی طرز عمل اور برتاؤ انکا خود اپنے اولاد و اقربا کے ساتھ تھا۔ مجکو خوب یاد ہے کہ عنفوان شباب مین مجکو پر تکلف لباس و مکان و آرایش و

زیب و زینت جسمانی کا بہت شوق تھا اور شب و روز مشغلہ شعر و سخن مین مصروف رہا کرتا تھا میرے بہنوئی ابو تراب میر عبدالحی خانصاحب مرحوم و مغفور کو مہمان نوازی اور خاطر و مدارات احباب مین از حد غلو رہا کرتا تھا۔ اور میرے برادر معظم مرحوم و مغفور کو صوفیائے عصر کی طرف زیادہ میلان تھا۔ اور تعدیل ارکان نماز کا اہتمام کم رہتا تھا۔ قطع نظر اسکے مسجد مین ادائے صلوٰۃ کا اتفاق ہم سبکو بہت کم ہوا کرتا تھا۔ اور یہ امر انکے خاطر عاطر پر سخت گران و شاق ہوتا تھا۔ مگر وہ کسی وقت تنبیہ و تادیب و تہدید سے باز نہین رہتے تھے یہانتک کہ انھون نے اپنی بعض مولفات اور وصیت نامہ مین علی الاعلان ان امور پر اظہار ناراضی و افسوس کیا ہے وہ لکھتے ہین کہ۔

بعض کو شوق تفریق مال اور گور پرست اور پیر پرست جاہل پیرزادگان ۱؎ طلب کے ہم نشینی کا شوق ہے۔ اور اہل و عیال کے حقوق سے غفلت کلی ہے اور بعض یاران زمانہ کی مہمان نوازی اور مدارات مین شب و روز مشغول و مصروف رہتے ہین۔ آپ نقصان اُٹھاتے ہین اور وہ لوگ کامیاب ہوتے ہین۔ حالانکہ شریعت مین حقوق اقارب و اجانب کے حدود مقرر ہین اُنسے تجاوز کرنا داخل اسراف و تبذیر یا سفاہت و تعدی ہے اور بعض کو شوق آرایش و پیرایش لباس و مسکن کا ہے۔ آئین اسراف ہوتا ہے ے

ہمہ اندر زمن تبو این است
کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

پھر لکھتے ہین۔

جس جگہ نور محل کی اب عمارت ہے پہلے یہ ایک ویرانہ جگہ شہر پناہ سے باہر دامن کوہ مین واقع تھی جب اسکے جوار مین مین نے تین گھر دہرستہ اولاد کے آباد کیئے تو خدا سے کہا کہ رَبَّنَا اِنِّي اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ اور یہ تمنا تھی کہ اس مسجد کو میرے اخلاف آباد رکھینگے مین دیکھتا ہون کہ انمین سے کسیکو اوقات پنجگانہ مین اقامت نماز کی طرف توجہ نہین ہے گھر مین نماز پڑھ لین مگر مسجد تک انکو آنا دشوار ہے پھر اگر گاہ گاہ نماز کا اتفاق مسجد مین ہوتا ہے تو نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ وہ مذہب فقیہ کے مطابق بھی صحیح نہین اہل سنت واصحاب معرفت کا کیا ذکر نہ قرأت درست نہ رکوع وسجدہ صحیح پھر اسپر دعوے ولایت وطی مقامات معرفت۔

مجھپر واجب ہے کہ مین انکے لیئے دعاے خیر کرون حدیث مین والدین کو اولاد کے حق مین بددعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالے سے انکے لیئے حسن دارین کا خواستگار ہون نہ ہلاکت کا طالب ؎

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو   ایمنی از تو مخافت ہم ز تو

ہوسکتا تھا کہ مین اس شکایت وحکایت کے باب مین ایک حرف بھی نہ لکھتا مگر سوزش دل نے اس نالش پر مجبور کیا ؎

گرفتم اینکہ بہ بندم زبان ز نالیدن * تپیدن دل بیچارہ راچہ چارہ کنم

معمولات وہ روزانہ قبل طلوع فجر بیدار ہوا کرتے تھے۔ اور طلوع شمس اور وقت چاشت تک نماز و ذکر و فکر آلہی اور تلاوت و اوراد و وظائف مین مشغول اور مستغرق رہا کرتے تھے بعد اسکے ایک گھنٹہ انکا وقت لائق رئیسون کے معروضات متعلق ریاست سُننے مین صرف ہوا کرتا تھا۔ اُن سے فارغ ہوکر بغیر ایک لمحہ ضائع کیئے ہوئے تالیف اور مطالعۂ کتب وغیرہ مین مصروف ہوجاتے تھے یہانتک کہ ظہر کا وقت ہوجاتا تھا پھر ٹھیک دوپہر کے وقت تناول طعام سے فراغت پاکر آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ بالالتزام قیلولہ کیا کرتے تھے اسکے بعد بستر استراحت سے اُٹھکر اور نماز ظہر ادا کرکے عصر و مغرب تک نظم و نسق ریاست مین سرگرم کار رہا کرتے تھے۔ کبھی کبھی قبل مغرب سیر و تفریح کے لیئے سوار ہوجاتے تھے پھر نماز مغرب پڑھکر اور تھوڑی دیر ضروری تار کی خبرین اور اقتباسات مضامین اخبار سنکر برادر معظم اور دیگر شائقین علوم کتاب و سنت کو درس دیا کرتے تھے۔ قریبا ایک گھنٹہ سوا گھنٹہ تک یہ مشغلہ رہا کرتا تھا بعض علما بھی جو اسوقت موجود ہوتے تھے وہ سماعت درس مین شریک ہوجاتے تھے اسی اثناء مین شعرائے پائے تخت کا بھی مجمع ہوجاتا کرتا تھا اور درس و تدریس کے بعد شعر و سخن کا چرچا اور لطائف شعریہ کا تذکرہ رہا کرتا نصف شب گزرنے کے بعد کھانے سے فارغ ہوکر بستر استراحت پر جاکر سو رہا کرتے تھے۔

ابقاء المنن کے صفحہ ۱۳۶ مین لکھتے ہین مین بین العشائین اپنے فرزند کلان کو
کتاب وسنت وفقہ سنت اور تفسیر کا درس دیا کرتا تھا۔ اس درس مین دو چار
اہل علم بھی شریک مذاکرہ رہا کرتے تھے در اندازون نے اسکو بھی امر غیر واقع
پر محمول کرکے یہانتک نوبت پہونچائی کہ مجکو ناچار درس و مذاکرہ سے دست بردار
ہونا پڑا اور مین مصداق اس حدیث کا ہوگیا علیک بخاصۃ نفسک ودع امر العوام
اب مدت پانچ سال سے درس بند ہے اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون
ہان اگر اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے پھر امن دیگا تو کیا عجب ہے کہ مجکو
اس کار خیر کی پھر توفیق حاصل ہو۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

سوال وقرض سے اجتناب اور طلب رزق حلال

حالت عسر اور یسر اور ضیق معیشت یا زمانۂ آسودگی مین کبھی انھون نے کسی امیر فقیر سے نہ سوال طعام و لباس یا کسی نقد وجنس کا کیا نہ کبھی
سفر وحضر مین کسی شخص سے کچھ قرض ووام لیا نہ کسی کی نذر قبول کی
زمانۂ غدر ہندوستان مین جب افواج کے ہاتھ سے انکا گھر تاراج ستم ہوگیا
اور حفظ جان وآبرو کی وجہ سے انکو چند ماہ تک قصبۂ بلگرام مین اقامت
اختیار کرنا پڑی تو انھون نے نان خشک پر قناعت کی اور ایک جائے

لہ ابقاء المنن صفحہ ۳۸

خشن مین ایام گذاری کی جتنی روٹی کو غنیمت جانتا لیکن سوال اور قرض
کی ذلت سے احتراز کیا بعد ازان خدا نے اپنے فضل وکرم سے یہ تکلیف و
مصیبت دور کردی وہ لکھتے ہین آنحضرت صلعم نے دعا کی ہے اَللّٰهُمَّ
اجعل رزق آل محمد قوتاً اس دعا کے مطابق عمر کا ایک ثلث حصہ اسی
کفاف قوت کی حالت مین بسر ہوا۔ واللہ الحمد۔
پھر لکھتے ہین کہ مین اپنے وطن قنوج مین صغر سنی سے جامع مسجد کا امام و
خطیب و واعظ رہا لیکن جاہ وعزت آبائی کے طریق پر نہ اجرت وخدمت
پھر جب طلب معاش مین بھوپال پہونچا تو یہان بھی گاہ گاہ ابتداء ورود
مین بعض مساجد مین وعظ کہتا رہا۔ لیکن جب مین نے زمانہ کا حال دگرگون
دیکھا تو یہ شغلہ ترک کردیا اسلیئے کہ میرے نزدیک اسباب فسق سے روٹی
کمانا اس سے کہین بہتر ہے کہ آدمی دین کو شبکۂ حصول دنیا بنائے اور علم دین
کو تحصیل معاش اور سوال وقرض کا ذریعہ ٹھہرائے ایسے لوگ غالباً
علم ودین کے برکات سے دنیا وآخرت مین محروم رہتے ہین۔

اغیار سے التجا

وہ لکھتے ہین کہ دنیا کا عام دستور یہ ہے کہ عروض حاجت ومصیبت کے وقت لوگ
ہر خویش اور ہر ایک خسیس ونفیس سے عرض حاجت کرتے ہین خواہ آبرو

لہ ابقاء المنن صفحہ ۴۱

دین و دنیا کی سلامت رہے یا دستبرد ذلت ہو جائے لیکن مجھ پر جب کبھی غم والم و تفکر کا ہجوم ہوتا ہے اور مین اپنے کو تدابیر سے عاجز پاتا ہون تو اپنے اللہ ہی سے فریاد کرتا ہون اور جہانتک ممکن ہے اپنی تقدیر ہی پر رضامند و شاکر رہتا ہون اگرچہ رضا بالقضا ہم سے کم ہمتون کا کام نہین ہے یہ مقام صدیقین کا ہے لیکن بحکم ع برمن مسکر بر کرم خویش نگر۔

اللہ کا فضل ہے کہ وہ مجھ سے نالائق عاصی عاجز کو ذلیل نہین کرتا اور ... اور ابتلا سے محفوظ فرما دیتا ہے۔ واللہ الحمد والمنۃ۔

فقر و فاقہ ... سے خوف وہ کہتے ہین کہ مین فقر و افلاس سے بہت ... تا ہون اس نظر سے کہ اکثر فقر و افلاس زوال دین کا سبب اور سوال ... ذلت اُٹھانے کا یقیناً باعث ہوتا ہے لیکن چونکہ دنیا کا باطن سموم قاتلہ و ... طیل مقتعلہ و خداع کثیر و مصائد و مکائد بسیار پر مشتمل ہے اور لوگ ... یا کے لئے باہم تباغض و تحاسد و تدابر و تقاطع اور انقباض ... پیش آتے ہین اسلئے مقدر پر شاکر اور مقدار میسر پر قانع رہنا خیر و برکت ... سلامت ہے

یہ حدیث بہت کچھ تسلی بخش ہے

... منن صفحہ ۱۳۱

فی الدنیا ان لا تکون بما فی یدیک اوثق بما فی یدی اللہ الحدیث رواہ الترمذی وابن ماجہ

زہد و پرہیزگاری اس کا نام نہین ہے کہ جو چیز حلال و جائز ہے۔ اُس کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا جائے۔ یا مال و متاع کو ضایع کیا جائے۔ زہد و ورع یہ ہی کہ دنیا مین جو کچھ تیرے پاس اور تیرے ہاتھ مین ہے تو اسپر بھروسہ اور وثوق نہ کرے بلکہ جو اللہ تعالےٰ کے خزانہ غیب مین ہے اسپر تجکو کامل بھروسہ اور وثوق ہو۔

صحبتِ اغنیار اور اہل دول سے حتی الوسع احتراز وہ لکھتے ہین[۱] کہ ابتداء شعور سے مین اغنیا و دولتمندون کی صحبت سے جدا رہا اگرچہ سفر دہلی مین مجکو بہت سے امرا و دولتمندون سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور جب سے بھوپال مین ہون یہان بھی امرا و روسا و راجگان و مہاراجگان ہند سے سفر و حضر مین ملاقات درجۂ مساوات کے ساتھ ہوئی اور بعض سے رسم خط و کتابت رہی لیکن مین کبھی کسی کا مصاحب و ہمنشین و ندیم نہین بنا میرے شیوخ کے وصایا مین سے ایک وصیت یہ بھی ہے جیسا کہ قول جمیل مین لکھا ہے

ان لا یصحب الاغنیا الا لدفع مظلمتہ عن الناس او بعث عامتہم علی الخیر وھذا ھو وجہ التوفیق

[۱] ابقاء المنن صفحہ ۱۵

الاحادیث الدالة علیٰ ذم صحبة الملوک فبین ما صحبہم کثیر من العلماء الابرار
امیر اور دولتمندون کی صحبت دو غرضون سے جائز ہے ایک تو یہ کہ دفع مظالم کیا جائے دوسرے اس غرض سے کہ انکو اعمال خیر پر آمادہ کیا جائے ایسی صحبت اُن احادیث کے تحت مین داخل نہین جنمین صحبت ملوک و سلاطین کی مذمت کی گئی ہے بہت سے علمائے باخیر نے اسی بنا پر صحبت ملوک اختیار کی پھر لکھتے ہین کہ رئیسۂ عالیہ بھی انھین روسا مین ہین جو غنائے ظاہری کی ایک قسط عظیم رکھتی ہین لیکن بوجہ صحت عقد شرعی وہ اس صحبت ملوک منہی عنہ سے خارج ہین علاوہ اسکے انکے عہد حکومت مین بہت سے منکرات و بدعات و سئیات کا انسداد ہوا۔ اور مظلمہ کے نسبت معدلت زیادہ عمل مین آئی۔ مگر مین ایسے عذر لنگ کو بھی پسند نہین کرتا اور بجائے خود نادم رہتا ہون اور اس ابتلا کو اپنے حق مین عقوبت خیال کرتا ہون ؎

جان ختم حذر از دوزخ جاوید نہ شست   خانہ در کوچۂ آسودہ دلانم دادند

بہر حال چونکہ اس سلسلہ مین مقید ہو چکا ہون اس لیئے اب ہزار ہاتھ پانون مارتا ہون مگر رہائی کی کوئی صورت نظر نہین آتی نہ کوئی عافیت کا رستہ ملتا ہو ؎

پائے بستند و رہ سعی نشانم دادند   دست و بازو بہ شکستند و کمانم دادند

اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا و اجرنا من خزی الدنیا و عذاب الاخرة۔

صحبت جہال سے احتراز وہ لکھتے ہین کہ مین صحبت[1] جہال سے بہ دل سے بیزار رہتا ہون اور اہل علم کی صحبت کو دوست رکھتا ہون میرا دل یہی چاہا کرتا ہے کہ ایسے لوگون کی صحبت ہو جو مذاکرۂ علم یا ذکر الٰہی کرین ایسے لوگ تو اس زمانہ مین کیمیا اور عنقا ہین خیر اگر ایسے ہی لوگ جمع ہون کہ وہ معاملات دنیا مین گفتگو کرین تو ایسی گفتگو تو ہو جس سے قوت انتظامی اور تدبیر منزل وغیرہ مین مدد ملے اور عقل و شعور مین ترقی و اضافہ ہو نہ یہ کہ اراجیف و خرافات کا ذکر و تذکرہ ہو کبھی کسی کی غیبت کرین اور کبھی کسی کا نمیمہ جب بات کرین تو جھوٹ بولین جب وعدہ کرین تو اسکے خلاف کرین جب اُنکے پاس امانت رکھی جائے تو اُس مین خیانت کرین جب مخاصمت کرین تو لعن و طعن و دشنام سے پیش آئین لوگ چار قسم پر ہین ایک محض عامی شخص جو نہ زبان رکھتا ہو اور نہ دل ایسے لوگ شائع مردم ہین دوسرا وہ شخص جو زبان تو رکھتا ہے لیکن دل نہین رکھتا۔ باتین تو عقل و حکمت کی کرتا ہے مگر عمل سے بالکل خالی ہو لوگون کو خدا کی جانب رجوع ہونے کی ترغیب دیتا ہے مگر خدا سے خود بھاگتا ہے آنحضرت صلعم نے ایسے شخص سے بہت خوف ظاہر کیا ہو اور فرمایا ہو

اخوف ما اخاف علی امتی کل منافق علیم اللسان جاھل القلب

مجکو اپنی امت پر بڑا خوف اُن منافقین کا ہے جو علم زبانی مین تو طرار ہین

[1] ابقاء المنن صفحہ ۵۴۔

لیکن دل اُن کا جاہل ہے تیسرا وہ شخص ہے جو دل رکھتا ہے لیکن زبان نہیں رکھتا ایسا مرد مومن کامل اور عاقل ہے چوتھا وہ شخص ہے جو زبان اور دل دونوں رکھتا ہے یہ شان عالم باعمل کی ہے جو خود بھی عالم و عامل ہے اور اپنے اسوۂ حسنہ اور طرز عمل سے دوسروں کی بھی رہنمائی کرتا ہے

دنیا کی قدر و قیمت

وہ لکھتے ہیں کہ میرے[۱] پاس اگرچہ دنیا بہت ہے۔ مگر میں آخرت کو راس المال اور دنیا کو مثل ربح کے سمجھتا ہوں دنیا میرا اکبر اہم نہیں ہے مجکو علم ہے کہ جو شخص نیت خالص کے ساتھ دنیا سے بھاگتا ہے اور طالب آخرت ہوتا ہو دنیا اسکے پاس دوڑ کر آتی ہے اور جو شخص دنیا طلبی میں اپنی تمام ہمت صرف کر دیتا ہے اور رات دن اسی دھن میں غرق رہتا ہے اُسکو دنیا اُسکے تمنا کے موافق نہیں ملتی آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ان اللہ یعطی الدنیا علی نیۃ الآخرۃ ولا یعطی الآخرۃ علی نیۃ الدنیا اللہ تعالےٰ طلب آخرت کی نیت پر دنیا عطا کیا کرتا ہے لیکن دنیا طلبی کی نیت پر آخرت ہاتھ نہیں آتی پھر لکھتے ہیں کہ مجکو اور میری اولاد کو غیرت اس بات کی چاہیے کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دیں دنیا ایک خواب و سراب اور ظل زائل ہے نہ کسی کے پاس رہی ہے نہ رہیگی وہ چیز جو انسان کے ساتھ

۱؎ ابقاء المنن صفحہ ۵۶،

قبر میں جاتی ہے۔ وہ اعمال صالحہ اور علوم نافعہ ہیں۔

محاسبۂ نفس

وہ[۱] لکھتے ہیں کہ اگر ہر ساعت میں انسان محاسبۂ نفس نہ کر سکے تو محاسبۂ صبح و شام سے کون چیز مانع ہو سکتی ہے۔ جسکا حساب اس جگہ پاک ہے اُسکو وہاں کے محاسبہ کا کیا باک آخرت میں انسان چار طرح پر ہوں گے۔ فائزین۔ ناجین۔ معذبین۔ اور ہالکین۔ ہم سے لوگ اگر نجات پانے والے گروہ میں محشور ہوں تو غنیمت باردہ ہے اگر معذبین میں مبعوث ہوں تو عدل ہے ورنہ ہالک ہونا تو حالت راہنہ کی نظر سے نقد وقت ہے۔

صفائی معاملہ

والا جاہ ہر معاملہ میں صفائی کو پسند کرتے تھے اور انتہائی کوشش ہر معاملہ کی صفائی میں کرتے تھے چنانچہ اُنکے وفات کے بعد جب ہم لوگوں کو دنیاوی معاملات سے سابقہ پڑا اور اُنکے عہد حیات کے دفاتر نظر سے گذرے تو کوئی ادنی جزوی معاملہ بھی ایسا نہیں ملا جو غیر فیصل شدہ اور مشتبہ اور نامکمل حالت میں ہو وہ خود بھی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ میں نے ہر شخص سے معاملہ اپنا صاف رکھا خواہ کوئی اس میں خوش رہا ہو یا ناخوش بعض لوگ مجکو متکبر خیال کرتے ہیے اور بعض متواضع لیکن مجکو دونوں امر سے کوئی بحث نہیں اس لیئے کہ اللہ تعالے

۱؎ ابقاء المنن صفحہ ۸۳،

ہر ایک دل کی بات کو خوب جانتا ہے غرور و تکبر کرنا ایک ایسا رذیلہ ہے جو سوائے سفلوں کے کسی شریف عاقل سے وقوع میں نہیں آسکتا جس شخص کی حقیقت مشت خاک اور ایک قطرۂ ناپاک ہو اور وہ رات دن حامل قاذورات ہو تو اسکو تکبر کب زیبا ہے اور تواضع بھی انھیں کو شایان ہے جو گردن فراز ہیں لیکن جو طبعاً فقیر حقیر ہو اور اس سے بالفرض اگر خاکساری ظاہر ہو تو یہ تو اسکی طینت ہے اسکا فخر ہی کیا۔

حصول معاش کے ذرائع

وہ[1] لکھتے ہیں کہ میں نے حصول معاش کے لئے کسی منصب شرعی کو مثلاً قضا یا افتا یا معلمی یا موذنی یا خدمت وعظ اختیار نہیں کی۔ بلکہ ملازمت کو ذریعۂ معاش قرار دیا اور اسی وسیلہ سے جاگیر پائی سلف صالحین اور ائمہ دین رضی اللہ عنہم جو تقویٰ میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے وہ ہمیشہ ان مناصب کے قبول کرنے سے محترز رہے۔ اور باوجود سلاطین کے تشدد اور سخت گیری کے انھوں نے کبھی یہ خدمات منظور نہیں کیں میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ مجکو ہمیشہ ایسے آفات سے محفوظ رکھے اور میری اولاد کو بھی اس طرح کی شہرت و تہمت سے بچائے۔ تحصیل معاش کے لئے اور بہت سی صورتیں ہیں جو نفس الامر میں جائز ہیں بلکہ سچ یہ ہے

[1] ابقاء المنن صفحہ ۹۳،

کہ اس زمانہ میں تو ملازمت بھی ایک بڑی ذلت کی چیز ہے اگر کسی مسلمان سے ہو سکے تو زراعت۔ کتابت۔ تجارت۔ وغیرہ سے معاش حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اور ملازمت کو دور سے سلام کرے۔

ملازمت

مقالۃ الفصیحہ کے صفحہ ۶۲ و ۶۴ میں لکھتے ہیں کہ۔

اگر اجارہ حرفہ گیرد این قدر فرض وقت است کہ در بجا آوری حکم حکام ظاہری تا تواند تجنب از جور و تحری عدل نماید و خود را از اختیار ہم پیشگان و رضا بہنجار ایشان دور دارد خواہ این اجارہ برپا ماند یا از دست رود۔	اگر ملازمت اختیار کرنے پر آدمی مجبور ہو جائے تو اسپر یہ فرض وقت ہے کہ حکام ظاہری کے تعمیل حکم میں اپنے حد امکان تک ظلم سے بچے اور انصاف پر قائم رہے اور اپنے ہم پیشہ لوگوں کے روش ہرگز اختیار نہ کرے خواہ ملازمت باقی رہے یا جاتی رہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ۔

اگر بہ ناچاری در مبادی این ماجریات گرفتار گردد حسن غایات را از دست ندہد و تا تواند نان اینجا خورد و کار آنجا	اگر مجبوراً اس قسم کے معاملات اور ماجریات میں آدمی گرفتار ہو جائے تو ہر کام میں انجام نیک اور نتائج حسنہ کا خیال رکھے اور حتی الامکان

کنند و ہمچو امعۂ مفصل و ملایان مساجد و پیران خانقاہ و قانعان اہل بیت برنان دیگران قناعت نہ فرمایند و چشم بر مال این و آن بحیلۂ خدا پرستی و رسول نمائی ندوزد بلکہ مہما امکن بکسب پردازد کہ افضل مکاسب کسب دست خود است و انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسلام ہمچنین زیست کردہ اند۔

روٹی یہان کی کھائے اور کام وہان کا (آخرت) کرے اور مثل بے بصیرت اور غافل لوگون کے یا مثل ملایان مساجد اور پیران خانقاہ کے یا اُن لوگون کی طرح جو اپنے اہل خاندان پر اپنا بار ڈالا کرتے ہین دوسرون کی روٹی پر ہرگز قناعت کرے اور خدا پرستی اور رسول نمائی کے حیلہ سے دوسرون کے مال کی تاک مین نہ رہے بلکہ اپنے مقدور بھر کوئی پیشہ یا ہنر اختیار کرے سب سے بہتر اپنے دست و بازو کی کمائی ہے تمام انبیا علیہم السلام اسی طرح اپنی عمر بسر کیا کرتے تھے۔

غیرت و حمیّت۔ القاء المنن مین لکھتے ہین "جب تک کہ مین نے اپنے دست و بازو سے نوکری کرکے لائق گذر معاش پیدا نہین کی اُسوقت تک نکاح نہین کیا بعد نکاح تمام مصارف ذاتی اور اہل و عیال کے اپنی آمدنی سے پورے کرتا رہا بیوی اگرچہ آسودہ حال

اور دولتمند گھرانے کی تھین لیکن اُنکے مال سے مین نے کبھی ایک پیسہ بھی نہین لیا نہ اپنے خُسر سے کبھی کوئی شے طلب کی بارہ برس تک مین نے اُنکے باغ تک مین قدم نہین رکھا صرف اس وجہ سے کہ جسکا نان و نفقہ خود مجھ پر واجب ہے مین اس کا حق شرعی تو ادا نہ کرون اور خود اس کے مال و متاع کو بلا استحقاق اپنے نفس پر صرف کرون۔

قدر کفایت پر قانع رہنا والا جاہ ہم لوگون کو غیر ضروری اشیاء اور کثرت ساز و سامان سے منع کیا کرتے تھے۔ اور یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہان
آنچہ ما در کار داریم اکثرے درکار نیست

کار دنیا کسے تمام نکرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

کثرت شکار و صید افگنی وہ بلا ضرورت و بلا لحاظ اوقات فرصت سیر و شکار مین زیادہ مصروف رہنے کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔ اور حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کا یہ قول اکثر ہم لوگون کے سامنے نقل کیا کرتے تھے۔ شکار کار بیکاران است انسان اگر بہ امور عاقبت نتوان پرداخت ساختنِ بہائے کار دنیا چہ بدست۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔

کسی کام اور چیز کو بے حقیقت سمجھنا

وہ ہم لوگون کو نصیحت اور ہدایت کیا کرتے تھے کہ کسی چھوٹی سی چھوٹی چیز کو حقیر مت سمجھو اور کسی ادنے سے ادنے جزدی کام کو بے حقیقت جانکر نہ چھوڑو پیسون ہی سے روپے بنا کرتے ہین اور چھوٹے کامون ہی کے انجام دینے سے آدمی بڑے اہم کام انجام دے سکتا ہے اور ادنے مرتبہ ہی سے ترقی کرکے آدمی دنیا و آخرت کے اعلےٰ مراتب تک پہونچا کرتا ہے۔

معطل رہنا

وہ کہا کرتے تھے کہ بیکار رہنے سے بدتر کوئی عیب نہین۔ انسان کا کوئی وقت ذکر و فکر الٰہی یا کاروبار دنیاوی سے خالی نہونا چاہیے۔

ع گر نہ نویسی ورقے می تراش۔

یہ شعر اکثر آنکی زبان پر رہتا تھا۔ ؎

نہ متعت ز دنیا نہ ز دین نصیب مظہر
تو بفن بے کمالی چہ قدر کمال داری

احباب کے ساتھ حسن معاشرت

وہ اپنے احباب کرام کے ساتھ نہایت خلوص محبت سے پیش آتے تھے۔ اور جہان تک ان سے ممکن ہوتا تھا وہ اُنکے ساتھ مدارات اور تواضع اور انکسار کا برتاؤ کرتے تھے

اور حُسن سلوک کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتے تھے اور جو شخص اُنکے ساتھ احسان کرتا تھا وہ اس احسان کا معاوضہ دو چند سہ چند بلکہ چہار چند کردیا کرتے تھے اگرچہ اغنیا کی صحبت سے اُنکو سخت احتراز رہتا تھا مگر نواب مصطفےٰ خان بہادر دہلوی مرحوم و مغفور چونکہ ایک عالم متبحر صوفی مشرب اور خدارسیدہ بزرگ تھے اور والاجاہ کو اُنکے دولتکدہ پر دو سال تک زمانۂ طالب علمی مین سکونت کا اتفاق ہوا تھا۔ اور اُنکی مہربانیون کے وہ بیحد ممنون تھے اس لیے بالتخصیص اُنکو اُن سے قلبی محبت تھی اور اُنکی صحبت سے اُنکو روحانی مسرت حاصل ہوتی تھی چنانچہ زمانۂ غدر ہندوستان ۱۲۷۳ھ ہجری مین بعض فتنہ پردازون کی سعایت کی وجہ سے وہ جرم بغاوت مین ماخوذ ہوکر اسیر زندان فرنگ ہوگئے تھے والاجاہ نے بعض حکام کی وساطت سے اُنکی رہائی مین سعی موفور اور کوشش بلیغ کی اور خدا کے فضل سے انھون نے اس عقبۂ کنود سے نجات پائی نواب صاحب مرحوم نے اس سعی جمیل کے شکریہ مین والاجاہ کو فارسی مین ایک خط لکھا جسکی عبارت بلفظہ یہ ہے "خط سامی کہ در زمان مبتلا بودن مخلص بہ بند بلا بنام صدر الصُدور صاحب بہادر رسیدہ بود بطریق آن صاحب ممدوح آنچنان مساعی جمیلہ و کوشش ہائے نبیلہ

فرمودند کہ صورت نجات مخلص بظہور رسید۔ آرے مقتضائے محبت ہائے سامی ہمین بود این احسان فراموش شدنی نیست اکنون نجات صوری رو داد لیکن نجات معنوی باقی است یعنی جائداد وغیرہ وجوہ معاش ہنوز مطلق واگذاشت نشدہ این مقدمہ ہم باجلاس صدر الصدور موصوف رسید پس ضرورت افتاد کہ بآنجناب اطلاع کنم تا بنام شان خط سفارش چنانکہ سابق نوشتہ اند ترقیم فرمایند وتحریر این معنی کہ بظہور این امر شکر گزار سامی خواہم شد فضول ست کہ میان ما و شما گنجایش ہمچو امور نیست کہ یاد از بیگانگیہا می دہد وظاہر است کہ بار این منت عظیم خواہد بود۔ مورخہ یکم شعبان سنہ ۱۲۷۶ ہجری والاجاہ لکھتے ہین کہ جب یہ خط میرے پاس پہونچا تو مین نے ایک دوسرا خط مومن علیخانصاحب مرحوم صدر الصدور ساکن سندیلہ کو لکھا غرض بہت کوشش کے بعد نصف معاش واگذاشت ہوئی والحمد للہ علی ذلک۔

علم وعلمائے عصر کی قدردانی وانصاف

وہ خدا کی طرف سے ایسی علم دوست وحق پسند طبیعت لائے تھے جو سراپا علم وعمل سے معمور تھی وہ علوم دینیہ کے والہ وشیدا اور علما کے نہایت قدر شناس اور محب خالص تھے یہانتک کہ جن مقدس علمائے عصر سے بعض مسائل شرعیہ مین انکو بوجہ احقاق حق اور ابطال باطل بعض مسائل مین اختلاف رہا ہے اُنکے علم وفضل کی بھی تہ دل سے قدر کرتے تھے اور اُنکے حق مین کبھی کسی قسم کی سوء ادبی روا نہین رکھتے تھے اور جو متعصب لوگ باہم رد وقدح مین بیجا تعصب کو دخل دیتے تھے یا حد سے زیادہ مبالغہ کیا کرتے تھے تو والاجاہ اُنسے کبھی خوش نہین ہوا کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اُنکے طرز عمل سے اظہار تنفر کیا کرتے تھے خواہ رد وقدح کرنیوالا انکا مخلص ارادتمند ہی کیون نہ ہو۔

عالم باعمل فقیہ امت جناب مولانا مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی مرحوم ومغفور سے اور والاجاہ سے بعض مسائل شرعیہ مین سخت اختلاف رہا اور فریقین کے تلامذہ ومعتقدین نے ایک دوسرے کے دلائل کی تردید مین متعدد رسالے لکھے اور شایع کیے باانیہمہ اختلاف یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب نے قبل مغرب والاجاہ کو اطلاع دی کہ ہفتم ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۴ھ شب دوشنبہ کو بعد نصف شب مرض صرع مین مولانا مولوی عبد الحی صاحب

لکھنوی نے انتقال فرمایا یہ سنکر کچھ دیر تک تو پیشانی پہ ہاتھ رکھکر خاموش سر جھکائے رہے اور پھر آبدیدہ ہوکر اور سر اٹھاکر دیر تک دعائے مغفرت کرتے رہے اور اپنی زبان سے یہ فرمایا کہ آج آفتاب علم غروب ہوگیا۔ ہمارا اور انکا اختلاف نفس تحقیقات مسائل تک محدود تھا پھر چوبدار کو بلاکر حکم دیا کہ شہر میں اعلان کردیا جائے کہ مولانائے مغفور کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی جائیگی۔ وقت مقررہ پر لوگ آجائیں سچ یہ ہے کہ مولانائے مرحوم مین بھی یہی اعلیٰ صفت بدرجۂ اتم موجود تھی مین نے سنا ہے کہ جب انکو والاجاہ کے انتزاع خطاب و مصائب کی خبر پہونچی تو انھون نے ایک ہفتہ یا شاید تین دن تک درس دینا بند کردیا اور والاجاہ کے سلب خطاب کو علم اور اسلام کی توہین پر محمول کیا غفر اللہ لہ و برد اللہ مضجعہ

لطائف و ظرائف

ایک مرتبہ مولوی محمد مراد صاحب محدث جو ایک صاحب نسبت صوفی مشرب بزرگ تھے انھون نے نکاح کرنا چاہا اور ایک جگہ انکی نسبت ٹھہر گئی لوگون نے اسکا تذکرہ مولوی صاحب کی موجودگی مین والاجاہ سے کیا انھون نے مسکراکر کہا کہ ہم تو مولوی صاحب کو پہلے ہی سے صاحب نسبت جانتے ہین اسی طرح ایک مرتبہ زمانہ طفولیت مین برادر معظم مرحوم دوڑے ہوئے والاجاہ کے پاس آئے اور کباب خریدنے کے لئے دام مانگے والاجاہ نے دام دیکر اور مسکراکر فرمایا ؎

خون جگر کو پیا ہو جس نے وہ مے پیئے ۔۔۔ کھلائے وہی کباب کہ جو دل جلا ہو

وصایا

وصیت نامۂ اول وقت روانگی حج

والاجاہ قبل نکاح رئیسۂ عالیۂ خلد مکان سے رخصت لیکر ادائے فریضۂ حج کے لئے جانب حجاز روانہ ہوئے اور مقتضائے شفقت پدری کے موافق چند وصایا ہم دونون بھائیون کے لئے لکھکر والدۂ محترمہ غفر اللہ لہا کو سپرد کر گئے اسوقت راقم الحروف کی عمر صرف دو سال کی تھی۔

وصایا مذکورہ بہ لفظہ یہ ہین

کاتب الحروف صدیق حسن عفی عنہ بست و پنجم ماہ شعبان ۱۲۸۵ھ رہگرائے عزم سفر خیر حرمین شریفین زادہما اللہ تشریفاً و تعظیماً شد فرزندان و جگر گوشگان باتمیز سید نور الحسن طیب و سید علی حسن طاہر اطال اللہ تعالیٰ عمرہما و بارک فیہما و لہما و علیہما در عمر طفولیت بحفظ و امان آلہی کہ بہتر ازان

کاتب الحروف صدیق حسن پچیسوین شعبان ۱۲۸۵ ہجری کو سفر مبارک حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوا اور اپنے فرزندان و جگر گوشگان باتمیز سید نور الحسن طیب اور سید علی حسن طاہر کو طفولیت کی عمر مین اللہ تعالیٰ کے امن و حفاظت مین سپرد کیا جس سے بہتر

حفاظتے نیست گذاشتہ
واللہ خیر حافظا وهو ارحم الراحمین
میخوانند ومی آگاہد کہ رحم
او تعالے بہ بندگان خود
اضعاف مضاعف از مراحم
مادر وپدر است وے ہرگز
شما را تباہ نہ گرداند انشاءاللہ
تعالے درہمین سال قرین
عافیت حال ومآل
مراجعت میکنم وشما را صحیح و
سلامت یافتہ سجدہ شکر
بجامی آرم واگر امرے
ناگزیر پیش آید پس رعایت
این چند وصایا داشتن
وبروفق آن رفتن موجب
سود وبہبود شماست
وباللہ التوفیق۔

کوئی حفاظت نہین ہے اللہ تعالے
سب سے بہتر نگہبان اور تمام رحم
کرنے والون سے زیادہ رحم کرنیوالا
ہے مین انکو آگاہ کرتا ہون کہ
خداوند تعالے کا رحم اپنے بندون
پر مان باپ دونون سے بدرجہا زائد
ہے وہ ہرگز تمکو تباہ نہین کرے
اگر خدا نے چاہا تو مین اسی سال
مین خیر وعافیت کے ساتھ
واپس آؤن گا اور تم سب کو صحیح و
سلامت دیکھکر خدا کا سجدہ شکر
بجالاؤن گا۔ اور اگر اس سفر
مبارک مین کوئی امر ناگزیر یعنی
واقعہ وفات پیش آیا تو اس حالت مین
ان چند وصیتون پر عمل کرنا تمھارے
لئے باعث فلاح وبرکت ہوگا۔
اور توفیق عمل دینا خدا ہی کے دست

اول آنکہ در تحصیل علم کوشند
کہ ہیچ عزتے عنداللہ وعندالناس
بالاتر ازان نیست اگرچہ زمانہ
قدر آن نہ شناسد ووقت مساعدت
نکند۔ ومراد از علم علم دین ست
تفسیر وفقہ سنت وما یتعلق بہا
وتحصیل موقوف بردانستن
صرف ونحو ولغت است
درین علوم اول دست
بہم رسانند بعدہ کتب صحاح
ستہ خوانند وتفسیرے از تفاسیر
معتبر مثل تفسیر شوکانی وغیرہ
درس گیرند وکتب فقہ
سنت را پیش نظر دارند
ومحدثین را خلاصہ
امت ومقتدائے
ملت اعتقاد کنند

قدرت مین ہے۔ پہلی وصیت یہ ہے
کہ تحصیل علم مین تم کوشش کرو
اس لئے کہ کوئی عزت علم کی عزت
سے زیادہ نہ خدا کے نزدیک ہے
نہ مخلوق کے نزدیک اگرچہ ایک زمانہ
انکی قدر نہ کرے۔ اور اقتضائے
وقت اسکے خلاف ہی کیون نہ ہو
میری مراد علم سے علم دین ہے یعنی
تفسیر وفقہ سنت وغیرہ اور علم دین
کا حاصل کرنا صرف ونحو ولغت پر
موقوف ہے پہلے ان علوم سے
واقفیت حاصل کرو بعدہ کتب صحاح
ستہ اور معتبر تفسیرون مین سے کسی
تفسیر کو پڑھو مثلاً تفسیر امام شوکانی
وغیرہ اور کتب فقہ سنت کو ہمیشہ
زیر مطالعہ رکھو اور جماعت محدثین
کو خلاصہ امت اور پیشوائے ملت جانو

بقاء دین تا امروز بدولت ایشان است و ابطال مبطلین و تحریف غالین و تاویل اجاہلین در کلام ایشان و این قسم کتب در کتابخانہ موجود است ہرگز آنرا ضایع نسازند و دوست ترا ز جان دارند کہ بصرف زر خطیر بیش از حیثیت ظاہری شان بہ محنت بسیار از عرب حاصل ساختہ ایم و آن تالیفات امام شوکانی و سید محمد بن اسمعیل امیر یمانی و تصانیف حافظ ابن القیم و شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی است و رسائل مختصرہ دیگر اہل علم کہ وسائل و معدات علم حدیث اند

اسلیئے کہ دین کا بقا آجتک انھین کی بدولت ہو اور باطل پرستون کی کجروی اور متعصبون کی تحریفون ور جاہلون کی تاویلون کا بطلان انھین کے کلام سے ہوتا ہے اس قسم کی کتابین ہمارے کتب خانہ مین موجود ہین ان کتابون کو ہرگز ضایع نہ کرو اور جان سے زیادہ انکو عزیز رکھو یہ کتابین بڑی محنت اور حیثیت ظاہری سے کہین زیادہ اور بہت کچھ تقدر رقم صرف کرکے مین عرب سے حاصل کین ہین یہ امام شوکانی۔ سید محمد بن اسمعیل امیر یمانی حافظ ابن قیم و علامہ ابن تیمیہ کی مولفات و مصنفات ہین انکے علاوہ وہ مختصر رسالے بھی ہین جو دوسرے علمانے لکھے ہین اور وہ علم حدیث کے معدات و وسائل

بدست خود در غایت قلت فرصت از نہایت شغف وولہ نوشتہ ایم۔

(٢) دوم آنکہ مذاہب اربعہ را درحقیقت برابر دانند و ترجیح ہیچ یکے نزوند و شیوۂ خود اتباع ظاہر سنت کہ پیش محققین اہل حدیث دلیلاً و نصاً بصحت رسیدہ است کنند و ہرگز بہ تقدیم راے بر نصوص صحیحہ راضی نشوند کہ سعادت در ین است و شقاوت در غیر آن و با تعصب مذہبی کہ عالمے امروز دران گرفتار است موجب منازعت و خصومت یک دگر است کار ندارند و از مناظرہ زبانی و نزاع بیانی دور باشند کہ انصاف از عالم رفتہ

بھی شامل ہین مین نے ان رسالون کو اپنے ہاتھ سے باوجود غایت کم فرصتی کے نہایت شوق کے ساتھ نقل کیا ہے دوسری وصیت یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کو حق و صداقت مین یکسان سمجھو اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دو۔ اور اتباع ظاہر سنت کو اپنا شعار بناؤ جسکی صحت علمائے محققین اہل حدیث سے دلیلاً اور نصاً ثابت ہو چکی ہو اختیار کرو اور ہرگز راے کو نصوص صحیحہ پر مقدم نہ رکھو اسلئے کہ سعادت اسی پر موقوف ہو اور مخالفت اسکے شقاوت ہی شقاوت ہو اور تعصب مذہبی سے بچو جسمین آج کل ایک عالم گرفتار ہو اور رات دن اسی بنا پر انمین دشمنی اور نزاعین ہوا کرتی ہین اسیطرح زبان و بیان کو مناظرون سے پاک رکھو اسلیئے کہ انصاف دنیا سے معدوم ہو چکا ہو

وہوا وہوس تمام عالم را فرو گرفتہ الا ماشاء اللہ پس در صلاح نفس خود ماندن و با مسلمانان در صوم و صلوٰۃ و دیگر شعائر اسلام شریک بودن طریقۂ سلامت است و از انکار دیگران علما باشند یا جہلا در اتباع سنت تقاعد نہ کنند و عمل و عقیدہ را موافق ظاہر کتاب و سنت سازند و رسائل این قسم نیز در کتابخانہ موجود است۔

(۳) سوم آنکہ برائے معاش تعلیم زبان فارسی و خواندن بعض کتب و دریافتن بعض سررشتہ ہائے مروجہ کافی است علم دین را ذریعۂ دنیا

اور شاذ و نادر کے سوا ہوا و ہوس مین ایک عالم مبتلا ہے پس اس حالت مین اپنے نفس کے صلاح کی طرف متوجہ رہو اور تمام مسلمانوں کے ساتھ نماز و روزہ اور تمام شعائر اسلامی مین شریک رہو اسی مین سلامتی ہے اتباع سنت کو (خواہ کوئی عالم منکر ہو یا کوئی جاہل اُس سے انکار کرے) ہرگز نہ چھوڑو اور اپنے عمل و عقیدہ کو ظاہر قرآن حکیم اور حدیث کے موافق رکھو اس قسم کے رسالے بھی کتبخانہ مین موجود ہین۔

تیسری وصیت یہ ہے کہ معاش حاصل کرنے کے لئے زبان فارسی سیکھنا اور بعض کتابین پڑھنا اور کارروائی سررشتہ سے وقفیت حاصل کرنا کافی ہے علم دین کو دنیا حاصل کرنیکا

و موجب مفاخرت نباید ساخت و ہرگز بر زرے کہ بذلت بدست آید نظر نباید داشت و ہم بدرضی نباید شد اگر مداخل قلیل بر وجہ عزت و آبرو حاصل شود بہتر ازان است کہ مال بسیار بخواری بدست آید ما ہمچنین کردیم و فی الجملہ بر تنگی و قوت بعض حوائج و مقاصد صبر نمودیم۔ اما طمع بیجا و حرص نازیبا بوجود نیامد درین زمانہ از محالات است کہ مال حلال بکثرت جمع شود بلکہ قلیل ہم میسر نمی آید و گوشت و پوستے کہ از حرام می روید در خود آتش دوزخ است

وسیلہ اور ذریعۂ فخر و غرور نہ بناؤ اور ہرگز اس مال و روپیہ پر نظر نہ ڈالو جو ذلت اٹھا کر حاصل ہو اگر تھوڑی سی آمدنی عزت و آبرو کے ساتھ حاصل ہو وہ اس دولت کثیر سے کہین بہتر ہے جو ذلت و خواری اٹھا کر حاصل کیجائے ہمنے بھی یہی اپنا طریقہ رکھا اور بعض اوقات تنگی و تکلیف برداشت کرکے اور بعض ضرورتوں اور خواہشوں کو چھوڑ کر ہمکو صبر کرنا پڑا لیکن ہم سے کبھی طمع بیجا اور حرص نازیبا ظہور مین نہین آئی۔ اس زمانہ مین یہ محالات مین سے ہے کہ مال حلال کثرت سے جمع ہو سکے بلکہ قدر قلیل بھی میسر نہین ہوتا حالانکہ جو گوشت و پوست مال حرام و ناجائز سے پرورش پاتا ہے وہ آتش دوزخ کے لائق ہے

نہ سزاوار بہشت پس در تحصیل
اموال واکتساب ارزاق طریقۂ
متوسط ورعایت حلال دارند
واز حرام ومکروہ تا امکان دور
باشند اجملوا فی الطلب
وتوکلوا علیہ
وبر فقر وفاقہ شکستہ خاطر نشوند
کہ ہیچ آدمی زاد را ازان
چارہ نیست الا ماشاء اللہ
تعالےٰ خدا ورسول
راضی باشند و آخرت
از دست ندہند ودنیا اگر
حسب مراد نیست نباشد
المال غاد ورائح۔
(۴) چہارم آنکہ حفظ نسب خود نمایند
ما ذریت رسولیم نفع این
نسبت باطنی اگر با ایمان رفتیم

نہ جنت کے سزاوار پس مال ودولت
حاصل کرنے مین اور تلاش معاش
مین متوسط طریقہ اور بیچ کی راہ اختیار
کرو۔ اور حلال کا لحاظ رکھو اور حرام
ومکروہ سے مقدور بھر دور رہو۔ اور
تھوڑی پر قناعت کرو اور خدا پر
بھروسہ رکھو اور اگر فقر وفاقہ
برداشت کرنا پڑے تو کبھی رنجیدہ
خاطر نہ ہو۔ اسلیئے کہ انسان کو اس سے
کوئی مفر نہین ہے بڑی بات یہ ہے
کہ خدا ورسول راضی رہین اور آخرت
ہاتھ سے نجائے اگر دنیا خواہش کے
مطابق نہ ملے تو نہ ملے۔ مال ایک دن
تلف ہونے والا اور جانے والا ہے۔
(۴) چوتھی وصیت یہ ہے کہ اپنی نسب کی
حفاظت رکھو ہم لوگ اولاد رسول ہین اس باطنی
نسبت کا فائدہ بشرطیکہ ہم ایمان کیساتھ دنیا سے جائین

در آخرت مشاہدہ افتد
وحرمتش در دنیا تحریم زکوۃ
وصدقات است بر بنی ہاشم
پس قرابت وبرادری با سادات
یا قریش باید کرد نہ باغیر اگرچہ دنیا
بخوا فیرہا حاصل شود ورشتہ تا امکان
باکسے باید کرد کہ خوش عقیدہ و
صالح باشد ومتمول نبود چشم
نظر بہ دین داری دارند نہ بر جمال
ومال وحسب۔
(۵) پنجم آنکہ مادر شما بسیار صالحہ و
خوشخو وطاہرہ سخیہ است اطاعت
وخدمت او را تمام عمر فرض عین
دانید ما را انچہ در دین
ودنیا حاصل شد بدولت
فرمان بری وخدمت گری
والدۂ ماجدۂ ماقدس سرہا است

آخرت مین معلوم ہوگا اور دنیا مین حرمت
یہ ہے کہ بنی ہاشم پر مال زکوۃ اور صدقہ قطعًا
حرام ہے پس قرابت وبرادری حتی الامکان سادات
یا قریش کے خاندان مین کرنی چاہیئے
اگرچہ دنیا اسکے خلاف مین حاصل ہو اور
رشتہ داری جہانتک ہو خوش عقیدہ اور
نیک صالح آدمی سے کرنا چاہیے۔ اگرچہ
دولتمند نہو آدمی کو دینداری پر ہر وقت
نظر رکھنی چاہیے نہ خوبصورتی ومال
وحسب پر۔
(۵) پانچوین وصیت یہ ہے کہ تمھاری
والدہ ایک صالحہ نیک مزاج صبر کرنیوالی
اور مخیّر ہین۔ انکی اطاعت وخدمت کو
فرض عین جانو ہمکو جو کچھ دین دنیا
مین حاصل ہوا وہ محض والدۂ
ماجدہ کی فرمانبرداری اور
خدمت گزاری سے حاصل ہوا۔

واین بی بی در حق شما بہتر
از ما است با او و با خواہر خود
کہ ما را بسیار عزیز ست
سلوک بر طریقہ محبت و صلۂ رحم
کنید و مال و جان خود را از
ایشان دریغ ندارید۔
(۶) ششم آنکہ مقصود از
اولاد استحصال دعوات
خیر ست۔ پس در ہر نماز برائے
والدین خود دعا کنید ما نیز ہمچنین
میکنیم و دعائے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ
وَلِوَالِدَیَّ اِلٰی اٰخِرِہٖ مشہور ست
(۷) ہفتم آنکہ در ہر امرے کہ
سراسیمگی و بیچارگی رو دہد
بعد نماز ذکر آن کار بجناب کبریا
جلت عظمتہ کردہ دعائے
سرانجام مرام و حل آن مہم نمایند

اور یہ بیوی تمہارے حق مین مجھ سے
بہتر ہین تمکو چاہیئے کہ انکی خدمت و
اطاعت اور اپنی بہن کے ساتھ
(جو مجھکو بہت عزیز ہے) محبت کا برتاؤ
اور صلۂ رحم قائم رکھو اور جان و مال سے
اپنے آپ کو اُن سے دریغ نہ رکھو۔
(۶) چھٹی وصیت یہ ہے کہ اولاد سے
مقصود اصلی دعاہائے خیر کا حاصل کرنا
ہے اسلیئے تم ہر نماز مین اپنے والدین
کے لیئے دعا کرتے رہو ہم بھی ایسا ہی
کیا کرتے ہین اللھم اغفرلی ولوالدی
الی آخرہ مشہور ہے۔
(۷) ساتوین وصیت یہ ہے کہ ہر ایک
پریشانی اور بے بسی کے وقت بعد نماز
اپنا درد دل اور حال پُر ملال اپنے
پروردگار جل جلالہ کے حضور مین ظاہر
کر کے حصول مطلب اور مشکل کو آسان کرنیکی دعا کیا کر

انشاء اللہ تعالےٰ جمیع مرادات
حاصل خواہد شد۔ ما را طریقہ ہمین است
کہ در ہر امر جزوی و کلی التجا
بخدا میکنیم و می گوئیم کہ حق تعالیٰ
تو میدانی کہ ما را مثل دیگر مخلوق تو
نہ توانائی ہست و نہ تدبیر و بے
عاجزیم و خلق بر ما
چیرہ پس کار ما را محض
بفضل خود سرانجام دہ
و فلان بلا را کہ اندیشۂ آن
داریم ما را از ان برہان و حفاظت
کن آخر دیدیم کہ این دعا
کار کرد و کید اعدا پیش
نرفت غرض کہ از بندہ
اخلاص و عبودیت
باید ہمہ کار بے تدبیر
ظاہری ہم می توانند شد۔

اگر خدا چاہیگا تو تمام مرادین حاصل ہونگی
ہمارا بھی یہی طریقہ ہے کہ ہم ہر ادنیٰ
و اعلیٰ کام مین اپنے خدا ہی سے التجا
کرتے ہین اور یہ کہتے ہین کہ اے خدا
تو خوب جانتا ہے کہ مجکو تیری دوسری
مخلوقات کی طرح نہ طاقت و توانائی ہے
اور نہ کوئی تدبیر مجھ سے بن پڑتی ہے مین
نہایت عاجز ہون اور مخلوق مجھ پر غالب
ہے تو ہی میرے کام کو محض اپنے فضل
سے انجام کو پہونچا اور فلان بلا کو جسکا
مجکو تردد ہے اس سے نجات دے
اور میری حفاظت کر مین نے اس دعا کا
آخر یہی ثمرہ دیکھا کہ وہ پایۂ اجابت کو
پہونچی اور اعدا کا مکر و فریب کچھ کارگر
نہین ہوا حقیقت یہ ہے کہ بندہ مین
سچا خلوص اور شان عبودیت ہونی چاہیئے
پھر سب کام بغیر تدبیر ظاہری بھی پورے ہو سکتے ہین

(۸) ہشتم آنکہ نتیجۂ علم نفع
بخشی است بنفس خود و دیگران
را و آنرا دو صورت است
یکے تعلم و خدمت طلبۂ علم
کردن دوم خود در مطالعۂ
کتب مشغول ماندن و سنت را
از بدعت و توحید را از شرک
جدا شناختن و دفع ضرر را بر نفع
مقدم داشتن اگر طاعات بسیار
بوجود نیاید بارے از کبائر
خصوصًا و از صغائر عمومًا دور ماندن
و نماز پنجگانہ با جماعت گزاردن
ہمچنین باقی فرائض و واجبات
ادا کردن بسیار غنیمت ست
و باللہ التوفیق۔
(۹) نہم آنکہ اوقات خود را
تا مقدور اگرچہ بہ جبر و قہر

آٹھوین وصیت یہ ہے کہ علم سے غرض
نفع پہونچنا ہے خواہ اپنی ذات کو پہونچے
یا کسی غیر کو اسکی دو صورتین ہین ایک تو
تعلیم و تعلم اور طلبۂ علم کی خدمت کرنا دوسری
یہ کہ کتابون کے مطالعہ مین مشغول رہنا اور
سنت کو بدعت سے اور توحید کو شرک سے
پاک اور جدا رکھنا اور دفع مضرت کو
نفع پر ترجیح دینا۔ اگر زیادہ عبادت نہو سکے
تو نہو سکے۔ لیکن کبیرہ گناہون سے
بالخصوص اور صغیرہ گناہون سے پرہیز کرنا
ضروری ہے اور پانچون نمازون کو جماعت
کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اسی طرح تمام
فرائض و واجبات اگر ادا ہو سکین تو یہ بھی
بہت غنیمت ہے اور توفیق دینا خدا
کے اختیار مین ہے۔
(۹) نوین وصیت یہ ہے کہ جہانتک ممکن ہو
اپنا تمام وقت خواہ جبر و سختی کے ساتھ ہی

باشد در شغل علم و عبادت
دارند و از لہو و لعب و بازی
و تضیع اوقات در لا یعنی
کہ اہل عالم می کنند اجتناب
ورزند و حتی الامکان با اہل
علم راہ و رسم دارند
و از صحبت جہلا و فرومائیگان
و مذاکرہ و مصاحبت ایشان
بہ پرہیزند کہ ہمنشینی
ذی عزت عزیز است
و مصاحبت فرومائیگان
ذلیل۔
(۱۰) دہم آنکہ ہنوز ما بر سر شما
موجودیم و از حق تعالے
امیدواریم کہ شما را
روبروے ما بعلم شعور رسانند
و محلی بہ فضائل و مخلی

کیون نہو۔ علم و عبادت کے شغل مین
گزارو اور کھیل و کود اور ہر قسم کی
بازی سے اور لغو و مہمل باتون مین
وقت ضائع کرنے سے (جس طرح
عام لوگ کیا کرتے ہین) اجتناب کرو
اور ذی علم لوگون سے رسم و راہ پیدا کرو
اور جاہلون اور سفلہ طبیعتون کی صحبت
سے اور انکی باتون اور مصاحبت سے
جدا رہو جو شخص عزت دار لوگون کا
ہمنشین ہوا کرتا ہے وہ ہر دل عزیز ہوتا ہے
اور جو رذیلون سے صحبت رکھتا ہے وہ
لوگون کی نگاہ مین ذلیل رہتا ہے۔
(۱۰) دسوین وصیت یہ ہے کہ
میرا ظل عاطفت ابھی تک تمہارے
سر پر قائم ہے۔ اور مین خدا سے امیدوار
ہون کہ وہ تمکو میری زندگی مین کمال شعور
پر پہونچاوے اور فضائل سے تمکو آراستہ کر کے

از رزائل گردانند و ما بدین
شما درین حال خوش وقت
شویم و برشد و سعادت و علم
و عمل شما سجدات شکر بجناب
باریتعالی ادا کنیم انشاء اللہ تعالیٰ
ہمچنین خواہد شد کہ در حدیث شریف آمدہ
انا عند ظن عبدی۔ وظن ما
ہمین ست کہ گفتیم و نوشتیم
وحقیقت ما این است کہ
پنجسالہ بودیم کہ پدر از سر
گذشت۔ مادر مہربان رضی اللہ عنہا
ندانیم کہ با تحمل چہ قدر مشاق
تکالیف ما را پرورش کرد
چون مراہق شدیم چندے
طلب علم کردیم و
چار و ناچار نظر بر قوم
و خاندان خود نمودہ

اور رزائل سے تمکو محفوظ رکھے اور مین
تمکو اس حال مین دیکھکر مسرور ہون اور
تمھاری سعادت اور علم و عمل پر نظر
کر کے خدا کے سامنے سجدہائے شکر ادا کرون
انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ حدیث
شریف مین آیا ہے۔ مین اپنے
بندے کے گمان سے بہت
قریب ہون۔ ظاہر ہے کہ میرا گمان
وہ ہی تھا جسکو مین نے سطور اول مین
ظاہر کیا اور میرا حال یہ ہے کہ مین پانچ
برس کا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا
اور میری والدہ نے خدا اُنسے راضی ہو
مین نہین جان سکتا کہ کسقدر تحمل و مشقت
برداشت کر کے اور تکلیفین جھیل کر
مجکو پرورش کیا جب مین سن شعور
کو پہنچا تو کچھ مدت تک تو تحصیل علم ظاہر
اور آخر کار اپنی قوم اور خاندان کی

بجاے بازی اطفال ہمین شغل
علم و کتابت و ورق گردانی
و مطالعہ ہر قسم کتب پیش
گرفتیم تا آنکہ در عمر بیست سالگی
نیک و بد ہر گونہ بر ما ظاہر شدن
گرفت و محبت بعلم و علما بہم
رسید و ہم فکر معاش
و عیالداری اہل وطن گریبان
گیر شد حق تعالیٰ محض بہ لطف
خویش بے تدابیر صوری کفافے
مہیا ساخت و با صد خون جگر
و تقدیم رنج بر راحت
از حقوق انکحہ اخوات فراغت
دست بہم داد و للہ الحمد۔
و درین عمر سرد و گرم زمانہ
بسیار دیدم و شنیدم بلکہ
چشیدم۔ ولیکن الطاف الٰہی

حالت زار پر نظر کر کے بجائے بازی
اطفال کے علم اور کتابت و ورق گردانی
کے شغل مین اور ہر قسم کی کتابون کے
مطالعہ مین مین نے اپنا وقت صرف کیا
یہانتک کہ میری عمر بیس برس کی ہوگئی
اور مجھ پر طرح طرح کے نیک و بد واقعات
کھلنے لگے اور میرے دل مین علم و علما کی
محبت نے رسوخ پایا اور ساتھ ہی اسکے
اللہ تعالیٰ نے محض اپنی مہربانی سے بغیر
ظاہری تدبیرون کے ایک معاش کی
صورت پیدا کردی اور مین نے بہت کچھ
خون جگر کھا کر اور رنج و غم کو بمقابلہ راحت
برداشت کر کے اپنی بہنون کے حقوق نکاح
سے فراغت پائی۔

مین نے اس عمر مین زمانہ کے بہت سے
سرد و گرم واقعات کو دیکھا اور سُنا بلکہ
اُن کا ذائقہ چکھا لیکن اللہ تعالےٰ کی

بیش ازان است کہ در برابر ش
این مصائب را بیان
نتوانیم کرد۔
والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم
الصالحات۔

مہربانیان اور الطاف اُن مصائب
سے کہین زیادہ ہین جنکے بیان سے
مین قاصر ہون۔

وصیّت نامۂ ثانی

یہ وصیت نامہ مقالۃُ النصیحۃ کے نام سے ۱۲۹۸ھ مین چھپا۔ یہ اُس وقت لکھا تھا جب اُنکو شدائد بخار اور صعوبت مرض نے بہت مضمحل کر دیا تھا۔ چونکہ یہ وصایا ایک مستقل کتاب کی صورت مین چھپ چکے ہین اسلیئے ہم اُن مین سے خلاصہ مضمون اقتباس کرکے بلالحاظ تقدیم وتاخیر بیان درج کرتے ہین۔

(۱) زیستن و مردن بر اسلام
است چہ او سبحانہ تعالیٰ دین
اسلام را از میان جملہ ملل و
نحل باز برائے ابراہیم علیہ السلام
برگزیدہ و وے علیہ السلام ابنای
خود را بمرگ بران وصیت کردہ
یا بنیّ ان اللہ

(۱) پہلی وصیت اسلام ہی پر جینا
اور اسی پر مرنا ہے اللہ تعالےٰ نے
اس دین کو تمام دینون اور ملتون سے
چُن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے لیئے پسند کیا اور انھون نے بر وقت
وفات اپنے بیٹون کو وصیت کی کہ
اے میرے بیٹو اللہ نے

اَصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ
فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ط۔
اگر یکے را از ما ہمگی
گیتی بخشند و تمام
عالم در کنارش نہند
کہ از دین اسلام برگردانند
و بکیش گبر و ترسا
و مجوس در آرند و نعوذ باللہ
منہ بر ما فرض باشد
لھم الدنیا ولنا الآخرۃ را در نظر داشتہ
پشت پا بر آن ہمہ آسودگی بزنیم۔
(۲) چنگ زدن بکتاب
و سنت در اعتقاد و عمل و در
عقائد مذہب قدما اہل سنت
اختیار کردن و بہ تشکیکات
معقولیان خام

تمھارے لیئے دین اسلام کو
انتخاب فرمایا ہے پس تم سوائے
اسلام کے کسی اور دین پر نہ مرنا
لہٰذا ہم پر بھی یہ ہی فرض ہے کہ اگر ہم
مین سے کسیکو کوئی غیر مسلم تمام دنیا کی
دولت بخشدے اور تمام دنیا اٹھا کر
ہمارے آغوش مین رکھدے اور یہ چاہیے
کہ ہم یہودیون عیسائیون اور زردشتیون
وغیرہ کا مذہب اختیار کرین تو ہمکو چاہیئے
کہ ہم یہ اچھی طرح نقش دل کرکے کہ
دنیا اُنکے لیئے ہے اور آخرت ہمارے
لیئے دنیا کو ہم پانون سے ٹھکرا کر پھینکدین
(۲) دوسری وصیت۔ کتاب
وسنت کے موافق اعتقاد و عمل اپنا
رکھنا چاہیے اور متقدمین اہل سنت
کے عقائد مذہبی پر قایم رہنا چاہیے
اور فلسفیون کے شکوک باطلہ کی

التفات نہ کردن و در فروع
پیروی علماء محدثین کہ جامع باشند
میان فقہ و حدیث کردن۔

(۳) لاطاعۃ لمخلوق فی
معصیۃ الخالق عن ابن عمرؓ
قال قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم السمع والطاعۃ
علی المرء المسلم فی ما احب
وکرہ مالم یؤمر بمعصیۃ فلا
سمع ولاطاعۃ متفق علیہ۔

(۴) بدعت دیگر اسماء و القاب
وخطاب ولی الامر مستحدثہ است
ہمچو سلیمان جاہ و ثریا جاہ و شہنشاہ
سراسر کذب و زور است

طرف مطلق التفات نہ کرنا چاہیئے اور جزئیات
مسائل میں ان علمائے محدثین کی پیروی کرنی چاہیئے
جو فقہ اور حدیث کے جامع ہوں۔

(۳) تیسری وصیت خدا کی نافرمانی کی
حالت میں کسی مخلوق کی طاعت جائز نہیں ہے
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہر مسلمان مرد پر حکم حاکم کی سماعت و اطاعت
لازم ہے خواہ اسکے نزدیک وہ حکم پسندیدہ
ہو یا ناپسندیدہ جبتک معصیت الٰہی پیش
نہ آئے لیکن جب ایسا حکم دیا جائے جس میں
معصیت الٰہی ہو تو ایسے حکم کی سمع و اطاعت
ہرگز جائز نہیں۔

(۴) چوتھی وصیت امیروں اور بادشاہوں کے
فخریہ نام والقاب وخطاب بیجا دیے ہوئے
سب بدعت و کذب و زور میں داخل ہیں
مثلاً سلیمان جاہ ثریا جاہ اور شہنشاہ

از ابوہریرہ مرفوعاً آمدہ
اخنی الاسماء یوم القیامۃ
عند اللہ رجل یسمی
ملک الاملاک رواہ
البخاری۔

(۵) در حق اصحاب آنحضرت
صلعم اعتقاد نیک باید داشت
نظر بر مناقب و فضائل
ایشان کہ در کتاب و سنت
وارد است گماشتہ زبان
جز بہ ثناء ایشان نباید کشاد
وخوض در مشاجرات ایشان
نباید نمود۔ نمی گوئیم کہ صحاب معصوم
اند لیکن ما ممنوعیم از سب و شتم
وطعن این گروہ اگر فتح باب
جرح و قدح در ایشان شیوع ورزد نسبت
از آنحضرت صلعم منقطع گردد

وغیرہ حدیث ابوہریرہ میں مرفوعاً
مروی ہے کہ سب سے بڑھکر ناموں
میں خیانت کرنیوالا وہ شخص ہوگا جسنے
اپنا نام ملک الاملاک رکھا ہے۔ اس
حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے

(۵) پانچویں وصیت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کے
ساتھ حسن عقیدت رکھنا چاہیے اور جو
فضائل و مناقب اُنکے قرآن حکیم اور
سنت مطہرہ میں آئے ہیں انکو لحوظ رکھکر
بجز مدح و ثنا کے کوئی بات زبان سے
نکالنی نہیں چاہیے ہم یہ نہیں کہتے کہ
صحابہ معصوم ہیں لیکن ہم اس سے منع
کیئے گئے ہیں کہ اُنکے حق میں سب و شتم
کریں یا زبان طعن کھولیں اگر صحابہ کے
معاملہ میں رد و قدح شروع کیجائے
تو تمام اسناد حدیث کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا

ودر انقطاع روایت بہم خوردن
ملت ست مارا ثابت شدہ
کہ باوجود مشاجرات باہم
ومنازعات یک دیگر صفت
صدق وضبط درہر یکی از ایشان
موجود بود۔

(۶) دنیا چندان معتبر نباید داشت
زیرا کہ اکثر خلق در طفلی وبیشتر
درجوانی می میرند وکمتر بہ سرحد
پیری می رسند آنانکہ می رسند
تمام عمر شان ہم در اندک
فرصت مثل باد صبا می رود
از آغاز نشو ونما تا ہنگام
بلوغ کہ اکثر آنہا پانزدہ
سال است بشرطیکہ اجل
فرصت دہد بغفلت می گزرد
وبعد انقضاء اربعین وقت

جس سے ملت اسلامیہ درہم وبرہم
ہوجائیگی یہ بات پایہ تحقیق کو پہونچ
چکی ہے کہ باوجود باہمی مشاجرات
اور منازعات کے تمام صحابہ صفت
صدق سے موصوف وآراستہ اور
ضابط احادیث تھے۔

(۶) چھٹی وصیت دنیا پر ہرگز اعتماد
نہ رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر لوگ بچپن مین
اور زیادہ تر جوانی مین مرجاتے ہین اور
کمتر لوگ بڑھاپے کے حد تک پہونچتے
ہین اور جو پہونچ بھی جاتے ہین تو
انکی سب عمر ایک لمحہ مین مثل باد صبا
کے گزر جاتی ہے شروع پیدایش
سے زمانہ بلوغ تک (جسکی مدت
پندرہ سال ہے اگر موت نے فرصت
دی) تو یہ زمانہ غفلت ونادانی مین
گزر جاتا ہے اور بعد چالیس سال کے

تحلیل قوی وتبدیل آب وہوا
است پس عمرے کہ آنرا عمر
می توان گفت اگر مرگ دست
برد نہ کنند ہمین بست
وپنج سال است واگر اوقات
خواب را کہ برادر مرگ است
برآرند مقدار مذکور جز اقل قلیل
بدست نمی ماند۔

(۷) دست در دست مشائخ
این زمان ہرگز نباید داد
وبیعت بہ ایشان نباید کرد
بہ غلو، عام مغرور نباید بود زیرا کہ
اکثر غلو، عام بسبب رسم است
وامور رسمیہ را بحقیقت عیارے
نیست وکرامات ایشان این زمان
الا ماشاء اللہ طلسمات ونیرنجات
را کرامات دانستہ اند۔

قوی مین ضعف اور آب وہوا کی کیفیت
مین تبدیلی ہوجاتی ہے پس اس قلیل
عمر کو اگر عمر کہ سکین اور موت کے حملہ سے
محفوظ رہین تو یہ ہی پچیس سال باقی رہتے
ہین انمین سے بھی اگر خواب کے اوقات
نکال ڈالے جائین کیونکہ خواب بھی
ایک طرح کی موت ہے تو بجز نہایت ہی
قلیل مدت کی کچھ باقی نہین رہتا۔

(۷) ساتوین وصیت اس زمانہ کے
مشائخ کے ہاتھ مین ہاتھ دینا اور بیعت
کرنا نہ چاہیے اور لوگون کا انکی طرف
ہجوم دیکھکر فریفتہ نہونا چاہیے اسلیئے
کہ عام مخلوق کا رجحان زیادہ تر محض
عام رسم پر مبنی ہوا کرتا ہے اور رسم ورواج
حقیقتاً کوئی چیز نہین۔ اس زمانہ کے مشائخ
کی کرامتین شاذ ونادر کے سوا محض طلسم
وشعبدہ بازی ہوا کرتی ہین۔

(۸) صوفی جاہل زہر ہلاہل ست
وعابد بے علم دلیل الحاد
وبدعت وفقیہ بے سنت
زاہد خشک است کہ نور باطن
وبرکات قلبیہ ندارد ؎

خیالات نادان خلوت نشین
بہم برزند عاقبت کفر و دین

(۹) آدمی را از جامہ و نان و مکان
چارہ نیست لابد باشد کہ کسبے
برگزیند واسباب اکتساب
در دنیا از انواع تجارت وطرق
زراعت واصناف صناعت
واسباب وراثت بسیار
بلکہ بے شمار ست اجارہ ہرچند
کہ در شرع شریف
جائز است اما خلال دران
امور بسیار راہ یافتہ

(۸) آٹھوین وصیت صوفی جاہل
زہر قاتل ہے اور عبادت گزار
بے علم الحاد اور بدعت کا
راستہ بتانے والا ہے۔
اور فقیہ بے سنت زاہد خشک
ہے جو نور باطن سے محروم اور برکات
قلب سے دور ہے۔

(۹) نوین وصیت آدمی کو طعام و
لباس و مکان کے بغیر کوئی چارہ نہین
اسلیئے ضروری ہے کہ کوئی پیشہ
اختیار کرلیا جائے اور اکتساب کی
بہت سی بے شمار صورتین ہین مثلاً
شعبہائے تجارت اور زراعت
کے مختلف طریقے اور انواع واقسام
کی صنعتین اور اسباب وراثت
وغیرہ ملازمت بھی اگرچہ شرعاً جائز ہے
لیکن نوکریون مین اب عظیم خلل پڑ گیا ہے

مثل رشا وسرقت وخیانت
وغصب واتلاف حق برادر
مسلمان بہ عصبیت پس
مومن ومتقی ومسلم متحری را
را واجب ست کہ درین جا تجارت
مہما امکن از آلائش منکرات
وآمیزش مہلکات خود را دور
دارد درین زمان تفاوتے
در خبیث وطیب نماندہ وعامہ
خلق دران گرفتار گشتہ
آنحضرت صلعم فرمودہ۔
یاتی علی الناس زمان لا یبالی
المرء ما اخذ منہ امن حلال ام حرام
این حدیث یکے از اعلام
نبوت است۔

(۱۰) علم آداب راہ روے

مثلاً رشوت۔ چوری۔ خیانت
مال غصب کرلینا اور ایک مسلمان
بھائی کی حق تلفی پس ہر مسلمان خدا پرست
اور ایماندار پر واجب ہے کہ جہانتک
ممکن ہو اپنے کو ان منکرات کی آلائشون
سے اور ان ہلاک کرنیوالی چیزون کے
میل و آمیزشون سے بالکل دور
رکھے۔ اس زمانہ مین پاک مال اور
خبیث مال مین کوئی فرق باقی نہین رہا
اور ایک دنیا اس مین گرفتار ہے
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ
ایک وقت لوگون پر ایسا آئیگا
کہ آدمی اسکی پروانہ کرے گا
کہ یہ مال بطریق جائز حاصل ہوا
ہے یا بذریعہ حرام۔ یہ حدیث
معجزات نبوت مین سے ہے۔

(۱۰) دسوین وصیت تہذیب

که در سنت مطهره
مدون گشته شعار خود
باید ساخت که بعد از تحلی
باین حلیه تهذیب دیگر
نیست۔

(۱۱) کاغذ تابوتی ساختن و آنرا
تعزیه نام کردن و رسوم شوم
و مراسم ماتم و سیاه پوشی
و سینه کوبی و اشک ریزی
و مجلس ذکر واقعۂ کربلا بجا آوردن
همه مطرود و مردود است۔

(۱۲) مجلس دوازدهم ربیع الاول
بامید ثواب در معاد
و ذکر ولادت و وفات

وشائستگی کے آداب جو سنت مطہرہ مین
مذکور ہین اُنکو اپنا شعار بنانا چاہیے جب
آدمی اس تہذیب سے آراستہ ہوجائے
تو پھر اُسکو کسی دوسری تہذیب کی کچھ
حاجت نہین رہتی[1]۔

(۱۱) گیارھوین وصیت کاغذی تابوت
بنانا جسکا نام تعزیہ ہے اور تمام رسوم
شوم اور ماتم کے طریقے مثلاً سیاہ
لباس پہننا سینہ کوبی کرنا آنسو بہانا
اور مجلس عزا کرنا یہ سب شرعاً مطرود
و مردود ہے۔

(۱۲) بارھوین وصیت بارھوین
ربیع الاول کو مجلس میلاد شریف بخیال
ثواب و ذکر ولادت و وفات

[1] مجکو اس موقع پر اپنے محترم دوست مولوی اکبر حسین صاحب الہ آبادی کا ایک شعر یاد آگیا جو زمانۂ حال
کے مغربی تہذیب کا آئینہ ہے ؎

نئی تہذیب مین دقت زیادہ تو نہین ہوتی   مذاہب رہتے ہین قائم فقط ایمان جاتا ہے

جناب رسالت مآب نمودن و طعام
پختن و نزد ذکر ولادت برپا خاستن
و نخوآن و یازدهم ربیع الثانی محفل
کرامات حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی قدس سره آراستن
این افعال را در شرع مطهره
سنت منور جائز نیست۔

(۱۳) عرس بزرگان که مانند حج شود
و ساختن قبور سنگین و پخته نمودن و
انداختن قبرپوش و راندن مگس
از بالای آن و مالیدن صندل
و شستن آن و مقرر نمودن سدنه و
چوبدار و فراش بر مزارات امرای بدعت
شعار این همه اسراف در انفاق
محرم و افراط در امور ممنوعهٔ شرعی است
و قوالان بدآواز و مطربان مزامیر
نواز بلکه زنان فاحشه

جناب رسالت مآب صلعم منعقد کرنا
اور کھانا پکانا اور ذکر ولادت کے
وقت کھڑا ہونا اور اسی طرح کے بعض
رسوم اور گیارھوین ربیع الثانی کو محفل
کرامات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح
کی ترتیب دینا یہ تمام امور شرع مطہر
اور سنت منور سے ثابت و جائز نہین

(۱۳) تیرھوین وصیت بزرگون کا
عرس جو مثل حج ادا کیا جاتا ہے اور
قبرون کا سنگین بنانا اور پختہ کرنا اور انپر
چادر ڈالنا۔ اور مگس رانی کرنا اور صندل
ملنا اور صندل دھونا اور آستانہ مقرر کرنا
اور چوبدار و فراش جو بدعتی امیرون
کے مزارات پر مقرر کیئے جاتے ہین
یہ سب اسراف حرام اور ممنوع شرعی
ہین۔ اسی طرح قوالان بدآواز اور جماعت
مطربان مزامیر نواز یہانتک کے زنان فاحشہ

ومخنثان کہ آنجا می سرایند ومیر قصند حرام و مردود وجریمۂ عظیمہ است۔

(۱۴) رفتن بر قبور پر نور اولیا اللہ بنا بر استمداد در انجاح حاجات وحصول مرادات این ابا در طریقۂ انیقۂ شریعت حقہ جواز نیست زیارت مرقد معنبر وتربت مطہر جناب رسالت صلعم اشرف واکرم زیارات ست درین مسئلہ ودر مسئلہ انتفاع اولیا از ارواح اولیا وانبیا بقدر مناسب حال بدون تقلید رسوم وبدعات رجال واہل ضلال خود چندان خلاف میان اہل علم

اور مخنث لوگ جو نغمہ سازی کیا کرتے ہین اور ناچا کرتے ہین یہ سب افعال حرام و مردود اور گناہ کبیرہ ہین

(۱۴) چودھوین وصیت اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم کے مزارات پرانوار پر اس غرض سے جانا کہ ان سے حاجت روائی کی استدعا کیجائے یہ شریعت حقہ مین جائز نہین ہے جناب رسالت مآب صلعم کے مرقد معنبر اور تربت مطہر کی زیارت تمام زیارتون سے اشرف و افضل ہے اس مسئلہ مین اور اس امر مین کہ ارباب صاحب دل اولیاء اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارواح مقدسہ سے بغیر رسوم وبدعات کے پابندی کے جو اہل ضلالت کا شیوہ ہے اپنے مناسب حال فیض اٹھائین تو اسمین علما کا کوئی

نیست اختلافے کہ ہست در اختیار سفر خاص از برائے قبور بغرضہائے مذکورہ ہست کہ شرع شریف بدان دستورے ندادہ وہر کہ بنیت مسجد نبوت میکند بے شبہہ مدرک زیارت میگردد ہم خرما وہم ثواب بدست میدہد

(۱۵) بدعت دیگر گفتن اذان است بر قبر بعد تدفین این اذان از سنت معہود نیست بدعت دیگر کلمۂ الصلوٰۃ الصلوٰۃ است میان دو اذان جمعہ ونزد نماز تراویح بدعت دیگر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا علی رسول اللہ است بعد از اذان نماز کہ حدوث آن در سنہ ۷۸۱ھ شدہ۔

اختلاف نہین ہے جو کچھ اختلاف ہے وہ خاص زیارت قبور کے لیئے سفر کرنے کے متعلق ہے جسکی شرع شریف نے اجازت نہین دی ہے جو کوئی شخص مسجد نبوی کی نیت سے سفر کرے وہ ضرور زیارت مرقد مطہر سے بھی مشرف ہوگا یہ صورت ہم خرما و ہم ثواب مین داخل ہے۔

پندرھوین وصیت قبر پر بعد دفن کے اذان کہنا بدعت ہے اس اذان کی سنت مطہرہ مین کچھ اصلیت نہین ہے دوسری بدعت نماز تراویح یا نماز جمعہ کے وقت دو اذانون کے درمیان الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ کہنا تیسری بدعت یہ ہے کہ نماز کے اذان کے بعد الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ کہا جائے اس بدعت کی ابتدا سنہ ۷۸۱ ہجری سے ہوئی

بدعت دیگر نہادن انگشتان بر چشم
و بوسیدن آنہاست نزد اشہد ان
محمد الرسول اللہ سخاوی و ابن
دبیع و امام سیوطی و زرقانی
و محمد طاہر فتنی و ملا علی قاری نص
کردہ اند بر وضع این روایات
و بدعت دیگر برداشتن دست
بدعا میان ہر دو خطبہ و این فعل
مخالف سیرت نبوی است و
بدعت دیگر معانقہ است بعد از نماز عید
و ہمچنین مصافحہ بعد از نماز عصر و فجر۔
(۱۶) بدعت دیگر اسراف است
در مواقع سرور و مواضع
حبور ہمچو نکاح و ختان و
ولادت بدعت دیگر فتنہ
رقص و سرود و مزامیر
لولیان و نقالان

چوتھی بدعت اشہد ان
محمد الرسول اللہ کہنے کے وقت انگوٹھوں
کو آنکھوں پر رکھنا اور انکو چومنا ہے
امام سخاوی اور ابن دبیع اور
امام سیوطی اور زرقانی اور محمد طاہر
فتنی اور ملا علی قاری نے ان سب
روایتوں کو موضوع قطعی بیان کیا ہے
دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھانا
سیرت نبوی کے خلاف ہے بعد
نماز عید معانقہ کرنا اور اسیطرح بعد
نماز عصر و نماز فجر مصافحہ کرنا بدعت ہے
سولھوین وصیت مواقع شادمانی
وغیرہ مین فضول خرچی کرنا مثلاً
تقریب نکاح تقریب ختنہ تقریب
ولادت وغیرہ مین بدعت ہے
دوسری بدعت فتنہ انگیز رقص و سرود
اور مزامیر زنان بازاری اور نقالون

و قوالان است این ہمہ
فسق بالا فسق است چہ
نکاح یکے از عبادت دین و
شرائع اسلام است عبادت
را باین چیزہا آمیختن استہزا
بدین پیغمبر است۔
(۱۷) بدعت دیگر عار است
از نکاح ثانی ارامل و ایامی
و عار از سنت ثابتہ اسلام قرینہ
کفر و نفاق است و در حدیث
انس کہ نزد ابن بشر مرفوعاً آمدہ
ایما امرأۃ قعدت علی
بیت اولادھا۔ فھی
معی فی الجنۃ۔
منافی این حکم نیست زیرا کہ
دران منع از نکاح ثانی
وارد نہ شدہ غایت آنکہ

اور قوالون کا گانا ہے یہ فسق در فسق ہے
اسلیئے کہ نکاح دینی عبادتون مین سے
ایک عبادت ہے اور حکم شرعی ہے
اور عبادت مین ان چیزون کو شریک
کرنا دین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
ساتھ ہنسی اور مذاق اڑانا ہے۔
ستروین وصیت ارامل و بیواؤن
کے نکاح سے عار کرنا بدعت ہے بلکہ
شریعت اسلام سے جو کوئی سنت ثابت
ہو اس سے عار کرنا کفر و نفاق کے قریب
قریب ہے باقی رہی وہ حدیث جو ابن بشر
کے نزدیک مرفوع حدیث ہے کہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا جو عورت اپنی
اولاد کے پاس گھر مین بیٹھی رہے وہ جنت
مین میرے ساتھ ہوگی یہ حدیث
حکم نکاح ثانی کے خلاف نہین ہے
غایت یہ ہے کہ جس عورت کو داشتی

مشتہاة نیست و فرزندان
را می پرورد وے را اجر باشد
سخن در زنان جوان است کہ
بے شوئے بسر نمی تواند کرد۔
(۱۸) بدعت دیگر افزونی
مہرست کہ بمیئات والوف
بلکہ لکوک می رسد و این خلاف
طریقہ سنت و مخالف سیرت
سلف امت است۔
(۱۹) بدعت دیگر رسوم ماتم
واحداد است از گریۂ وزاری
و آہ و نالہ و گفتن الفاظ
بے ادبی در جناب
قدس الٰہی و بعضے
زان قائل را بحد کفر
می رسانند در حدیث آمدہ
لایحل لامرأة تومن باللہ

خواہش نہ ہو اور وہ اولاد کو پرورش
کرے اسکو اجر ملے گا گفتگو تو جوان
عورتوں کی نسبت ہے جو بغیر شوہر بسر
نہیں کر سکتیں۔
اٹھارویں وصیت زیادتی مہر بھی
بدعت میں داخل ہے جسکی تعداد سیکڑوں
اور ہزاروں سے گذر کر لاکھوں تک
پہونچ جاتی ہے یہ بالکل خلاف سنت
اور سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے
انیسویں وصیت ایک بدعت
یہ بھی ہے کہ ایک زمانہ معین تک
ماتمی رسمیں ادا کیجائیں اور جناب
اقدس الٰہی میں گستاخانہ اور بے ادبانہ
الفاظ زبان سے نکالے جائیں بعض
الفاظ آدمی کو حد کفر تک پہونچا دیتے
ہیں حدیث شریف میں آیا ہے
کہ کسی عورت پر جو اللہ اور روز آخرت پر

والیوم الآخر ان تحد علی میت
فوق ثلث لیال الا علی
زوج اربعة اشہر وعشرا رواہ
الشیخان عن ام حبیبة وزینب بنت جحش
(۲۰) بدعت دیگر اذکار و اشغال
محدثہ است مثل یا علی
یا حسین یا خواجہ یا پیر یا قطب
یا غوث و خواندن بجائے
اسم مبارک اللہ گفتن
و پشت جانب بغداد نہ کردن
و اولیا را حاضر و ناظر و متصرف
در امور خلق اعتقاد کردن این
کارہا از بدعت گذشتہ بسر حد کفر
می رسانند بدعت دیگر اسماء
مستحدثہ است مثل
عبد الرسول و عبد النبی
و حسن بخش۔ و امام بخش

ایمان رکھتی ہے یہ حلال نہیں ہے کہ
تین رات سے زیادہ میت کی سوگواری
کرے البتہ میت کی بیوی کو چار مہینہ
دس دن تک عدت پوری کرنی چاہیئے
بیسویں وصیت ایک بدعت یہ بھی ہے
کہ ذکر و اشغال کے وقت بجائے اللہ
تعالےٰ کے نام پاک کے یا علی
یا حسین یا خواجہ یا پیر یا قطب۔
یا غوث وغیرہ کا ورد اور وظیفہ پڑھا جاوے
اور بغداد کی جانب پیٹھ کرنا معیوب
سمجھا جائے اور اولیاء اللہ کو مثل خدا کے
حاضر و ناظر جانکر انکو معاملات خلق میں
متصرف یقین کیا جائے یہ افعال اب
بدعت کے درجہ سے بھی گزر کر کفر کی حد
کو پہونچ چکے ہیں اسی طرح یہ ایجاد کیئے
ہوئے نام مثلاً عبد الرسول عبد النبی
حسن بخش۔ امام بخش وغیرہ بھی

صفا، دامن این نامہا آلودہ چرک شرک است۔

(۲۱) در مناکحت دینداری را منظور دارند چون درین زمان مذہب رفض و تشیع در اکثر خانہا شیوع یافتہ و در قصبات بسبب سبقت برادری بایک دیگر قرابت کنند و شرفا را بیشتر نظر بر علو نسب یا رفاہ معیشت می باشد پس ما را و اخلاف ما را در امر مناکحت نظر بر رعایت دین باید داشت و دختر را بحبالۂ نکاح پسر رافضی یا متہم برفض اگرچہ ذوے القربا

بدعت ہیں۔ اور نجاست شرک سے آلودہ ہیں۔

اکیسوین وصیت عقد نکاح کے وقت دینداری کو پیش نظر رکھنا چاہیے اس زمانہ مین رفض و شیعیت اکثر گھرون مین پھیل گئی ہے اور قصبون مین پہلے سے برادری چلے آنے کے سبب سے آپس مین قرابت کیا کرتے ہین اور اس زمانہ کے شریفون کو عالی نسبی اور دولتمندی پر زیادہ نظر رہا کرتی ہے پس ہمکو اور ہماری اولاد اور اولاد در اولاد کو چاہیئے کہ وہ نکاح کرتے وقت مذہب کی پاسداری کا خیال رکھین اور اپنی بیٹی کا کسی شیعہ کے ساتھ نکاح نہ کرین نہ ایسے شخص کے ساتھ نکاح کرین جسپر رفض اور شیعیت کی تہمت لگی ہوئی ہو اگرچہ وہ شخص اپنا عزیز و قریب

و از اہل بلدۂ خود باشد ہرگز نباید آورد گو صاحب دولت و عالی نسب باشد و نہ دختر شیعہ را علی اختلاف انواعہم از براے پسران و فرزندان خود باید گرفت بسیار دیدہ ایم و تو ہم شنیدہ باشی کہ ہر کہ بر طمع دولت بخانہ دولتمندان رشتہ درست کرد دست از دین شوئید و ہر کہ بر محض جمال افتاد مآل او بد شد و دنیا در حق او دوزخ گشت۔

(۲۲) مشتی از مال کہ فراہم آمدہ آنچہ از ان بعد از بذل تا مرگ بماند از ان حصص ہر سہ فرزندان حسب فریضۂ عادلہ مقرر داشتہ ام

ہی کیون نہ ہو اور اپنے شہر ہی مین سکونت کیون نہ رکھتا ہو اور گو وہ کیسا ہی دولتمند اور عالی نسب کیون نہ ہو نہ اپنے بیٹون اور پوتون وغیرہ کا نکاح کسی شیعہ کی لڑکی سے کرنا چاہیئے خواہ وہ شیعون کے کسی فرقہ مین داخل ہو ہمنے بہت دیکھا ہے اور تمنے بھی سُنا ہوگا کہ جس شخص نے روپیہ پیسہ کی طمع مین کسی امیر سے نکاح کیا تو اسکو اپنے مذہب سے ہاتھ دھونا پڑا اور جس شخص نے محض معشوقی کو پسند کرکے نکاح کیا اُسکا انجام اچھا نہین ہوا۔ اور دنیا اُسکے حق مین دوزخ بنگئی۔

بائیسوین وصیت جو کچھ مال اسوقت تک موجود ہے بعد صرف کے وقت وفات امین سے جسقدر بچے فریضہ عادلہ کے مطابق اسکے حصے اور سہام

باسہام ہر دو زوج باین تفصیل

مسئلہ ۸۰

ابن	ابن	بنت	زوج	زوج
۲۸	۲۸	۱۴	۵	۵

اول منطوقہ کریمہ للذکر مثل حظ الانثیین و آخر منطوق این کریمہ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

وخواہر ما را و اولاد او را با وجود اخلاف ما خود حصے درین مال نباشد قال اللہ تعالیٰ

اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ۔

و فرضاً اگر یکے از ہر دو زوج بخش خود نستاند بلکہ با ولاد خود دہد شکل فریضہ این

تینوں بھائی بہن اور دونوں زوج کے اس تفصیل کے ساتھ ہونگے۔ مسئلہ ۸۰

ابن	ابن	بنت	زوج	زوج
۲۸	۲۸	۱۴	۵	۵

پہلی آیت کریمہ یہ ہے للذکر مثل حظ الانثیین اور اس آیت کے آخر میں خدا نے فرمایا ہے فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم بعد وصیۃ میری بہن اور انکی اولاد کا حق اس مال میں میری اولاد کی موجودگی میں کچھ نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان امرء ہلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا نصف ما ترک وہو یرثہا ان لم یکن لہا ولد۔

بہرحال اگر دونوں بیویوں میں سے کوئی ایک اپنا حصہ نہ لے بلکہ اپنی اولاد کو بخشدے تو اس صورت میں اس مسئلہ کی

چنین باشد۔

مسئلہ ۱۶۔

زوجہ	ابن	ابن	بنت
۱	۶	۶	۳

وہمچنین اگر ہر دو زوج یکے سہام خود بہ دیگر می بخشد پس قسمت فریضہ چنین می تواند شد۔

مسئلہ ۴۰۔

زوجہ	ابن	ابن	بنت
۵	۱۴	۱۴	۷

فرزندان سعادتمند را وصیت می کنم کہ در امضائے این فریضۂ عادلہ بہ تقصیرے از خود راضی نہ گردند و باین رہ گزر در ورطۂ ہلاک دنیا و عقاب آخرت نیفتند علی الخصوص فرا ادا کردن سہم مادر دیگر خود

یہ شکل ہوگی۔

مسئلہ ۱۶۔

زوجہ	ابن	ابن	بنت
۱	۶	۶	۳

اسی طرح اگر دونوں بیویاں اپنا حصہ ایک دوسرے کو بخشدیں تو اس فریضۂ عادلہ کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

مسئلہ ۴۰۔

زوجہ	ابن	ابن	بنت
۵	۱۴	۱۴	۷

میں اپنے سعادتمند بیٹوں کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اس فریضۂ عادلہ کے ادا کرنے میں ہرگز کسی لیس و پیش کو دخل نہ دیں اور اس میں کوتاہی کرکے دنیا میں ہلاک اور آخرت میں مستحق عذاب نہ بنیں خصوصاً زوجۂ ثانی (رضیہ عالیہ غفر اللہ لہا) کے سہم شرعی کا اچھی طرح

آنکہ این ہمہ اوج موج
ہمہ طفیل ہمت و محبت اوست
و منت ہائے بسیار بر گردن
ما و شما است۔ ہرگز کوتاہی
نمی توان کرد و باید دانست
کہ آنچہ نزد ماست ہمہ
بخشیدۂ اوست بے سابقۂ
کدام استحقاق ؎
نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

لحاظ رکھین کیونکہ یہ جو کچھ آسودگی اور عزت وغیرہ حاصل ہے وہ انھین کی ہمت اور محبت کے طفیل مین ہے اور انکے احسانات عظیم ہمارے اور تمھارے گردن پر ہین پس اس مین ہرگز کوتاہی نہ کرنی چاہیئے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے یہ سب انکا عطا کیا ہوا ہے۔ ہمکو کوئی استحقاق نہ تھا یہ سب انکا مال ہے اور ہم خود انکے ہین۔

وصیت نامۂ سوم اُردو یہ وصیت نامہ والاجاہ نے زمانۂ مرض الموت مین لکھکر اور ماہ ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۷ ہجری مین چھپوا کر شایع کیا اس مین اکثر وصایا تو وہ ہی ہین جو وصیت نامہ ہائے سابق مین مذکور ہین باقی حالت موجودہ کے مناسب نصائح و وصایا ہین۔ انکو ہم مختصراً اس جگہ نقل کرتے ہین۔

(۱) وصایاء الٰہیہ کا تحفظ اور اُن پر عمل کرنا (۲) وصایاء نبویہ کو پیش نظر رکھنا۔ مثلاً تلاوت قرآن شریف کو جاری رکھنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو حتی الامکان بجا لانا۔ فرائض خمسۂ اسلام کو حتی الوسع ادا کرنا اور عمداً نماز ترک نہ کرنا اگر زاد و راحلہ اور امن راہ میسر ہو تو حج بیت اللہ کرنا شرب خمر سے کام و دہن کو آلودہ نہ کرنا موت کو دوست رکھنا اور اسکو مکروہ نجاننا۔ جہاد فی سبیل اللہ اور میدان جنگ سے نہ بھاگنا (۳) اگر ممکن ہو تو بقدر استطاعت باقیات اور صالحات مین کوشش کرنا جنکی تفصیل سنت مطہرہ مین اس طرح پر آئی ہے رباط فی سبیل اللہ یعنی غلبۂ اعدائے دین سے سرحد اسلام کی حفاظت کرنا۔ مسجد مین ایک نماز سے فارغ ہو کر دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ کوئی راہ مستقیم ایسی قائم کرنا جسپر لوگ چل سکین مثلاً احیاء سنت و اماتت بدعت وغیرہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

پڑھتے رہنا۔ علوم کتاب و سنت کی تعلیم جاری رکھنا قرآن کو ترکہ میں چھوڑ جانا مسجد خالصاً لوجہ اللہ بنانا۔ ولد صالح اپنے بعد چھوڑ جانا۔ جو بعد وفات والدین کے حق میں دعائے خیر کرتا رہے سرائے و چاہ و نہر و پل تعمیر کرنا۔ زمین یا مکان یا مدرسہ یا خانقاہ وقف کر جانا صدقہ گا ہے ملہے و یتے رہنا درخت میوہ دار نصب کرنا جسکے پھلوں سے چرند پرند اور انسان فائدہ اٹھائیں (۴) بہترین قول جو حق و صداقت پر مبنی ہو اسکی پیروی کرنا چاہیئے خدا فرماتا ہے فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

(۵) دینی مصلحت کو دنیا کی مصلحت پر مقدم رکھنا چاہیئے جب تم ایسا کروگے تو تمکو بہت سے ایسے جدید تجربے وقتاً فوقتاً حاصل ہونگے جو اسوقت تک تمکو پیش نہیں آئے (۶) ملفوظات زید و عمر کے مطالعہ سے سروکار نہیں رکھنا چاہیئے آدمی کے لیئے وہ ہی ملفوظات کافی ہیں جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں دین اسلام ناقص اور غیر مکمل نہیں ہے کہ اسکو ملفوظات مشائخ سے کامل کیا جائے (۷) بعض موحدین و متبعین سنت بھی اکثر جاہل و طماع ہوگئے ہیں اور وہ اکابر سلف کے جناب میں سخت بے ادب اور گستاخ اور غالباً ناحق شناس ہیں اس لیئے انسے بھی مثل مشرک مبتدع جاہل دنیا طلب کے محترز رہنا چاہیئے۔ اور اپنی آخرت کو ان قطاع الطریق اور رہزنان دین سے

ایسا بچانا چاہیئے جس طرح آدمی ایک درندہ اور آگ و پانی سے اپنی جان بچاتا ہے (۸) اس کی ہوا و ہوس کبھی نہ کرنی چاہیئے کہ لوگ ہمکو بڑا عالم اور شیخ کبیر کہکر خطاب کریں یہ خواہش ایک بڑا جس شیطانی ہے اور وقت حاضرہ میں صدق و اخلاص کیمیا اور عنقا ہے اگر قسمت میں کوئی منصب علم مقدر ہے تو خود بخود اسکے اسباب جمع ہو جاوینگے اور تم درجہ کمال پر پہونچ جاؤگے شئتم او ابیتم۔ (۹) اگر اتفاقاً کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً کسی نیکی سے اسکی تلافی کرنے کی کوشش کرو اگر گناہ مخفی ہے تو اس کا تدارک مخفی نیکی سے اور اگر گناہ علانیہ ہے تو اس کا تدارک علانیہ نیکی سے کرو (۱۰) امانت صاحب مال کو واپس دینا۔ عہد پورا کرنا۔ اور خیانت سے دور بھاگنا چاہیئے (۱۱) جمعہ کو غسل کرنا واجب ہے نماز جمعہ کو اول وقت جانا چاہیئے (۱۲) اسبال ازار ترک کرنا چاہیئے (۱۳) اہل دانش و تجربہ نے کہا ہے استر ذہبک و ذہابک و مذہبک (۱۴) خیرات و صدقات کا حصر شرعاً مال زکوۃ پر ہے۔ کبھی کبھی کچھ خرچ کر دینے کا مضائقہ نہیں ان فی المال حقا سوی الزکوۃ (۱۵) فضول خرچی جسکو اسراف و تبذیر کہتے ہیں اس سے بہت بچنا چاہیئے اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں فضول خرچ کرنے والوں کو اخوان الشیاطین فرمایا ہے جو روپیہ پیسہ خلاف شرع اور خلاف مرضی خدا خرچ کیا جاتا ہے وہ آخرت میں آتش دوزخ کا ایک داغ سوزان ہوگا

اسراف مین تمام اقسام کھیل تماشے یہانتک کہ بخشش وسخاوت تک
داخل ہے یہ گناہ اسی وقت معاف ہو سکتا ہے جب کہ خدا کے سامنے
توبہ کیجائے اور عمل صالح سے اُسکا معاوضہ کیا جائے کھانے پینے مین
بھی فضول خرچی ہوا کرتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا
جن ناتجربہ کارون کو مان باپ کے ترکہ مین مفت کا مال بلا محنت ومشقت
اور بغیر نوکری وتجارت وزراعت ملجاتا ہے تو اُنکے پاس بہت سے ہم عمر
نوجوان جمع ہو جاتے ہین اور دوست بن کر سارا مال مختلف قسم کی ترغیبین
دیکر خرچ اور برباد کرا دیتے ہین پھر جب وہ مفلس ہو جاتے ہین تو یہ لوگ اپنا
راستہ لیتے ہین اگر ناتجربہ کار لوگ ہوشیاری اور عقل اور دور اندیشی سے
کام لیتے اور اس مال کو بجائے خرچ کرنیکے تجارت زراعت مین لگاتے
اور دیگر وجوہ مکاسب سے روپیہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تو بہت کچھ
اُنکو خوشحالی اور فراغبالی حاصل ہو سکتی تھی۔

(۱۶) جہان تہمت لگنے کا خوف ہو اُس سے دور رہو جس شخص کی دوستی مین کسی
قسم کے مفسدہ کی یا غرض ناروا کی تہمت لگنے کا اندیشہ ہو ایسے شخص سے
ہرگز دوستی نہ رکھو (۱۷) یہ زمانہ فتنہ وفساد سے لبریز ہے جنگ وجدال کا
شیوہ عام ہو گیا ہے۔ ایسے فتنہ کے وقت مین کسی کے ساتھ شریک ہونا
نہ چاہیئے اس زمانہ مین جہاد شرعی کی شرطین معدوم ہین اب غالباً جہان کہین

جدال وقتال سلاطین وشیاطین مین ہوتا ہے وہ سراسر فتنہ ہے اسمین شریک
ہونے سے اور مارے جانے سے سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ ایسے پُر آشوب
وقت مین گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنا اور معاصی پر آنسو بہانا کافی ہے
کتاب مشکوٰۃ مین باب الفتن موجود ہے اُسکو پڑھ کر یہ معلوم ہو سکتا ہے
کہ زمانۂ فتنہ وفساد مین حکم شرعی کیا ہے یہ ایسا نازک وقت ہے کہ جسمین
امر بالمعروف ونہی عن المنکر اگر فتن عظیمہ اور مفاسد جسیمہ کے خوف سے ترک
کر دیا جائے تو شاید مواخذۂ شرعیہ نہو (۱۸) والدین کے ملنے والون کے ساتھ
اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے آنحضرت صلعم نے اسکو ابر البر فرمایا ہے ہر معمر
آدمی کی توقیر اور برابر والے کی تکریم اور اپنے سے چھوٹے پر رحم کرنا شعائر اسلامی
مین داخل ہے (۱۹) جو چیزین بزرگون سے حاصل ہون انکو بطور یادگار
بہت حفاظت سے رکھنا چاہیئے۔ اور انکو فروخت سے بچانا چاہیئے ایک
نشان سعادت ہے جو شے جتنی کہنہ اور قدیم ہے وہ زمانہ مبارک نبوت
سے زیادہ قریب ہے اور جو شے جدید ہے وہ اسی قدر بعید ہے (۲۰)
جہانتک ممکن ہو حاضری دفاتر ومحکمات عدالت سے اجتناب کرو
یہ دفاتر ایک دیوان ضلالت ہین ہمارے خاندان مین کبھی کوئی شخص
حاضر عدالت نہین ہوا کبھی ایسے معاملات مین حتی الامکان نہ پڑو جو
عدالت دیوانی وفوجداری ومال مین باعث دار وگیر ہوتے ہین۔

(۲۱) کسی مقدمہ مین خواہ مذہبی ہو یا دنیاوی کبھی کسی کا ضامن یا شاہد یا وکیل بننا نہین چاہیئے اگرچہ وہ شخص اپنا فرزند دلبند یا کوئی عزیز ارجمند کیون نہو

(۲۲) دنیا اور دین کے مصالح کے لحاظ سے سکونت کے لیئے قصبہ اور قریہ سے بہتر کوئی جگہ نہین ہے۔ اسلاف کرام ہمیشہ شہرون مین اقامت اختیار کرنے اور اہل شہر کی صحبت سے اجتناب کیا کرتے تھے۔ (۲۳) دنیا کے لیئے برادر و خواہر اور اولاد یکدیگر سے کبھی نزاع نہ کرنا چاہیئے اَلمال غادٍ و رائحٌ (۲۴) اپنے ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک اور طریقۂ معروف کا برتاؤ رکھنا چاہیئے۔ (۲۵) اہل و عیال و خدم و حشم و ممالیک و اعزۂ قریب کے ساتھ حسن اخلاق اور مراعات کے ساتھ پیش آنا چاہیئے

(۲۶) اولاد و ازواج کی خاطرداری سے عمل شرک و بدعت کو ہرگز روا نہین رکھنا چاہیئے اکثر عورتین مردون سے چھپا کر گنڈے تعویذ ٹونے ٹوٹکے وغیرہ کیا کرتی ہین کوئی نذر و نیاز کا کھانا پکاتی ہے۔ کوئی شرک و بدعت کی رسمین اختیار کرتی ہے تمکو اس کا سختی کے ساتھ اہتمام رکھنا چاہیئے اگر ذرا بھی تمہاری طرف سے غفلت ہوگی تو گھر شرک و بدعت کا معدن ہو جائیگا اور تمام برکت و سعادت رخصت ہو جائیگی اور نحوست و شقاوت و افلاس گھر پر چھا جائیگا یاد رکھو ہر عورت کے عوض چار شخصون سے قیامت کے دن مواخذہ ہوگا۔ باپ۔ بھائی۔ شوہر۔ بیٹا۔ (۲۷) ھ

ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست　　شیر مردے زمانہ دانی کیست
آنکہ با دوستان تواند ساخت　　آنکہ با دشمنان تواند زیست

(۲۸) غیر کفو سے برادری کرنا نہ چاہیئے رشتہ اس سے کرنا چاہیئے جو بدعتی رافضی و مشرک نہو۔ بلکہ موحد ایماندار خوش اعتقاد ہو فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ (۲۹) مہر مثل سکہ رائج الوقت ہمارے خاندان کا پانچہزار رکھا گیا ہے۔ آئندہ بھی اس سے زیادہ مقرر نہ کرنا چاہیئے۔ کمی کا اختیار ہے بلکہ کمی افضل ہے (۳۰) مہر کا زبردستی معاف کرانا یا بیوی کے ذاتی مال مین اسکی مرضی کے خلاف تصرف کرنا بالکل بیجا اور ظلم و ستم ہے اور وہ شرعاً مال حلال نہین اس سے بہت بچنا چاہیئے (۳۱) عورت کے لیئے شوہر کی اطاعت کرنا اور اسکے حقوق شرعی کی نگہداشت کرنا سب کامون پر مقدم ہے۔ شوہر ہی عورت کے حق مین اسکی جنت و دوزخ ہے بعض عورتین بغیر کسی شرعی سبب کے شوہرون کو اپنی زبان اور برتاؤ سے تنگ اور زچ کیا کرتی ہین۔ اور مفت اپنی آخرت تباہ کرتی ہین (۳۲) نان نفقہ یعنی روٹی کپڑا اور مکان وغیرہ۔ عورت کے ضروری مصارف حیثیت و مقدرت کے موافق شوہر پر واجب ہین اسی طرح عورت کا مہر تمام دیون پر مقدم ہے اسکے لینے مین عورتون کو عار یا انکار کرنا نہ چاہیئے شارع علیہ السلام نے ان حقوق کو واجب قرار دیا ہے۔ (۳۳) بیوی مالدار ہو یا مفلس

اس پر شوہر کی اولاد کا کوئی حق و نفقہ نہین ہوتا بلکہ مان ہی کا حق اولاد پر ہوا کرتا ہے باوجود اسکے جو کچھ مان اپنی اولاد پر صرف کرتی ہے وہ محض اس کا فضل و احسان ہے (۳۴) کسی پر اپنا اور اپنے گھر کا راز ظاہر کرنا نہ چاہیئے۔ اگرچہ کوئی شخص کیسا ہی معتبر اور سرخیل احباب ہو (۳۵) میری تمنا تو یہ ہے کہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ مین مجکو موت آئے مگر یہ معلوم نہین کہ اللہ تعالی کے علم مین کس جگہ موت مقدر اور مقرر ہے اگر میری موت اسی جگہ مقدر ہو تو وہ قطعۂ زمین قبرستان جو سرکار عالیہ نے باغ کلان مقبرہ کے گوشۂ شمالی مین ریلوے اسٹیشن اور تاج محل کے سر راہ عنایت فرمایا ہے دفن کے لیئے کافی ہے کسی سایہ دار درخت کے نیچے قبر خام غریبانہ بلا منصہ و بلندی اگرچہ یک شبر ہی کیون نہو بنا دی جائے اور پتھر بالین قبر پر دوسری قبرون سے نشان و امتیاز کے لیئے نصب کر دیا جائے کوئی تکلف امیرانہ ہرگز نہ ہو ورنہ اس کا مواخذہ دن قیامت کے ہوگا اور کوئی رسم بدعت خواہ ادنی ہو یا اعلی عمل مین نہ لائی جائے ہان اگر سات دن تک کسی قدر صدقہ و خیرات خاص میرے مال متروکہ مین سے تم کر دوگے تو مجکو اللہ تعالے اس کا اجر دیگا۔ تم بعد کفن و دفن مجکو میرے خالق رؤف و کریم کے سپرد کر دینا خلوا بینی و بین ارحم الراحمین
(۳۶) جو کارخانہ میری ذات سے اسوقت قائم ہے ان سب مخارج کو

تخفیف کر دینا اور اپنی مقدار آمدنی کے موافق دو ایک محرر رکھ لینا اور ایک دو سواری مردانہ و زنانہ تم سب کو کافی ہے اور اپنے جاگیر کے کاغذات تم خود دیکھنا محض عملہ کے اعتماد پر نہ چھوڑنا اور عمل درآمد دیہات جاگیر کا سررشتۂ ریاست اور عامۂ اہل جاگیر کے مطابق رکھنا کسی حکم ریاست یا کسی بندوبست کے نسبت ابتدائی شکایت تمھاری طرف سے عمل مین نہین آنی چاہیئے نہ زیادہ ستانی روا رکھی جائے اللہ تعالے عدل و انصاف پر رحم و کرم کرتا ہے۔ اور ظلم و زیادتی کرنے پر اللہ تعالے دولت و برکت کو مٹا دیتا ہے (۳۷) تمھاری جائداد بھوپال مین نور محل اور قطعۂ زمین قبرستان اور ایک باغ ہے یا جاگیر اس سے زیادہ تم حرص و ہوا کو دخل نہ دینا۔ وقفہ زندگی کا بہت کم ہے

(۳۸) تم پر لازم ہے کہ آمدنی سے اپنا خرچ کم رکھو ہر انسان کے ساتھ تقریبات موت و حیات مثل شادی اولاد و مہمانداری و صرف موت ساتھ لگے ہوئے ہین اگر خرچ آمدنی کے برابر ہوتا رہیگا تو حاجت کے وقت قرض لینا پڑیگا۔ اور قرض سے بدتر کوئی چیز نہین قرض شہدا پر سے بھی معاف نہین ہوتا۔ اس لیئے کہ وہ داخل حق العباد ہے (۳۹) قرض دینے سے بھی بچتے رہو ہم نے اکثر لوگون کو قرض دیا مگر شاذ و نادر تو بعض نے ادا کیا باقی کسی نے نہین دیا اس زمانہ مین صفت امانت و دیانت مفقود ہے۔

(۴۰) صرف کرنے کے وقت اس کا خیال رکھو کہ اول خویش بعدہٗ درویش
حدیث شریف مین آیا ہے کہ ابداء بمن تعول (۴۱) اکثر بیویان شوہر کا مال
خواہ ظاہر کرکے یا مخفی طور پر اپنے ماں باپ کے گھرون مین پہونچاتی رہتی ہین
تمکو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ تمھارا مال وجائداد تم پر یا تمھاری اولاد
پر یا خاص تمھاری بیویون کی ذات پر خرچ ہوا کرے نہ سسرالوں پر
اگر تمنے یہ انتظام قائم نہ رکھا تو بس سمجھ لو کہ وہ سب خوشحال ہون گے اور تم
مفلس اور حاجتمند ہوگے اللہ تعالیٰ نے عورتون اور بچون کو سفہا یعنی
بیوقوف فرمایا ہے اور مردونکو اپنا مال انکے ہاتھ مین دینے سے منع فرمایا ہے
اسلیئے کہ مال ہی پر ملک وملت کا قیام اور دارومدار ہے۔ خدا فرماتا ہے
وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا
وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا کسی کو عقل کم عمری مین حاصل ہوجاتی ہے
اور کسی کو باوجود کلان سالی کے حماقت وسفاہت کا زور ہوتا ہے پس
مال اسکے ہاتھ مین سپرد کرنا چاہیئے جو صاحب عقل ورشد ہو (۴۲) حقوق
زوجیت مین سے کوئی حق میرے خیال مین ایسا نہین ہے جو رئیسہ عالیہ
نے ادا نکیا ہو بلکہ ادائے حقوق سے اضعاف مضاعف میرے ساتھ
مراعات فرماتی رہی ہین مین انکے ادائے شکر سے بالکل قاصر ہون اگر
اتفاقاً امور خانگی مین انکی طرف سے بعض رنج مجکو پہونچے ہونگے تو وہ محض

ایک وسوسۂ شیطانی ہون گے بحمدہ تعالیٰ میری طرف سے کوئی امر خلاف
وفاداری انکے ساتھ عمل مین نہین آیا یہانتک کہ ایک وقت وہ کچھ ناخوش
ہوگئین تو مین نے انکی خوشی کو مقدم رکھکر اپنی علیحدگی منظور کی اور بارہا انکی
اجازت چاہی لیکن وہ کسی طرح اسپر راضی نہین ہوئین۔ چونکہ وہ حاکم اس خطۂ
ملک کی ہین اور مین ان کا محکوم ہون اسلیئے جو اطاعت حاکم کی رعیت اور
تابع پر واجب ہے مین اسکو ہر دم نصب العین رکھتا ہون قال اللہ تعالیٰ
وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ میرے پاس جو کچھ نقد وجنس ومتاع وسامان واسباب
ہے یہ سب اللہ تعالیٰ نے انھین کے ہاتھ سے دلوایا ہے اور مین اس مال
ومنال کو انھین کی ملک سمجھتا ہون اگرچہ انھون نے خود اپنی جانب سے
مجکو عطا کیا ہے اور اس مین تصرف کامل کا اختیار دیا ہے اسی بنیاد پر مین
اپنی اولاد کو نصیحت ووصیت کرتا ہون کہ جو مال ذاتی میرا نقد ہو یا سامان
بعد میرے موجود رہے اس مین فرائض اللہ کے مطابق سرکار عالیہ کا حصہ
زوجیت کی وجہ سے ثابت ہے اس شرح سے۔

مسئلہ ۸ ۔ زوجہ ۔ ابن ۔ ابن ۔ بنت ۔ اور اگر فرضاً زوجہ اپنا حصہ
نہ لے اور اولاد کو بخشدے ۷ تو ۱۴ تقسیم ۱۴ اسکی اس طرح پر ہوگی۔ مسئلہ ۵
ابن ۔ ابن ۔ بنت ۔ یہ سب نقد وجنس تم میرے بعد فرد حساب مرتب
کرکے ۲ سرکار ۲ مین پیش کردینا اور ایک حبہ کا تصرف اسمین اپنی طرف سے نہ کرنا

اور میری طرف سے بعد نیازمندی نیابتاً یہ عرض کرنا کہ جسقدر حصہ وسہم شرعی فرائض اللہ کے مطابق آپ کا ہے اُسکو آپ مال حلال وطیب سمجھکر لے لیں ہم لوگون کو جو کچھ آپ نے عطا فرمایا ہے وہ کافی ہے اسکے بعد سرکار عالیہ کو اختیار ہے کہ بقیہ اشیاء خاص عطیۂ سرکار جو میرے توشہ خانہ مین موجود ہین جسطرح وہ چاہین اس مین تصرف کرین تم سب طیب خاطر کے ساتھ اسکو بلانزاع قبول و منظور کرنا۔ ہم سب اُنکے ساختہ پرداختہ ہین ہمکو یہ کسی طرح زیبا نہین کہ ہم اُنکی مرضی کے خلاف کوئی کام کرین ہماری سعادت یہی ہے کہ اُنکی مرضی کو اپنے تمام اغراض پر مقدم رکھین اب تک اس جگہ کے لوگون نے میرے تباہ و برباد کرنے مین اور میری جان و مال و آبرو کو نقصان پہونچانے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا مگر اللہ تعالےٰ نے مجکو اُنکے فتنون و آفات سے محفوظ رکھا سرکار عالیہ نے اس معاملہ مین میرے ساتھ وہ کام کیا کہ اسکی نظیر و مثال کسی تاریخ سلف مین بھی آج تک نظر سے نہین گزری۔ ظاہر ہے کہ اس زمانۂ بیوفا مین کون مصیبت کے وقت کسی کا شریک حال ہوا کرتا ہے یہ تو وہ زمانہ ہے کہ ایسے وقت مین اپنا اپنے سے منھ پھیر لیتا ہے جبتک اپنی غرض باقی رہتی ہے سوقت تک تو جان نثاری عزیزداری اور محبت و دوستی کے دعوے قائم رہتے ہین اور جب مصیبت کا وقت آتا ہے تو اس طرح جدا ہو جاتے ہین کہ گویا ان لوگون

مین تیل ہی نہ تھا یہ وہ زمانہ ہے کہ لوگ محسن کشی کو عین نمک حلالی جانتے ہین پھر اس شخص کا کیا ذکر جو محسن نہو بلکہ محسود ہو اور اپنا ہی ممنون ہو اُسکے ساتھ ایسی نیکی کون کیا کرتا ہے (۴۳) مین نے نمک حلالی و وفاداری اور حق شناسی کے لحاظ سے ہمیشہ اولاد رئیسہ اور اولاد اولاد رئیسہ سے ایسی محبت رکھی جو تمھاری محبت سے بھی زیادہ تھی اور کبھی کوئی اندیشہ فاسد حاضراً و غائباً و ظاہراً و باطناً اُنکے حق مین میرے دل مین نہین آیا۔ بلکہ ہمیشہ یہی چاہا کہ تمام دنیا کی خیر و خوبی انھین کے واسطے ہو اور یہ بعد اپنی والدہ کے اس ریاست کو نیک نامی سرسبزی اور ترقی کی حالت مین دیکھین مگر یہ سب اولاد میری جان و مال و آبرو کی دشمن ہو گئی حالانکہ مین نہ دعویدار ریاست تھا نہ شریک و حصہ دار دولت مینے کبھی ایک پیسہ ظاہر و مخفی اپنے طور پر کسی اپنے کام مین ریاست اور بالان خاص کا صرف نہین کیا نہ رئیسہ عالیہ سے کبھی کوئی سوال ترقی منصب و عطا کا کیا بلکہ ہر ترقی پر انکار کرتا رہا مگر میری بات قبول نہین ہوئی البتہ جو خود انھون نے اپنی خوشی سے مجکو دیا وہ مین نے لے لیا برخلاف اخوان و اولاد ریاست اور نائبان ریاست کے کہ جو کوئی بعد تمھارے نانا (منشی جمال الدین خان بہادر مرحوم مدار المہام ریاست) کے آیا اس نے علاوہ اپنی معاش کے ہزارہا روپیہ کے خرچ کا بار ریاست پر ڈالا جس سے تمام رونق و دولت و ثروت ریاست

کی برباد ہوگئی اخوان ریاست کو ہمیشہ یہی فکر دامنگیر رہا کرتی ہے کہ جس طرح ہو سکے تمام مال ریاست کا ہمارے دست تصرف مین آجائے ان کا یہ حال اور انکی وہ نیت وخیال سبحان اللہ وبحمدہ جب ریاست اس حالت پہ پہونچی تواب یہ سب واقعہ طلب لوگ صرف اس بات پر خوش ہین کہ اگرچہ ہمکو ذاتی فائدہ حاصل نہین ہوا مگر اس شخص کو بدنام توکردیا اور ریاست کی مدد ہی سے اسکو باز رکھا حالانکہ میرا یہ عین مدعا تھا ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ مین تو محض دوستدار رئیس اور خاص اولاد رئیس کا تھا میری تمام کوشش وجد وجہد صرف درستی نظم ونیک نامی ریاست پر مبنی تھی جسکا نتیجہ آخر کار خود رئیسۂ عالیہ کے دختر وداماد کو اور انکی اولاد کو حاصل ہوتا نہ مجکو نہ میری اولاد کو مین اس ریاست کا نہ وزیر تھا نہ اہلکار سب نے مل کر حکام بالادست کے سامنے مجھ پر یہ سب افترا و بہتان لگایا۔ مین نے اس معاملہ کو اللہ تعالی پر قیامت کے روز اٹھا رکھا ہے جہان سارے ضمائر وخواطر ظاہر ہوجاینگے۔ بہرحال تم بوجہ جاگیر حسب سررشتہ ریاست کے اطاعت کرتے رہنا اور اللہ تعالی پہ توکل رکھنا اور بطور خود یا کسی کے اغوا اور بہکانے سے کبھی اس خاندان کے نسبت کسی اندیشۂ فاسد کو اپنے دل مین جگہ نہ دینا۔ یہ امر مرضی خدا اور نمک حلالی کے بالکل خلاف ہے اور ظالم بننے سے مظلوم بننا ہمارا ایک آبائی شیوہ ہے

ہمکو اسے ترک کردینا نچاہیئے (۴۴) بعض اعدائے دین اور حاسدین نے حکام انگریزی کے سامنے میری سعایت کی اور یہ ظاہر کیا کہ ریاست کے بعد سب سے زیادہ مال ودولت میرے پاس ہے اسلیئے ضرور ہوا کہ اصل حقیقت کو بے نقاب کرون واقعہ یہ ہے کہ دختر رئیسۂ عالیہ کی جاگیر سے میری جاگیر کسی قدر کم ہے اور مجھ سے زیادہ جاگیردار زمانۂ سرکار خلد نشین مین موجود تھے اور میری اولاد سے زیادہ جاگیردار اب بھی کثرت سے یہان موجود ہین میری جاگیر کی جمع اصلی پچھتر ہزار روپیہ سالانہ ہے یہ جاگیر رئیسۂ عالیہ سے نکاح ثانی کے ایک سال بعد مجکو عطا ہوئی میرا ماہوار صرف کا غذات دفتر کے مطابق اس تفصیل سے ہے صرف اقربا ایکہزار پانسو اکہتر روپیہ صرف مدرسۂ اطفال لاوارث تین سو ننتیس روپیہ صرف تنخواہ ملازمان ڈیوڈھی چھ سو سات روپیہ چاردہ آنہ صرف زائد تکدمہ دو ہزار چھیاسی روپیہ کل چار ہزار چھ سو باون روپیہ چاردہ آنہ۔ میزان ماہواری ہوئی اور سال تمام کی میزان چھپن ہزار آٹھ سو چھتیس روپیہ آٹھ آنہ ہوتی ہے اس حساب سے سال تمام کی بس انداز بیس ہزار ہوتی ہے اس مین سے پانسو روپیہ ماہوار سرکار عالیہ کا نفقہ بہ طیب خاطر ادا کیا جاتا ہے۔ اب رقم سالانہ باقی رہی چودہ ہزار مع اضافۂ رقم کپاسی جسکی صحیح تعداد تحصیل کامل باقی رہنے کی وجہ سے متعین نہین ہوسکتی لیکن یہ جمع سالم نہین ہے بلکہ جمع تکسیر ہے اور یہ اضافہ

بھی چند سالون سے چلا آتا ہے نہ ابتدائے جاگیر سے بہر حال اس بیس برس
کی مدت مین جسقدر رقم پس انداز ہوئی اس سے تین لاکھ روپیہ نور محل کی عمارت
مین صرف ہوا جو مینے اپنی اولاد کو تین قطعات پر تقسیم کر کے ہبہ کر دیا اور عدالت
سے اس کا قبالہ انکے نام پر ہوگیا اسکے علاوہ ایک سرائے و چاہ واقع
موضع چوکا تعمیر کرائی جو ہوشنگ آباد کے سر راہ موجود ہے اور چند
مسجدین شہر مین اور ایک پل و تالاب زیرین نور محل بنوایا مصارف
باغ اور اصطبل وغیرہ اس سے خارج ہین ایک لاکھ روپیہ کتابون کی خریداری
اور طبع رسائل مین صرف ہوا اب بجز مال قلیل کے کوئی معتد بہ رقم باقی نہین
آیندہ بشرط حیات سالہائے مستقبل مین جو کچھ پس انداز ہوا ہمین آٹھوان حصہ
بعد میری وفات کے رئیسۂ عالیہ کا ہے ماسوائے جاگیر دوران سال مین اگر
کبھی کبھی کوئی شے سرکار عالیہ اتفاقاً عطا فرماتی ہین اسکی تعداد سیکڑے
یا ہزار سے متجاوز نہین ہوتی اور اس سے زیادہ سرکار اپنے اخوان ریاست
کو ہمیشہ دیتی رہتی ہین میری کوئی خصوصیت نہین ہے نہ میری یہ عادت ہے
کہ مثل دوسرے جاگیر دارون کے اپنی زیر باری اور قرضداری کا اظہار کر کے
کچھ منفعت حاصل کرنیکی فکر مین رہون۔
البتہ جو جاگیر سرکار سے میری اولاد کو عطا ہوئی ہے۔ جسکو ابھی تھوڑی
مدت ہوئی ہے اسکی تمام و کمال آمدنی کو مین خیر خواہی اور شفقت پدری

کی وجہ سے اور ان کی راحت و معیشت کے خیال سے اور قرضداری سے
بچانے کے لئے ان کی ذات پر صرف نہین ہونے دیتا اور تمام اُنکے
مصارف جزئی و کلی مثلاً صرفۂ طعام و مکان و خدم و حشم
وغیرہ سب مین نے اپنے متعلق رکھا۔ میرے باپ مجکو محتاجی اور افلاس
کی حالت مین چھوڑ کر گئے اور مین انکو غنی چھوڑ کر جاتا ہون جیسا کہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ اِنَّكَ اِنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ
اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ
متفق عَلَيْهِ من حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
اب آئندہ انکی تقدیر ہے اگر میری اولاد و اخلاف اللہ کو نہ بھولین گے
تو اللہ بھی انکو نہ بھولے گا۔



والاجاہ کی علمی زندگی کے حالات اور اُن کے مؤلفات

والاجاہ کی علمی زندگی کا آغاز کسطرح ہوا اور کیونکر وہ اس مرتبۂ رفیع تک پہونچے جسکو علمائے عصر نے مجددیت کے لقب سے یاد کیا اسکی تشریح کے لئیے کسیقدر تمہید کی ضرورت ہے جسکو ہم اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں۔

بارھویں صدی کے وسط کا زمانہ (جسمیں والاجاہ کی ولادت ہوئی تھی) اپنے زلزلہ انگیز اثرات کے اعتبار سے ایک ایسا زمانہ تھا جو صفحۂ کائنات پر ہمیشہ یادگار اور اسلامی نسلوں کے لئیے دوامًا سبق آموز عبرت رہیگا۔

قومی نکبت وادبار کے بادصرصر کے تیز وتند جھونکے آٹھ سو برس کی اسلامی سلطنت مغلیہ کا روشن چراغ گل کر چکے تھے اور انگریزی حکومت کے جلال و جبروت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ چکا تھا اور بظاہر نظر قریب امن وسکون کے صلائے عام نے اہل ہند کے سامنے قسمت آزمائی اور جد وجہد کا ایک وسیع میدان عمل تیار کر دیا تھا لیکن افسوس ہے کہ اس پُرسکون زمانہ کے مواقع سے دوسری قوموں نے خواہ کیسے ہی فوائد حاصل کئیے ہوں مگر بدقسمتی سے مسلمانان ہند ان سے خاطر خواہ مستفید ہونے اور انقلاب روزگار سے

سبق عبرت وبصیرت حاصل کرنے کے اہل ثابت نہیں ہوئے۔

انتزاع سلطنت تو کوئی عجوبۂ روزگار شے نہ تھی جس سے مسلمانوں ہی کو سابقہ پڑا ہو یہ تو تداول ایام کے بازیگاہ کے وہ نیرنجات وشعبدات ہیں جسکا تماشا نوبت بہ نوبت دنیا کی تمام قوموں کو دیکھنا پڑا ہے۔ ع بسے بازی آرد چنین روزگار بلکہ اگر کسی قوم میں وجدان صحیح احساس حقیقی اور اذعان کامل کا کچھ بھی شائبہ باقی رہتا ہے تو اس پر زمانۂ ابتلاء و مصیبت میں بہت سے ایسے رموز فطرت اور غوامض اسرار قدرت منکشف ہوا کرتے ہیں جو پھر ایکبار اس قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرکے رفتہ رفتہ بام ترقی پر پہونچا دیا کرتے ہیں بہرحال اگر خوش قسمتی سے سلطنت گئی تھی تو گئی تھی

لیکن ہم تو اسوقت جس مجلس عزا کے ماتم نشین اور مرثیہ خوان ہیں وہ سلطنت روحانی کا معدوم ہونا ارکان علم وعمل کی بربادی عروۃ الوثقی اور اعتصام بحبل اللہ کے رشتۂ محکم کی شکست اور شریعت اسلام میں ضعف ووہن اور مداہنت کا عمل ودخل ہے ؎

من و تو گر فنا شویم چہ باک — غرض اندر میان سلامت اوست

یہ ایک ایسا حسرتناک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کی دنیاوی شان وشوکت وجاہ وجلال اور مادی عروج کے ساتھ انکے روحانی فضائل اور قومی شعائر اور علوم ومعارف اسلامیہ اور اعمال صالحہ اپنا رخت سفر

باندھ چکے تھے نفوس قدسیہ کی بستی روز بروز اجڑتی جاتی تھی وہ قوم جسکا طغرائے امتیاز الملک والدین توامان تھا اسکے پاس نہ زور زر رہا تھا نہ نقد علم وعمل اسلام کی توحید بحت سے قلوب اس طرح خالی ہو رہے تھے جسطرح سیم وزر سے انکے جیب ودامن ہر طرف بدعات وسئیات کی گرم بازاری اور ارزانی تھی اور کفر وشرک ونفاق وشقاق کی طغیانی ہندوؤن کی سیکڑون رسمون اور توہمات نے سنن سید المرسلین صلعم کی جگہ لی تھی اور شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبون مین اور موت اور غمی کے موقعون پر ان رسمون کا ادا کرنا فرض وواجب سے زیادہ خیال کیا جاتا تھا نکاح ایامی عیب ٹھہر گیا تھا بڑے بڑے امیرون اور رئیسون کے دربار ومحافل رقص وسرود وغنا ومعازف اور اجتماع شاہدان بازاری سے اور انکے قصور رفیعہ ہجوم عاریات کاسیات سے اندر سبھا بنے ہوئے تھے بڑے بڑے نامی گرامی مولویون کے گھرانے اور اولیائے کرام کے مقام صنمکدۂ شرک وبدعت نظر آتے تھے ؏

صمدی لیک درین انجمن عجز نگاہ   بہ چمن سازی آثار صنم می آئی

قرآن وحدیث کے استماع معارف سے کان آشنا نہین رہے تھے حیل فقہیہ اور مسائل خلافیہ پر عمل درآمد رہ گیا تھا۔ اقاویل باطلہ اور تاویلات عاطلہ کا باب مفتوح ہو چکا تھا اولیاء کبار کو عالم الغیب ومتصرف فی الخلق

اور حاجت روائے مخلوق سمجھا جاتا تھا متصوفین وقت کے طبقہ مین مسئلہ وحدت وجود نے الحاد وارتداد کی شکل اختیار کرلی تھی طریقت کو شریعت سے کوئی واسطہ نہین رہا تھا عجائب پرستی کو ولایت وکرامت خیال کیا جاتا تھا غیر اللہ کی نذر ونیاز کا گھر گھر رواج ہو گیا تھا دنیا طلب جماعت مین اوامر ونواہی الٰہی کا علانیہ مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔ اور پرانے خیال والون مین بڑا عالم وہ سمجھا جاتا تھا۔ جو علوم وحکمت یونانی مین کامل دسترس رکھتا ہو اور نئے خیال والون کے نزدیک بڑا فاضل وہ سمجھا جاتا تھا جو کسی کالج کا گریجویٹ ہو اگر اتفاق سے خال خال کہین کوئی وجود باجود ایسا باقی بھی تھا جسکو سلف صالحین کا اسوۂ حسنہ اور اسلام کا جوہر قابل کہہ سکین تو اسکو زمانہ کی کساد بازاری نے خاک پوش ناشناسائی کر رکھا تھا ؏

ہنر نمی خرد ایام وغیر ازینم نیست   کجا روم بہ تجارت باین کساد متاع

بہرحال والاجاہ نے مسلمانون کی تنزول واد بار اور اسلامی ایوان سلطنت کے در ودیوار کی انہدام کو دہلی کے زمانہ قیام مین اپنی آنکھون سے دیکھا تھا اور مسلمانون کے دین وایمان کی بربادی اور علم وعمل کی تباہی شرک وکفر اور بدعت وضلالت اور کورانہ تقلید کا زور بہ نگاہ عبرت ملاحظہ کیا تھا ساتھ ہی اسکے خالق عالم نے فطری طور پر انکی ذات مین انواع فضائل کی استعداد اور گوناگون محاسن ومفاخر کا مادہ پہلے سے ودیعت کیا تھا

اسلئے مشیت ازلی نے کل میسر لما خلق لہ کے مطابق انکو صنم کدہائے اسلامی کی بت شکنی اور اصلاح دینی وملی اور احیاء سنت اور اماتت بدعت کے لئے چن لیا ؎

دل کہ بیت اللہ عشق است صنم خانہ شدہ است ۔ کو خلیلے کہ درین خانہ کند بت شکنی

اور اس مجلس وہ اسپین کے صدر اول مین انکو جگہ دی ؎

مجلس چو برشکست تماشا بما رسید ۔ در بزم چون نماند کسے جا بما رسید

والاجاہ کے قلب سلیم طبع مستقیم جذبۂ روحانی ذہن صافی عزم راسخ اور نظر عاقبت بین نے قوم کے اصلی وحقیقی مرض کے اسباب وعلل پر غور کرکے اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اپنے خاندان کے لئے اور اپنی قوم کے لئے جو نسخہ تجویز کیا وہ اتباع سنت سنیہ اور عمل بالقرآن تھا اور اپنے مشغلۂ زندگی کے لئے جو لائحہ عمل منتخب کیا وہ تبلیغ اسلام نشر علوم صحیحہ دینیہ اور اشاعت معارف صادقہ شرعیہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر تھا جسطرح لوگون کے احوال وافعال واعمال مین اختلال عظیم پیدا ہوگیا تھا اسی طرح علوم اور مصطلحات شرعیہ کے مفہوم مین بھی عظیم الشان تفاوت ہوگیا تھا مثلاً عصر اول مین توحید نام تھا اللہ تعالےٰ کے تفرید عبادت اور تجرید استعانت اور معرفت امور آخرت کا صدق اعتقاد اور خلوص نیت اور فقر قلب کے ساتھ لیکن زمانۂ مابعد مین صناعت کلام

طرق مجادلہ کی شناخت اور مناقضات خصوم پر وقوف اثارت شبہات اور تالیف الزامات کا نام توحید رکھا گیا اور یہ لوگ اہل عدل وتوحید کے نام سے پکارے جانے لگے زمانۂ خیر القرون مین فقہ کا اطلاق طرق آخرت ودقائق نفوس اور مفسدات اعمال کی معرفت اور قلب پر استیلاء خوف دنیا کو حقیر ونعیم آخرت کو باقی سمجھنے پر ہوتا تھا کما قال اللہ تعالےٰ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ ۔ لیکن بعد مین فقہ اس کا نام ہوگیا کہ فتاوی مین فروع غریبہ کی معرفت ہو اور انکی دقائق وعلل پر آگاہی ہو اور اسمین استکثار کلام کیا جائے اور اسکے مقالات متعلقہ ذہن مین محفوظ ہون جس شخص کو ان چیزون مین تعمق شدید اور اشتغال کثیر ہو اسی کو لوگ فقیہ سمجھنے لگے تھے حالانکہ اصل مین انذار وتخویف کا نام فقہ تھا نہ تفریعات طلاق وعتاق ولعان وسلم واجارہ کا یہی حال لفظ ذکر وتذکیر کا ہے خدا فرماتا ہے فَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ لیکن لوگون نے قصص واشعار وشطح وطامات کا نام ذکر وتذکیر رکھا ہے حالانکہ قصص بدعت کا خیر القرون مین رواج نہ تھا وعظ مین اشعار خوانی مذموم ہے خدا فرماتا ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ اور شطح متصوفہ کی محدثات مین سے ہے اور اس کا ضرر عوام مین عظیم ہے اور طامات یعنی الفاظ شرع کی ظاہری مفہوم کو امور باطنی کی طرف

نسوب کرنا یہ بھی حرام ہے اور نقصان اس کا ظاہر ہے۔ اسیطرح لفظ حکمت
کے نسبت خدا فرماتا ہے۔ یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ
یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا
حکمت سے اوامر و نواہی الہی اور معارف و حقائق اسلامیہ مراد ہیں جو بسر اسر اصول طبعی
اور مقتضیات فطرت پر مبنی ہیں اصول شریعت بمعنلے کے اعتبار سے جو شخص حامل
علوم و معارف شرعیہ و حقایق صادقہ فطریہ ہو وہ حکیم ہے۔ مگر مابعد زمانہ کے لوگ
حکیم اُسکو کہنے لگے تھے جو بڑا طبیب و فلسفی و منجم ہو۔

اسمین کچھ شبہ نہین کہ پچھلے زمانہ مین مسلمانون کی دنیا و آخرت دونون کی حالت
نہایت تباہ تھی اور بظاہر اسکے سنبھلنے کی کوئی امید باقی نہین رہی تھی علم و مذہب
جو سرچشمۂ حق و صداقت اور مطلع نور آلہی تھا وہ حصول مطامع دنیا و اغراض نفسانیہ
اور کذب و باطل پرستی کا ظلمتکدہ بن گیا تھا اسی قومی انحطاط اور تسفل کے زمانہ
مین سر سید احمد خان بہادر مرحوم کو قوم کی ذہنی و دماغی
ترقی اور اصلاح دنیاوی کا خیال پیدا ہوا اور انھون نے اپنے غیر معمولی قابلیت
کے ساتھ مسلمانون کے دنیاوی فلاح و بہبود مین کوئی دقیقہ جد و جہد کا اٹھا
نہین رکھا۔ اور یورپ کی تہذیب اور انگلش لٹریچر کی اعلی تعلیم کو قومی ارتقا کا
اصلی ذریعہ قرار دیا اور انکے مساعی اور ہمت سے ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی
جس نے قومی ترقی کی دُھن مین بقدر استعداد مختلف شاہراہین اختیار کین

کسی نے محض فلسفہ و سائنس کو قومی ترقی کا زینہ سمجھا کسی نے فنون
صنعت و حرفت کو قومی ترقی کے لیئے لازمی قرار دیا کسی نے محض
سیاسی قابلیت کو ترقی کا اصلی گر بتایا اس سے ہرگز انکار نہین ہو سکتا کہ
ان تمام خیالات و تدابیر و تفکرات کی تہ مین بعض روشن صداقتین بھی موجود تھین
اور قومی ترقی کے لیئے ان سب علوم و فنون کی اُسیقدر سخت و شدید ضرورت
تھی جتنی ایک مشین کے لیئے آلات و ادوات اور کل پرزون کی ضرورت
ہوا کرتی ہے جنکے بغیر نہ مشین مکمل ہو سکتی ہے اور نہ کچھ کام دے سکتی ہے
لیکن وہ اصلی چیز اور وہ محرک وحید جسکو اسٹیم کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے
اور جو اس مشین کے تمام کل پرزون کو حرکت مین لاتی اور چلاتی ہے اور جسکو
مشین کے ساتھ روح و قالب کا سا تعلق ہے اسکے جانب کسیکو التفات نہ تھا
اور حقائق اصول شرعیہ کو غایت سفاہت و نادانی کے ساتھ هٰذَا
اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کہکر نظر انداز کر دیا جاتا تھا اور وہ صراط مستقیم جسکے از سر نو
قائم کرنے مین علامہ ابن تیمیہؒ ابن قیمؒ قاضی امام شوکانی حضرت
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت مجدد العصر مولانا سید احمد صاحب
بریلوی اور انکے رفقاء رحمہم اللہ تعالی وقدس سرہم اور ملا جمال الدین
اسد آبادیؒ نے عرق جبین۔ تعب جسد۔ کرب روح۔ ضیق صدر
ذہاب قوت۔ اذلال نفس و کسر ہوا۔ برداشت کرکے اپنی زندگیان

قربان کیں تھیں) وہ ایک ایسی ناقابل گزر پر پیچ وخم راہ سمجھی گئی تھی جسکی طرف
کوئی شخص ایک قدم اٹھانا بھی پسند نہ کرتا تھا اور اُس صراط مستقیم کے
چلنے والون پر نہایت گستاخانہ اور بے باکانہ طریقہ پر آوازے کسے جاتے تھے
اوران کا علانیہ مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔

باانیہمہ جو ارباب نقد ونظر اور صاحب بصیرت علما تھے وہ اس حقیقت سے
بے خبر نہ تھے اُنکو اس نئی روشنی کے زمانہ مین بھی بہت سے آثار ظلمت صاف
صاف نظر آتے تھے۔ حکیم الامت مولانا شبلی مرحوم کا یہ ارشاد جو انھون نے
مجلس ندوۃ العلما مین خطبہ دیتے وقت فرمایا تھا آب زر سے لکھنے کے
لائق ہے کہ اور قومون کو تو آگے بڑھنے کی ضرورت ہے
مگر مسلمانون کی قوم کو پیچھے ہٹنے کی ضرورت ہے۔ اسی راز
سربستہ کو سب سے پہلے والاجاہ نے بے نقاب کیا اور اپنی تالیفات
کے ذریعہ سے ہند و عرب و عجم مین معارف کتاب وسنت کے دریا بہادئیے
یہ جاننا بھی فائدہ سے خالی نہین کہ اس حق وصداقت اور صراط مستقیم تک
والاجاہ کی رفتہ رفتہ کسطرح رسائی ہوئی اور اسکی ابتدائی بنیاد کیونکر پڑی۔
واقعہ یہ ہے کہ والاجاہ کا زمانۂ طفولیت روز ولادت سے حالت عسرو
ضیق معاش اور یتیمی کے ساتھ شروع ہوا تھا اور انھون نے سن تمیز کو
پہونچنے تک مادر مہربان کے کنار عاطفت مین پرورش پائی تھی۔ چونکہ جدہ مرحومہ

اپنی ذاتی قابلیت اور تقدس دینی کے لحاظ سے خود ایک اچھے معلم کی حیثیت
رکھتی تھین اسلیئے انھون نے بچپن ہی کے زمانہ سے مذہبی احترام۔ صبح
خیزی۔ جفاکشی۔ اور رغبت علم پیدا کرنے کے پاکیزہ ابتدائی اصول
اُنکے نقش دل کر دیئے تھے اور جبوقت تک انھون نے تحصیل علم کے
لئے گھر سے قدم باہر نہین نکالا شفیق مان کی ذاتی قابلیت و دینداری
نہایت استقلال و سہولت و خاموشی کے ساتھ اپنی موثر تعلیم کا فرض
پورا کرتی رہی والاجاہ اپنے وصیت نامہ مین خود ایک مقام پر لکھتے ہین
"مین نے جو کچھ پایا وہ اپنی والدۂ محترمہ کی خدمت واطاعت سے پایا" بہرحال
انھون نے اوائل کتب اپنے برادر گرامی قدر مولانا عرشی مرحوم سے
پڑھین پھر انکو طلب علم کی غرض سے سفر اختیار کرنا پڑا فرخ آباد۔ کانپور
اور لکھنؤ مین چند سال تک درس و تدریس مین مشغول رہے پھر دہلی
مین صدر الافاضل مفتی صدر الدین خان بہادر مرحوم صدر الصدور دہلی
کے حلقۂ تلامذہ مین داخل ہوگئے اور علوم متداولہ کی تکمیل کی اور تفسیر
وفقہ وحدیث واسماء الرجال واحکام وغیرہ علوم عالیۂ شرعیہ کے
بہت سے نکات بالترتیب جناب شیخ حسین صاحب مرحوم بن محسن
انصاری قاضی حدیدہ سے اخذ کئے رفتہ رفتہ طبعی علو فطرت اور رغبت و
مناسبت کی وجہ سے مزاولت و بصیرت کتاب وسنت کی بڑھتی گئی اور

انکو صاف نظر آگیا کہ اطمینان قلب کا سرمایہ صرف انہی دونوں سے حاصل ہو سکتا ہے چنانچہ ابقاء المنن میں خود لکھتے ہیں کہ میں نے ابتدائے طلب علم میں جسقدر علوم درسیہ متداولہ پڑھے تھے مزاولت قرآن وحدیث کے بعد مجھ پر واضح ہوگیا کہ ان میں صفت اخلاص کا وجود نہیں ہے بلکہ برخلاف اسکے وہ حظوظ نفسانیہ کے ساتھ مخلوط ہیں اسلیئے کہ اخلاص کی علامت یہ ہے کہ اشتغال علم کے وقت رجوع قلب الی اللہ اور جمع علی الرب ہو حالانکہ یہ بات کسی علم آلی و درسی اور کسی فن متداول میں پائی نہیں جاتی اس سبب سے میرا دل ہر وادی میں پریشان اور ہر صحرا میں سرگردان رہا کرتا تھا یہ صفت خاص صرف کتاب اللہ کے علم میں ہے کہ اسکے شغل میں جمعیت پیدا ہوتی ہے الا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ یا سنت مطہرہ کے صحائف میں جنکو پڑھکر بصیرت تامہ حاصل ہوتی ہے باقی علوم میں بجز تضیع اوقات اور کچھ نہیں ہے

بہ ہیچ کار کتب خوانیت نمی آید زجمع خاطر خود نسخہ فراہم کن

دو سال دہلی میں رہ کر جب والا جاہ تعلیم علوم دینیہ سے فراغت کلی حاصل کر چکے تو انکو وجہ معاش پیدا کرنے کی طرف اضطراراً متوجہ ہونا پڑا اولاً دو ریاست ٹونک میں بعدازاں ریاست بھوپال میں ملازم رہے اور بتدریج ترقی کرتے گئے جسقدر انکی آمدنی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا

اسیقدر انکو کتب سلف کے جمع کرنے اور ان سے مستفیض ہونے کا شوق بڑھتا جاتا تھا ساتھ ہی اسکے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی مستقل طور پر ترقی کرتا گیا میں نے انکی اوائل تالیفات کی فہرست مولفات مابعد کے ذیل میں اسی حصہ کے اخیر میں شامل کردی ہے مگر اس کا تعین نہایت مشکل ہے کہ کون کتاب کس تاریخ اور کس سن میں لکھی گئی علاوہ اسکے بعض اتفاقی موانع پیش آجانیکی وجہ سے اکثر کتابیں ان میں کی مجکو دستیاب نہیں ہوئیں تاہم جس کتاب کا سال تالیف معلوم ہو سکا وہ اس کتاب کے نام کے ساتھ درج کردیا گیا۔

جمع کتب سلف واشاعت علم

بہت سی نایاب کتابیں انھوں نے عرب سے منگائیں۔ مثلاً ابن حجر عسقلانی و ذہبی وشعرانی ومنذری وسفارینی وابن جوزی وامام سیوطی وحافظ ابن القیم وشیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ وسید محمد بن اسمعیل امیر وقاضی محمد علی شوکانی رحمہم اللہ تعالےٰ کی تالیفات وغیرہ یہ کتابیں ہندوستان میں کبریت احمر اور عنقاء مغرب کی طرح مفقود تھیں انمیں بعض مولفات ایسی بھی ہیں جو مولفین کے قلم کی لکھی ہوئی ہیں یا انپر مؤلفین کے دستخط ثبت ہیں۔ پھر انمیں بعض دو سو بعض چار سو سال کی تالیف کی ہوئی ہیں اور بعض کی تالیف کو چھ سات سو اور آٹھ سو سال کا زمانہ گذر چکا ہے۔

ان کتب کے اسماء گرامی سے والاجاہ کی وسعت علم و دقتِ نظر جودتِ فکر اور حُبِّ دینی کے جوش کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔

مصارف طبع کتب

غرض جب یہ نادر الوجود بے بہا خزینۂ علم جمع ہو گیا تو انکی طبع فیاض اور معارف نوازی نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور یہ چاہا کہ اس سرچشمۂ آب حیات کو وقف عام کیا جائے تاکہ دوسرے تشنہ لبان علم بھی اس سے سیراب ہون یہ خیال آنا تھا کہ انھون نے بے دریغ اپنے خزینۂ دولت کا دروازہ کھولدیا اور تقریبًا ایک لاکھ روپیہ انھون نے کتب سلف کے چھپوانے اور شایع کرنے مین صرف کیا طبع نیل الاوطار کے چھپوانے مین پچیس ہزار تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان کے چھپوانے مین بیس ہزار روپیہ صرف کیا فتح الباری کا نسخہ ہندوستان مین بالکل نایاب تھا والاجاہ نے چھ سو روپیہ کلدار قیمت دیکر اسکو شہر حدیدہ مین خریدا۔ یہ نسخہ ابن علان کے قلم کا لکھا ہوا تھا پچاس ہزار روپیہ خرچ کر کے مطبع بولاق مصر مین اسکو طبع کرایا اور بلاد ہند اور ممالک غیر مین اسکو مفت تقسیم کیا اسکے بعد مطابع ہند نے اسکو چھاپکر شایع کیا کئی سو نسخے فتح الباری اور نیل الاوطار کے مصر مین شیخ احمد حلبی البابی کے پاس تقسیم سے باقی رہ گئے تھے والاجاہ کی وفات کے بعد انھون نے برادر معظم مرحوم کو اور راقم الحروف کو اسکی اطلاع دی

ہم لوگون نے ان نسخون کو کتب خانہ ہائے حرمین محترمین زاد اللہ شرفہما کے لیئے وقف کر دیا۔

علوم زیر تالیف

قطع نظر اس ایثار زر و علم کے تمام انواع علوم اور اصناف فنون پر انھون نے عربی و فارسی اور اردو مین کتابین تالیف کین چنانچہ انکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تفسیر صرف۔ نحو۔ علم الاشتقاق۔ لغت۔ بدیع۔ ادب۔ تفسیر حدیث۔ فقہ حدیث۔ اصول فقہ۔ عقائد۔ ذم الکلام والتاویل موعظت۔ وظائف واذکار۔ علم الاخلاق۔ تصوف۔ علم اسناد قرآن و حدیث۔ علم شعر و انشاد۔ و طبقات۔ تاریخ و سیر۔ تذکرہ مناقب۔ آداب القضا وغیرہ۔

کتب سلف سے استفادہ

والاجاہ ایک مقام پر لکھتے ہین کہ مین[1] نے جو کچھ تالیف و تصنیف کیا اس کا استفادہ ائمۂ سلف اور علماء متقدمین ملت کی کتابون سے کیا۔ علماء متاخرین کی کتابون سے بہت کم مین نے اخذ کیا ہے اسلیئے کہ جو صفت امانت و دیانت سلف اہل علم مین پائی جاتی ہے اب وہ پچھلون مین پائی نہین جاتی سلف کا اختلاف مناظرہ اور تحقیق حق پر

---

[1] ابقاء المنن صفحہ ۱۹

مبنی تھا نہ مکابرہ ومجادلہ وعصبیت دھوئی پر۔ وہ لوگ دین میں بڑے متقی اور متدین اور محقق تھے انکو ہر مسئلہ کے بیان کرنے میں اور ہر علم میں اور ہر حکم وفتوے میں اتباع حق ملحوظ خاطر رہا کرتا تھا اللہ تعالے نے انکو خلف کے زق زق وبق بق سے محفوظ اور عافیت میں رکھا تھا علماء متاخرین کا مناظرہ زیادہ سب وشتم اور عصبیت دھوئی پر مشتمل ہوا کرتا ہے جسکی بنیاد جہل محض پر ہوا کرتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

ان من العلم جہلا

پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ۔

میری تالیفات[1] کا غالب حصہ علماء راسخین کے تراجم اور آثار سلف کے نقول پر مبنی ہے جو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ یا نقل کیئے گئے ہیں جو کچھ میں نے اپنے تالیفات میں لکھا ہے وہ درحقیقت علماء سابقین اور ائمہ امت کا علم ہے نہ میرا علم واجتہاد میں تو صرف انکا حمال ونقال ہوں میں نے اس حمل ونقل کو دیانت وامانت کے ساتھ ادا کیا ہے آئیں کوئی سرقت یا خیانت نہیں کی ہاں البتہ اس امر کا میں نے التزام رکھا ہے کہ جو قول راجح ہو اسکو نقل کروں اور جو مذہب قوی ہو اسکو ظاہر کردوں اور موافقت قرآن وحدیث کو ملحوظ رکھوں اور رائے مجرد سے پرہیز وتحذیر کروں

[1] ابقاء المنن صفحہ ۷۵۔

فتویٰ کی بنیاد علم حق اور تقوی پر ہونا چاہیے نہ تاویل وتحیل اور اقوال ضعیفہ پر
میں نے ہر معاملہ میں عملاً قول اصح اثبت کو اختیار کیا ہے۔ خواہ وہ عبادت وذکر ودعا کے متعلق ہو یا کسی اور معاملہ سے علاقہ رکھتا ہو شرائع کی کثرت ظاہر ہے اور سب پر عمل کرنا معلوم اسلیئے اہم کو مقدم کرنا لازم ہے۔

نقل عبارت غیر میں احتیاط

پھر لکھتے ہیں کہ جب میں[1] اپنی تالیفات میں غیر کی عبارت نقل کرتا ہوں تو مجکو دو امر کا نہایت اہتمام رہتا ہے ایک تو یہ کہ جسکی وہ عبارت ہو اس کا نام لکھا جائے میں کسی عالم کی تحقیق کو لمدیناً وتلبیساً اپنی طرف منسوب کرنا خیانت جانتا ہوں دوسرے یہ کہ جو نقل کیجائے وہ صحیح اور اصل کے مطابق ہو۔

خصوصیت تالیف

میری ہر ایک تالیف ادلہ صحیحہ کے ذکر کے ساتھ مشیّد ہے۔ ایسی ایک کتاب بھی نہیں جو ادلہ کتاب وسنت کے ذکر سے اور تخریج سے خالی ہو۔

تنقید وانصاف

والا جاہ کو تنقید پر ہر وقت نظر رہا کرتی تھی وہ لکھتے ہیں کہ جسطرح امام شوکانی رح نے فتح الباری کے بعض مواقع پر جسکی شان میں لا ہجرۃ بعد الفتح

[1] ابقاء المنن صفحہ ۳۵۔

کہا گیا ہے انتقاد کیا ہے اسیطرح مین نے بھی امام شوکانی۔ علامہ ابن تیمیہ۔ اور حافظ ابن القیم وغیرہما پر انتقاد کیا ہے صرف اس بنا پر کہ میرے نزدیک انکی مخالف دلیل صحیح موجود تھی لیکن ایسا کرنے سے نہ انکی رفعت وشان مین کچھ کمی ہوسکتی ہے نہ میرا مرتبۂ علم انکے برابر یا اُنسے زیادہ ہوسکتا ہے میرا تمام علم انکے علم کے مقابلہ مین ایسا ہے جسطرح ایک قطرہ بحر محیط کے سامنے یا ایک ذرہ آفتاب کے سامنے اصل یہ ہے کہ موافقت ظاہر کتاب وسنت ہر ایک عالم پر واجب ہے اور جس چیز کی دلیل کا علم ہمکو نہو ہم اسمین ہر طرح معذور ہین۔

تالیفات کا فرق مراتب

اپنے مولفات کے فرق مراتب کے نسبت وہ لکھتے ہین کہ ہر ایک تالیف ایک شان اور ایک مرتبہ کی نہین ہوا کرتی جو کتاب زمانہ طالب علمی مین تالیف وتصنیف کیجاتی ہے یا ابتداء فضیلت مین لکھی جاتی ہے وہ ناقص اور غیر محقق ہوا کرتی ہے اسمین رطب ویابس کا اختلاط ہوتا ہے اور جو تالیف تکمیل درس تجبر فن اور علو مدارج علم اور قوت مراتب فہم اور عبور تمام کے بعد ہوا کرتی ہے اسکی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے نافہم اور نادان لوگ ہر ایک عالم کی اگلی پچھلی تالیفات سے بلا امتیاز اور بغیر فرق مراتب کو سمجھے کسی مسئلہ ضعیف کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین یا کسی بدعت کی سند

لایا کرتے ہین یا یہ اعتراض کیا کرتے ہین کہ فلان قول یا مسئلہ فلان عالم کی کتاب مین غلط اور مردود ہے کاش اگر پہلے عالم کے معتمد اور غیر معتمد ہونے کا علم حاصل کر لیا جاتا اور معتبر اور غیر معتبر کتابون کا فرق سمجھ لیا جاتا تو طرز عمل بالکل صحیح ہوتا اور اس سے بہت کچھ نفع حاصل ہوتا مگر افسوس تو یہی ہے کہ اکثر اہل عصر انصاف سے دور اور جور واعتساف سے نزدیک ہوگئے ہین الا من رحمہ اللہ تعالے۔

مستند تالیفات

اسکے بعد لکھتے ہین میری تالیفات مین سے جو کتابین معتبر یا علم الہدے ہونے کا درجہ رکھتی ہین وہ یہ ہین فتح البیان۔ عون الباری۔ سراج الوہاج۔ حضرت التجلی۔ تاج المکلل۔ مسک الختام۔ نیل المرام۔ اکلیل الکرامہ حصول المامول۔ ذخر المحتی۔ روضۃ الندیہ۔ ظفر اللاضی جنۃ رسالہ دوزخ۔ نزل الابرار۔ افادۃ الشیوخ۔ بدور الاہلہ تقصار جیج الکرام۔ دلیل الطالب۔ ریاض المرتاض۔ ضوء الشمس۔ خیرۃ الخیر۔ لسان العرفان ہر دو شرح۔ درر البہیہ انتقاد جطہ رسالہ ذم علم الکلام۔ اربعین اخبار متواترہ۔ معتقد المنتقد۔ اجوبہ بعض۔ اسولۂ اعلام۔ رسالۂ احتوی۔ رسالہ ناسخ ومنسوخ اتحاف النبلا۔ اور جو کتابین اسکے بعد تالیف ہوئین۔

تالیفات ذاتی کے متعلق انصاف

پھر لکھتے ہین کہ مین اہل علم و دین کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ جو مسئلہ میری کتاب مین کتاب و سنت کے نص صحیح کے خلاف ہو اسکو اٹھا کر دیوار پر مار دین اور جو مسئلہ کتاب و سنت کے مطابق ہو اسکو قبول کرین دوسرے علما کے ساتھ بھی میرا یہ ہی طرز عمل ہے جو بات نصوص کے متضاد ہوتی ہے اگرچہ وہ بڑے سے بڑے عالم وفاضل نے اپنی کتاب مین لکھی ہو مین اسکو قبول نہین کرتا مثلاً علامہ ابن تیمیہؒ کا یہ قول کہ ایک روز نار جہنم فنا ہو جاویگی مین اسکو تسلیم نہین کرتا یا مثلاً ابن عربیؒ کا یہ قول کہ فرعون ایمان پر مرا ہے مین اسکو قبول نہین کرتا بر خلاف اسکے اُس قول کو تسلیم اور اختیار کرتا ہون جو مطابق کتاب و سنت ہو۔ مثلاً مین شیخ عبدالحق دہلویؒ کے اس قول کی تائید کرتا ہون کہ بدعت اگرچہ حسنہ ہی کیون نہو اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ اور آخر کار ختم وطبع ورین کی نوبت آجاتی ہے اور سُنت اگرچہ قلیل ہی ہو اس سے دل مین نور پیدا ہوتا ہے یہ ہی ضابطہ مین نے اپنے تالیفات کے حق مین اختیار کیا ہے۔ اور اسی کو پسند کرتا ہون تاکہ مین یوم قیامت مین بری الذمہ رہون۔

تصنیفات کی مقبولیت

والاجاہ کے لیئے یہ کچھ کم فخر و مسرت کی

بات نہین ہے کہ اُنکے مؤلفات اُنکے زمانۂ حیات ہی مین چھپکر شایع ہوئین اور تمام اطراف ہند اور بیرونی ممالک کے جوانب و نواح مین پھیل گئین اور اہل عرب و عجم نے اُنکو حسن قبول کی نگاہ سے دیکھا اور پڑھا اور اُنکی مدح مین مضامین اور تقریظین لکھین جن جن غیر ملکون مین ان کی اشاعت ہوئی وہ یہ ہین۔

مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ حلب۔ جزائر۔ عدن۔ بغداد۔ مصر۔ شام ابا عریش۔ صنعا۔ عسیر۔ مرادعہ۔ بیت الفقیہ۔ حدیدہ۔ یمن عراق۔ قدس۔ طرابلس۔ بلغاریہ۔ اسکندریہ۔ نجد۔ بیروت قسطنطنیہ۔ زبید۔ قازان۔ دمشق۔ صفہان۔ طہران۔ ایران کابل۔ خراسان۔

ممالک ہند مین جن بڑے بڑے مقامات مین انکی اشاعت ہوئی وہ یہ ہین کلکتہ۔ بمبئی۔ عظیم آباد۔ سلہٹ۔ جہانگیر نگر۔ اکبر آباد۔ دہلی۔ لاہور پشاور۔ کشمیر۔ لکھنؤ۔ بنارس۔ بھوپال۔ رامپور۔ ٹونک حیدر آباد دکن وغیرہ۔

سلیم فارس آفندی بن احمد فارس صاحب جاسوس و مدیر الجوائب نے اُن تمام تقریظون کو جو والاجاہ کی مولفات پر لکھی گئین تھین جمع کرکے ایک رسالہ کی شکل مین ان کو شایع کیا اور اس کا نام قرۃ الاعیان ومسرۃ الاذہان رکھا۔

علماء عصر

جن اکابر علماء عصریہ نے والاجاہ کے مؤلفات پر تقریظین اور انکی مدح مین اشعار اور تنقیدی مضامین لکھے انکے نام یہ ہین شیخ ابراہیم آفندی محرر ثمرات الفنون قسطنطنیہ۔ شیخ یوسف آفندی الاسیر۔ سید خلیل آفندی بربیر۔ حضرت فضیلتلو شیخ محمود آفندی مفتی شام۔ سید عبدالغنی الغنیمی۔ سید محمد اسحاق آفندی اللادہمی طرابلسی نائب عکار۔ شیخ حسین آفندی منقاو شیخ ابراہیم عبدالغفار الدسوقی مدرس جامع ازہر۔ سید محمد صالح تقی الدین نقیب السادۃ الاشراف شہر قدس۔ سید محمد ابن امیر الشہیر بہ عبدالقادر الجزائری شیخ محمود العالم مقام حرم المحترم محمد بن احمد بن عبدالباری۔ شیخ سلیمان بن محمد الاہدل مفتی شہر زبید۔ شیخ محمد بن عبداللہ امام المدرس المسجد الحرام۔ شیخ محمد امین بن حسن مدنی الحلوانی۔ شیخ علی بن عبداللہ شامی الکنانی۔ شیخ یحییٰ بن محمد مفتی شہر حدیدہ۔ شیخ امین بن حسن الحلوانی المدنی مدرس روضۂ مطہرہ نبوی صلعم۔ شیخ محمد بن سعد الدین الضاری یمنی۔ سید حسن تاج المدنی خطیب امام المدرس فی المسجد الشریف النبوی آلوسی زادہ۔ سید نعمان آفندی بغدادی۔ یوسف البہانی

جن لوگون نے والاجاہ کے بعض حالات و سوانح زندگی مرتب کیئے اور بعض کتابون مین لکھے اُن لوگون کے اور ان کتابون کے نام یہ ہین۔ تفسیر فتح البیان اسکے دیباچہ مین استاذی سیدی سندی مولانا مولوی ابوالحسن ذوالفقار احمد صاحب نقوی مرحوم نے اُنکے حالات تحریر کیئے مولانا مولوی شیخ عبدالرشید

شوبانی مرحوم نے رسالہ من اتقی بکشف احوال المنتقی مین ضمناً اور کتاب قطر الصیب فی ترجمۃ الامام ابی طیب مین مستقلاً اور شیخ علامہ محمد قاسم مصری نے خاتمۂ روضۃ الندیہ شرح درر البہیہ مین احمد فارس آفندی نے جاسوس علی القاموس مین سوانح زندگی جمع کیے۔ جلاء العینین مطبوعۂ مصر کے اوائل و اواخر مین بھی انکا تذکرہ درج ہے۔

مقامات اشاعت کتب

احمد فارس آفندی نے اپنے اخبار الجوائب مطبوعۂ باب عالی ۲۳ صفر ۱۲۹۶ سنہ ہجری کے آخری صفحہ مین لکھا ہے کہ والاجاہ کی تالیفات مقامات ذیل مین ان اشخاص سے مل سکتی ہین۔

احمد[1] آفندی الحشی۔ شیخ احمد حلبی البابی شہر مصر۔ حلیب آفندی غزوزی۔ شہر اسکندریہ۔ بشارت آفندی الشدیاق۔ شہر بیروت طاہر آفندی مشاط شہر جدہ۔ سید احمد بن ناصر دار الخلافت قسطنطنیہ عبداللہ حسن علی رجب بک شہر عدن۔ شیخ عیسیٰ بن قرطاس شہر بصرہ۔ عبدالقادر بک حشمت۔ شہر بغداد۔ سید محمد العربی رئیس شہر تونس۔ سید علی بن محمد بن ابراہیم۔ بمبئی۔

علاوہ انکے شیخ[2] محی الدین صاحب تاجر کتب شہر لاہور۔

[1] ان حضرات مین اکثر اشخاص وفات پا چکے ہین رحمہم اللہ [2] یہ سب حضرات جنکے اسماء درج ذیل ہین وفات پا چکے ہین رحمہم اللہ۔

مولوی عبدالمجید صاحب دہلوی مالک مطبع انصاری دہلی مصطفے خانصاحب مالک مطبع نظامی شہر کانپور۔ میر صاحب علی صاحب تاجر کتب شہر بھوپال اور کتب خانہ والاجاہ شہر بھوپال وغیرہ مقامات مین اشخاص مذکور سے بھی مولفات والاجاہ کی اشاعت جاری رہا کرتی تھی۔

اعتراضات سات آٹھ لوگون نے ہندوستان مین بعض مولفات والاجاہ پر ایراد و اعتراض کیا۔ مدراس مین تین چار شخصون نے بعض رسائل پر اعتراض کیئے اور اُن کو چھپوا کر شایع کیا۔ ایک صاحب نے رسالۂ احتوی علی مسئلۃ الاحتوی کا رد لکھا جس کا جواب الجواب مولوی عبدالقادر صاحب آرکاٹی اور سید نظام الدین صاحب میلاپوری نے چھپوا کر شایع کیا۔ ایک صاحب نے جنکا نام عبدالقادر تھا انھون نے سلہٹ مین رسالۂ نہج المقبول کے دو ایک مسئلون پر اعتراض کیا۔ مثلاً مال تجارت پر زکوۃ کا واجب نہونا اسکا جواب بھی علمائے معاصرین کی جانب سے دیا گیا۔ ایک صاحب نے لکھنو مین اتحاف النبلا کے سنوات و وفیات پر جو کشف الظنون وغیرہ سے نقل کیئے گئے تھے عدم صحت کا اعتراض کیا حالانکہ وفیات کا اختلاف قدیم سے علماء سابقین کی کتابون مین چلا آتا ہے اور ناقل پر تصحیح نقل کے سوا کوئی ذمہ داری لازم نہین آتی۔

والاجاہ لکھتے ہین کہ بڑی مشکل یہ ہے کہ مین تو دیلیل کو مذہب کہتا ہون اور لوگ مجھپر تقلید کے بنا پر اعتراض کرتے ہین اسی طرح کرنل ایڈورڈ فانڈیک نے اپنی کتاب اکتفاء القنوع مین والاجاہ پر بعض بدیہی البطلان الزامات لگانے کی کوشش کی ہے کسی جگہ تو انکی تالیفات کو علماء عصر کے اسماء گرامی سے منسوب کیا حالانکہ والاجاہ کی قدر شناسی کی وجہ سے جو اہل علم ریاست بھوپال مین موجود اور انکے معاصر تھے مثلاً مولانا مولوی محمد بشیر صاحب مرحوم سہسوانی۔ مولانا مولوی عبدالباری صاحب مرحوم سہسوانی مولانا مولوی شیخ محمد صاحب مرحوم مچھلی شہری قاضی ریاست مولانا مولوی محمد ایوب صاحب مرحوم مفتی ریاست استاذنا المحترم مولانا مولوی ذوالفقار احمد صاحب مرحوم وغیرہ انہین سے جو اہل قلم گذرے ہین انکی مولفہ کتابین ملک مین شائع ہو چکی ہین اور اب بھی موجود ہین۔ انکی طرز تحریر سلیقۂ عبارت انداز بیان طریقۂ استدلال تجسس معانی و مطالب دقت نظر اور وسعت معلومات کا

لہ کرنل موصوف کے الفاظ یہ ہین فعندنا ما اغتنی بالمال جمع الیہ عمّا و وسل فاتباع الکتب حظ الیہ من کل جھۃ و جمع مکتبۃ کبیرۃ وکلّف من حوالیہ من العلما بالتالیف ثم اخذ مصنفاتھم ونسبھا لنفسہ۔ پھر دوسرے مقام پر لکھا ہے۔ کان یختار الکتب القدیمۃ التی لم تکن منھا سوی النسخۃ الواحدۃ ویغیر العنوان ویبدلہ باسم آخر ویضع علی الصحیفۃ الاولی اسمہ مع القابہ الفخر۔

فرق وامتیاز والاجاہ کی روش تالیفاتِ اوائل وآخر کی تحریر وتفنن عبارت تنوعات بیان۔ تحقیق مسائل۔ تلاش معانی ومطالب اور قوت انتقاد کے مقابلے سے بخوبی ہوسکتا ہے اِسوقت بھی ایسے لوگ ریاست مین کثرت سے موجود ہین جنھون نے والاجاہ کی روزانہ غایت مصروفیت وانہماک کو تالیف وتصنیف مین اور انکی جودت تحریر اور سریع السیر قلم کی گردش کو اپنی آنکھون سے دیکھا ہے۔

کسی جگہ یہ الزام لگایا ہے کہ جن کتب قدیمہ کا صرف ایک نسخہ واحد باقی رہگیا تھا انکا نام بدلکر انکو اپنے نام سے فخریہ القاب کے ساتھ شایع کیا حالانکہ اولاً تو ایسی کتابون کا کثرت سے ملنا ہی دشوار ہے جنکا کوئی نسخہ ایک کے سوا کہین بھی موجود نہو قطع نظر اسکے اگر انکی مولفہ کتابین بجائے دو تین سو کے دو چار یا دس پانچ ہوتین تو شاید یہ ممکن ہوتا کہ انتہائے عرق ریزی کے ساتھ ایسی چند نادر الوجود وعدیم النظیر کتابین حاصل کرکے اور انکے نام بدلکر اپنے نام سے شایع کردیا جائے اس سے بھی بڑھکر عجیب بات یہ ہے کہ انکی مولفات ممالک حجاز ومصر اور ہند مین چھپکر تمام دنیا مین شایع ہوئین اور عرب وعجم وہند کے اکابر علما نے انکو مطالعہ کیا مگر کسی کو کرنل موصوف کے سوا اس واقعہ کی اطلاع نہین ہوئی۔

مجددیت واجتہاد۔ ہندوستان کے بعض علماء عصر نے عدل

ودیانت کو ملحوظ رکھکر اور احیاءِ سنت واماتت بدعت واشاعت کتب دینیہ اور نشر علوم ومعارف شرعیہ مین والاجاہ کے مساعی جمیلہ پر نظر کرکے بفحوائے حدیث یبعث اللّٰہ فی ھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل سنۃ مَن یُّجدد لھا دینھا انکے مجدد مأۃ ثالث من الف ثانی ہونے کا اعتراف کیا اور دلائل صحیحہ کے ساتھ ربط مسائل کو دیکھکر انکو مجتہد خیال کیا۔

مگر والاجاہ ہمیشہ اس سے ابا اور انکار کرتے رہے چنانچہ ایک مقام پر وہ لکھتے ہین نہ مجکو دعوی اجتہاد ہے نہ دعوی تجدید اگرچہ بعض معاصرین نے مجکو سب کچھ ٹھہرا دیا شاید انکا یہ خیال اظہار ہزل کے طور پر ہوگا نہ جد کے طریق پر حالانکہ میرے نزدیک مجھ مین نہ کوئی شرط اجتہاد کی پائی جاتی ہے نہ کوئی صفت تجدید کی نہ شان مولویت کی مین ان الفاظ سے نہایت پریشان خاطر ہوتا ہون حدیث شریف مین ہے اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيِ الزُّورِ میرے ہاتھ سے عربی وفارسی واردو مین کتب فقہ وسنت کا رواج ضرور ہوا اور عرب وعجم تک پہونچا شاید اسی بنا پر مجکو مجدد لکھ دیا گیا۔ اور ادلہ کے ساتھ ربط مسائل دیکھکر مجتہد ٹھہرا دیا گیا لیکن یہ کوئی ایسی بڑی مہتم بالشان بات نہین اسلیئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام علماء امت سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اسکے بندون پر آیات اللہ کو ظاہر کرین کتمان علم پر وعید نار آئی ہے میرا حال یہ ہے کہ مین وظائف علم سے

علیحدہ رہتا ہون نہ درس و تدریس کرتا ہون نہ کسی کو اپنا شاگرد بناتا ہون نہ کبھی کسی فتوے پر دستخط کرتا ہون نہ کسی کو اپنا مرید و معتقد بنانا چاہتا ہون مین تو ایک خادم کتاب و سنت ہون اور وہ بھی اس غرض سے کہ اپنے نفس کی تہذیب کرون اور باقی مسلمانون کو اگر توفیق رفیق ہو تو انکو بھی میرے مولفات سے نفع پہونچے مگر ساتھ ہی اسکے مجکو یہ خوف بھی لگا رہتا ہے کہین یہ علم روز قیامت مین مجھ پر حجت نہو جائے اسلیئے کہ عالم بے عمل کی سزا و جزا ایک جاہل سے کہین زیادہ سخت ہے باللہ العظیم عامہ مسلمین اور جہال مومنین دین اور دنیا کے اعتبار سے مجھ سے ہزار درجہ بہتر ہین دنیا مین تو اس لیئے کہ وہ ان مباحث و شکوک اور ریا سے بالکل محفوظ رہتے ہین جو فقہا اور علما پر مستولی رہا کرتے ہین اور دین مین اسلیئے کہ جاہلون کے گناہون سے اللہ تعالے انکے جہل و نادانی کے سبب سے وہ باز پرس نہ کریگا جو عالمون سے کیجائیگی غرض جان ایک عجیب خطرہ مین گرفتار ہے اگر خدا نے فضل کیا تو فہو المراد ورنہ ہلاکت تو نقد وقت ہی ہے اللہم غفرا۔

مذاق شعر و سخن

والاجاہ کی طینت جسطرح ذوق علم و معرفت اور محبت کتاب و سنت کے آب و گل سے سرشت ہوئی تھی اُسیقدر انکا خمیر طبیعت چاشنی عشق شعر و سخن اور لذت

سوز و گداز سے مخمر ہوا تھا اور موزونیت بدو شعور سے وہ اپنے ساتھ لائے تھے اُنکے نزدیک وہ علم و فضل و کمال کے سامنے فن شعر و سخن اگرچہ حقیر ترین اور ادنی و ناقص درجہ رکھتا تھا اور وہ اس سے اکثر محترز رہا کرتے تھے مگر مذاق شاعری انکے رگ و ریشہ مین سرایت کیئے ہوئے تھا ہزارون اشعار عربی و فارسی و اردو کے انکے نوک زبان پر رہتے تھے انکے شعر و سخن کا ذوق خود انکی تالیفات سے صاف واضح و عیان ہوتا ہے اُنکے مولفات مین کوئی صفحہ کمتر ایسا پایا جائیگا جو اشعار سے خالی ہو ؎

شعر خود خواہش آن کرد کہ گردد فن ما   ما نہ بودیم بدین مرتبہ راضی غالب

وہ خود لکھتے ہین کہ در بدایت شعور گاہے ماہے بر آستانہ سخن می نشستم و گوش بر آواز و چشم بر راہ کلام موزون می انداختم عمرہا در جلوہ دل دیوانہ گشتم و بجائے نرسیدم و سالہا در پے کاروان نالہ اقدام و بمقامے نہ رسیدم ؎

امیر الملک والاجاہ عشق خانمانسوزم   مپرس زماجرائے دیدۂ و آہ جگر سوزم

تذکرۂ شمع انجمن کے ذکر مین وہ لکھتے ہین۔

این صحیفۂ موزونان کہ در رنگ سبزۂ بیگانہ در چمن تالیفات شرعیہ این جویرش زمانہ دمیدہ است محض بولولۂ سوز و گداز قدیم از آتش کدۂ دل بیتاب چون دخان سر بالا کشیدہ

وبرائے احماض مذاق خواطر آشنا و بیگانہ ہمچو چاشنی برمائدہ
الوان نعمت بہم رسیدہ ورنہ درین ہنگام خودسرے باین
سودا نیست امروز در بزم عوض ہوہائے مستان تہلیل
خدا پرستان است

بجائے نغمہ نے صوت دلکش حافظ — بجائے جرعۂ مے یادہ محبت دوست

طبعی ذوق کے علاوہ والاجاہ کو دہلی مین مشاہیر شعرائے فارسی و اردو کی صحبتون اور مشاعرون مین بیٹھنے اور شریک ہونے کا بارہا اتفاق ہوا اور جلوت و خلوت مین انکے ریاض طبائع اور گلشن افکار کے گلہائے شاداب و روح افزا سے وہ اپنے جیب و دامن کو بھرتے رہے

دوش گلچین گلستان بہارش بودم — کہ بگلشن نگہے گاہ بدامان نظرے

عندلیبان گلشن راز و نیاز کی دلکش و دلآویز ترنم سرائی اور نغمہ خوانی نے اور پروانہ صفت دل سوختگان محفل سوز و گداز کی تلخ نوائی اور کیفیت وجدانی نے انکے مذاق شاعری مین تازہ روح پھونک کر انکو اصناف سخن و انواع معانی کا ذوق آشنا بنا دیا اور ان مین سخن شناسی سخن فہمی اور سخن سنجی کا جوہر پیدا کر دیا۔ برادر معظم مرحوم نے اپنے تذکرۂ طور کلیم مین لکھا ہے۔

ہرچند کہ سخنوران بسیار بودہ باشد اما سخن فہمی باین منزلت

شاید کہ چشم روزگار ندیدہ باشد۔ یہ جوہر کمال انکا جزو طبیعت ہوگیا تھا اور مذاق شاعری آخر عمر تک قائم رہا وہ خود شمع انجمن مین لکھتے ہین کہ۔

ہرچند کہ می خواہم کہ پائے خامہ را حنابندم و سرگردانی اورا در وادی خیال نہ پسندم اما ذوق فطری را چہ کنم کہ بے خواستہ بہ سخن طرازی می آرد و باحرف پر مضمون و معنی موزون شناسا می سازد و صفیرے از شگاف قفس دل دردمند بیرون می دہد۔

پھر اپنے دیوان گل رعنا کے اخیر صفحہ مین لکھتے ہین ہر قدر کہ
بینی از اتفاقات است و ہرچہ ہست از واردات نہ آفرین
ہراس ونہ بہ تحسین سپاس

منم کہ روئے دلم در شکست کار خودست — وگرنہ گبر و مسلمان رواج می طلبند

ابتدائے عمر مین والاجاہ کا تخلص روحی تھا رمیۂ عالیہ نے تکلـ
ثانی کے بعد انکے اصرار سے نواب تخلص رکھا مگر بعد مین انھون نے اپنا تخلص توفیق پسند کیا اور اسی نام سے اپنا دیوان گل رعنا شایع کیا۔

اولاً انھون نے ۱۲۹۹ہجری مین نفح الطیب من ذکر المنزل والحبیب

کے نام سے ایک مجموعۂ نظم فارسی جمع کیا اور اسمین علاوہ اپنے اشعار کے ابو اسحاق اطعمہ کے طرز پر اساتذۂ متقدمین اور شعرائے شائقین کے بعض کلام کو تغیر یسیر اور تصرف قلیل کے ساتھ مرتب کر کے اسکو اتباع کتاب و سنت کے گلہائے رنگارنگ کا ایک ایسا چمنستان جانفزا بنا دیا کہ جسکے خوشبوے عطر آگین سے گلچینان علم و معرفت اپنا مشام جان تازہ کر سکین اور خار زار ذمائم تقلید سے اپنا دامن بچا سکین۔ اس مجموعۂ نظم سے چند اشعار منتخب کر کے یہان لکھے جاتے ہین ؎

کرد آشنائے لب دو سہ حرفِ کتاب را
دریاب جلوۂ سننِ مستطاب را

دیگر

اے از تو خوشتر از ہمہ دین است دینِ ما
جز نقش سُنتِ تو ندارد نگینِ ما
نواب گوشہ گیر قناعت نشستہ ایم
قرآن ما و سُنتِ ما ہمنشینِ ما

دیگر

حرف لبِ لعل تو دمد روح بہ تنہا
شد زلفِ سنن بر رخ دین شرحِ متنہا
ہر کس کہ درین وقت تمتع ز سنن یافت
خضر رہِ دین آمدہ در دورِ فتنہا

دیگر

منکہ ظاہر ہمہ آلودۂ دنیا ہستم
ایزدم برد ز گیتی ہمہ تن پاک مرا
ہستیٔ آخرت و نیستیٔ این عالم
چہ قلندر کرد درین مسئلہ چالاک مرا

دیگر

مبر بجامۂ تقلید زین لباس مرا
بحالِ خود بگزار اے خدا شناس مرا

دیگر

در زمینِ ہند ہرگز آرزوے مرگ نیست
باد وقفِ آستانِ طیبہ یارب خاکِ ما

دیگر

حدیثِ دوست کہ گوش گروان من است
گزین بیان من و بہترین فغان من است
فیض علم سنن از دو کون آزادم
خط حدیث ز غمہا خط امان من است

دیگر

ز نکتہ سنجیٔ یاران رائے بیزارم
حدیث غیر سرود من نہ آہم دلدار نیست
محدثان چہ عجب گر بہ نیم جو نخرند
قبائی اطلس آنکس کہ ازبن عار نیست
بہ ہجر طیبہ بنالند حافظ و نواب
کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زار نیست

دیگر

حدیثِ دوست ہیچ نزدم بدوست مانند است
گمان مبر کہ مرا این بندہ بی خداوند است
دل کسے اگر از اتباع راضی نیست
برائے غیر پیمبر چگونہ خرسند است
پناہ نیست بجز سایۂ سنن نواب
درین زمان کہ ز تقلید فتنہ چند است

دیگر

خار زار دگر یاران نقش دیگر بر کشید
عالمِ دینِ نبوت گلشن بیخار داشت

گفت حافظ دید چون رنگین بیان نواب را — بلبلے برگ گل خوش رنگ در منقار داشت

دیگر

شاہ جہان کہ آب رخ ملک و ملت است — خلوت نشین حجلۂ احیاء سنت است
تو رائے میگزینی و من سنت نبی — تقدیر ہر کسے ز خداوند قسمت است

دیگر

جان می طلبد لقائے سنت — دل می طپد از برائے سنت
من سرمۂ را کس نخواہم — چشم من و خاکپائے سنت
اے باد مدینہ نکہتے آر — از گلشن جانفزائے سنت

دیگر

جذبۂ شوق چو از جانب کنعان برخاست — بوئے پیراہن یوسف ز گریبان برخاست
دل بدر رفت ز پہلو سوئے دام کاکل — چون اسیرے کہ جنون کردہ ز زندان برخاست
یاد من رد شد و از دل بے دردان رفت — نام من غم شد و از خاطر یاران برخاست

دیگر

مریض جانم اگر رفت متحان باقی است — ہنوز از تن من مشت استخوان باقی است
بخاک رفتم و لیکن ز تاب آتش عشق — ہوائے سجدہ بران خاک آستان باقی است
مثال بلبل بیدل اگر شدیم ز باغ — کہ کنج دام ز من وز تو آشیان باقی است
گرفت سیل سرشکم بساط روئے زمین — کشیم آہ کہ تسخیر آسمان باقی است

شگفت چیست اگر زخم دل شود کاری — تبسم لب لعل نمک فشان باقی است
بیا بیا کہ ز جان فگار در شب ہجر — چو آفتاب لب بام یک نشان باقی است
بیک دو بوسہ دل مضطرب نیاساید — تلافی شب غمہائے بیکران باقی است
فریب رائے عزیزان کجا خورم کہ مرا — حدیث سید کونین بر زبان باقی است

دیگر

خصم سنت اگر آشفتہ بیانے دارد — دشمن بدعتیان نیز زبانے دارد
راہ حق نیست بجز راہ کتاب و سنت — راہ باطل بود آن رہ کہ فلانے دارد
غیر سنت ندہی دل بکسے اے نواب — بندہ طلعت آن باش کہ آنے دارد

دیگر

بسنت بندم ناخواندہ رسم جاہلیت را — بسوئے قبلۂ بدعت رخ ایمان نمی آید

دیگر

ترک سنت گزیدن بدعت — از تو آید ز ما نمی آید ✤

دیگر

نہ خود را کہ اندرہ برد عالمے را — فقیہیکہ در فکر باطل نشیند
شگفت آنکہ بر رائے خود تکیہ داری — ندیدم کہ نقشا دعاقل نشیند

دیگر

فدائے قاتل عاشق نواز خویشتنم — بہ غمزہ می کشد و بر مزار می گر

صباح و شام دل آشفتگان سنت را   بیاد حضرت پروردگار می گزرد

دیگر

دلِ تقلید پیوند آتش افسردہ را ماند   زبانِ ساکت از سنت چراغ مردہ را ماند

دیگر

بہر محروم از سنن نالد قلم   بشنو از نے چون حکایت میکند
جان دور افتادہ از شہر رسول   از جدائیہا شکایت میکند

دیگر

بیا بگلشنِ سنت کہ رنگ و بو بینی   نہ روید از گلِ تقلید جز گیاہ دگر

دیگر

مستم از نشۂ دین دہر بکام است امروز   بادۂ میکدۂ طیبہ بجام است امروز
تا صحابہ چون نزنم دست بہ قرآن و حدیث   آن کدام است کہ بے شاہد و جام است امروز

دیگر

عالم عدوئے سنت و تنہا منِ ضعیف   آوخ ہجوم کار درین قلت فرص
ثواب گو فسانۂ سنت کہ دلکش است   تو یوسفی و قصۂ تو احسن القصص

دیگر

ساقی بیا کہ موسم عیش است و انبساط   خواہیم شدن بسیر سنن اہدنا الصراط
ما را بعمر شیب چہ حاصل بود زراے   چون در شباب پا نہ نہادم بران بساط

دیگر

عمر ہا ارزانی ہان شد درپے آرا ملف   قل لہم ان ینتہوا یغفر لہم ما قد سلف

دیگر

تا جانب حدیث نبی رو نہادہ ایم   رائے و ریائے خلق بیکسو نہادہ ایم
ہم جان بان کتاب سماوی سپردہ ایم   ہم دل بران حدیث سمن بو نہادہ ایم

دیگر

چند برائے کسان مائل و غافل باشم   غرقم سبکہ طوفان لب ساحل باشم
چند آنکہ جدا از سبق سنتِ حق   تختۂ مشق صد اندیشۂ باطل باشم

دیگر

بہتر از سنت و قرآن چہ تواند بودن   خوشتر از مایۂ ایمان چہ تواند بودن

دیگر

دہد تجلی سنت لقائے شاہجہان   ہزار جان گرامی فدائے شاہجہان
رواج سنت احمد حسین ہمت اوست   دراز باد الٰہی بقائے شاہجہان

دیگر

منع حدیث خیر البشر میکند فقیہ   مسکین چہ بردہ راہ بسر لفظ فقیہ
حسن حدیث یار ز رخ پردہ بر فگند   اے وائے ریش مجتہد و سبلت فقیہ
ثواب را بروضۂ سنت بود مقام   بشریٰ لہ بذلک طوبیٰ للزائرین

دیگر

ہوس ماست حدیث از لب جانان مدے — مدے طالع صدیق حسن خان مدے

گفت نواب غزل در صفت سنت تو — خواجۂ دین صلۂ قبلۂ پاکان مدے

دیگر

بر در شہر بود حجت موجۂ ما — حدیث پاک رسول و کتاب یزدانی

بہ سلک آل رسول است مسلک نواب — بود عداوت او کار نامسلمانی

قطعہ

دلیل شرع بود چار چیز می گویند — یکے کتاب خدا و دگر حدیث رسول

سوم قیاس و چہارم وفاق مجتہدان — ولیک در نظر امتحان جملہ فضول

قیاس ما و شما در مراتب احکام — خصوص نزد تصادم بحجت معقول

بہیچ چیز نماند کہ فضلۂ رائے است — کسش قبول ندارد بجز ظلوم و جہول

وجود ہیئت اجماع بے اثر آمد — بجز[لہ] دو نوع نخستین نباشد اصل اصول

لہ یہ قول مذہب اہل حدیث اور ائمہ سنت کے موافق ہے انھوں نے اصول شریعت کو انھی دو نوعوں پر منحصر رکھا ہے سب سے پہلے اجماع کا انکار حضرت امام احمد بن حنبل رح نے کیا اور سب سے پہلے قیاس سے اختلاف داود ظاہری رح نے کیا اور سب سے پہلے امام شافعی رح نے استحسان فقہا کا نام بدعت رکھا ۱۲

در شوق زیارت حرمین شریفین زاد اللہ شرفہما

خوش آن زمان کہ دگر با صلائے وا شوقاہ — دلم کشد بہ طواف حریم بیت اللہ

روم بہ زمزم و اندوہ معصیت شویم — دلم بہ لمعۂ مہر و جبین بجلوۂ ماہ

سحر ز خواب برآیم بعالم شوقے — حطیم پیش و حجر رو برو حرم تجاہ[لے مقابل ۱۲]

وگر بہ خواب روم نور کعبہ را بینم — چراغ شام غریبان خویش خاطر خواہ

حریم کعبہ و انبوہ خلق و سنگ درش — من و مراد دل پر آرزوئے و نامہ سیاہ

چو از حوادث گیتی نجات حاصل نیست — خوش است گر بگریزیم بحضرت اللہ

چہ حضرتے کہ فرو ماندگان وادی عشق — امید گاہ ندارند غیر آن درگاہ

دران حریم کہ صید حلال نتوان کشت — مرا چگونہ پسندد بدست فتنہ تباہ

نیازم آنکہ طواف حرم بپا سازم — قدم ز دیدہ و آن خاک آستان زنگاہ

دران مقام کہ انوار ذات فی نظر است — روم بہ وجد و بیاندازم از نشاط کلاہ

ہوائے شہر رسول خدا دلم بربود — کجاست قائد توفیق تا شود ہمراہ

کشان کشان بہ ہوا از دیار ہند مرا — بسوئے مدینہ کہ خوش مہجرست طاب ثراہ

حریم کعبہ جواب و بقیع مہر قباب — باہل درد مآب و رسول راہ نگاہ

سفر کنیم بدان آرزو کہ نتوان گفت — ہجوم شوق بدل حسن خاتمت ہمراہ

قدم بکوئے کسے می رود کہ لا غیرہ — دلم بسوئے کسے می کشد کہ لیس سواہ

سعادتے کہ بران فخرمی توان کردن — نجات آخرت است و مراتب دلخواہ

دوم محبت خدا و رسول و صحابش — شنیدہ ام کہ شود دوست دوست را ہمراہ

برب کعبہ کہ در عمر خویش معبودے — بجز خدا نہ پزیرفتہ ام خدا ست گواہ

امید ہست دم مرگ از لب نواب — برآید اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

والاجاہ کو چونکہ ہم لوگون کے دینی تعلیم کے ساتھ ذہنی اور دماغی تربیت کا بھی بہت خیال رہا کرتا تھا اور آبائی وطبعی مادہ موزونیت کے لحاظ سے وہ ہم لوگون مین ابداع مضامین جدت معانی نزاکت خیال حسن بندش لطائف بیان اور ادبی قابلیت پیدا کرانے کی کوشش کرتے رہتے تھے اسلئے انھون نے ایک بزم مشاعرہ قائم کی تھی تاکہ ہم لوگونکے دل سے رفع حجاب ہو اور سلیقۂ سخن فہمی وسخن سنجی حاصل ہو۔

یہ بزم مشاعرہ ہر ماہ کے اختتام پر ایک بار محل سرکاری پر منعقد ہوا کرتی تھی اور رسمین شعرائے پائے تخت اپنے فارسی واردو کے تازہ افکار اور دلکش اشعار وغزلیات سے سامعین کو مسرور وشادکام کر کے خراج تحسین وآفرین وصول کیا کرتے تھے ہم لوگ بھی استفادہً غزلین پیش کر کے حوصلا فزائی اور داد سخن کے منتظر ومشتاق رہا کرتے تھے۔ اور والاجاہ ہم لوگون کی دلجوئی اور ہمت بڑھانے کے لیئے بعض بعض شعر پر مسکرا کر بہ نظر استحسان وپسندیدگی سرہلادیا کرتے تھے اور خود بھی اپنی غزل سے بزم مشاعرہ کی رونق دوبالا

کردیا کرتے تھے۔ جو سخن سنج مشاہیر ریاست شریک مشاعرہ ہوا کرتے تھے یا جو لوگ وقتاً فوقتاً اپنی غزلین لکھکر پیش کردیا کرتے تھے یا جن لوگون کو ایک دو بار مشاعرہ مین شرکت کا اتفاق ہوا وہ یہ تھے۔ افتخار الشعرا حافظ خان محمد خان شہیر مرحوم منشی صابر حسین صبا سہسوانی مرحوم منشی علی احمد مرحوم متوطن حیدرآباد دو نزیل بھوپال۔ استاذنا المحترم مولوی محمد احسن بلگرامی مرحوم مولف ارتنگ فرہنگ وکارنامۂ فرہنگ وغیرہ۔ مولانا محمد عباس شروانی مرحوم مولوی ابو حامد محمد یوسف علی صاحب مرحوم بن مفتی محمد یعقوب علی صاحب مرحوم گوپاموی حکیم مولوی سید اعظم حسین سندیلوی مرحوم منشی کنج منوہر لال صاحب کوشن بخشی آستانۂ نواب ولیعہد صاحبہ دام اقبالہا۔ مولوی سید جمیل احمد صاحب جمیل سہسوانی۔ منشی عبد العزیز صاحب اعجاز منشی محمد جعفر صاحب زہری۔ مرزا کمال الدین محمد تقی صاحب منجر قزوینی۔ میرزا شاغل دہلوی برادر نواب فصیح الملک میرزا خان صاحب داغ دہلوی۔ منشی ظہیر الدین صاحب ظہیر دہلوی۔ منشی امجد علی صاحب اشہری مرحوم۔ منشی ارشاد احمد صاحب مہکش۔ مولوی محمد علاء الدین صاحب تسمل۔ برادر معظم نواب سید نور الحسن خان صاحب مرحوم مغفور۔ برادر مکرم ممتاز الدولہ ابو تراب میر عبد الحی خان صاحب

ممتاز مرحوم و مغفور۔ راقم الحروف
دو ایک مرتبہ جناب نواب سکندر نواز جنگ مولوی احمد رضا خانصاحب مرحوم سابق وزیر ریاست بھوپال بھی شریک بزم مشاعرہ رہے۔

جب بزم مشاعرہ شروع ہوتی تھی تو منشی امجد علیصاحب شہری مرحوم والاجاہ مرحوم کی غزل اور ہم دونون بھائیون کی غزلین پڑھ کر مستمعین کو سنایا کرتے تھے۔ اسطرح پر چند سال کے بعد والاجاہ مرحوم کا ایک مختصر دیوان اردو اور فارسی غزلیات کا مرتب ہو گیا جو غرۂ صفر ۱۳۰۱ھ ہجری کو گل رعنا کے نام سے چھپکر شایع ہوا۔ ہم اسمین سے چند اشعار نقل کر کے ناظرین کی ضیافت طبع کرتے ہین۔

غزلیات فارسی

اے برتر از خیال و برون از قیاس ما — نیرنگی جمال تو عید سپاس ما
از خواہش درازِ بدیدار ساختیم — کوتہ بود زہمت ما التماس ما

دیگر

باز آ بہ کرم خاطر ارباب وفا را — با دل شدگان باز مییندیش جفا را
اے دل ز ازل نام تو دیوانہ نہادند — بدنام مکن سلسلۂ زلف دوتا را

مردن بغمش زندگی خضر ببخشد — تاثیر حیات است دم تیغ جفا را
ہر صبح نوید آورد از دولت دیدار — جبریل بود نام مگر باد صبا را
ترتیب شود نسخۂ جمعیت عاشق — شیرازہ بہ بندند گر اوراق وفا را
گلزار جہان آئینۂ آئینہ روئے است — در عارض گل جوش نگر صنع خدا را

دیگر

چارۂ خویش ز میخانۂ دیدار طلب — نسخۂ درد دل از نرگس بیمار طلب
گر تو بر چرخ بر آئی بحقیقت پستی — اوج معراج محبت بسر دار طلب
بے خود بیاد گر و لطف تماشا دگر است — لمعۂ طور مجو جلوۂ دیدار طلب
عالم خاص رہ و رسم دگر می خواہد — یک نگہ از لطف بیا باز دو صد بار طلب

دیگر

گر سلسلۂ زلف تو رشک شب قدر است — صبح طربے روے تو عید رمضان است
محروم مفرما ز نگاہ کرم خویش — در آرزوے لطف تو این پیر جوان است
در دیر برہمن طلبد شیخ بہ کعبہ — جائے تو دل ماست چہ این است چہ آن است

دیگر

در دل زن تو اگر جلوۂ حق می خواہی — طلب قبلہ بود قبلہ نما را باعث

دیگر

باشد سجود دل بہ در ستان صلح — جز نقش طاعتے نبود در زمان صلح

توان نِ وضع دہر بہ اوضاع ما رسید — کے ہرزہ اختلاط شود ترجمان صلح
پست و بلند دہر برابر نمودہ ایم — سنگ بپائے کس نخورد در جہان صلح
با یار جنگ جمع ز دو عالم توان گذشت — این حرف تازہ یافتہ ام از زبان صلح

دیگر

بگو چہ آتش بس مرگم بجرم بیباکی است — صبا بخاک عدو سگ استخوان گستاخ
درین چمن بزن آتش در آشیان بلبل — کہ شد عدوئے تو گلچین و باغبان گستاخ

دیگر

خیز ناموس مسیحا کہ مریضان غمت — دشمن چارہ گرانند و بدرمان گستاخ
شرم در راہ تو از آبلۂ پا ماندم — خویش را زد بسر خار مغیلان گستاخ
گفت دیدے بزم حریفان چہ کنم اے توفیق — جائے بے پردہ و صد تیغ حسن جانان گستاخ

دیگر

نسیم صبح از کوئے کسے دیوانہ می آید — باندازے کہ مستے از در میخانہ می آید
دل الفت پرست من تجلی زار می گردد — مگر شمعے درین شب جانب کاشانہ می آید
نمی دانم مآل کار زاہد تا چہ خواہد شد — بشب تبدیل ہیئت کردہ در میخانہ می آید
غلام نرگس مستش بود توفیق یک عالم — نیاید آنچہ از ہشیار از مستانہ می آید

دیگر

ز ہر کسے بجہان یادگاری خیزد — ز ما بکوچۂ جانان غبار می خیزد

بعزم زلف کہ یک کوچہ پریشانی است — ز دل بہ پرس برائے چہ کار می خیزد
نوید گوئے بہ مستان سحاب می آید — خبر رسان بہ گریبان بہار می خیزد
مگر طبیعت آن شوخ صاف شد از ما — ہوائے کوچۂ او بے غبار می خیزد
نہ ہر کہ جرعۂ شرابے کشید می نوش است — ز صد ہزار یکے بادہ خوار می خیزد
مرا بحالت توفیق رحم می آید — کہ گہ نشیند و گہ بے قرار می خیزد

دیگر

من قربان تو مگر گشتم ز رفتار وصال — از لب لعل تو ہم انکار می باشد لذیذ
بہرۂ ما بادہ خواران نیست یا رب اینچہ خط — گر زلال خضر تنہا خوار می باشد لذیذ
داستان عشق مہرویان تہی از لطف نیست — قصۂ درد دل بیمار می باشد لذیذ

دیگر

تنہا ہمین بہ کنج قفس لذتے نیافت — صید ترا ست کشمکش دام ہم لذیذ
کفران نعمت است کہ جز زہر ہیچ نیست — زاہد درین خرابہ بود جام ہم لذیذ
عمریست نوشہائے گوارا کشیدہ ایم — زہرے بود ز ساغر ایام ہم لذیذ
گر از نگاہ بوسہ گرفتن نشد نشد — توفیق دست جرأت اقدام ہم لذیذ

دیگر

گفتنم خواہد من در سر تدبیر وصال — او بہ فکرے دگر و من بہ تمنائے دگر
یار نقد دل و من بوسۂ لب خوش بودم — من بہ تاراج دگر یار بہ یغمائے دگر

بوسہ اکنون پس دشنام تو آسان عوضے است / دل بیتاب کند ورنہ تقاضائے دگر

دیگر

ستم ز یار پسندیدہ تر بود لیکن / نہ آنقدر کہ شد دل میسر زائے دگر

بہ گرد خاطر خود مگزران کہ خواہم رفت / ز آستان تو جائے دگر برائے دگر

دلم ز سیلی قہرش بہ لطف برد پناہ / خبر نداشت کہ بیجا خورد قفائے دگر

دوبارہ می طلبم طوف کعبہ اے توفیق / خدا دہد بہ پر و بال من ہوائے دگر

دیگر

پیر گشتیم و ہمان طبع جوان است ہنوز / آتش عشق ز دل شعلہ فشان است ہنوز

نہ ز لیلےٰ است غبارے نہ ز مجنون خاکے / ناقۂ عشق درین دشت روان است ہنوز

مرہم چارہ فروشان کرم بے کار است / نشتر غمزہ درون رگ جان است ہنوز

می کند رقص تہ تیغ بہ انداز اصول / دل بسمل شدہ ام قاعدہ دان است ہنوز

دیگر

رفتند صبر و ہوش و خرد بر فغان دل / گرم صدا است این جرس کاروان ہنوز

عید نشاط ناطقہ حرف حرام کیست / رقصد بکام من ز مسرت زبان ہنوز

دیگر

گردش چشم تو اطوار جہان برہم زند / آسمان در شیوۂ ناز تو بدنام است و بس

بوسہ خواہد گر چہ دل ام سوئے شیدائی نشد / خدمتے ناکردہ در امید انعام است و بس

دیگر

خوش بہارے دارد اے دیوانہ در گلزار باش / گر ندیر غیرت گل در باغ بودن خار باش

شیوۂ مجنون طراز آستین سادگی است / دست در داماں کار خویش و دل در یار باش

سجدہ ریزان می رود آہستہ در راہ ادب / اندرین رہ ہم خرام سایۂ دیوار باش

مدتے دیدم کہ بودی سبحۂ در دست خویش / روزگارے ہم بدوش برہمن زنار باش

دیگر

ہر دم کہ آگہیش دہم بر وفائے خویش / شاید کہ انفعال کشد از جفائے خویش

رنجے کہ می کشم ہمہ از دست من بود / رفتم بر آستان ستمگر بپائے خویش

عاشق رود بہ وجد و خود از جا نمی رود / این قطب دل بہ رقص در آید بجائے خویش

اظہار درد پیش طبیبان چہ حاجت است / من بہتر از طبیب شناسم دوائے خویش

یارے سخن شناس میسر نمی شود / من دست و پائے خویش زنم بر نوائے خویش

دیدیم ہر کسے بجہان ہوشیار بود / کردیم طرح عالم مستی برائے خویش

آن یار جز بہ ہیچ خریدار یم نکرد / توفیق می شناختنے اول بہائے خویش

دیگر

ہر کس انیوہ ترس مسلمان علی الخصوص / خصم دل است و دشمن ایمان علی الخصوص

از ہائے و ہوئے میکدہ ہر چیز دلکش است / انداز ہائے کوبی رندان علی الخصوص

خلقے ز وصل شاہد خود بہرہ می برند / استاد خوش نصیب بستان علی الخصوص

یک بوسہ با ہزار شقت غنیمت است　　رنج قلیل و مزد فراوان علی الخصوص

دیگر

در بیکشی حضور طبیعت غنیمت است　　انبوہ گل ہجوم بہاران علی الخصوص
توفیق طالعے عجب آوردہ ام کہ من　　نالم ز دست غیر و ز یاران علی الخصوص

دیگر

حکم منعم تا گدا در کیش میخواری جدا ست　　سنت ندی است بر مجبور و بر مختار فرض
کار دانا یافتی نادانان فزون ناآگہی ست　　غفلت اینجا لازم خفتہ ست و بر بیدار فرض

دیگر

از آہ و اشک رہ عشقش گریز نیست　　تسلیم سرد و گرم رضا کردہ ایم شرط

دیگر

سیاہ مست کجا می رود خدا حافظ　　گسستہ بند قبا می رود خدا حافظ
بمنزلے کہ ز شاہان و لان حکایت نیست　　سخن ز ما و شما می رود خدا حافظ
بہ تنگ آمدم از دست دل وگرچہ کنم　　نمی رود فنا می رود خدا حافظ
ہزار حیف دل مومنم بہ عشق بتان　　بسوئے غیر خدا می رود خدا حافظ

دیگر

پروانہ ام کہ کار من از حد گذشتہ ست　　در اختیار خویش نہ در اختیار شمع
سوزم من از دل خود و پروانہ از چراغ　　من داغدار خویشم و او داغدار شمع

دیگر

از حسن ظاہری نہ برد فیض تیرہ دل　　چون تیرگی درون و برون بر مزار شمع

دیگر

بر ہر دل از تو عشق گزر کرد و داغ سوخت　　افروختند بر سر ہر رہگذر چراغ
دل گرمی شباب بہ پیری گذاشتم　　برداشتم ز گوشۂ مجلس سحر چراغ
بلبل منم ولے نہ بہر باغ و ہر گلے　　پروانہ ام ولے نہ بہر بزم و ہر چراغ
توفیق دل ز داغ چراغان نمودہ ایم　　شمع است بر شمع و چراغ است بر چراغ

دیگر

عالم تر سازید یاران حسرت میخانہ را　　ہوشیاران جہان مفقود و مستان ہر طرف
بسکہ جمعیت بعالم ہیچ تعبیرے نیافت　　منتشر گردید این خواب پریشان ہر طرف
ہر قدر در صفحۂ گردون تماشا می کنم　　حیرت آئینہ می جوشد چو طوفان ہر طرف

دیگر

تا نہ مجنونیم ما را بند و آزادی یکیست　　دست ما تا ہم بسر بردیم و زندان در قلق
زندگانی گر باین ذوق است تو ان زیستن　　سینہ سوزان سر پریشان دل بغم جان در قلق
میتوان پرسید ای توفیق کلے بجز چہ است　　غیر در امید صدیق حسن خان در قلق

دیگر

شور بیان حسن تو بنود مگر نمک　　افشاندہ ایم بر سر ہر بام و در نمک

حسن تو رفتہ رفتہ بہ شورش کشد مرا   آرے بجا بود نبود بے اثر نمک
تیغ ترا بآب ملاحت سرشتہ اند   زد زخم بروے زخم و نمک ریخت بر نمک
گفتار من بحسن تو از شورش جنون است   رہرو نمک تہش بہ نمک رہبر نمک

دیگر

مخصوص گلشن تو بود بے شمار رنگ   یک غنچہ صد تبسم و یک گل ہزار رنگ
ما نگہا بہ عالم نیرنگ دیدہ ایم   صد رنگ می پرد ز رخ روزگار رنگ

دیگر

چہ لذت است ندانم سوال ناز ترا   ہنوز از لب شوقش جواب می شنوم
ضیائے داغ جگر تا کجا ترقی کرد   کہ در مقابلۂ آفتاب می شنوم

دیگر

عجب ہم بزم این کاشانہ گشتم   گہے آباد و گہ ویرانہ گشتم
نشد روزے کہ بر حرفم نہد گوش   فسون پرداز ہر افسانہ گشتم
عجب دنیا سرائے وحشت افزاست   خردمند آدم دیوانہ گشتم
نشد توفیق محو زوال دنیا   فدائے ہمت مردانہ گشتم
جنون پرداز غوغا بود بلبل   رفیق خلوت پروانہ گشتم

دیگر

نگہ ناز تو زد ناوک دل دوز بجان   اے بہ قربان تو زخم دگرے بہتر ازین

لطف جان بخش تو ہر چند بکام دل زار   مہربانیست و لیکن قدرے بہتر ازین

دیگر

دل سودا زدہ عمریست گرفتار ہمان   با خم زلف تو باقیست سر و کار ہمان
از چہ امید توان کرد حصول مقصود   فتنہ در کار ہمان چرخ بر فتار ہمان
جبہ سودن بہ امید کرم یار چہ سود   سر ہمان سنگ در خانۂ دلدار ہمان
عالم عاشق و معشوق ز حالت گشت   من ہمان این دل دیوانہ ہمان یار ہمان
کارہا سہل شد و مشکل عالم حل گشت   رشتۂ کار مرا عقدۂ دشوار ہمان
زندہ دل مرد چو توفیق ندیدم ہرگز   عمرش از صد متجاوز شد و اطوار ہمان

دیگر

منم آنکہ ترک کردم ہمہ عمر رود خواب بے تو   تو و محفل حریفان من و اضطراب بے تو

دیگر

دین ربودی و دگر رہزن ایمان شدہ   بارک اللہ چہ عجب مرد مسلمان شدہ
قدر ہر شخص باندازِ مقابل باشد   ما گرانیم ز دستے کہ تو ارزان شدہ
عشق با دستِ جنون کردہ لے جامۂ تو   گاہ دامان شدہ گاہ گریبان شدہ
از صفائے بدنت یار چہ گوید توفیق   خوش بہشت نظر ماست کہ عریان شدہ

دیگر

بہ نگاہ جا گرفتی بخیال ما نشستی   سر شوخی تو گردم بہ کجا کجا نشستی

همه در گزر زچشمم همه در سفر ز بر سم	نه به آرزو گزشتی نه به مدعا نشستی
به سیدتم دل شد به نشستن تو جان رفت	سبب بلا رسیدی مدد قضا نشستی

غزلیات اردو

اللہ ہی طبیب ہے مجھ درد مند کا	عاشق ہوا ہے درد مرے بند بند کا
لاکھوں بلند رتبہ پھنسائے ہیں دام میں	عالی ہے کیا مزاج تمھاری کمند کا
بے شبہ ہے فقیر سے عزت امیر کی	پستی اگر نہو تو شرف کیا بلند کا

دیگر

زمین کہیں نظر آئی نہ آسمان دیکھا	کہو تو کچھ اثر آہ ناتوان دیکھا
غضب ہو تم نہ ملو دیر میں نہ کعبہ میں	کہاں کہاں تمھیں ڈھونڈھا کہاں کہاں دیکھا
مرا یہ حال ہے تا غیر سے نہوں ہم چشم	یہاں نظر کبھی ڈالی کبھی وہاں دیکھا

دیگر

صدا مجھے مرض بیخودی عذاب رہا	کبھی غشی سے جو فرصت ملی تو خواب رہا
غضب بتلاتے ہیں طوفان کے دیکھنے والے	جو کچھ دن اور یہی دیدہ پر آب رہا
وہاں تو خط کے بھی لینے میں عذر اور یہاں میں	ہمیشہ منتظر نامہ جواب رہا
کبھی ہے عیش کبھی غم کبھی خوشی کبھی رنج	ہمارا حال سدا وقف انقلاب رہا

دیگر

مدد کرا سے اثر بیکسی و تنہائی	ہے آج لشکر غم سے مقابلہ دل کا
کہاں کہاں میں بچاؤں کہاں کہاں رکھوں	ہے خار زار محبت میں آبلہ دل کا

دیگر

جلتے رہے وہ گیسوئے پرخم تمام شب	تھا اک زمانہ درہم و برہم تمام شب
انجم نہیں فلک پہ کسی تقطر نا زمین	وا رہتے ہیں یہ دیدۂ پرنم تمام شب

دیگر

چلا ہے روز قیامت برابری کرنے	تو کوئی کھیل تماشا ہوئی ہماری رات
وہ تنگ آ کے شب وصل مجھ سے یوں بولے	الٰہی ہو گئی کمبخت کیسی بھاری رات
جو بیقراری میں گذری تو یار کیا گذری	تڑپ تڑپ کے گزاری تو کیا گزاری رات
ہمیں تو لاف محبت سے نوکری بھی	قبائے ناز تو اس جسم سے اتاری رات

دیگر

ظلم الفت کے سبب قہر جفا کے باعث	اور گنوا لیجیے دو چار سزا کے باعث
ظلم ہے دیکھیے ایک شیوہ ہے معشوقوں کا	آپ کیوں ڈھونڈتے پھرتے ہیں جفا کے باعث
دیکھیے غیر کے گھر میں بھی ملیں یا نہ ملیں	کون بیقید ہو نقش کف پا کے باعث
کاش میں جا کے وہاں شوخ بنوں خاطر خواہ	اور وہ کچھ کہہ نہ سکیں شرم و حیا کے باعث

دیگر

لیچل مجھے یا کھینچ کے لا انکو ادھر آج	اے خوبی تقدیر کوئی کام تو کر آج

پہلو میں وہ سوزش ہے نہ سینہ میں وہ گرمی — یا رب دل سوزاں کو ہوئی کسکی نظر آج
ہم نرخ ہوس عشق ہوا اللہ کی قدرت — لو شہر محبت بھی ہے اندھیر نگر آج
کہتے ہو ہم آئینگے تجھے بوسے بھی دینگے — اے جان جو کچھ تمنے کہا سچ ہو مگر آج
خلوت میں جو پہونچا میں تو انجان سے ہو کر — بولے وہ شرارت سے کہ توفیق کدھر آج

دیگر

نہ گل رہا نہ چمن ہاں علامت بلبل — ہے کچھ کہیں کہیں خاشاک آشیاں کیطرح
ادب سے چپ ہوں تو یہ کہکے چھیڑتے ہیں وہ — کہ نکلے بیٹھے ہیں کیا آپ بے زباں کیطرح
یہ عاشقی بھی ہے اک طرفہ نسخۂ معجون — کہ مست شوق ہے ہر پیر نوجواں کیطرح
ہجوم فکر سے فرصت نہیں ہیں توفیق — کہاں کا شعر کہاں کی غزل کہاں کیطرح

دیگر

ہر چند ہے وہ نادرۂ روزگار شوخ — ہم تو یہی کہینگے کہ اک دل ہزار شوخ
یہ راہ دشت عشق ہے مجنوں سنبھل کے چل — یاں ذرہ ذرہ فتنہ ہے اور خار خار شوخ
بولے کسی سبب سے نہ پی میں نے جب شراب — ہوتے ہیں یہ نئے نئے پرہیزگار شوخ
للہ اب اسے نہ بہت منہ لگائیے — ہو جائے پھر کہیں نہ دل بیقرار شوخ
توفیق واں گئے ہیں خدا خیر ہی کرے — اغیار ہیں شریر بت گلعذار شوخ

دیگر

یہ بھی ہے کوئی زیست کہ گذرے مدام تلخ — میرے مذاق میں ہے سحر تلخ شام تلخ

میخانۂ زمانہ کے ساقی ہیں عیش و غم — شیریں ہے کوئی جام تو ہے کوئی جام تلخ

دیگر

گماں ہے سبکو کہاں یار اور کہاں فریاد — دکھا تو دے اثر جذب ناگہاں فریاد
کہا جو میں نے دکھائینگے کچھ اثر تو کہا — یہ نالہائے ضعیف اور یہ ناتواں فریاد
سنائیں اس صنم قصۂ دوست کو کیا حال — کہ جسکو درد فسانہ ہو داستان فریاد
نہیں وہ جوش کے دن لو لے گئے توفیق — کہاں کی آہ کہاں نالہ اور کہاں فریاد

دیگر

خط میں یہ لطف نگارش ہو کہ لکھتے لکھتے — لے اڑے طائر مضموں کا کبوتر کاغذ
وصل منظور ہے بے شبہہ کہ پڑھکر مضموں — رکھ لیا یار نے میرا تہ بستر کاغذ
سرگذشت اپنی جو لکھی تو یہ بولے ہنسکر — خوب لاتے ہیں یہ عیار بنا کر کاغذ

دیگر

یار کیا ذات ہے تیری کہ ندیدہ ہوکر — مجکو دیدہ نظر آتا ہے شنیدہ ہوکر
کیسی تحریر خط عشق کہاں کا کاغذ — نامہ بر جائے کوئی رنگ پریدہ ہوکر
کامل عشق کو انجام میں حیرانی ہے — نہ کٹی یہ رہ دشوار بریدہ ہوکر
انکے ملنے کی ہوس کی تو یہ بولے افسوس — زہر و عشق کی یہ شاخ جبریدہ ہوکر

دیگر

ہے نظر بازوں کو کیا کیا اختلاف — شکل یوسف اور تری تصویر پر

وو مجھے تعذیر پر یہ تو کہو / کس خطا پر کون سی تقصیر پر
اُس شکار افگن کے تیور دیکھنا / تیر پر زہ پر کبھی نخچیر پر
عشق ابرو چاہئے مشہور ہے / نام مرداں قبضۂ شمشیر پر

دیگر

جگر لٹا کہیں دل رہگیا کہیں یا رب / چلا ہے جانب ہستی یہ کاروان کس دن
وہ کاش وعدہ کریں اور اُسسے ہم پوچھیں / مزے مزے سے کہ کسوقت اور کہاں کس دن
یہاں تو زر ہے نہ کچھ زور دیکھئے توفیق / کشش کرے اثر جذب ناگہاں کس روز

دیگر

برپا کرینگے فتنہ کہیں دل کے آس پاس / بیٹھے ہیں درد و حسرت و غم دل کے آس پاس
کیا پرخطر ہے دشت محبت قدم قدم / دل میرے آس پاس ہے میں دل کے آس پاس
ہنگامۂ دوست کہتا ہے نالہ ہو یا فغان / اک لطف چاہئے مری محفل کے آس پاس
توفیق جن کے پاس پہونچنا محال تھا / لیتے ہیں آج گھر مری منزل کے آس پاس

دیگر

میری اور انکی عجب طرح کی ہو بیع و شرا / عقل بائع کی بجا ہے نہ خریدار کے ہوش
چشم مستانہ کو ہے حکم کہ جا کر لوٹے / کسی عاقل کے حواس اور کسی ہشیار کے ہوش
ہجر میں مشغلۂ فکر ملاقات تو ہے / حالت وصل میں معزول ہیں بیکار کے ہوش

دیگر

ایک عالم ہے مری قید جنوں گیر میں خاص / بزم عشرت ہے مجھے خانۂ زنجیر میں خاص
پاس بیٹھے رہو میں لطف سخن سے گزرا / خامشی میں بھی انداز نہ تقریر میں خاص
عجز و شرمندگی و ہیبت و عاجز نالی / نہیں طاعت میں جو اوصاف ہیں تقصیر میں خاص
قیس و فرہاد رعایا کیطرح بستے ہیں / کشور عشق ہے توفیق کے جاگیر میں خاص

دیگر

ہم پریشانوں کی قسمت میں ہے سرگردانی / کچھ فلک کو ہے سروکار نہ اختر کو غرض
اب کسی یار وفادار کا گھر دیکھیں گے / تری چوکھٹ کو تمنا نہ مرے سر کو غرض
بولی تدبیر جو میں حد ادب سے نہ بڑھا / راہ رو آپ ہی رہجائے تو رہبر کو غرض
رُخ ترا اپنے موافق ہوا چارہ کیا ہو / تری چتون کو تعلق ترے تیور کو غرض

دیگر

چاہیئے الفت جاناں سے سروکار فقط / منتخب عالم ہستی میں ہے اک یار فقط
ہاں نہیں کچھ تو کہے جاؤ مری خواہش پر / لطف انکار بھی دلکش ہے نہ اقرار فقط
قید الفت میں ہے فرہاد نہ مجنوں باقی / ہم رہے دام محبت میں گرفتار فقط
کشتۂ رشک عداوت ہوں یہ کیا غمزہ کرن / آئیں سرکار بھی شامل ہیں نہ اغیار فقط
بوسے دیکر دل مضطر کو ذرا بہلا لو / کوئی دن میں نہیں بس یہی دو چار فقط
اہل طاعت کو تو مغرور عبادت پایا / قابل رحم ہیں رندان قدح خوار فقط
زاہد شہر بھی ہے عازم جنت کیا خوب / ہم تو سنتے تھے کہ جائینگے گنہگار فقط

وصل کی فکر سے فارغ ہیں نصیحت والے | منع الفت کے لئے ہیں مرے غمخوار فقط
میں بگڑتا ہوں تو یوں کہہ کے منا لیتے ہیں | جان نثاروں میں ہے توفیق وفادار فقط

دیگر

خطر ہے جان و دل و دین کا راہ الفت میں | خدا کرے یہ گذر جائے کاروان محفوظ
بجائے بلبل شیدا کے خاک اڑتی ہے | نہ گل رہا نہ چمن اور نہ باغبان محفوظ
بجز فسانۂ غم اور وہ بھی خاص اپنا | نہ کوئی یاد ہے قصہ نہ داستان محفوظ
چمن کی قدر ہے یا رب کیے نا تو ہے | رہے بہار میں بلبل کا آشیان محفوظ
وہاں سزائے عمل یہاں ہجوم غم توفیق | نہ رستگار یہاں ہیں نہ ہم وہاں محفوظ

دیگر

نہ تمھیں قدر محبت نہ مجھے وضع کا پاس | میرے اسرار پہ تف آپکے انکار پہ تف
زال مکارۂ دنیا نے ہزاروں پھانسے | پر جو ہیں مرد وہ کہتے ہیں مردار پہ تف
نہ بقا اسکو ہے توفیق نہ اسکو ہے قرار | یاں کے آرام پہ لعنت ہے اور آزار پہ تف

دیگر

رہتا ہے مجھسے دست و بغل آجکل فراق | آرام الوداع شکیبائی الفراق
مضمون سے کام کسکو ہے معنی سے کسکو بحث | ہر شعر میرا درد ہے اور ہر غزل فراق
ہم اپنے آپ شاخ گل بر لائے جائینگے | شاید کبھی وصال کا دے ہمکو پھل فراق
توفیق ہم جو کرتے ہیں شکوہ فراق کا | ترک عرب نژاد یہ کہتا ہے ما الفراق

وہ مانیں یا نہ مانیں ہمیں اختیار کیا
گلچیں سے چشم دشت نصیبا دسے امید

دیگر

اپنا اگر ہے زور تو حسن بیان تلک
بلبل ہے اس چمن میں فقط باغبان تلک

دیگر

ہم چلے راہ جنوں میں سر و سامان سے الگ | تار دامن سے جدا چاک گریبان سے الگ
خلف عشق کو ملتی نہیں جاداد سلف | دشت فرہاد ہو مجنوں کے بیابان سے الگ
انکے دروازے پہ ٹھہرا ہوں تو یوں کہتے ہیں | شوق سے آپ فروکش ہوں مگر یاں سے الگ
تیری یکتائی کے دعوے میں نہیں دخل دلیل | حجت عقل سے ہو دور تو برہان سے الگ
نہیں ممکن ترے اوصاف محبت توفیق | تجھ میں جو بات ہو وہ عالم امکان سے الگ

دیگر

ہر زبان کو ہے جداگانہ ترے نام کا ورد | فتنہ پیدا از جفا دوست ستمگر قاتل
دیکھیے جسکو وہ تلوار لیئے پھرتا ہے | ایک سے ایک ہے بیرحم فزوں تر قاتل
مار ڈالا ہے مجھے انکی وفاداری نے | ترے مقتول جفا بھی ہیں ستمگر قاتل

دیگر

نو فغاں ہیں اور نو فریاد ہم | رحم کے قابل ہیں اے صیاد ہم
کوئی ویرانی سے ویرانی ہوئی | مہربان اب ہو چکے آزاد ہم
کھینچتے ہیں صفحۂ دل پر شبیہ | قابل بیعت ہیں اے بہزاد ہم
دین سے مطلب نہ کچھ دنیا سے کام | آج کل ہیں کس قدر آزاد ہم

کچھ نہیں کھلتا کہ ہے مفہوم کیا / ہیں عجب مضمون نو ایجاد ہم

دیگر

کمال عشق سے وہ اقتدار رکھتے ہیں / کہ جیسے مرتے ہیں ہم اسکو مار رکھتے ہیں
ہمارا دل بھی کوئی جنس بے بہا ٹھہرا / اٹھا اٹھا کے جو وہ بار بار رکھتے ہیں
ہمیں تو عشق نے مجبور ہی سدا رکھا / الٰہی کون ہیں جو اختیار رکھتے ہیں

دیگر

کہتے ہیں سب یہ ہی مکار بنا لیتے ہیں / چشم نم دیدۂ خونبار بنا لیتے ہیں
بے غرض بنکے تو جاتے ہیں پڑے رہتے ڈرتے / باتیں مطلب کی بھی دو چار بنا لیتے ہیں
بزم عشاق میں کہتے ہیں کہ کیونکر جاؤں / باتوں باتوں میں یہ عیار بنا لیتے ہیں
دیکھ بدمست مجھے مار کے ٹھوکر بولے / ہم تو مستوں کو بھی ہشیار بنا لیتے ہیں
کیا کمینے ہیں یہ عشاق کہ معشوقوں کو / ظلم سہہ سہہ کے ستمگار بنا لیتے ہیں
کام ہو جائے تو پھر بات نہ پوچھیں توفیق / اپنے مطلب کو جو سرکار بنا لیتے ہیں

دیگر

کہاں کمال محبت کہاں عدو کی ذات / برا نہ مانو تو ہم ایک سوال کریں
تمام عمر مصیبت میں مبتلا رکھا / سیاہ دل سے نہو جو یہ مہ جمال کریں

دیگر

ہم اپنے ضبط کے قائل ہیں قیل بار تو دو / بتو خدا کی قسم تمکو بات مار تو دو

اگر نہ رحم کے لائق ہو میری بیچینی / خوشی سے داد ستم ہائے روزگار تو دو
یہ خوب بات ہے یہ بھی عزیز وہ بھی عزیز / اگر نہ مرہم دل دو دل فگار تو دو
دل حزیں کے رہائی کے ہم نہیں طالب / ذرا شکنج سر زلف کو سنوار تو دو
تمہارے منع محبت کو میں نے مان لیا / مگر مجھے دل مضطر پہ اختیار تو دو
کہوں وہ بات جو الہام سے ہے ہمدوش / پر اپنی بزم محبت میں اعتبار تو دو

دیگر

کیا بات ہے یہ دیدۂ خونبار سچ تو کہہ / دریا سے بحث ابر سے تکرار سچ تو کہہ
تیرا ہے لطف خاص کہ میرا ہجوم یاس / وجہ امیدواری اغیار سچ تو کہہ
اے جذب شوق فرش ہو دل یہ وقت آہ / کیا چل چکا ہے نامہ بریار سچ تو کہہ
توفیق حال کچھ ہے ترا اور قال کچھ / نامعتبر ہیں کیا ترے اشعار سچ تو کہہ

دیگر

کعبہ سے تا بہ دیر کلیسا سے تا کنشت / پایا تجھی کو یار جہاں تک نظر گئی
بس اب معاف دعوت اغنیا کیجیے / غم کھاتے کھاتے اپنی طبیعت بھی بھر گئی

دیگر

ہائے رے ضعف کہ مجھ تک پس ایام دراز / منزلیں کر کے ہزاروں مری طاقت آئی
اب خدا خیر کرے آج وہ یوں کہتا تھا / دیکھیے پھر مرے بیمار پہ رنگت آئی

دیگر

نہ ہوش دین کے باقی رہے نہ دنیا کے / تری نگاہ مصیبت کا سامنا ٹھہری
یہاں تو رنج میں گزری کبھی قلق میں کٹی / مسافران عدم واں کہو کہ کیا ٹھہری
یہ ناتوان ہوں کہ پھرتی ہوئی گلی سے تری / میری نگاہ بھی سو بار جا بجا ٹھہری

دیگر

منائیں گے دل بیمار کو جلا کے لئے / وفا تو اب کہیں ملتی نہیں دوا کے لئے
یہ فتنے ایک ہیں باہم کہ زلف یا ہے وہ رات / جو دل پسند کیا خود تو جان قضا کے لئے
گلہ کیا تو کس انداز سے بگڑ کے کہا / کہ تم نے رنج سہے اپنے مدعا کے لئے

دیگر

وہ تو ہی کہنے کی اے کاش مجھ سے خو کرتے / کسی طرح سے تو آغاز گفتگو کرتے
ہوا جو وصل میسر تو یہ ہوئی حسرت / کوئی دن اور ابھی مشق آرزو کرتے
نہ زہد خشک سے توفیق کام نکلا خاک / شراب ہوتی تو پیدا کچھ آبرو کرتے

والاجاہ مرحوم نے اپنے عقب میں حسب ذیل اولاد چھوڑی
۱ سید نور الحسن خان طیب (المخاطب بہ رضی الدولہ نظام الملک) ۲ سید علی حسن خان طاہر مؤلف کتاب ہذا (المخاطب بہ صفی الدولہ حسام الملک) ۳ حنفیہ جہان بیگم مرحومہ۔

فہرست کتب مؤلفہ والاجاہ مرحوم

نمبر شمار	نمبر ردیف وار	حرف الالف میں کل ۲۹	فن	زبان	نام مطبع	کیفیت
۱	۱	الاکسیر فی اصول التفسیر	اصول تفسیر	فارسی	نظامی کانپور	
۲	۲	افادة الشیوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ	ناسخ و منسوخ	″	″	
۳	۳	احیاء المیت بذکر مناقب اہل البیت	منقبت	عربی	قلمی	
۴	۴	ایضاح المحجة للعمرة والحجة	بیان مناسک حج	اردو	بھوپال	
۵	۵	الاحتواء علی مسئلة الاستواء	بیان عرش	″	″	
۶	۶	الانتقاد الرجیح فی شرح الاعتقاد الصحیح	عقائد	عربی	لکھنو	
۷	۷	ادامة الشکر باقامة الصبر والشکر	بیان صبر و شکر	اردو	آگرہ	
۸	۸	اکلیل الکرامة فی تبیان مقاصد الامامة	امامت	عربی	بھوپال	
۹	۹	اقتراب الساعة	علامات قیامت	اردو	آگرہ	باہتمام فرزند کلاں میر نور الحسن خان صاحب مرحوم
۱۰	۱۰	الاذاعة لما کان وما یکون بین یدی الساعة	آثار قیامت	عربی	بھوپال	
۱۱	۱۱	القاء المنن بالقاء المحن	واقعات ذاتی	اردو	″	
۱۲	۱۲	ابجد العلوم ۳ حصہ	بیان علوم و فنون و تراجم علما	عربی	″	
۱۳	۱۳	اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین	تراجم علما	فارسی	کانپور	

نمبر شمار	نمبر حرف وار	حرف الالف	فن	زبان	نام مطبع	کیفیت
۱۴	۱۴	الاقلید لادلۃ الاجتہاد والتقلید	بیان اجتہاد و تقلید	عربی	قسطنطنیہ	بنام فرزند صغیر علی حسن خان صاحب دام مجدہ
۱۵	۱۵	اخلاص التوحید للحمید المجید	عقائد	اردو	بھوپال	
۱۶	۱۶	اخلاد الفواد الی توحید رب العباد	〃	〃	〃	
۱۷	۱۷	الانفکاک عن مراسم الاشراک	〃	〃	آگرہ	
۱۸	۱۸	ایقاظ النیام لصلۃ الارحام	دینیات	〃	〃	
۱۹	۱۹	ایقاظ الرقود باہوال الیوم الموعود	احوال قیامت	〃	〃	
۲۰	۲۰	اختیار السعادۃ بایثار العلم علی العبادۃ	دینیات	〃	〃	
۲۱	۲۱	اسعاد العباد بحقوق الوالدین و الاولاد	〃	〃	〃	
۲۲	۲۲	الادراک فی تخریج احادیث رد الاشراک	عقائد	فارسی	کانپور	
۲۳	۲۳	اربعون حدیثا فی فضائل الحج والعمرہ	چہل حدیث	عربی	بھوپال	
۲۴	۲۴	اتباع السنۃ فی جملۃ ایام السنۃ	بیان ایام مبارکہ	اردو	〃	
۲۵	۲۵	اعلام البشر بوجہ الخیر والشر	ذکر خیر و شر	〃	آگرہ	
۲۶	۲۶	انشاء عربی	ادب	عربی	قلمی	
۲۷	۲۷	اسولۂ اجوبہ پشاور	دینیات	فارسی	〃	
۲۸	۲۸	اربعون حدیثا متواترۃ	احادیث	عربی	بھوپال	
۲۹	۲۹	الداء والدواء	اعمال و تعویذ			

حرف الباء الموحدہ میزان ۱۳

نمبر شمار	نمبر حرف وار	حرف الباء الموحدہ	فن	زبان	نام مطبع	کیفیت
۳۰	۱	برگ سبز	بیان بیعت	فارسی	قلمی	
۳۱	۲	البنیان المرصوص من بیان ایجاز الفقہ المنصوص	فقہ حدیث	〃	بھوپال	بنام فرزند صغیر علی حسن خان صاحب دام مجدہ
۳۲	۳	برد الاکباد شرح قصیدۂ بانت سعاد	ادب	〃	قلمی	
۳۳	۴	البلغۃ الی اصول اللغۃ	عربی	〃	قسطنطنیہ	
۳۴	۵	بدور الاہلۃ من ربط المسائل بالادلہ	فقہ حدیث	〃	بھوپال	
۳۵	۶	بشارۃ الفساق	بیان کبائر ذنوب	اردو	آگرہ	
۳۶	۷	بذل المنفعۃ لایضاح الارکان الاربعہ	دینیات	〃	〃	
۳۷	۸	بلوغ السول من اقضیۃ الرسول	〃	فارسی	لکھنو	
۳۸	۹	بغیۃ القاری فی ثلاثیات البخاری	حدیث	اردو	〃	
۳۹	۱۰	البغیۃ الرائد فی شرح العقائد	عقائد	فارسی	بھوپال	
۴۰	۱۱	بلوغ العلی بمعرفۃ الحلی	حلیۂ آنحضرت صلعم	اردو	〃	
۴۱	۱۲	بذل الحیات بحسن الممات	دینیات	〃	آگرہ	
۴۲	۱۳	بشنو بید	نصائح	فارسی	قلمی	

حرف التاء۔ میزان ۳۳

نمبر شمار	نمبر وار حرف	حرف التاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۴۳	۱	تحفۃ الصائمین	دینیات	اردو	قلمی	
۴۴	۲	تحفۂ فقیر در ذکر قہوہ و چاء	بیان چاء و قہوہ	فارسی	بھوپال	
۴۵	۳	ترجمۂ شرعۃ الاسلام	عقائد		قلمی	
۴۶	۴	التفکیک عن انحاء التشریک	〃	اردو	بھوپال	
۴۷	۵	تکمیل العیون تجاریف العلوم والفنون	متفرقات	عربی	قلمی	
۴۸	۶	ترجمان القرآن بلطائف البیان	تفسیر	اردو	بھوپال	※
۴۹	۷	تقویۃ الایقان شرح حدیث حلاوۃ الایمان	دینیات	〃	آگرہ	
۵۰	۸	تقصار جیود الاحرار من تذکار جیود الابرار	تراجم صوفیہ	فارسی	بھوپال	
۵۱	۹	تصریف الریاح ترجمہ مراح الارواح	صرف	〃	لکھنؤ	
۵۲	۱۰	التاج المکلل من جواہر مآثر الطراز الآخر والاول	تراجم علماء	عربی	بھوپال	
۵۳	۱۱	ترجمان وہابیہ	تاریخ	اردو	آگرہ	

※ سورۂ فاتحہ سے تا سورۂ کہف اردو پارہ آخر سے ۱۶ پارہ کی تفسیر والا جاہ مرحوم نے لکھی باقی ۱۴ پارہ کا تکملہ سورۂ مریم سے لیکر سورۂ تحریم تک آنحضرت استادی مولانا مولوی سید ذوالفقار احمد صاحب مرحوم نے تحریر فرمائے

نمبر شمار	نمبر وار حرف	حرف التاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۵۴	۱۲	التفریج الکروب بالتوبۃ عن الذنوب	اخلاق	اردو	بھوپال	
۵۵	۱۳	تذکیر الکل بتفسیر الفاتحۃ واربع قل	تفسیر	〃	آگرہ	
۵۶	۱۴	تسلیۃ المصاب	دینیات	〃	〃	
۵۷	۱۵	تبشیر العاصی بتکفیر المعاصی	〃	〃	〃	
۵۸	۱۶	تعلیم الایمان	عقائد	〃	بھوپال	
۵۹	۱۷	تعلیم الصلوٰۃ	فقہ	〃	〃	
۶۰	۱۸	تعلیم الزکوٰۃ	〃	〃	〃	
۶۱	۱۹	تعلیم الحج	〃	〃	〃	
۶۲	۲۰	تعلیم الصیام	〃	〃	〃	
۶۳	۲۱	تعلیم الذکر والدعاء	ادعیہ و وظائف	〃	〃	
۶۴	۲۲	تحریم الخمر والزناء واللواطۃ والمعازف والعشق	دینیات	〃	〃	
۶۵	۲۳	تتمۃ الصبی فی ترجمۃ الاربعین من احادیث النبی	حدیث	〃		
۶۶	۲۴	تہذیب شرح تہذیب	منطق	عربی	قلمی	
۶۷	۲۵	توضیع المعاصی	دینیات	اردو	آگرہ	

نمبر شمار	نمبر تعداد وار	حرف التاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
٦٨	٢٦	تطہیر الثوب بقبول التوب	دینیات	اردو	بھوپال	
٦٩	٢٧	تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنی عشر	مناقب اہلبیت	"	"	
٧٠	٢٨	تکریم المومنین بتقویم مناقب الخلفاء الراشدین	مناقب صحابہ	"	"	
٧١	٢٩	تحصیل الکمال الی الخصال الموجبۃ للظلال	دینیات	"	آگرہ	
٧٢	٣٠	توفیق الباری لترجمۃ الادب المفرد للبخاری	حدیث	"	"	
٧٣	٣١	توزیع العباد الی الدرجات فی یوم المعاد	دینیات	"	"	
٧٤	٣٢	توزیع المعاصی والطبقات الی انماء الدرکات والدرجات	"	"	"	
٧٥	٣٣	تخریج الوصایا من خبایا الزوایا	وصایا	عربی	مصر	بنام فرزند صغیر میر علی حسن خان دام مجدہ

حرف الثاء المثلثہ - میزان (١)

نمبر شمار	نمبر تعداد وار	حرف الثاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
٧٦	١	ثمار التنکیت فی شرح اثبات التثبیت	برزخ	فارسی	بھوپال	

حرف الجیم - میزان (٤)

نمبر شمار	نمبر تعداد وار	حرف الجیم	فن	زبان	مطبع	کیفیت
٧٧	١	جلب المنفعۃ فی الذب عن الائمۃ المجتہدین الاربعۃ	مناقب ائمۂ اربعہ	فارسی	آگرہ	
٧٨	٢	جامع السعادات ترجمۂ منبہات ابن حجرؒ	حدیث	اردو	قلمی	
٧٩	٣	الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ	اتباع سنت	عربی	بھوپال	
٨٠	٤	الجوائز والصلات من جمیع الاسامی والصفات	عقائد	"	فاروقی دہلی	بنام فرزند کلاں میر نور الحسن خان صاحب مرحوم

حرف الحاء المہملہ - میزان (١٢)

نمبر شمار	نمبر تعداد وار	حرف الحاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
٨١	١	حث الانسان علی ما یوجب دخول الجنان	ذکر جنت	اردو	آگرہ	[illegible]
٨٢	٢	حصول المامول من علم الاصول	اصول فقہ	عربی	لکھنؤ و قسطنطنیہ	
٨٣	٣	حسن المساعی الی اصلاح الرعیۃ والراعی	سیاست	اردو	بھوپال	
٨٤	٤	الحرز المکنون من لفظ المعصوم المامون	حدیث	عربی	"	
٨٥	٥	حسن الاسوۃ بما ثبت من اللہ ورسولہ فی النسوۃ ※	حرمت نساء	"	قسطنطنیہ	
٨٦	٦	حجج الکرامہ فی آثار القیامہ	احوال قیامت	فارسی	لکھنؤ	
٨٧	٧	حل الاسئلۃ المشکلہ	مسائل متفرق	"	"	
٨٨	٨	حل سوالات مشکلہ	"	"	نظامی کانپور	
٨٩	٩	حدیث الغاشیہ عن الفتن الخالیہ والفاشیہ	تاریخ	اردو	بھوپال	بنام میر [illegible] خان مرحوم

※ اسکا ترجمہ حسب الحکم رئیسہ عالیہ خلد مکان استاذی مولانا مولوی ذوالفقار احمد صاحب مرحوم نے اردو میں کیا اور اسکا نام مرآت النسوان رکھا۔

نمبر شمار	نمبر ردیف	حرف الحاء المہملہ	فن	زبان	مطبع	کیفیت
٩٠	١٠	حضرات التجلی من نفحات التحلی والتخلی	عقائد	عربی	بھوپال	
٩١	١١	الحطة فی ذکر الصحاح الستة	بطور کشکول	″	کانپور	
٩٢	١٢	خطیرة القدس وذخیرة الانس	″	فارسی	بھوپال	

حرف الخاء المعجمۃ۔ میزان (٤)

٩٣	١	خیر القرین ترجمۂ اربعین	حدیث	اردو	قلمی	
٩٤	٢	خیرة الخیرة	تصوف	″	آگرہ	
٩٥	٣	خبیئة الاکوان فی افتراق الامم علی المذاہب والادیان	مذاہب مختلفہ	عربی	آستانہ قسطنطنیہ	
٩٦	٤	خلق الانسان		اردو	آگرہ	

حرف دال المہملہ۔ میزان (٧)

٩٧	١	دلیل الطالب علی ارجح المطالب	متفرق مسائل	فارسی	بھوپال	
٩٨	٢	دعوة الداعی الی ایثار الاتباع علی الابتداع	عقائد	اردو	″	
٩٩	٣	دواء القلب القاسی بتذکیر الموت الناسی	دینیات	″	آگرہ	
١٠٠	٤	دعایة الایمان الی توحید الرحمان	عقائد	″	″	

نمبر شمار	نمبر ردیف	حرف دال المہملہ	فن	زبان	مطبع	کیفیت
١٠١	٥	الدین الخالص دو حصہ	عقائد	عربی	احمدی	دو جلد
١٠٢	٦	دعوة الحق	عقائد	اردو	بھوپال	
١٠٣	٧	الدر المنضود فی ذکر المہدی الموعود		″	قلمی	

حرف ذال المعجمہ۔ میزان (١)

١٠٤	١	ذخر المحتی من آداب المفتی	آداب فتوے	عربی	بھوپال	

حرف الراء المہملہ۔ میزان (١١)

١٠٥	١	الرحمة المہداة الی من یرید زیادة العلم علی احادیث المشکوة	حدیث	عربی	دہلی	
١٠٦	٢	الروضة الندیة شرح الدرر البہیة	فقہ حدیث	″	مصر و لکھنؤ	
١٠٧	٣	ریاض المرتاض وغیاض العراض	تصوف	فارسی	بھوپال	
١٠٨	٤	الروض الخصیب من تزکیة القلب المنیب	متفرقات	″	آگرہ	
١٠٩	٥	ربیع الادب	ادب	عربی	قلمی	
١١٠	٦	رفو الخرقة بشرف الحرفة	بیان پیشہ حرفہ	اردو	بھوپال	

نمبر شمار	نمبر حرف	حرف الراے	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۱۱	۷	روزمرۂ اسلام	عبادات	اردو	آگرہ	
۱۱۲	۸	رحلت الصدیق الی بیت العتیق	سفرنامۂ حج	عربی	علوی	
۱۱۳	۹	ریاض الجنۃ فی تراجم اہل السنۃ	تراجم	〃		
۱۱۴	۱۰	رفع الالتباس عن مسائل اللباس	بیان لباس	اردو	بھوپال	
۱۱۵	۱۱	الروض البسام من ترجمۃ بلوغ المرام	حدیث	عربی	فاروقی دہلی	بنام فرزند کلاں میر نور الحسن خان مرحوم

حرف الزاے معجمہ۔ میزان (۱)

نمبر شمار	نمبر حرف	حرف الزاے	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۱۶	۱	زیادۃ الایمان باعمال الجنان	دینیات	اردو	آگرہ	

حرف السین المہملہ۔ میزان (۸)

نمبر شمار	نمبر حرف	حرف السین	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۱۷	۱	السحاب المرکوم فی بیان انواع الفنون والعلوم	بیان علوم وفنون	عربی	قلمی	یہ ایک حصہ ہے ابجد العلوم کا
۱۱۸	۲	السراج الوہاج فی شرح مختصر صحیح مسلم بن الحجاج	حدیث	عربی	بھوپال	در دو مجلد کلاں
۱۱۹	۳	سبیل الرشاد لما یحتاج الیہ العباد	مسائل	اردو	آگرہ	
۱۲۰	۴	السیف المسلول علی من سب الرسول	دینیات	〃	قلمی	

نمبر شمار	نمبر حرف	حرف السین	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۲۱	۵	سعۃ المجال الی باکیل عن الارزاق والاموال	فقہ حدیث	اردو	بھوپال	
۱۲۲	۶	سائق العباد	دینیات	〃	〃	
۱۲۳	۷	سلسلۃ العسجد فی ذکر مشائخ السند	اصول حدیث	فارسی	〃	
۱۲۴	۸	سُرّ من رای[1]	بطور کشکول	〃	قلمی	

حرف الشین۔ میزان (۲)

نمبر شمار	نمبر حرف	حرف الشین	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۲۵	۱	تذکرۂ شمع انجمن	کلام شعرا	فارسی	بھوپال	
۱۲۶	۲	الشمامۃ العنبریہ فی مولد خیر البریہ	بیان مولد شریف	اردو	〃	

حرف الصاد المہملہ میزان (۴)

نمبر شمار	نمبر حرف	حرف الصاد	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۲۷	۱	صلاح ذات البین ببیان مال الزوجین	حقوق زوجین	اردو	آگرہ	

[1] یہ کتاب بحر النفائس مؤلفہ شیخ احمد شروانی مولف نفحۃ الیمن کا انتخاب ہے جو بطور کشکول دو مجلد میں تھی۔ اس کتاب میں والا جاہ مرحوم نے وہ خطوط بھی جو علماے معاصر نے مولف نفحۃ الیمن کے نام تحریر کیے تھے شامل کیے تین جلدیں مرتب کیں اور ان تینوں جلدوں کا دیباچہ خود لکھا جلد اول میں خطوط مولف نفحۃ الیمن بنام علماء شامل ہیں دوسری جلد میں خطوط علماء عرب ہیں بنام مولف نفحۃ الیمن تیسری جلد میں وہ خطوط ہیں جو علماء ہند نے نفحۃ الیمن کے خطوط کے جواب میں لکھے تھے۔ یہ تینوں مجلدات علم ادب کا ایک بے نظیر مجموعہ ہیں۔

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف الصاد	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۲۸	۲	صدق الجالی ذکر الخوف والرجا	دینیات	اردو	آگرہ	
۱۲۹	۳	صافیہ شرح کافیہ	صرف	فارسی	قلمی	
۱۳۰	۴	تذکرہ صبح گلشن	تذکرۂ شعرا	"	بھوپال	بنام فرزند اصغر میر علی حسن خان دام مجدہ

حرف الضاد المعجمہ۔ میزان (۳)

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف الضاد	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۳۱	۱	ضالۃ الناشد الغریب من شرح الکلیب فی شرح المنظوم المسمیٰ بتانیس الغریب۔	بیان برزخ	فارسی	بھوپال	
۱۳۲	۲	ضوء الشمس	دینیات	اردو	آگرہ	
۱۳۳	۳	ضیافۃ الاخوان بقیافۃ الانسان	علم قیافہ	"	"	

حرف الطاء۔ میزان (۳)

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف الطاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۳۴	۱	طراز الحمرہ فی الحجۃ والعمرہ	دینیات	اردو	آگرہ	
۱۳۵	۲	الطریق المثلیٰ فی ارشاد الی ترک التقلید واتباع ما ہو الاولیٰ	ترک تقلید	عربی	قسطنطنیہ	بنام فرزند کلان میر نور الحسن خان مرحوم
۱۳۶	۳	طلائع المقدور من مطالع الدہور	تاریخ	اردو	بھوپال	بنام فرزند اصغر میر علی حسن خان دام مجدہ

حرف الظاء۔ میزان (۱)

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف الظاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۳۷	۱	ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی	آداب القضا	عربی	بھوپال	

حرف العین۔ میزان (۹)

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف العین	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۳۸	۱	عین الیقین ترجمہ العین امام غزالیؒ	دینیات		دہلی	
۱۳۹	۲	عرف الجادی من جنان ہدی الہادی	فقہ حدیث	فارسی	بھوپال	بنام فرزند کلان میر نور الحسن خان مرحوم
۱۴۰	۳	عمارۃ الاوقات بوظائف العبادات مع بیان الدرجات والدرکات	وظائف	اردو	لکھنؤ و بھوپال	
۱۴۱	۴	عاقبۃ المتقین	دینیات	"	آگرہ	
۱۴۲	۵	عقیدۃ السنی	عقائد	"	بھوپال	
۱۴۳	۶	عشرۂ کاملہ	دینیات	"	آگرہ	
۱۴۴	۷	العلم الخفاق من علم الاشتقاق	ادب	عربی	بھوپال و قسطنطنیہ	
۱۴۵	۸	عون الباری لحل ادلۃ البخاری	حدیث	"	مصر قاہرہ	[illegible]
۱۴۶	۹	العبرہ بما جاء فی الغزو والشہادۃ والہجرۃ	"	"	بھوپال	

حرف الغین معجمہ میزان (۴)

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف الغین	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۴۷	۱	غض البان الورق بجنات البیان	ادب	عربی	قسطنطنیہ و بھوپال	
۱۴۸	۲	غنیۃ القاری فی ترجمۃ ثلاثیات البخاری	حدیث	اردو	لاہور	
۱۴۹	۳	غراس الجنۃ	دینیات	″	آگرہ	
۱۵۰	۴	الغنۃ بیشارۃ الجنۃ لاہل السنہ	″	عربی	مصر	بنام فرزند کلاں میر نور الحسن خان مرحوم

حرف الفاء میزان (۱۱)

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف الفاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۵۱	۱	فتح البیان فی مقاصد القرآن برحاشیہ تفسیر ابن کثیر	تفسیر	عربی	مصر و بھوپال	
۱۵۲	۲	فتح العلام لشرح بلوغ المرام	حدیث	″	مصر	۲ جلد بنام فرزند کلاں میر نور الحسن خان مرحوم
۱۵۳	۳	فتح المغیث بفقہ الحدیث	فقہ حدیث	اردو	بھوپال	ترجمہ رسالہ امام شوکانی ہے
۱۵۴	۴	فتح الباب لعقائد اولی الالباب	عقائد	″	آگرہ	
۱۵۵	۵	فتح الخلاق لطائف المنن و الاخلاق	اخلاق	″	″	یہ کتاب منن الکبری الشعرانی کا مختصر ترجمہ ہے
۱۵۶	۶	فلاح البرایا فی اصلاح الراعی والرعایا	سیاست	″	″	
۱۵۷	۷	الفرع النامی من اصل السامی	انساب	فارسی	بھوپال	

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف الفاء	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۵۸	۸	فتاوی امام المتقین				
۱۵۹	۹	فتنۃ الانسان من لقاء ابناء الزمان	دینیات	اردو	بھوپال	
۱۶۰	۱۰	فصل الخطاب فی فضل الکتاب	فضائل قرآن	″	آگرہ	
۱۶۱	۱۱	فضائل الحج والعمرہ	حدیث		بھوپال	

حرف القاف۔ میزان (۱۰)

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف القاف	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۶۲	۱	قول ثابت	دینیات		قلمی	
۱۶۳	۲	قول الحق	″		″	
۱۶۴	۳	قضیۃ المقدور علی فتنۃ القبور	برزخ	اردو	بھوپال	
۱۶۵	۴	قوارع الانسان	عقائد	″	آگرہ	
۱۶۶	۵	قسطاس الاذہان فی شرح المیزان	صرف	″	قلمی	
۱۶۷	۶	قواطع البشر	دینیات	″	آگرہ	
۱۶۸	۷	قطف الثمر فی بیان عقیدۃ اہل الاثر	عقائد	عربی	کانپور	
۱۶۹	۸	قصد السبیل الی ذم الکلام والتاویل	″	″	بھوپال	
۱۷۰	۹	قضاء الارب من مسئلۃ النسب	فقہ	″	کانپور	
۱۷۱	۱۰	قطع الاوصال ترجمۃ قصر الآمال		عربی ہندی	قلمی	

حرف الکاف۔ میزان (۸)

نمبر شمار	نمبر ردیف	حرف الکاف	فن	زبان	مطبع	کیفیت
١٧٢	١	کشف الالتباس عما وسوس الخناس	ردّ شیعہ	اردو	بھوپال	
١٧٣	٢	کلمۃ الحق		فارسی	〃	
١٧٤	٣	کشف الغمہ عن افتراق الامہ	تاریخ	اردو	〃	
١٧٥	٤	کشف اللثام عن غربۃ الاسلام	دینیات	〃	آگرہ	
١٧٦	٥	کشف الستر عن وجھۃ الذکر والفکر			〃	
١٧٧	٦	کشف الکربہ عن اہل الغربہ	حدیث	〃	〃	
١٧٨	٧	کلمۃ العنبریہ فی مدح خیر البریہ	قصیدہ	عربی	قلمی	
١٧٩	٨	دیوان گل رعنا	مجموعہ غزلیات فارسی واردو		بھوپال	

حرف اللام۔ میزان (۵)

نمبر شمار	نمبر ردیف	حرف اللام	فن	زبان	مطبع	کیفیت
١٨٠	١	لف القماط علی بعض ما استعملہ العامۃ عن المعرب والمولد والدخیل والاغلاط	لغت	عربی	بھوپال	
١٨١	٢	لقطۃ العجلان مما تمس الی معرفتہ حاجۃ الانسان	متفرقات	〃	کانپور و قسطنطنیہ	

نمبر شمار	نمبر ردیف	حرف اللام	فن	زبان	مطبع	کیفیت
١٨٢	٣	لسان العرفان	تصوف	اردو	آگرہ	
١٨٣	٤	اللواء المعقود لتوحید الرب المعبود	عقائد	〃	بھوپال	
١٨٤	٥	اللتیا والتی	اخلاق نسوان	〃	بنارس	

حرف المیم۔ میزان (۲۲)

نمبر شمار	نمبر ردیف	حرف المیم	فن	زبان	مطبع	کیفیت
١٨٥	١	مسک الختام شرح بلوغ المرام	حدیث	فارسی	لکھنؤ	در ۲ مجلد
١٨٦	٢	مکارم الاخلاق				
١٨٧	٣	الموعظۃ الحسنہ بما یخطب فی شہور السنہ	مجموعہ خطب	عربی	بھوپال و مصر	
١٨٨	٤	موائد العوائد من عیون الاخبار والفوائد	کشکول	فارسی	بھوپال	
١٨٩	٥	ملاک السعادۃ فی افراد اللہ تعالیٰ بالعبادۃ	عقائد	اردو	〃	
١٩٠	٦	منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول	اصول حدیث		〃	
١٩١	٧	مثیر ساکن الغرام الی روضات دار السلام*	بیان جنت	عربی	کانپور	
١٩٢	٨	المنہل العذب الصافی شرح منہج البیان الشافی	عروض	فارسی	قلمی	
١٩٢	٩	محاسن الاعمال	دینیات	اردو	آگرہ	

* یہ کتاب حادی الارواح الی بلاد الافراح مولفہ حافظ ابن القیم کی تلخیص ہے۔

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف المیم	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۱۹۴	۱۰	محو الحوبہ باشارۃ الاستغفار والتوبہ	دینیات	اردو	آگرہ	
۱۹۵	۱۱	المعتقد المنتقد	عقائد	〃	دہلی	
۱۹۶	۱۲	المقالۃ النصیحۃ فی الوصیۃ والنصیحۃ	وصایا	فارسی	آگرہ	
۱۹۷	۱۳	المغنم البارد للصادر والوارد	مجموعہ رباعیات	〃	بھوپال	
۱۹۸	۱۴	مقالات الاحسان مقامات العرفان	تصوف	اردو	〃	※
۱۹۹	۱۵	المقتصر المختصر فی حسن الظن للمحتضر		〃	〃	
۲۰۰	۱۶	مراتع الغزلان فی تذکار ادباء الزمان				
۲۰۱	۱۷	منتخب زاد المتقین للشیخ عبد الحق دہلوی	دینیات		قلمی	
۲۰۲	۱۸	رسالہ منجیات ومہلکات	〃	اردو		
۲۰۳	۱۹	منہاج العبید الی معراج التوحید	عقائد			
۲۰۴	۲۰	مراد المرید فی اخلاص التوحید	〃			
۲۰۵	۲۱	منتخب نفح العود فی ایام الشریف محمود				
۲۰۶	۲۲	معجب فی نحو المغرب				

حرف النون - میزان (۱۰)

※ ترجمہ فتوح الغیب لحضرت شیخ عبد القادر جیلانی یہ کتاب والاجاہ مرحوم کی آخری تالیف ہے۔

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف النون	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۲۰۷	۱	نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام	تفسیر	عربی	علوی	
۲۰۸	۲	نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعیۃ والاذکار		〃	قسطنطنیہ	
۲۰۹	۳	نفح الطیب من ذکر المنزل والحبیب	غزلیات وقطعات	فارسی	آگرہ	
۲۱۰	۴	نشوۃ السکران من صہباء تذکار الغزلان	ادب	عربی	قسطنطنیہ بھوپال	
۲۱۱	۵	نیل الامانی شرح مختصر الشوکانی	فقہ حدیث		قلمی	
۲۱۲	۶	نصب الذریعۃ الی تعدید علوم الشریعۃ	ذکر علوم شرعیہ		آگرہ	
۲۱۳	۷	النہج المقبول من شرائع الرسول	〃	فارسی	بھوپال	[illegible]
۲۱۴	۸	النذیر العریان من برکات النیران	بیان دوزخ	اردو	آگرہ	
۲۱۵	۹	نگارستان سخن	تذکرہ شعراء	فارسی	بھوپال	〃
۲۱۶	۱۰	النصح السدید لوجوب التوحید	عقائد	اردو		

حرف الواؤ - میزان (۳)

نمبر شمار	نمبر حروف	حرف الواؤ	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۲۱۷	۱	الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم المنثور منہا والمنظوم		عربی	بھوپال	ابجد العلوم کا دوسرا حصہ ہے
۲۱۸	۲	وسیلۃ النجات لاداء الصلوٰۃ والصوم والحج والزکات	دینیات	اردو	آگرہ	

نمبر شمار	تعداد جزو	حرف الواؤ	فن	زبان	مطبع	کیفیت
۲۱۹	۳	وصیت نامۂ ابوفا	وصایا	اردو		

حرف الہا میزان (۲)

۲۲۰	۱	ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل	دینیات	فارسی	بھوپال	
۲۲۱	۲	ہادی القلب السلیم الی درجات جنات النعیم	بیان جنت	اردو	آگرہ	

حرف الیاء المثنات میزان (۱)

۲۲۲	۱	یقظۃ اولی الاعتبار فیما ورد من ذکر النار واہل النار	بیان دوزخ	عربی	بھوپال	

یہ تمام مؤلفات خرد وکلان والاجاہ مرحوم عربی وفارسی اور اردو کی کل ملاکر دو سو بائیس کتابیں ہیں اگر وہ مسائل جو دلیل الطالب اور ہدایت السائل میں شامل ہیں اور اُن میں کوئی ایک جزو کا رسالہ ہے اور کوئی ڈیڑھ جزو کا رسالہ ہے جدا جدا تصور کیا ئیں تو انکی تعداد مل کر کل تالیفات قریباً تین سو کتابوں کے ہوتی ہیں چنانچہ اسی بنا پر دلیل الطالب کے ہر ایک مسئلہ کا ایک علیحدہ مستقل نام رکھا گیا ہے۔ فقط